ٹائیٹل بار اول

نجم الہدیٰ

در مطبع ضیاء الاسلام قادیان باہتمام حکیم فضل الدین صاحب طبع شد

جس کتاب پر مہر اور دستخط نہ ہوں وہ مسروقہ سمجھو

تعداد ۱۴۰۰

﴿۲﴾

نجّم الهدیٰ

الحمد للّٰه الذی خلق الأشیاء کلها فأودع من جمال خلقها، وبرء نفوس الناس لنفسه فسوّاها وعالج بوجهه قلقها. وأتقن کل ما صنع وحسّن وأبدع وأحکم، وأضاء الشمس وأنار القمر وأنعم علی الإنسان وأعزّه وأکرم. والصّلٰوة والسّلام علی رسوله النبیّ الأمّی محمد أحمد ن الذی کان إسماہ هذان أول أسماء عُرضت علٰی آدم بما کانا علّة غائیة للنشأة الاولٰی

نجّم الهدیٰ (اردو)

اُس خدا کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اور ہر ایک چیز میں ایک قسم کی خوبصورتی رکھی۔ اس نے انسانوں کے نفسوں کو اپنے لئے بنایا۔ اور اپنی ذات کے ساتھ ان کی بے آرامی کو دور کیا۔ اور جو کچھ بنایا نہایت استوار اور خوب اور نئی طرز کا اور محکم بنایا۔ اور سورج کو روشن کیا اور چاند کو چمکایا اور انسان کو عزت اور شرف اور مرتبہ بخشا۔ اور اس کے رسول اُمّی پر درود اور سلام ہو جس کا نام محمد اور احمد ہے۔ یہ دونوں نام اس کے وہ ہیں کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کئے گئے تھے تو سب سے اوّل یہی دو نام پیش ہوئے تھے کیونکہ اس دنیا کی پیدائش

﴿۲﴾

نجّم الهدیٰ فارسی جملہ ستایشہا مر خدا راست کہ ہمہ چیز ہا را بیافرید۔ و در ان گونہء خوبی و آرایش سپرد۔ و روان آدمیان را محض خاطر خود از نیستی بہ ہستی کشید۔ و رنج و آزار آنہا را با ذات خویش از ہم بپاشید۔ و ہر چہ را ساخت چنانچہ شاید خوب و استوارش پرداخت نیّر گیتی افروز را چہرہ ہمان پالود۔ و ماہ را بزم آرائے شب ہماں نمود۔ و انسان را بزرگی و مزیت کرامت فرمود۔ و درود بر نبی اُمّی وے کہ نامِ گرامی اش محمد و احمد و این دو نام اول نامہائے است کہ بر آدم عرض شد۔ زیرا کہ علّت غائی آفرینش ہمیں دو نام و در نزد خدا بیشی و پیشی ہمیں دو نام راست۔

وكانا في علم الله أشرف وأقدم. فهو أوّل النبيين درجة لهذين الاسمين وآخرهم بما ختم الله عليه كل ما علّم النبيين وفهّم، وأكمل كل ما أوحى إليه وألهم. وبما أعطاه الله آخر المعارف وجمع فيه ما أخّر وقدّم، وأرسله إلى كل أسود وأبيض، واختاره لإصلاح كل أعمٰى وأصمّ وأبكم وضمّخه بعطر نعمه أزيد مما ضمّخ أحدا من الأنبياء، وعلّمه من لدنه، وفهّمه من لدنه، وعرّفه من لدنه،

میں وہی دو نام علّت غائی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دونوں ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اول درجہ پر ہیں اور بباعث اس کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام نبوت کے علم ختم ہو گئے اور آپ پر کامل اور جامع طور پر وحی نازل کی گئی اور آخری معارف اور وہ سب کچھ جو پہلوں اور پچھلوں کو دیا گیا تھا آپ کو عطا ہوا۔ ان تمام وجوہ سے آپ خاتم الانبیاء ٹھہرے اور ہر ایک سفید اور سیاہ کی طرف آپ کو بھیجا اور ہر ایک اندھے اور بہرے اور گونگے کی اصلاح کیلئے آپ کو پسند فرمایا اور خدا تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے عطر سے اس قدر آنجناب کو معطّر کیا کہ اس سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں کیا گیا۔ خدا نے اپنے پاس سے آپ کو علم دیا اور اپنے پاس سے فہم عطا کیا۔ اور اپنے پاس سے معرفت بخشی۔

پس او از جہت این دو نام بر جمیع انبیاء درجہء اولیٰ دارد و وحی کامل و جامع براو نازل شدو دانشہائے پسین وہمہٴ آنچہ بہ پیشینیان وپسینیان دادہ شدہ بوئے ارزانی داشتند۔ وخدا اورا بہ ہمہٴ سپید وسیاہ فرستاد۔ وبرائے رہنمائی ہر نابینا وکر وگنگ برگزیدو اورا بہ عطر نعمت ہائے خود آنچنان خوشبو گردانید کہ پیش ازوے کسے از انبیاء بایں مثابت نرسید۔ از قبل خودش آموخت واز خودش بفہمانید۔ واز خودش معرفت بخشید واز خودش پاک ساخت وخودش آداب

وطھّرہ من لدنہ، وادّبہ من لدنہ، وغسلہ من لدنہ بماء الاصطفاء، فوجب علیہ حمد ھذا الرب الذی کفل کل أمرہ بالاستیفاء، وادخلہ تحت رداء الایواء، وأصلح کل شأنہ بنفسہ من غیر منّۃ الاساتذ☆ والآباء والأمراء، وأتمّ علیہ من لدنہ جمیع أنواع الآلاء والنعماء. فحمدہ روح النبیّ بحمد لا یبلغ فکر إلی أسرارہ، ولا تدرک ناظرۃ حدود أنوارہ، وبالغ فی الحمد حتی غاب وفنا فی أذکارہ. وأمّا سبب ھذا الحمد الکثیر و

اور اپنے پاس سے پاک کیا اور اپنے پاس سے ادب سکھلایا اور برگزیدگی کے پانی سے اپنے پاس سے نہلایا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس خدا کی تعریف کرنا واجب ہو گیا جو اس کے ہر ایک کام کا آپ متکفل ہوا۔ اور اپنی پناہ کی چادر کے نیچے جگہ دی اور ہر ایک کام آنحضرت کا اپنی توجہ خاص سے بغیر توسط استادوں اور باپوں اور امیروں کے بنایا اور اپنے پاس سے اُس پر ہر ایک قسم کی نعمت پوری کی۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے خدائے تعالیٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اس کے بھیدوں تک نہیں پہنچ سکتا اور کوئی آنکھ اس کے نوروں کی حدود کو پا نہیں سکتی اور اس نے خدا کی تعریف کو کمال تک پہنچایا یہاں تک کہ اس کے ذکروں میں گم اور فنا ہو گیا۔ اور اس کے اس قدر تعریف کرنے اور خدا تعالیٰ کو

تعلیم داد۔ وخودش از آب برگزیدگی و برچیدگی شت وشو فرمود۔ لہٰذا واجب آمد برآنجناب ستایش پروردگاریکہ سازگار وکفیل کل امر اوشد و در زیر چادر پناہ خودش جائے بداد۔ وجملۂ کاروے را بذات خویش بے میانجی گری استادان و پدران وتونگران درست کرد۔ وتمام نعمتہا را بروی از قبل خود اتمام فرمود۔ لہٰذا روح نبی صلعم آن حمد خداوندی را بجا آورد کہ ہیچ فکر و اندیشہ بداماں کنہ وے نیارد برسد۔ وہیچ دیدہ نتواند حدود نورش را دریابد۔ وآنجناب ستایش خداوندی را بمثابۂ رسانید کہ دریادش از خود برمید وسر بہ صحرائے گم گشتگی وفنا بکشید وسبب

☆ سہو کاتب معلوم ہوتا ہے۔ درست ''الاساتذۃ'' ہے۔ (ناشر)

سرّ إحماده، فهو بحار فضل اللّٰه وموالات امداده، وعناية اللّٰه التى ما وكلته طرفة عين إلى سعيه واجتهاده، حتى شغفه وجه اللّٰه حُبًّا وأوحده فى وداده، ففار قلبه لتحميد هذا المحسن حتى صار الحمد عين مراده. وهذه مرتبة ما أعطاها اللّٰه لغيره من الرسل والأنبياء والأبدال والأولياء، فإنهم وجدوا بعض معارفهم وعلومهم ونعمهم بوساطة العلماء والآباء والمحسنين وذوى الآلاء، وأما نبينا صلى الله عليه وسلم فوجد كل ما وجد من حضرة الكبرياء،

صاحب تعریف ٹھہرانے کا سرّ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے متواتر اور پیاپے اس پر اپنے فضل نازل کئے اور وہ عنایت اس کے شامل حال کی جس نے ایک طرفۃ العین بھی اس کو اپنی کوشش اور سعی کا محتاج نہ کیا۔ یہاں تک کہ وجہ اللّٰہ نے اس کے دل کو چیر کر اپنا دخل اس میں کیا اور اپنی محبت میں اس کو یگانہ بنایا۔ پس اس محسن کی تعریف کے لئے اس کے دل نے جوش مارا اور خدا تعالیٰ کی تعریف اس کی دلی مراد ہوگئی۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز اس کے کسی کو رسولوں اور نبیوں اور ابدالوں اور ولیوں میں سے عطا نہیں ہوا کیونکہ اُن لوگوں نے اپنے بعض معارف اور علوم اور نعمتیں بتوسط عالموں اور باپوں اور احسان کرنے والوں کے پائی تھیں۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ پایا جناب الٰہی سے پایا۔ اور جو کچھ ان کو ملا

آنکہ ستایش خداوندی رابدین غایت ادا ساخت آن کہ خداوند تعالیٰ شانہ پیاپے مہربانیہائے خود را بروی فرود آورد۔ وعنایتے وکرمے درکاروی کرد کہ برائے چشم زدن ہم ویرا نشد نیاز واحتیاج بکوشش ومحنت خود بیاردتا آنکہ وجہ اللّٰہ اندرونش رابشگافت وخودش دردرون درشد واورادرمہر وحب خود یگانہ گردانید۔ لہٰذا دل آنجناب درنیایش وستایش ہمچو کارساز نیکی کن بجوش آمد۔ وستایش خداوندی کام جان وے گردید۔ واین مرتبہ ایست کہ غیر آنجناب را از انبیاء واولیاء وابدال ورسل دست بہم نداد زیرا کہ اوشان بعضی علوم و معارف را از واسطہ آموز گاران وپدران وتربیت کنندگان بدست آوردند۔ ولی نبی ما (صلی اللہ علیہ وسلم)

ونال ما نال من منبع الفضل والإعطاء ، فما فارت قلوب الآخرين للحمد كما فار قلب نبيّنا لحمد مُنعم تولّى أمره وحده من جميع الأنحاء فلأجل ذالك ما سُمّي أحدٌ منهم باسم أحمد، فإنه ما أثنى على الله أحدٌ منهم كمحمّدٍ وما وحّد، وكان في نعمهم مزج أيدى الإنسان، وما علّمهم الله كعلمه وما تولّى كل أمورهم وما أيّد. فلا مهدى إلّا محمد ولا أحمد إلّا محمد على وجه الكمال، وهذا

اسی چشمۂ فضل اور عطا سے ملا۔ پس دوسروں کے دل حمدِ الٰہی کے لئے ایسے جوش میں نہ آسکے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل جوش میں آیا کیونکہ ان کے ہر ایک کام کا خدا ہی متولّی تھا۔ پس اسی وجہ سے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے احمد کے نام سے موسوم نہیں ہوا کیونکہ ان میں سے کسی نے خدا کی توحید اور ثنا ایسی نہیں کی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کی نعمتوں میں انسان کے ہاتھ کی ملونی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان کو تمام علوم بے واسطہ نہیں دیئے گئے اور ان کے تمام امور کا بلا واسطہ خدا متولّی نہیں ہوا اور نہ تمام امور میں بے واسطہ ان کی تائید کی گئی۔ پس کامل طور پر بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی مہدی نہیں اور نہ کامل طور پر بجز آنجناب کے کوئی

آنچہ را یافت از خدا یافت وآنچہ را در دامان وے ریختند از ہمان چشمۂ جود وعطا بر یختند۔ لذا نشد دلہائے دیگران از بہر ستایش الٰہی آن گرمی وجوش بہم رسانند کہ نبی ما را در تحمید الٰہی میسر آمد۔ زیرا کہ کارساز ہر کار او خود خداوند بزرگ بود۔ واز ینجا است کہ غیر او از انبیاء و رسل بنام احمد نامزد نشد۔ چہ نعمت ہائے کہ اوشان یافتند آمیزش دست انسانی داشت وچون نبی ما اوشان جملۂ علوم بے واسطہ ادراک نہ کردند وتمام کارہائے اوشان را خدا بے واسطہ متولی نشدہ در ہمۂ آنچہ باوشان پیش آمد بےتوسطے تائید شان نکرد۔ لہٰذا از جہت کمال غیر آنجناب نبوت انتساب مہدی و احمد نبودہ۔ واین سرّے است کہ ابدال بکنہ آن توانند پے ببرند۔

سـرٌّ لا يـفهـمــه إلّا قـلـوب الأبدال. ثـم إذا كـان حـمـده بـإيثار وجه الله والإقبال عـلـيه بـنفي أهواء النفس والـحـفـد إليـه بـإخـلاص وصـدق وتـوحيـد، فـرجـع الـلّـه اليه صلة منه مـا أرسـل إلى ربّـه مـن تـحـميـد، وكـذالك جـرت سُـنّـتـه بـكـل صـديق وحيـد، فـحُـمِّـد مُـحـمّدُنـا فـي الأرض والسـمـاء بـأمـر ربّ مـجـيد. وفـي هـذا تذكـرة للعابدين، وبشـرى لـقـوم حـامـدين. فإن اللّـه يـردّ الـحـمـد إلـى الـحـامد ويجعلـه مـن الـمـحـمـوديـن، فيُـحـمـد فـي الـعـالـمـين، ويـوضـع

احمد ہے۔ اور یہ وہ بھید ہے جس کو محض ابدال کے دل سمجھتے ہیں اور کوئی دوسرا سمجھ نہیں سکتا۔ اور پھر جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں اس وجہ سے تھیں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو اختیار کر لیا تھا اور ہوائے نفس سے الگ ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور اخلاص اور صدق اور توحید سے اس کی طرف دوڑے تھے۔ سو خدا نے وہ تعریفیں بطور انعام کے ان کی طرف واپس کر دیں اور تمام یگانہ صدیقوں سے اس کی یہی عادت ہے کہ وہ حامد کو محمود بنا دیتا ہے۔ پس ہمارا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان میں تعریف کیا گیا اور اس قصے میں پرستاروں کے لئے یاد رکھنے کی بات ہے اور خدا کے ثنا خوانوں کو اس میں بشارت ہے کیونکہ خدا تعریف کرنے والے کی تعریف کو اسی کی طرف ردّ کر دیتا ہے اور اس کو قابل تعریف ٹھہرا دیتا ہے۔ پس وہ دنیا میں تعریف کیا جاتا ہے اور اس کی

﴿۳﴾

ودیگرے را نرسد درگرد این کوئے بگردد۔ وچون ستایش آنجناب ازاین جہت بود کہ خدا را برگزیدہ واز آز وہوائے خود بکلی دامن کشیدہ۔ وہمہ تن محضاً رو بخدا گردیدہ واز اخلاص وتوحید وصدق بسوئے او دویدہ بود لہٰذا خدا تشکراً وانعاماً آن ہمہ ستایش ہا را بوے باز گردانید وعادۂ خدا با کل صدیقان یگانہ برہمین نہج جاری بودہ است کہ حامد را محمود سازد۔ پس نبی ما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) درزمین وزمان ستودہ شد۔ این قصہ نمونہ وتذکرہ ایست از برائے پرستاران خدا ومژدہ ایست از پئے ستایش کنندگان وے چہ خدا را عادۃ است کہ ستایشِ ستایش کنندگان را بدیشان باز میگرداند واوشان را سزاوار ستایش خلق میسازد

له القبولية فی الأرض فيثنی عليه كل من كان من الصالحين. وهذا هو كمال حقيقة العبودية، ومآل أمر النفوس المطهرة، ولا يعرفها إلّا الذی أُعطی حظًّا من المعرفة. وهذا هو غاية نوع الإنسان، وكماله المطلوب فی تعبّد الرحمٰن. وهذا هو الذی تنتهی إليه آمال الأولياء، ويختتم عليه سلوك الطلباء، وتستكمل بها العناية نفوس الأصفياء. وهذا هو لُبُّ أعباء الشريعة، ونتيجة المجاهدات فی الملّة، وسرّ ما نزل به الناموس من الحضرة علی قلب خير البريّة، عليه أنواع السلام والصّلاة ﴿۳﴾

قبولیت زمین پر پھیلائی جاتی ہے۔ پس ہر ایک جو نیک طینت ہے اس کی تعریف کرتا ہے اور یہی عبودیت کی حقیقت کا کمال اور پاک نفسوں کا انجام کار ہے اور اس مقام کو کوئی شخص بجز صاحب معرفت کے نہیں پہچانتا اور یہی نوعِ انسان کی غایت اور عبادتوں کا کمال مطلوب ہے۔ یہی وہ امر ہے جو اولیاء کی امیدوں کا منتہٰی اور طالبوں کے سلوک کے ختم ہونے کی جگہ ہے اور اسی کے ساتھ عنایت الٰہی برگزیدوں کے نفوس کو مکمل کرتی ہے اور یہی شریعت کے بوجھوں کا مغز اور مجاہداتِ دینی کا نتیجہ ہے اور یہ ان امور کا بھید ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لائے۔ پس اس نبی پر سلام

﴿۳﴾ مثل ایں کس در گیتی ستودہ و قبولی برائے او در دلہا ریختہ شود۔ پس ہر نیک نہاد اورا می ستاید۔ کمال حقیقۂ بندگی و سر انجام کار پاک نفسان ہمین است۔ و غیر اہل معرفت ایں مقام را نمی شناسد و ہمین غایت نوع انسان و کمال مطلوب عبادات ہمین است۔ و انجام امید ہائے اولیاء ہمین و آخرین مقامے است کہ سلوک جویندگان حق بدانجا منتہی بشود۔ و ہمیں عنایت الٰہی تکمیل نفوس برگزیدہ ہا را نماید۔ و مغز و راز تکلیفاتِ شرعیہ ہمین و نتیجۂ مجاہدات دینیہ ہمین است و ہمیں سر آن ہمہ امور است کہ حضرتِ ناموسِ اکبر از حضرتِ الوہیت در پیش برگزیدۂ آفرینش (صلی اللہ علیہ وسلم) آورد

والبركات والتحيّة. يرغب فيه المجاهدون، وإلى الله متبتّلون، الذين في خيام حبّه يسكنون، وبه يحيون، وله يموتون، وعليه يتوكلون، ولحكمه بصدق القلب يُطيعون، ولأمره بهمل العين يتبعون، وفي مرضاته يفنون، وفي أحزانه يذوبون، وبأنسه يبقون. وله تتجافى جنوبهم من المضاجع ويتحنّثون، ويبيتون سُجّدًا وقيامًا ولا يغفلون، ويأخذهم القلق فيذكرون حِبَّهم ويبكون، وتفيض أعينهم من الدمع وفي

اور برکتیں اور درود اور تحیّت ہوں۔ اسی امر مذکور کیلئے مجاہدہ کرنے والے کوشش کرتے ہیں اور نیز وہ جو خدا کی طرف منقطع ہوتے اور اس کی محبت کے خیموں میں رہتے ہیں اور اسی کے ساتھ زندہ اور اسی کے لئے مرتے ہیں اور اس پر توکل کرتے اور دل کی سچائی سے اس کی اطاعت اختیار کرتے ہیں اور رواں آنسوؤں کے ساتھ اس کے حکم کی پیروی کرتے اور اس کی رضا مندی کی راہوں میں فنا ہوتے ہیں اور اس کے غموں میں گداز ہوتے اور اس کے انس کے ساتھ بقا پاتے ہیں اور اس کے لئے رات کو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے اور اس کی بندگی کرتے ہیں اور قیام اور سجود میں رات کاٹتے ہیں اور غفلت نہیں کرتے اور بے آرامی ان کو پکڑتی ہے۔ پس اپنے دوست کو یاد کر کے روتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور رات کے

کوشندگان جہت آن می کوشند و ہم آنہا ئیکہ از ہمہ بسوئے او پرداز ند و در خیمہ ہائے محبت وے قرار گیرند و با او بزیند و برائے او بمیرند۔ و بر او توکل بکنند و از صدق دل پیروئ فرمودہ وے بنمایند۔ و با دیدہ گریان غاشیۂ اطاعت وے بر دوش جان بردارند۔ و خود را در راہِ رضائے او گم بکنند۔ و چوں موم در کورۂ غم وے بگدازند۔ و بقائے خود در انس وے بینند۔ و شب ہا را برائے او از خوابگاہ بر کنار بشوند و در سجود و قیام شب را بروز آرند۔ از غفلت دور باشند۔ قلق و کرب بر او شان وارد آید

آنـاء الـليل يصرخون ويتأوّهون، ولا يـعـلـم أحـد إلـى أى جهة يُـجـذبون ويُـقـلّبـون. يُـصـبّ عـليهم مصائب فبـصـدقهـم يتحمّلون، ويُدخلون فى نيـران فيُـقـال: سـلام فيُـحـفـظـون ويُـعـصـمون. أولئک هم الحامدون حـقّـا وأولـئـک هـم الـمـقـدسـون والـنـجيّون، فطوبى لهم ولمن صحبهم فـإنهـم الـمـنـفـردون، والشـافـعـون الـمشـفّـعـون. وهذه مرتبة لا تُعطى إلّا لـمحبوبى الحضرة، وإنما جاء الإسلام لتبيين تلک المنزلة ليُخرج الناس من وهـاد المنقصة، ويوصلهم إلى حظيرة الـقـدس ويهدى إلى مقام السعادة، و

وقتوں میں فریاد کرتے اور آہیں مارتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ کس طرف کھینچے جاتے اور پھیرے جاتے ہیں۔ ان پر مصیبتیں پڑتی ہیں اور وہ برداشت کرتے ہیں۔ آگ میں داخل کئے جاتے ہیں۔ پس کہا جاتا ہے کہ سلام پس بچا لئے جاتے ہیں۔ وہی سچے ثنا خوان اور خدا کے مقرب اور ہمراز ہیں۔ اور ان کو خوشخبری ہو اور ان کے ہم صحبتوں کو کیونکہ وہ شفاعت کرنے والے اور شفاعت قبول کئے گئے ہیں۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے جو بجز درگاہ کے پیاروں کے اور کسی کو نہیں ملتا۔ اور اسی کے بیان کے لئے اسلام آیا ہے تا کہ نقصان کے گڑھے سے لوگوں کو نکالے اور تقدس کے احاطے میں پہنچاوے اور سعادت کے مقام تک رہبری کرے اور غافلوں

پس محبوب خود را یاد آورند۔ و از چشم سر اشک روان سازند۔ و در پردۂ شب نالہا کشند و آہ زنند۔ کسی بر سر وقت شاں آگاہ نہ کہ بکدام طرف کشیدہ شوند۔ مصیبتہا بر سر اوشاں فرو ریزد و بری تابند۔ در آتش انداختہ شوند پس گفتہ شود سلام در زمان رستگار و ایمن گردند۔ حقیقۃً اوشان ثنا گویان خدا و نزدیک و ہمراز دیند۔ و ایں مرتبہ ایست کہ غیر محبوبان الٰہی را دست بہم ندہد۔ اسلام جہت کشودن ہمیں راز آمدہ کہ از مغاک زیان مردم را بیرون کشد و در ساحت تقدس رساند و تا بمقامِ سعادت کشاند۔ و غافلان را از راہ ایں سرزنش کوفت و آزارے رساند

یُـنـذر الغافلين ويصدم قلوبهم بوعيد مُـدى القطعيّة، ومـا تـعـلـم ما الحمد والتـحـمـيـد، ولِـمَ اعـلى مقامه الربّ الـوحـيـد. وكـفـى لك من عظمته أن اللّٰـه ابـتـدأ بــه كتابـه الكريم، ليُبيّن لـلناس عظمة الحمد ومقامه العظيم. وأنّه لا يفور من قلبٍ إلّا بعد المحويّة والـذوبـان، ولا يتـحـقـق إلّا بـعـد الانسـلاخ ودوس أهـواء الـنـفـس الثعبان، ولا يجرى على لسان إلّا بعد اضـطـرام نار الـمـحبة فى الجنان بل لا يتـحـقـق إلّا بـعـد زوال أثـر الغيـر من الـمـوهـوم والـمـوجـود، ولا يتـولّـد

کو اس دھمکی سے کوفتہ کرے کہ قطع تعلق کی کاردیں تیار ہیں۔ اور تجھے کیا خبر ہے کہ حمد کہتے کس کو ہیں اور کیوں اس کا بلند پایہ ہے اور اُس کی عظمت سمجھنے کے لئے تجھے یہ کافی ہے کہ خدا نے قرآن شریف کی تعلیم کو حمد سے ہی شروع کیا ہے تا لوگوں کو حمد کے مقام کی بلندی سمجھاوے جو کسی دل میں سے بجز گدازش اور محویت کے جوش نہیں مار سکتی۔ اور اُسی وقت متحقق ہوتی ہے جب کہ مارنفسِ امّارہ کچلا جائے اور نفسانی چولہ اتار لیا جائے اور یہ حمد کسی زبان پر جاری نہیں ہوسکتی بجز اس کے کہ پہلے دل میں محبت کی آگ بھڑکے۔ بلکہ یہ وجود پذیر ہی نہیں ہوسکتی جب تک کہ غیر کا نام ونشان بکلّی زائل نہ ہو جائے اور پیدا نہیں ہوسکتی

کہ نزدیک است کارد قطع تعلق پارہ پارہ شان سازد۔ تو چہ دانی حمد چیست واز چہ روایں پایۂ بلندی وے را حاصل است۔ بزرگیٔ وے را از ینجا تواں دریافت کہ خدائے تعالیٰ تعلیم قرآن را آغاز از حمد کرد تا مردم بر مقام بلندش آگاہ شوند وفوارۂ حمد از دل احدے جوش نزند تا محویت و گدازش میسر نیاید۔ ودر وقتے سر برزند و متحقق شود کہ مارنفسِ امّارہ پامال وبکلّی بدر آمدن از پوست انانیت ونفسانیت دست دہد۔ وایں ستایش ابدا نمی شود برزبانی رواں شود تا وقتیکہ زبانۂ محبت در دلی سر برنزند بل ممکن نیست صورت وجود پذیرد تا اسم ورسم غیر بـالـمرّہ ناپید نشود۔ وہرگز

إلّا بعد الاحتراق فی نار محبّة المعبود. فمن ألقی نفسه فی هذه النار، فهو یحمد الله بقلب موجع وسر محو فی الحبیب المختار. وهو الذی یُدعی فی السماء باسم أحمد ویُقرّب ویُدخَل فی بیت العزّة وقصارة الدار، وهی دار العظمة والجلال یُقال استعارة أن الله بناها لذاته القهار، ثم یُعطیه لحمّاد وجهه فیکون له کالبیت المستعار، فیُحمد هذا الرجل فی السماء والأرض بأمر اللّٰه الغفّار، ویُدعیٰ باسم مُحمّد فی الأفلاک والبلاد

جب تک کہ ایک شخص آتشِ محبتِ معبود حقیقی میں جل نہ جائے اور جو شخص اُس آگ میں اپنے تئیں ڈال دے پس وہی اپنے دردمند دل اور اس سر سے جو خدا میں محو ہے خدا کی تعریف کرے گا۔ اور وہ وہی شخص ہے جس کو آسمان میں احمد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور قریب کیا جاتا ہے اور عزت کے گھر اور **قصارۃ الدار** میں داخل کیا جاتا ہے اور وہ عظمت اور جلال کا گھر ہے جو بطور استعارہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے اس کو اپنی ذات کیلئے بنایا پھر اس گھر کو بطور مستعار اُس کو دے دیتا ہے جو اس کی ذات کا ثنا خوان ہو۔ پس یہ شخص زمین اور آسمان میں خداتعالیٰ کے حکم کے ساتھ تعریف کیا جاتا ہے۔ ﴿۴﴾ اور آسمانوں اور زمین میں محمد کے نام سے پکارا

لباس ہستی نمی پوشد تا خرمن بود کسے از آتشِ محبت معبود حقیقی پاک نسوزد۔ ہر کہ بر سوختن دراین آتش تن درد ہد او تواند بادل دردمند و باسرّے کہ محو حبیب مختار شدہ ترانہ ریز حمد بشود۔ ہماں کس است کہ بر آسمان اورا احمد گویند۔ او نزدیک کردہ شود و در بارگاہ عزت و ایوان مقصود بار یابد و آن مکانِ عزّت وجلال است کہ از روئے استعارہ تواں گفت خدا آنرا جہت ذاتِ خویش بنا ساختہ و باز خدا آن خانہ را بطور مستعار بکسے مسترد کند کہ ثنا خوان اوست۔ پس آں کس باذنِ الٰہی در آسمان و زمین ستودہ و در آسمان و زمین بنام محمد یاد کردہ شود

والديار، ومعناه أنه حُمّد حمدًا كثيرًا واتفق عليه الأخيار من غير الإنكار. وإن هذين الاسمين قد وُضعا لنبيّنا من يوم بناء هذه الدار، ثم يُعطيان للذى صار له كالاظلال والآثار، ومن أُعطى من هذين الاسمين بقبس فقد أُنير قلبه بأنواع الأنوار، وقد جرى على شفتى الرسول المختار. أن اللّٰه يرزق منهما عبدا له فى آخر الزمان كما جاء فى الأخبار، فاقرءوا ثم فكّروا يا أولى الأبصار.

فالغرض أن الأحمدية والمحمدية أمر جامع دُعِىَ الموحّدون إليه

جاتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ بہت تعریف کیا گیا۔اور یہ دونوں اسم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتداءِ دنیا سے وضع کئے گئے ہیں۔پھر بعد اس کے اس شخص کو بطور مستعار دیئے جاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور اظلال و آثار ہو۔اور جس شخص کو ان دونوں ناموں سے ایک چنگاری دی گئی تو اس کا دل کئی قسم کے نوروں سے روشن کیا گیا۔اور رسول مختار کے لب مُبارک پر جاری ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ آخری زمانہ میں ایک اپنے بندے میں یہ دونوں صفتیں جمع کر دے گا جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے۔پس اے دانش مندو! اِن حدیثوں کو پڑھو اور سوچو۔

اب غرض یہ ہے کہ احمدیت اور محمدیت ایک ایسا امر جامع ہے کہ تمام موحّد اس کی طرف بلائے گئے ہیں

ومعنی این کلمہ است بسیار ستودہ شدہ۔ایں ہر دو نام برائے نبی ما (صلی اللہ علیہ وسلم) از آغاز آفرینش موضوع شدہ و باز مستعاراً ایں ہر دو نام بکسے ہم کرامت می شود کہ از آن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بمنزلہ ظل واثر باشد۔ و ہر کہ او را از این دو نام اخگری درکار کردند دل او بگونا گون نور ہا روشنی یافت۔ و بر زبان وحی ترجمان آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) رفتہ کہ خدا تعالیٰ شانہٗ در زمانہ پسین بندۂ را از بندگان خود بہ تحلیہ ایں دو نام وتزیین این دو صفت ممتاز و مفتخر خواہد کرد پس ای دانشمندان احادیث بخوانید و نیکو اندیشہ بفرمائید۔

خلاصہ احمدیت و محمدیت امر جامعی می باشد کہ ہمہ موحّدین بسوی آں خواندہ شدہ۔

ولا يتم توحيد نفس إلّا بعد أن يرى في وجوده تحقق جنبيه. ولا تصير نفس مطمئنة، ولا تتنزل على قلب سكينة، إلّا أن يكون سابحا في هذه اللجّة، ولا ينجو أحدٌ من مكائد الأمّارة. إلّا أن يحصل له حظٌ من هذه المرتبة. والذين بعدوا منها وما أخذوا منها حصّة ترهقهم ذلّة في هذه ويوم القيامة. هم الذين يمشون على الأرض كغثاء على السيل، كأنّما أُغشيت وجوههم قطعًا من الليل، يتولدون محجوبين ويعيشون محجوبين ويموتون محجوبين. أولئک الذين أعرضت قلوبهم

اور کسی نفس میں کامل طور پر توحید پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ یہ دونوں پہلو اس میں متحقق نہ ہوں اور کوئی نفس مطمئن نہیں ہوسکتا اور کسی دل پر سکینت نازل نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اس دریا میں تیرنے والا نہ ہو۔ اور کوئی شخص نفس امارہ کی مکاریوں سے نجات نہیں پا سکتا جب تک کہ اس کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہو۔ اور جو لوگ اس مرتبہ سے دور رہے اور کوئی حصہ اس میں سے نہ لیا ان کو اس دنیا اور قیامت میں ذلت پہنچے گی۔ وہ وہی ہیں جو سیلاب کے خس وخاشاک کی طرح زمین پر چلتے ہیں۔ اور ایسے بدرَو ہیں کہ گویا ایک ٹکڑا رات کا اُن کے منہ پر ہے۔ وہ پردوں میں پیدا ہوتے ہیں اور پردوں ہی میں جیتے ہیں اور پردوں میں ہی مرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دل خدا تعالیٰ کی

وہیچ نفسے از نفوس را نرسد دم از توحید کامل بزند تا وقتیکہ ایں ہر دو شق در روے متحقق نگردد و احدے اطمینان نیابد و سکینت بروے فرود نیاید تا قدرت بر شنا کردن دراں دریا دستش ندہد۔ ونمی شود کسی ایمن از مکاری ہائے نفس امّارہ بنشیند تا بایں مرتبہ فائز نشود۔ وانہائیکہ ازیں مرتبت حرمان نصیب بمانند و بہرۂ ازاں نگرفتند در دنیا و عقبیٰ ہمدوش مذلت و ہمکنار فضیحت خواہند بود۔ امثال ایں ناکسان در رنگ خس وخاشاک در راہ سیل رفتار کنند و در زشت روئی بمثابۂ می باشند کہ گوئی پارہ ہائے شب تار برقع دار بر رُخ نازیبائے انہا پوشانیدہ شدہ است۔ محجوب زیند و محجوب میرند۔ اینہا کسانے می باشند کہ ﴿۴﴾

عن حمد ربهم وضيّعوا أعمارهم فی حمد أشياء أخرى أو رجال آخرين. فبُشرى لنا معشر الإسلام قد بُعث لنا نبیّ بهذه الصفة. وهذا الكمال التام، وسُمّی أحمد ومحمد من الله العلّام، ليكون هذان الاسمان بلاغا للأمة وتذكيرا لهذا المقام. الذی هو مقام الفناء والانقطاع والانعدام، لترغب الأمّة فی هذه الصفات وتتبع اسمی خير الأنام. وقد نُدب عليهما إذ قيل حكاية عن الرسول: فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [1] فاهتزّت أرواحنا عند وعد هذا الجزاء والإنعام، وقلوبنا مُلئت

﴿۴﴾

تعریف سے کنارہ کرتے رہے اور دوسروں کی تعریفوں میں انہوں نے اپنی عمریں ضائع کیں۔ پس ہم جو اسلام کا گروہ ہیں ہمیں خوشخبری ہو کہ ہمیں احمدیت اور محمدیت کی صفت والا نبی ملا اور اس کا نام خدا تعالیٰ کی طرف سے احمد اور محمد ہوا تا کہ اس کے دونوں نام اُمت کے لئے ایک تبلیغ ہو۔ اور اس مقام کے لئے یہ ایک یاد دہانی ہو۔ وہ مقام جو فنا اور غیر اللہ سے منقطع ہونے اور معدوم ہونے کا مقام ہے تا کہ اُمت اِن صفتوں میں رغبت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں ناموں کی پیروی کرے اور پیروی کے لئے قرآن شریف میں بُلایا گیا ہے جبکہ رسول کی زبان سے کہا گیا کہ آؤ میری پیروی کرو تا خدا تم سے پیار کرے۔ پس یہ سن کر کہ یہ انعام ملے گا ہماری روحیں جنبش میں آئیں اور ہمارے دل شوق سے بھر گئے

دلہا شان پشت بر حمد رب خویش کردہ رو بحمد چیز ہائے دیگر آوردہ عمر گرامی را درایں بطالت برباد فنا دادند۔ گروہ ما اہالی اسلام را مژدہ باد کہ از برائے ما نبی موصوف بہ صفت احمدیت ومحمدیت مبعوث شدہ و این دو نام از قبل خدائے بزرگ بجہت آن بر وگزاشتہ شد کہ از پئے امت تبلیغ و برائے این مقام تذکیرو یاددہانیدنی باشد۔ مقامے کہ بجز از فنا و بریدن از ماسوائے خدا حاصل نشود تا امت را تشویق وترغیب برائے حصول ایں مقام دردل خیزد و ارادۂ پیروی ایں دو نام مبارک در طبیعت شان طرح ظہور ریزد۔ وقرآن بسوئے پیروی این دو نام میخواند چوں از زبان رسول ایں قول میراند کہ در پس من بیائید تا خدا شمارا دوست دارد۔ و چوں این ندا بگوش ما رسید کہ ہمچو انعام مارا ارزانی خواہند داشت جنبشے در

[1] آل عمران:۳۲

شوقا وصارت أشكالها ككؤوس المدام، وما أعظم شأن رسول ما خلا اسمه من وصيّة للأمّة، بل ملاء من تعليم الطريقة، ويهدى إلى طرق المعرفة، وأُشير فى اسميه إلٰى مُنتهى مراحل سُبُل حضرة العزّة، واومى إلى نقطة ختم عليها سلوك أهل المعرفة. اللّٰهم فصلّ عليه وسلم، وآله المطهرين الطيبين، وأصحابه الذين هم أسود مواطن النهار و رهبان الليالى ونجوم الدين، رضى اللّٰه عنهم أجمعين.

أمّا بعد. فهذه رسالة فيها بيان ما استبضعت متاعًا من ربّى،

اوران کی شکلیں یوں ہوگئیں جیسا کہ شراب سے بھرے ہوئے کوزے ہوتے ہیں اوراس رسول کی کیا ہی بلند شان ہے **جس کا نام بھی وصیّت سے خالی نہیں** ۔ بلکہ خدا جوئی کے طریقہ کی اس سے تعلیم ملتی ہے اورمعرفت کی راہوں کی طرف وہ ہدایت کرتا ہے۔ اور اس میں اس نقطہ کی طرف اشارہ ہے جس پر اہل معرفت کے سلوک ختم ہوتے ہیں اور نیز خداشناسی کے آخری مقام کی طرف اشارہ ہے۔ پس اے خدا! اس نبی پر سلام اور درود بھیج اوراس کے آل پر جو مطّہر اور طیب ہیں اور اس کے اصحاب پر جو دن کے میدانوں کے شیر اور راتوں کے راہب ہیں اور دین کے ستارے ہیں۔ خدا کی خوشنودی ان سب کے شامل حال ہے۔

اس کے بعد واضح ہو کہ یہ ایک رسالہ ہے جس میں بیان اس متاع کا ہے جو بطور تجارتی مال کے میرے رب سے

روانہاۓ ما پدید آمد و دلہا از شوق لبریز وشکل انہا بطوری شد کہ گوۓ جامہاۓ پُر از آب آتشین می باشند۔فرخندہ رسولی وحبّذا شان بلندوی کہ نام پاکش ہم مشتمل بر وصیت ونصیحت امہ میباشد۔ نہ تنہا ہمین قدر بلکہ آن نام مبارک تعلیم طریق ہاۓ حق جوئی وخداپژوہی وایمائی بآں نقطہ کند کہ سلوک اہل معرفت بدانجا بآخر رسد ومقام آخری خدا شناسی آں باشد۔ پس اے خدا برآں نبیؐ کریم سلام و درود بفرست و برآل او کہ پاکیزہ اندو براصحاب او کہ درمیدان روز شیران بیشۂ دغاودرپس پردۂ شب تاریک بیداردلان رہبان نماونجوم بزم افروز ملّت بیضا بودند۔خداۓ رحیم افسر خوشنودی برفرق ہمگنان پوشانید۔

پوشیدہ نماند کہ ایں رسالہ بیان آن بضاعت را کند کہ بطور مالِ تجارۃ از خدا برمن ارزانی شدہ و

وما نبع فی زمان ملامح السراب من عین فی سربی، بإذن مولیً مُربّی. وشرعتها یوم الخمیس وختمتها بکرة عروبة من غیر أن أکابد الصعوبة. وإنی ألّفت ھذہ الرسالة إتماما للحجّة، وبادرت إلیھا شفقة علی الغافلین من ھذہ الأمّة، ومثلتُ تحنّنًا علی الضعفاء من ھذہ العصبة، وإنی أری فی دعوتی صلاح الرجال منھم والنسوة، ولو کانت رابعة بنسکھا والعفّة. وعوّضتھا عمّا أشاع المخالفون فی ھذہ الأیام، وأودعتھا من نکات المعارف ودقائق

مجھ کو ملی ہے۔ اور بیان اس چشمہ کا ہے جو سراب کی چمک کے زمانہ میں میرے پروردگار کے اذن سے میرے دل میں سے پھوٹا اور میں نے اس کو جمعرات کے دن شروع کر کے جمعہ کی صبح پورا کر دیا بغیر اس کے جو مجھ کو کوئی تکلیف پہنچی اور میں نے اس رسالہ کو حجت کے پوری کرنے کیلئے تالیف کیا ہے۔ اور اس اُمت کے غافلوں کی ہمدردی کے لئے میں نے جلدی سے یہ کام کیا اور میں خادموں کی طرح اس کام کیلئے اسلامی جماعت کے کمزوروں کے لئے کھڑا ہوا۔ کیونکہ میری دعوت کے قبول کرنے میں ان کے زن و مرد کی بھلائی ہے۔ اگرچہ اپنی عبادت اور زہد کے ساتھ رابعہ وقت ہوں۔ اور یہ ان تحریروں کا بدل ہے جو ان دنوں میں مخالفوں کی طرف سے نکلیں۔ اور اس میں مَیں نے عمدہ عمدہ ملّت اسلامی کے نکتے اور باریک باتیں

صحبت ازان چشمہ دارد کہ درزمان سراب نشان باذن پروردگار جہان وجہانیان از تنگ دل من در جوش آمدہ وروز پنجشنبہ شروع دران کردم۔ و پگاہ روز آدینہ بانجام رسانیدم۔ و درایں کار ہیچ گونہ زحمتی پیش من نیامد۔ وایں رسالہ راجہت اتمام حُجّۃ تالیف دادم وشفقت ورحمت بر نادانان ایں امت رگ جانم را بحرکت آورد تا درایں امر با گام زودی رفتار نمودم۔ از کمال رافت چون شاگردان ونوکران جہت ہمدردی ناتوانانِ ملّت برپا استادم چہ بہبود مردان وزنان البتہ بستہ بہ قبول دعوت من است اگرچہ کسی ازقرارزہدوعبادت رابعۂ وقت ہم باشد۔ وایں رسالہ درازائی آن نوشتہ ہا می باشد کہ مخالفان امروز روزیر روئے کار آوردہ اند۔ من درڈرج این رسالہ دُرہائے شاہوار نکات اسلام ولآلی مکنونہ معارف ودقائق

ملّة الإسلام. وهذه لهم كغواث فی لسانین منی ومن فور محبّتی، وزاد الإنجليزيّة والفارسية عليها بعض أحبّتی، وما وهنوا وما استقالوا بل حفدوا إلى إسعاف مُنيتی، وكلّ هذا من ربّی كافل خُطّتی. لا رادّ لإرادته، ولا صادّ لمشيته، ولا مانع لفضله، ولا كافئ لنصله. ولقد كادت أنوار الإسلام تغرب، وأنواءه تعزب، لولا أن الله تدارک الأمّة على رأس هذه المائة، وتلافى المحل بمزنة الرحمة والعاطفة، فاشكروا هذا المولى المحسن إن كنتم مؤمنين.

درج کی ہیں اور یہ رسالہ مخالفوں کے لئے ایک فریادرس ہے جس کو میں نے جوش محبت سے دو زبانوں میں لکھا ہے۔ اور میرے بعض دوستوں نے فارسی انگریزی زبان کو ان پر زیادہ کیا۔ اور وہ نہ سُست ہوئے اور نہ اس کام سے معافی چاہی بلکہ میری آرزو کے پورا کرنے کے لئے دوڑے۔ اور یہ سب کچھ میرے خدا کے فضل سے ہے۔ اس کے ارادے کو کوئی ردّ نہیں کرسکتا اور اس کی مشیت کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس کے فضل کو کوئی منع کرنیوالا نہیں۔ اس کی تلوار کو کوئی پیچھے ہٹانے والا نہیں اور اگر وہ اس امت کا صدی کے سر پر تدارک نہ کرتا اور قحط کے دنوں کی اپنی رحمت اور مہربانی سے تلافی نہ فرماتا تو اسلام کے تمام نور ڈوب چکے تھے اور دینی بارشوں کے ستارے دور چلے گئے تھے۔ سو اگر تم مومن ہو تو اس محسن آقا کا شکر کرو۔ ﴿۵﴾

درج کردم۔ فی الحقیقت این رسالہ مخالفان را بمنزلہ فریادرسی است کہ از فرط جوش محبت در دو لسان عربی واردو ترقیم کردم و بعضے از دوستانم لسان انگلیسی و پارسی را برآں افزودند و کسل وجبن را بخود راہ ندادند و نہ از قبول این فرمایش پوزش نمودند بل از برائے برآوردن کام من باپائے سر بشتافتند۔ وایں ہمہ از محض فضلِ پروردگار من است کسی را زہرۂ آن نہ کہ سنگے در راہ ارادہ اش گذارد و یارائی آن نہ کہ مشیت وی را دست ممانعہ در پیش آرد۔ فضل وی را کسے منع کند خیال محال است و تیغ بران وی را احدے سپر دفع پیش کند کرا مجال۔ واگر او بر سرصد ایں امت را در نیافتی و در آوانِ قحط از رحمت و فضل تدارک مافات نہ فرمودی البتہ کشتئ اسلام در چار موجۂ فنا فرورفتہ و تاریکی جائے نورش را گرفتہ وستارہ ہائے باران دین بعید شدہ بود۔ پس اگر بوئے از ایمان دارید باید بہزار جان تشکر آن مولائے محسن بجا آرید۔

وإنّ رسالتی ہذہ قد خُصّت بقومی الذین أبوا دعوتی، وقالوا أفیکۃ أفّاک وحسبوھا فریتی، وظنوا أنھا عضیھۃ وھتکوا بسوء الظن عرضی وحرمتی، فألجأنی وجدی المتھالک إلی النصیحۃ والمواساۃ، واللّٰہ یعلم ما فی صدور عبادہ وھو علیم بالنّیات، ومُطّلعٌ علی المخفیّات، وخبیر بما فی العالمین. وإنی لا أری حاجۃ فی ہذہ الرسالۃ إلی أن اکتب دلائل الملّۃ الإسلامیۃ، أو أُنمّق نبذًا من فضائل خیر البریۃ، علیہ معظمات السلام والتحیۃ،

اور یہ میرا رسالہ میری قوم سے خاص ہے جنہوں نے میری دعوت سے انکار کیا اور یہ کہا کہ یہ ایک کذاب کا جھوٹ ہے اور میری بات کو دروغ سمجھا اور گمان کیا کہ یہ ایک بہتان ہے اور بدظنّی سے میری ہتک عزت کی پس میرے غم اور اندوہ نے جو کمال تک پہنچا ہوا ہے نصیحت اور غم خواری کی طرف مجھے تحریک کی اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی نیتوں کو جانتا اور ان کے پوشیدہ بھیدوں پر اطلاع رکھتا ہے اور وہ تمام دنیا کے حالات سے آگاہ ہے اور میں اس رسالہ میں اس بات کی طرف کچھ حاجت نہیں پاتا کہ مذہب اسلام کی حقیّت کے دلائل لکھوں یا کچھ فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کروں۔ کیونکہ اسلام وہ دین بزرگ اور سیدھا

وایں رسالہ مخصوصاً جہت قوم من است اعنی بجہت انہائے کہ دعوت مرا دست ردّ بر سینہ زدند و گفتند کہ ایں دروغ و غل سازی است و گمانیدند کہ آن را از قبل نفس خود تراشیدم۔ وتار و پود لاف و گزافی چند را برہم بافیدم و از شدۂ ظن بد در پوستینم افتادند و ہر طور ممکن بود و او تحقیر و ہتک آبروئی من در دادند۔ لاجرم اندوہ و غم من کہ پایانی ندارد مرا بر غمگساری و ہمدردی انہا آمادہ کرد۔ دانائی نہان و آشکار آگاہ بر آہنگ و پسیچ بندہ ہائے خود می باشد و ہم چنین احوال ہمہ جہان بروے پوشیدہ نیست۔ آنچہ من می بینم احتیاج ندارد۔ دراین رسالہ ﴿۵﴾
دلائل حقیّت اسلام برنگارم یا اندکے از فضائل و مزایائے حضرت سرور کائنات را (صلی اللہ علیہ وسلم)

فإن الإسلام دين عظيم وقويم أُودع عجائب الآيات، ونبيّنا نبي كريم ضُمّخ بطيب عميم من البركات، وصيغ من نور رب الكائنات، وجاءنا عند شيوع الضلالات، وسفر عن مرأى وسيم، وأرج نسيم للإفاضات. وشنّ على سرب الباطل من الغارات، وتراءى في صدقه كأجلى البديهيات. وإنّه هدى قومًا كانوا لا يرجون لقاء الرحمن، وكانوا كأموات ما بقى فيهم روح الإيمان والعمل والعرفان، وكانوا يعيشون يائسين. فهداهم وهذّبهم ورفعهم و

ہے جو عجائب نشانوں سے بھرا ہوا ہے اور ہمارا نبی وہ نبی کریم ہے جو ایسی خوشبو سے معطّر کیا گیا ہے جو تمام مستعد طبیعتوں تک پہنچنے والی اور اپنی برکات کے ساتھ اُن پر احاطہ کرنے والی ہے۔ وہ نبی خدا کے نور سے بنایا گیا اور ہمارے پاس گمراہیوں کے پھیلنے کے وقت آیا اور اپنا خوبصورت چہرہ ہم پر ظاہر کیا اور ہمیں فیض پہنچانے کے لئے اپنی خوشبو کو پھیلایا اور اس نے باطل پر دھاوا کیا اور اپنے تاراج سے اس کو غارت کر دیا اور اپنی سچائی میں اجلیٰ بدیہیات کی طرح نمودار ہوا۔ اس نے اس قوم کو ہدایت فرمائی جو خدا کے وصال کی اُمید نہیں رکھتے تھے۔ اور مُردوں کی طرح تھے جن میں ایمان اور نیک عملی اور معرفت کی روح نہ تھی اور نومیدی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اور ان کو ہدایت کی اور مہذب بنایا اور معرفت کے ﴿۵﴾

برشمارم چہ اسلام آں دیانۂ بزرگ وراست است کہ جہان جہاں نشان شگرف ہمراہ دارد۔ و نبیٔ ما آں نبی کریم وسیم ومعطر بہ عطری است کہ بمشام جان ہر فطرۂ سلیمہ مستعدہ رسد۔ وآں نبی کریم پیرایۂ وجود از نور پروردگار پوشیدہ و در وقتے درمیانۂ ما ظہور فرمودہ کہ شب ضلالت دامان سیاہ بر عالم فروہشتہ بود وروئے زیبائی خود را بر ما جلوہ بداد وبوئے خوش خود را مہر از حقہ بکشاد تا فیض ہا گیریم و فائدہ ہا برداریم۔ وبیکبار بر سپاہ باطل بر یخت وتارو پودش را ازاں حملہ از ہم بگسیخت و صدق وحقیّت او بلندتر از ستیز دآویز منازع ومنازعات است زیرا کہ پرواضح واز اجلیٰ بدیہیات است۔ آں ہادی کامل قومی را راہ حق نمود کہ نومید از لقائی حق ومردہ وار بسرمی بردند۔ و چون کالبد بے جان تہی از روح معرفت وکردار نیک بودہ چشم امید برہم بستہ بودند۔ و بدیشان راہ نمود

او صلهم إلى أعلى مدارج المعرفة، وكانوا من قبل يشركون ويعبدون تماثيل من الحجارة، ولا يؤمنون بالله الأحد الصمد ولا بيوم الآخرة وكانوا يعكفون على الأصنام، ويعزون إليها كل ما هو قدر الله الحكيم العلّام، حتى عزوا إليها إنزال المطر من الغمام، وإخراج الثمار من الأكمام، وخلق الأجنّة في الأرحام، وكل أمر الحياة والحمام. وكان يعتقد كل منهم وثنه معوانا، وعند النوائب مستعانا، وعند الأعمال ديّانا. وكانَ كل منهم يُهرع إلى تلك الحجارة حريصًا، ويحفد إليها

اعلیٰ درجوں تک پہنچایا۔ اور اس سے پہلے وہ شرک کرتے اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے اور خدائے واحد اور قیامت پر ان کو ایمان نہ تھا اور وہ بتوں پر گرے ہوئے تھے اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو بتوں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مینہ کا برسانا اور پھلوں کا نکالنا اور بچوں کو رحموں میں پیدا کرنا اور ہر ایک امر جو موت اور زندگی کے متعلق تھا تمام یہ امور بتوں کی طرف منسوب کر رکھے تھے اور ہر ایک ان میں سے اعتقاد رکھتا تھا کہ اس کا ایک بڑا بھارا مددگار بت ہی ہے جس کی وہ پوجا کرتا اور وہی بت مصیبتوں کے وقت اس کی مدد کرتا ہے اور عملوں کے وقت اس کو جزا دیتا ہے اور ہر ایک اُن میں سے اُن ہی پتھروں کی طرف دوڑتا تھا اور

و از تہذیب بر کمال مدارج معرفت رسانید۔ و پیش ازان وقت مشرک بودند۔ و بُت ہا رامی پرستیدند و با خدائے یگانۂ بے نیاز و روز پسین ایمان نداشتند۔ و بر پرستش بُت ہانگون افتادہ بودند وقدرت ہائے یزدان را نسبت بہ بُتان میدادند۔ چنانچہ فرود آوردن باران و برون دادن بر و بار را از آستین شاخہا و آفریدن بچہ ہارا در شکم و ہر امر مرگ و زیست را منسوب بہ بُت ہا می کردند۔ و ہر تنے از انہا بت خود را یاور رود در ہنگام بلاہا یاور و ساز گار و پاداش دہندۂ کار گمان می برد۔ نادانان بجان و دل بسوئے بتان مے دویدند و روئے فریاد و نیاز با نہا می آوردند۔ غرض ہمچنین از

مستغيثا. وكذالك تركوا ضوء النهار واتخذوا الليل مقامًا، وأدلج كلّ فيه وأحبّوا ظلامًا. وكانوا يهتزّون بها هزّة من فاز بالمرام، أو كمن أكثبه قنص فأخذه من غير رمى السهام، وكانوا قد علق بقلبهم أنهم يُعطَوْن كلّ مرادهم من الأصنام، وحسبوا أن اللّٰه منزّه عن تلك الاهتمام، وزعموا أنه أعطى لآلهتهم قوة وقدرة فى عالم الأرواح والأجسام، وكساهم رداء أُلوهيّته

اُن ہی کے آگے فریاد کرتا تھا۔ اور اسی طرح انہوں نے روشنی کو چھوڑا رات کو اپنا قیام گاہ بنایا اور اندھیرے سے پیار کرکے رات میں داخل ہوئے اور بتوں کے ساتھ وہ لوگ ایسے خوش ہوتے تھے جیسا کہ کوئی ایک مراد پا کر خوش ہوتا ہے یا جیسا کہ وہ شخص خوش ہوتا ہے جس کے قابو میں آسانی سے جنگلی شکار چڑھ جاتا ہے اور بغیر تیر مارنے کے پکڑا جاتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ ذہن نشین تھا کہ ان کے بت تمام مُرادیں ان کی دے سکتے ہیں اور وہ لوگ خیال کرتے تھے کہ خداتعالیٰ ان تکالیف سے کہ کسی کو مراد دیوے اور کسی کو پکڑے پاک اور منزّہ ہے اور اس نے یہ تمام قوتیں اور قدرتیں جو عالم ارواح اور اجسام کے متعلق ہیں اُن کے بتوں کو دے رکھی ہیں اور عزت بخشی کے ساتھ الوہیّت کی چادر

ساحت روز روشن برون رفتند و در کنج تنگ و تار شب جا گرفتند ۔ و با بتان آنچنان خرم و شاد می زیستند کہ شخصے کہ کام جانش در کنار آمد یا مانند کسے کہ نخچیرے آسان در چنبر او افتاد و بے انداختن تیرے بر او دست یافت ۔ یقین انہا بود کہ بت ہا توانائے ہر چہ تمامتر بر برآوردن ہر گونہ کام دارند و خدا را از این چپقلش و دار و گیر کہ کسے را کام روا کند و کسے را بگیرد برتر و بلند می پنداشتند ۔ و گمان داشتند کہ خدا ہمہ قدرت و قوت کہ تعلق بعالم اجسام و ارواح دارد بت ہا را سپردہ و از راہ آبرو افزائی و بندہ پروری دیہیم و افسر الوہیت بر فرق انہا نہادہ۔

بـالإعـزاز والإكـرام، وهـو مستريح علـى عـرشه وفارغ من هذه المهام. وهـم يشـفـعـون عبدتهم ويُنجّون من الآلام، ويُـقـرّبـون إلـى الـلّـه زُلفـى ويُعطون مقصد المستهام. وكانوا مع تـلـك العقائد يعملون السيئات وبها يتـفـاخـرون، ويـزنون ويسـرقون، ويأكلون أموال اليتامى من غير الحق ويـظـلـمـون، ويسفكـون الـدمـاء ويـنـهبـون، ويـقتلون نفوسا زكيّة ولا يـخافون. وما كان جريمة إلّا فعلوها، ومـا مـن آلهة بـاطـلة إلّا عـبـدوهـا. أضـاعـوا آداب الإنسـانـية، و

اُن کو پہنا دی ہے اور خدا عرش پر آرام کر رہا ہے اور اِن بکھیڑوں سے الگ ہے اور اُن کے بُت اُن کی شفاعت کرتے اور دردوں سے نجات دیتے ہیں اور خدا کا قرب اُن کے ذریعہ سے میسر آتا ہے اور سرگرداں لوگوں کو اُن کے مقاصد تک پہنچاتے ہیں اور باوجود اِن عقیدوں کے پھر بدکاریاں کرتے تھے اور ان کے ساتھ فخر کرتے تھے اور زنا کرتے اور چوری کرتے اور یتیموں کا ناحق مال کھاتے اور ظلم کرتے اور خون کرتے اور لوگوں کو لوٹتے اور بچّوں کو قتل کرتے اور ذرہ نہ ڈرتے اور کوئی گناہ نہ تھا جو انہوں نے نہ کیا اور کوئی جھوٹا معبود نہ تھا جس کی پوجا نہ کی۔ انسانیت کے ادبوں کو ضائع کیا اور

وخودش آرام و بیکار دست برزنخ بالائے عرش قرار گرفتہ دامن براین ہمہ دردسرہا برافشاندہ۔ بت ہا ہرچہ خواہند کنند شفیع می شوند واز ہر رنج والم رستگاری می بخشند۔ نزدیک خدا می سازند و آشفتہ حالان نامراد را برمرادی رسانند۔ و با ایں معتقدات ہرنوع کار بدے کردند و نازبران داشتند۔ زنا می کردند۔ دزدی می کردند و بیدادی کردند و بناحق مال یتیمان می خوردند وخون ناحق می ریختند و راہ ہا می بریدند و بچہ ہا را می کشتند و ہیچ باک و ہراس نداشتند۔ گناہی نہ کہ در کردن آں برکمال نہ رسیدند و معبودی باطل نہ کہ آنرا نہ پرستیدند۔ آداب انسانی از دست دادہ

زايلوا طرق أخلاق الإنسيّة، وصاروا كالوحوش البريّة، حتى أكلوا لحم الأبناء والإخوان، وخضموا كل جيفة وشربوا الدماء كالألبان، وجاوزوا الحد فى المنكرات وأنواع الشقاء، وفعلوا ما شاء وا كاوابد الفلا، ولم يزل شعراؤهم يلوكون أعراض النساء، وأمراء هم يداومون على الخمر والقمار والجفاء. وكانوا إذا بخلوا يتلفون حقوق الإخوان واليتامٰى والضعفاء، وإذا أنفقوا فينفقون أموالهم فى البطر والإسراف والرياء واستيفاء الأهواء. وكانوا

انسانی خُلقوں سے دور جا پڑے اور وحشی جانوروں کی طرح ہو گئے یہاں تک کہ بیٹوں اور بھائیوں کے گوشت کھائے اور ہر ایک مُردار کو بتمامتر حرص کھایا۔ اور خون کو یوں پیا جیسا کہ دودھ پیا جاتا ہے اور بدکاریوں اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں حد سے گزر گئے اور جنگلی حیوانوں کی طرح جو کچھ چاہا کیا اور ہمیشہ اُن کے شاعر دریدہ دہنی سے عورتوں کی بےعزتی کرتے اور اُن کے امراء کا شغل قمار بازی اور شراب اور بدی تھی اور جب بخل کرتے تھے تو بھائیوں اور یتیموں اور غریبوں کا حق تلف کر دیتے تھے اور جب مالوں کو خرچ کرتے تھے تو عیاشی اور فضول خرچی اور زنا کاری اور نفسانی ہوا اور ہوس کے پوری کرنے میں خرچ کرتے اور نفس پرستی

واز اخلاق نیک بمراحل دور افتادہ۔ سراپا چوں دد ودام گرویدہ گوشت برادران و پسران را گوارا ونوش جان دیدہ۔ ہرگونہ مردارے را بآز بسیار میخوردند وخون راچون شیر می آشامیدند۔ در بدکرداریہا و سیاہ کاریہا پا از پایان برون کشیدہ بودند۔ وچوں دوان بیشہ ہرچہ خواستند کردند۔ وشاعران انہا از ہرزہ سرائی و دریدہ دہنی در پوستین زنان می افتادند۔ وتوانگران و دارندگان بر قمار بازی و مے خواری و بدی ستیزہ کاری سرفرود آوردہ بودند۔ اگر بخل ورزیدند تلف ساختن حقوق برادران ویتیمان وکمزوران را بموی نہ گرفتند۔ وچوں برصرف مال دست کشادند دادتن پروری وکامرانی واسراف وریاء در دادند۔ وبچہ ہارا

يقتلون أولادهم خوفا من الإملاق
والخصاصة، ويقتلون بناتهم عارًا من
أن يكون لهم ختن من شركاء القبيلة. ﴿٦﴾
وكذلك كانوا يجمعون في أنفسهم
أخلاقا رديّة،وخصالا رذيلة مهلكة،
حتى كثر فيهم حزب المقرفين
الزنيمين، وعاهرات متخذات أخدانا
والزانين. والذين كانوا يُخالفون آثار
مهيعهم فكانوا يخافون عند نصحهم
على عرضهم ونفسهم وأهل
مربعهم. فالحاصل أن العرب كان
قوم لم يواجهوا في مدة عمرهم تلقاء
الواعظين، وكانوا لايدرون

کو انتہا تک پہنچاتے تھے۔اور وہ لوگ اپنی اولاد
کو درویشی اور تنگ دستی کے خوف سے قتل کر دیا
کرتے تھے اور بیٹیوں کو اس عار سے قتل کرتے
تھے کہ تا شرکاء میں سے ان کا کوئی داماد نہ ہو اور
اسی طرح انہوں نے اپنے اندر اخلاق ردیہ
اور رذیل خصلتیں جمع کر رکھی تھیں۔یہاں تک
کہ اُن میں ایک جماعت بداصلوں اور
ولدالحراموں کی ہو گئی تھی اور عورتیں زانیہ
آشناؤں سے تعلق رکھنے والیں اور مرد زانی پیدا
ہو گئے تھے اور جو لوگ اُن کی راہ کے مخالف
ہوتے تھے وہ نصیحت دینے کے وقت اپنی عزت
اور جان اور گھر کی نسبت خوف کرتے تھے۔غرض
عرب کے لوگ ایک ایسی قوم تھی جن کو کبھی
واعظوں کے وعظ سننے کا اتفاق نہ ہوا اور نہیں
جانتے تھے کہ پرہیزگاری اور پرہیزگاروں کی

از بیم گرسنگی و ناداری می کشتند۔ و دختران را از ننگ آں کہ نباید از دودمان کسے بدامادی
سر بلندی بکند بر خاک ہلاک می نشاندند۔ وہمچنین روشہائے ناپسندیدہ و خوہائے نکوہیدہ در
خود گرد آوردہ بودند۔ تا اینکہ درانہا گروہے بسیار از حرام زادہ ہائے بدنژاد و زنان لولی
نہاد کہ در نہان با آشنایان در مے آمیختند پدیدار گشتند۔ و آنانکہ خلاف راہ آن بدسرشتان
رفتارے کردند ہموارہ وقت اندرز و پند بر جان و مال و اہل و آبرو می لرزیدند۔ خلاصہ
عرب گروہے بودند کہ ہرگز اتفاق نیفتادہ بود پند اندرز گوئی را گوش بکنند۔ وبکلی بے خبر ﴿٦﴾

ما التقی وما خصال المتقین، ومَا کان فیھم من کان صادقا فی الکلام غیر جافٍ عند فصل الخصام. فبینما ھم فی تلک الأحوال وأنواع الضلال والفساد فی الأقوال والأعمال والأفعال. اذ بُعث فیھم رسولٌ مّن أنفسھم فی بطن مکة، وکانوا لا یعلمون الرسالة والنبوة وما بلغھم رس من أخبارھا وما دروا ھٰذہ الحقیقة، فأبوا وعصوا وکانوا علی کفرھم وفسقھم مصرّین. وحمل رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم کل جفائھم وصبر علی إیذائھم، ودفع السیئات بالحسنة، والبغض بالمحبة، ووافاھم کالمحبّین

خصلتیں کیا چیز ہیں۔ اور اُن میں کوئی ایسا نہ تھا ﴿۶﴾
کہ جو کلام میں صادق اور فیصلہ مقدمات میں متّصف ہو۔ پس اسی زمانہ میں جب کہ وہ لوگ ان حالات اور ان فسادوں میں مبتلا تھے اور ان کا تمام قول اور فعل فساد سے بھرا ہوا تھا۔ خداتعالیٰ نے مکہ میں سے اُن کیلئے رسول پیدا کیا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ رسالت اور نبوت کیا چیز ہے اور اس حقیقت کی کچھ بھی خبر نہ تھی پس انکار اور نافرمانی کی اور اپنے کفر اور فسق پر اصرار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ہر ایک جفا کی برداشت کی اور ایذا پر صبر کیا اور بدی کو نیکی کے ساتھ اور بغض کو محبت کے ساتھ ٹال دیا اور غمخواروں اور محبوں کی طرح اُن کے

ازین کہ پرہیز گاری وخوہائے پرہیز گاران کدام چیزے می باشد۔ درمیانۂ اُنہا کسے راست گفتار و در وقت بر پاشدن قضیہ ہا نصفت کار و نیک کردار نبود۔ دراثنائے این حال کہ در بدگفتاری و بدکرداری و کجرہ روی نوبت انہا بدینجا رسیدہ بود کہ پیغمبری ازیشاں در مکۂ مکرمہ ظہور فرمود و ایشان قبل ازان از رسالت و نبوت آگاہ وگاہے پیٔ بہ کنہ آن نبردہ بودند۔ پس نتیجہ آں بود کہ گردن کشیدند و بر کفر و بدکاری اصرار ورزیدند۔ و رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگونہ آزار را از اُنہا برداشت و ہرگز ناشکیبائی را بخود راہ نداد و بدی را با نیکی ودشمنی را بادوستی پاداش میفرمود وچون یاران غمگسار باانہا رفتاری نمود

المواسين. وطالما سلك في سِكك مكة كوحيد طريد، وتصدّى بقوة النبوة لكل عذاب شديد، وكان يُقبل على الله كل ليلة، ويسأل الله انفتاح عيونهم ونزول فضل ورحمة، حتى استجيب الدعوات، وضاع مسكها وتوالى النفحات. ونزل أمر مقلّب القلوب، وأوتوا قوة من مُعطى الحب وزارع الحبوب، فبُدّلت الأرض غير الأرض بحكم حضرة الكبرياء وجُذبت النفوس إلى الدّاعى المبارك وسمع نداء ه قلوب السعداء ، وأفضى إلى مقتله كل رشيد

پاس آیا اور ایک مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے اور ردّ شدہ انسان کی طرح مکہ کی گلیوں میں پھرتے رہے اور قوت نبوّت سے ہر ایک عذاب کا مقابلہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ رات کو اٹھ کر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے اور خدا تعالیٰ سے ان کی بینائی اور فضل اور رحمت چاہتے ۔ یہاں تک کہ دعائیں قبول کی گئیں اور ان کی کستوری کی خوشبو پھیلی اور خوشبوئیں پے در پے پھیلنی شروع ہوئیں اور دلوں کے بدلنے والے کا حکم نازل ہوا اور اُس ذات سے اُن کو قوت عطا ہوئی جو محبت کو عطا کرتا اور دانوں کو اگاتا ہے۔ سو حکم الٰہی سے زمین بدلائی گئی اور آواز دینے والے بابرکت کی طرف دل کھینچے گئے اور ہر ایک رشید اپنے قتل گاہ کی طرف صدق اور وفا سے

وتا زمانی دراز در کوچہ ہائے مکہ چون شخصے بے یار و یاوری راندہ شدہ گردش می کرد و با تاب وتوان نبوت ہر رنجے سخت را بر خود آسان میگرفت ۔ و شب را رو بخدا می آورد و از وی بزاری و گریہ میخواست کہ دیدۂ انہا را بکشاید و در فضل و رحمت بر روئے اُنہا باز نماید ۔ تا آنکہ نیاز و گدازش پذیرفتہ شد و بوئی مشک آسایش و میدن و بمغز جانہا پیاپیَ رسیدن گرفت ۔ و از طرف گردانندۂ دلہا فرمان نازل شد و بخشندۂ مہر و محبت ونشانندہ دانہ ہا توانائی باوشان بخشید ۔ پس باذن الٰہی انقلاب شگرفی پیدا و آن زمین بزمینی دیگر عوض شد ۔ دلہا بسوئے آواز دہندۂ فرخندہ پے کشیدہ شد ۔ وہمہ نیک نہادان فرخ نژاد از صدق و وفا بسوئے

مـن الـصـدق والـوفـاء .وجـاهـدوا بأموالهم وأنفسهم لابتغاء مرضاة اللّٰه الرحمٰن، وقضوا نحبهم للّٰه الرحمٰن، وذُبـحـوا لـه كـكـبـش الـقـربـان. وشهـدوا بـإهـراق دمـائهـم أنهم قوم صـادقـون، وأثبتوا بأعمالهم أنهم للّٰه مـخـلـصـون. وكانوا في زمن كفرهم أسـارىٰ فـي سـجـن الـظلام، فنُوِّروا بعد إجابة دعوة الإسلام، وبدّل اللّٰه سيـئـاتهـم بـالـحسـنـات، وشرورهم بـالـخيـرات، فبدّل غبـوقهم بصلاة آنـاء الـلـيل والتضرّعات، وصبوحهم بـصـلٰوة الـصبح والتسبيحات

نکل آیا اور انہوں نے مالوں اور جانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کوششیں کیں اور اپنی جان فشانی کی نذروں کو پورا کیا اور اس کے لئے یوں ذبح کئے گئے جیسا کہ قربانی کا بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔ اور انہوں نے اپنے خونوں سے گواہی دیدی کہ وہ ایک سچی قوم ہے اور اپنے اعمال سے ثابت کر دیا کہ وہ لوگ خدا کی راہ میں مخلص ہیں اور زمانہ کفر میں وہ لوگ تاریکی کے زنداں میں قید تھے سو اسلام کے قبول کرنے اُن☆ کو منور کر دیا اور ان کی بدیوں کو نیکی کے ساتھ اور اُن کی شرارتوں کو بھلائی کے ساتھ بدل دیا اور اُن کی شراب شب اَنگاہی کو رات کی نماز اور رات کے تضرّعات کے ساتھ بدل ڈالا اور اُن کی بامدادی شراب کو صبح کی نماز اور تسبیح اور

کشتن گاہ خویش بدویدند و برائے خوشنودئ یزدان ہرچہ از مال و جان در دست داشتند بکوشیدند۔ جان را در راہ خدا دادند و چوں گوسپند قربان سر بر کارد جفا نہادند۔ واز ریختن خون خود و با کردارہائی پسندیدہ گواہی بر صدق و سداد ادا ساختند و مہری بر وفا و وداد کردند۔ حال آنکہ در ہنگام کفر در زندان تاریکی گرفتار بودند۔ ولے پس از گرویدن با سلام بیک ناگاہ ہمہ نور گردیدند۔ خدائے رحیم بدی شان را بہ نیکی و شر را بہ خیر بدل کرد۔ و مئے شب انگاہی شان بہ نماز شب و صبوح ایشان را بہ نماز صبح و استغفار

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’کرنے نے ان‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

والاستغفارات، وبذلوا أموالهم وأنفسهم بسبل الرحمٰن بطيب الجنان، عندما ثبت لهم صدق الرسول بكمال الإيقان. فإذا رأوا الحق فأتموا جهدهم فی استبراء زند الإيمان، وبلوا أنفسهم لاستشفاف فَرِند الاستيقان. فهذا هو الأمر الذی شجّعهم وحدّ مداهم، ثم أشاد لهم ذكراهم وأحسن عقباهم. وهذا هو السمح الذی حبّب إلى الخلائق خلائقهم، وأرى كنشر المسك المفتوت حقائقهم. وهذا هو سبب اجتراء جنانهم،

استغفار کے ساتھ مبدّل کر دیا اور انہوں نے یقین کامل کے بعد اپنے مالوں اور جانوں کو خدا تعالیٰ کی راہوں میں بخوشی خاطر خرچ کیا اور جب انہوں نے حق کو دیکھ لیا پس اپنی کوششوں کو ایمان کے چقماق میں سے آگ نکالنے میں کمال تک پہنچایا۔ اور اپنی جانوں کو اس لئے کہ تا یقین کی تلوار کے جوہر کو خوب غور اور تامل کے ساتھ دیکھیں آزمائش میں ڈالا۔ پس یہی وہ امر ہے جس نے اُن کو بہادر کر دیا اور اُن کی کاردوں کو تیز کیا پھر اُن کے ذکر کو بلند کیا اور اُن کا انجام بخیر کیا۔ اور یہ وہی جوانمردی ہے جس نے لوگوں کے دلوں میں اُن کی فطرت کو محبوب بنایا اور اس کستوری کی خوشبو کی طرح جو پیسی جائے ان کی باطنی حقیقتوں کو دکھلایا اور یہی سبب اُن کے دل کی دلیری اور

عوض فرمود۔ وچون حق را دیدند کوشش ہر چہ تمامتر بجا آوردند تا آتش از چقماق ایمان بیروں آرند۔ وروان خود را درکورۂ بلاہا انداختند تا جوہر تیغ یقین را چنانچہ باید وشاید ملاحظہ نمایند۔ ہمیں امریست کہ اوشان را دلیر وکاردشان را تیز گردانید ویادونام شان را بر اوج چرخ برین رسانید وامراوشان را بحسن خاتمت کشانید۔ واز ہمیں مردمی است کہ طبیعت ہاشان محبوب مردم شد ومانند بوئے مشک سودہ حقیقت ہاشاں را بر عالم منتشر فرمود۔ جرأت دل وروائی زبان

وانصلات لسانهم، وقوة ايمانهم،	زبان کی روانگی اور ایمان کی قوت اور بلندی
وعلو عرفانهم، ولأجل ذلك	معرفت کا ہے اور اسی لئے انہوں نے اپنی
أهرقوا نفوسهم محبّةً ووِدادًا، حتّى	جانوں کو محبت میں جلایا یہاں تک کہ اُن کا
عاد جمرها رمادًا، واتقدوا بحب الله	کوئلہ راکھ کی طرح ہو گیا اور خدا تعالیٰ کی
اتقادًا، واعدّوا النفوس بسبله	محبت میں افروختہ ہو گیا اور اُس کی راہوں
إعدادًا. وصارت المصائب عليهم	کے لئے خوب تیاری کی اور مصیبتیں اُن کے
كالبرد والسلام، ونسوا تكاليف	لئے سلامتی اور ٹھنڈک ہو گئیں اور گرمی اور
الحرّ والضرام. ومن نظر فی أنهم	آگ کی تیزی کو انہوں نے بھلا دیا۔ اور جو
كيف تركوا مراتعهم الأولى،	شخص اِس بات کو غور کی نظر سے دیکھے کہ
وكيف جابوا بِيد الأهواء ووصلوا	انہوں نے اپنی پہلی چراگاہوں کو کیونکر چھوڑ
المولَى، وكيف بُدّلوا وغُيّروا،	دیا اور کیونکر وہ ہوا و ہوس کے جنگل کو کاٹ
وطُهّروا ومُحّصوا، علم باليقين	کر اپنے مولا کو جا ملے تو ایسا شخص یقین سے
أنه ما كان إلّا أثر القوة القدسية	جان لے گا کہ وہ تمام قوتِ قدسیہ محمدیہ کا اثر
المحمّدية. وبه اصطفاهم الله	تھا۔ وہ رسول جس کو خدا نے برگزیدہ کیا

وبلندئ معرفت وقوۃ ایمان را موجب ہمین است کہ جان خود را از آتشِ محبت سوختند تا آنکہ زغالش خاکستر گردید و بہ حبّ الٰہی بر افروختند و در راہ خدا جان شان را بخوبی ساز دادند۔ نار مصائب بر ایشان خنک وسلامت گردید۔ وزبانۂ آتش وگرمی اش را فراموش ساختند۔ ہرکہ نگاہ کند کہ چگونہ اوشان چراگاہ ہائے مالوفۂ خود را ترک گفتند۔ و چہ بیا بانہائی ہوا وآز را پے سپار کردہ باقائے خود رسیدند۔ وچہ قسم تبدل وتغیر و پاکیزگی وطہارت در ایشان راہ یافت۔ او بہ یقین بداند کہ این ہمہ از اثر قوۂ قدسیہ محمدیہ بودہ است آن رسول کہ خدا اورا برگزید

وأقبل عليهم بالتفضلات الأزليّة.
وإن الصحابة أُخِذوا بهذا الأثر من
تحت الثرى ورُفِعوا إلى سمك
السماء، ونُقِلوا درجة بعد درجة
إلى مقام الاجتباء والاصطفاء. وقد
وجدهم النبی كعجماوات لايعلمون
شيئا من تهذيب وتقاة ولا يُفرّقون
بين صلاح وهنات، فعلّمهم أوّلا
آداب الإنسانية بالاستيفاء، ﴿۷﴾
وفصّل لهم طرق التمدّن والثواء
والطهارة والاستنان والسواک
والخلالة بعد الضحاء والعشاء،
والاستنثار عند البول والاستبراء

اور عنایات ازلیہ کے ساتھ اُس کی طرف توجّہ کی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کو
سوچ کہ صحابہ زمین کے نیچے سے لئے گئے اور
آسمان کی بلندی تک پہنچائے گئے اور درجہ بدرجہ
برگزیدگی کے مقام تک منتقل کئے گئے۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو چار پایوں
کی مانند پایا کہ وہ توحید اور پرہیزگاری میں سے
کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور نیکی بدی میں تمیز نہیں
کر سکتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کو انسانیت کے آداب سکھلائے۔ اور
تمدن اور بودوباش کی راہوں پر مفصل مطلع کیا
اور اُن کے لئے پاکیزگی کے طریقوں اور
دانتوں کو صاف کرنا اور مسواک کرنا اور خلال
بعد طعام چاشت و طعام شب کرنا اور بول
کر کے جلدی سے نہ اٹھنا بلکہ بقیہ قطرات

وباران رحمت وفضل بے اندازہ برسرش بارید۔ اثر آں قوۂ قدسیہ را بدقت نظر بہ بیں کہ صحابہ را از
زیر طبقاتِ زمین بکشید و براوج فلک رسانید۔ و بآخر تدریجاً خلعتِ برگزیدگی براوشاں پوشانید۔
آن نبی کریم اوشان را چون مواشی دید کہ از راہ توحید و پرہیزگاری ہیچ آگاہی نداشتند و نیک را از
بد نمی شناختند۔ لہٰذا اولاً بایشان آداب انسانیت چنانچہ شاید بیاموخت وطریق تمدن و معاشرت
مفصلاً تعلیم فرمود از قبیل طہارت و پاک کردن دندان ومسواک کردن و بعد طعام چاشت وشب
خلال کردن۔ و پس از بول زود بر پانشدن بل بگذاشتن تا بقیہ قطرہ ہا نجوشد و باصفائی ہر چہ

عند الاستنجاء ، وقوانين المعاشرة والمدنيّة والأكل والشرب والكسوة والمداواة والاحتماء ، وأصول رعاية الصحة والاتقاء من أسباب الوباء، وهداهم إلى الاعتدال في جميع الأحوال والأنحاء. ثم إذا مرنوا عليها فنقلهم من التطهيرات الجسمانية إلى التحلّي بالأخلاق الفاضلة الروحانية، والخصال المرضية المحمودة الإيمانية. ثم إذا رأى أنهم رسخوا في محاسن الخصال، وكانت لهم ملكة في إصدار الأخلاق المرضية على وجه الكمال، فدعاهم إلى سرادق القرب والوصال.

کو نکالنا تا کپڑا ناپاک نہ ہو اور تمام تر صفائی سے استنجا کرنا اور معاشرت اور تمدن اور کھانے پینے اور لباس اور علاج اور پرہیز اور اصول رعایت صحت اور اسباب وبا سے پرہیز کے قوانین ظاہر فرمائے اور تمام صورتوں میں اعتدال کی وصیت فرمائی ۔ پھر جب جسمانی آداب سے خوپذیر ہو گئے تو جسمانی پاکیوں سے منتقل کر کے اخلاق فاضلہ رُوحانیہ اور خصال ایمانیہ کی طرف کھینچا تا ان کے ذریعہ سے روحانی پاکیزگی حاصل ہو۔ پھر جب دیکھا کہ وہ لوگ نیک خصلتوں میں پختہ ہو گئے اور اچھے خلقوں کے صادر کرنے کا اُن کو ملکہ ہو گیا پس ان کو قرب اور وصال کے سرادق کی طرف بُلایا

تمام تر استنجا کردن ۔ خلاصہ ہمہ قوانین معاشرت وتمدن را مثل خوردن ونوشیدن وچارہ و پرہیز واصول حفظ صحۃ واسباب صیانت از وبا ہا تشریح وتفصیل فرمود۔ ودر ہمہ چیز ہا امر بہ میانہ روی کرد۔ وچون دید کہ اوشان مشق رعایت آداب جسمانی بہم رسانیدند ۔ باز اوشان را ﴿۷﴾ بسوئے اخلاق فاضلہ وخصال ایمانیہ رہبری کرد۔ وچون دید کہ اوشان را در خصال نیک گامے استوار وسوادے تمام دست بداد باز اوشان را بسوئے سراپردہ ہائے قرب ووصال بخواند

وعلّمهم المعارف الإلهية، ووقم أعنّتهم إلى حضرة العزّة والجلال، ليترعوا☆ من حدائق القرب لعاع الحب ويكون لهم عند الله زلفٰى وصدق الحال.	اور معارف الٰہیہ ان کو سکھلائے اور حضرت عزت اور جلال کی طرف اُن کی باگیں پھیریں تا وہ قرب کے سبزہ گاہوں سے محبت کا سبزہ چگیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اُن کو مقام قرب اور صدق حال میسر آوے۔
فالغرض أن تعليم كتاب الله الأحكم ورسول الله صلى الله عليه وسلم كان منقسما على ثلاثة أقسام. الأوّل أن يجعل الوحوش أناسًا، ويعلّمهم آداب الإنسانية ويهب لهم مدارك وحواسًا. والثانى أن يجعلهم بعد الإنسانية أكمل الناس فى محاسن الأخلاق. والثالث أن يرفعهم من مقام الأخلاق إلى ذُرىٰ مرتبة حُبّ الخلّاق،	پس خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تین قسم پر منقسم تھی۔ پہلی یہ کہ وحشیوں کو انسان بنایا جائے اور انسانی آداب اور حواس اُن کو عطا کئے جائیں اور دوسری یہ کہ انسانیت سے ترقی دے کر اخلاق کاملہ کے درجے تک اُن کو پہنچایا جائے اور تیسری یہ کہ اخلاق کے مقام سے اُن کو اُٹھا کر محبت الٰہی کے مرتبہ تک پہنچایا جائے

ومعارف الٰہیہ بدیشان بیاموخت و زمام شان را بہ حضرت عزت وجلال بکشید۔ تا اوشاں ازمرغزار ہائے قرب سبزۂ محبت را بچرند و درنزدیکی خدا مقام قرب وصدق حال شاں میسر آمد۔

خلاصہ تعلیم قرآن حکیم و ہدایت رسول کریم سہ نوع بودہ است۔ اولاً آنکہ وحوش و انعام را انسان بسازد و جمیع آداب انسانیت بیاموزد و حواس کاملۂ آدمیت عطا بفرماید۔ ثانیاً آنکہ بعد انسانیت اوشاں را از رُوئی محاسن اخلاق کامل ترین مردم نماید۔ و ثالثاً آنکہ از مقام اخلاق برگرفتہ تا کنگرۂ حبِّ خلّاق برساند و

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’ لیرتعوا ‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

ويـوصـل إلـى منزل القرب والرضاء والمعية والفناء والذوبان والمحويّة، أعـنـى إلى مقام ينعدم فيه أثر الوجود والاختيـار، ويبقى الله وحده كما هو يبقى بعد فناء هذا العالم بذاته القهّار. فهـذه آخـر الـمـقـامـات للسـالكين والســالـكـات، وإليـه تنتهي مطـايـا الـريـاضـات، وفيـه يختتم سلوك الـولايات. وهو المراد من الاستقامة فى دعاء سورة الفاتحة، وكل ما يتضرم من أهـواء النفس الأمّارة فتذوب فى هذا المقام بحكم الله ذى الجبروت والـعـزّة، فتـفـتـح البـلـدة كـلـهـا

اور یہ کہ قرب اور رضا اور معیت اور فنا اور محویت کے مقام اُن کو عطا ہوں یعنی وہ مقام جس میں وجود اور اختیار کا نشان باقی نہیں رہتا اور خدا اکیلا باقی رہ جاتا ہے جیسا کہ وہ اس عالم کے فنا کے بعد اپنی ذات قہّار کے ساتھ باقی رہے گا۔ پس یہ سالکوں کے لئے کیا مرد اور کیا عورت آخری مقام ہے اور ریاضتوں کے تمام مَرکب اسی پر جا کر ٹھہر جاتے ہیں اور اِسی میں اولیاء کے ولایتوں کے سلوک ختم ہوتے ہیں۔ اور وہ استقامت جس کا ذکر سورۃ فاتحہ کی دعا میں ہے اس سے مراد یہی مرتبہ سلوک ہے۔ اور نفس امّارہ کی جس قدر ہوا و ہوس بھڑکتی ہے وہ اسی مقام میں خدائے ذوالجبروت والعزّت کے حکم سے گداز ہوتی ہے۔ پس تمام شہر

درمنزل قرب ورضا ومعیت وفنا وگدازش ومحویت بار بہ بخشد وآن مقامے است کہ آنجا از وجود و اختیار نامے نماند وآن خدائے یگانہ باقی می باشد ہمچنان کہ او بعد از فنائے این عالم با ذات برتر خویش باقی باشد۔ این مقام برائے سالکان از مرد و زن مقام آخرین است ومرکبہائے ریاضات ہمیں جا بآخر رسد وسلوک ولایت جملہ اولیا تا بدینجا منتہی شود وہمین است غرض از استقامتے کہ در سورۂ فاتحہ مذکور ومطلوب است۔ وہر چہ از آتش ہوائے نفسِ امّارہ سر بالا کشد ہمیں جا بحکم خدائے بزرگ و برتر کشتہ و برباد فنا رود۔ پس شہر بکلی مفتوح شود

ولا تبقى الضوضاة لعامة الأهواء. ويُقال لمن الملك اليوم. لله ذى المجد والكبرياء. وأمّا مرتبة الأخلاق الفاضلة والخصال الحسنة المحمودة، فلا أمن فيها من الأعداء عند الغفلة، فإن لأهل الأخلاق تبقىٰ حصون يتعذّر عليهم فتحها، ويُخاف عليهم صول الأمّارة إذا ضرم لتحها، ولا تصفوا أيام أهلها من النقع الثائر، ولا يُؤمّنون من السهم العائر.

فالحاصل أن هذه تعاليم الفرقان، وبها استدارت دائرة تكميل نوع الإنسان،

فتح ہو جاتا ہے اور ہوا و ہوس کے عوام کا شور باقی نہیں رہتا اور کہا جاتا ہے کہ آج کس کا ملک ہے اور یہ جواب ہوتا ہے کہ خدائے ذوالمجد والکبریا کا۔ مگر جو مرتبہ اخلاق فاضلہ اور نیک خصلتوں کا ہے اُس میں غفلت کے وقت دشمنوں سے امن نہیں ہے کیونکہ جن لوگوں کا سلوک اخلاق تک ہی محدود ہوتا ہے ان کیلئے ابھی ایسے قلعے باقی ہوتے ہیں جن کا فتح کرنا مشکل ہوتا ہے اور ان کی نسبت یہ اندیشہ دامنگیر رہتا ہے کہ نفس امارہ اپنی بھوک کے بھڑکنے کے وقت حملہ نہ کرے اور جو شخص صرف اخلاق تک ہی اپنا کمال رکھتا ہے اس کی زندگی کے دن گرد و غبار سے پاک نہیں رہ سکتے اور ایسے لوگ ہوائی تیروں سے امن میں نہیں رہ سکتے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ یہ جو ہم نے بیان کیا ہے یہ قرآن شریف کی تعلیمیں ہیں اور انہی تعلیموں کے ساتھ انسان کی تکمیل علمی اور عملی کا دائرہ اپنے کمال کو پہنچتا ہے ۔

وعوام ہوا و ہوس را سر فتنہ وشورش کوفتہ گردد وآن وقت گفتہ شود کہ امروز ملک کراست جواب باشد خدائے بزرگ یگانۂ بے ہمتا راست۔ اما آنچہ مرتبۂ اخلاق فاضلہ وخوہائے نیک می باشد دران مرتبہ در ہنگام غفلت ایمنی از دشمنان نتواند بود۔ چہ اہل اخلاق را ہنوز قلعہا ست کہ فتح آن برایشاں خیلے دشوار است واندیشۂ بسیار است کہ نفس امارہ در وقت اشتعال برایشاں بتازد۔ بحقیقت ہر کہ تا بمنزل اخلاق رخت بیانداز و نمی شود۔ روزگار حیاتش از گرد و غبار پاک باشد و ہرگز نمی شود ہمچوں کسان از تیر ہوائی ایمن و مطمئن نگردند۔ خلاصہ این تعلیم فرقان است و ہمین است آنچہ دائرہ تکمیل علمی و عملی انسان را بکمال رساند۔

وإنها لمعارف ما كفلها كتاب من الكتب السابقة، وما احتوتها صحيفة من الصحف المتقدّمة، فهذا إعجاز نبيّنا من حيث الصورة العلمية والعملية، ومعجزة الفرقان الكريم لكافة البريّة. ولقد انقضت وانعدمت خوارق النبيين الذين كانوا فى الأزمنة السابقة، ويبقى هذا إلى يوم القيامة. وأما ما قلنا أن القرآن معجزة علمية وعملية .. فليس هذا كحكايات واهية، بل عليه عندنا أدلّة قاطعة، وبراهين شافية مسكّنة. فاعلم أن إعجازه العلمى ثابت كالبديهيات،

اور یہ تعلیمیں ایسے معارف ہیں کہ پہلی کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی اُن کی متکفل نہیں ہوئی اور نہ کبھی پہلے صحیفوں میں سے کوئی صحیفہ ان پر مشتمل ہوا ہے۔ پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علمی اور عملی معجزہ ہے۔ اور قرآن کریم کا تمام مخلوق کیلئے یہ ایک اعجاز ہے اور پہلے نبیوں کے معجزے منقضی اور معدوم ہو گئے مگر یہ قرآنی معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ قرآن علمی اور عملی معجزہ ہے سو یہ ایک بیہودہ اور بے اصل بات نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس اِس پر دلائل قاطعہ اور براہین شافیہ اور تسکین بخش ہیں۔ پس تو جان کہ قرآن شریف کا علمی معجزہ بدیہیات کی طرح ثابت ہے۔

واین آن معارف است کہ ہیچ کتابے وصحیفۂ پیشیں مشتمل برآن ومتکفل آن نبودہ است۔ فی الحقیقت ایں معجزۂ نبی ماست (صلی اللہ علیہ وسلم) از حیثیت علمی وعملی واعجاز قرآن کریم است برائے ہمۂ آفرینش۔ معجزات انبیائے پیشین بکلی از میان رفتہ ولے این معجزۂ قرآن تا بدامان قیامت از یادواز جہان نرود۔ آنچہ قرآن رامعجزہ علمی وعملی گفتیم این نہ از راہ لاف وگزاف است بلکہ ما براین عالم عالم دلائل قاطعہ وبراہین شافیہ تسکین بخش دردست داریم۔ نیکو بدانید کہ معجزہ علمی قرآن از آشکار ترین امور است

﴿۸﴾ ولیس علیہ غبار من الشبہات. لأنہ کلام جامع وتعلیم کامل أحاط جمیع ضرورات الإنسان وسبیل الرحمٰن، وما غادر شیئا من دلائل الحق وإبطال الباطل ﴿۸﴾ ودقائق العرفان، مع بلاغۃ رائعۃ وعبارات مستعذبۃ وحسن البیان، وھذا أمر لیس فی قدرۃ الإنسان. وأما قولنا أنّھا معجزۃ عملیۃ فھی کشعبتھا الأولی واقعۃ بدیھیۃ، ولا یسع فیھا إنکار و

اوراس پر کسی قسم کے شبہات کے غبار نہیں کیونکہ وہ ایک ایسا کلام ہے جو ضروری تعلیموں اور ضروری وصایا اور معارف اور دلائل کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور وہ ایک ایسی تعلیم کامل ہے جو تمام انسانی ضرورتوں کو جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے پیش آتی ہیں پوری کرتی ہے اور جو حق کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا چاہیے یا جس طرح باطل کارد لکھنا چاہیے اور یا جس طور اور اندازہ سے معرفت کی باریک باتیں بیان کرنی چاہیے اُن میں سے ایک بات کو بھی اس نے نہیں چھوڑا اور اس پر زائد یہ امر ہے کہ ان تمام تعلیموں اور احکام اور حدود کو نہایت فصیح اور بلیغ اور شیریں اور پسندیدہ پیرایہ میں بیان فرمایا۔اور یہ ایک ایسا امر ہے جو انسان کی قدرت سے بالاتر ہے۔اور ہمارا یہ قول کہ قرآن جیسا کہ علمی معجزہ ہے ایسا ہی وہ عملی معجزہ بھی ہے۔سو یہ امر بھی اُس کی پہلی شاخ کی طرح ایک بدیہی واقعہ ہے اور انکار

کہ دامان وے از غبار شبہت پاک است زیرا کہ قرآن کلامے است کہ جمیع تعلیم ہائے ضروری و وصیتہائے ضروری و معارف ہائے لابدی را کہ درراہ وصول بہ خدا چارہ ازاں نہ جامع می باشد۔ و از قبیلِ دلائل حق و دقائق عرفان و ابطال باطل چیزے فروگذاشت نفرمودہ۔ وبعلاوۂ آن آن دلائل و براہین را با عبارات بلیغہ فصیحہ وطرز شیریں و دلکش و پسندیدہ درمعرض بیان آوردہ و ایں امر البتہ خارج از احاطۂ قدرتِ بشری است۔ واما آنچہ گفتیم قرآن معجزۂ عملی است این ہم واضح و روشن و انکار را درآن مدخل نیست۔

خصومة. فإن تعاليم القرآن قد حيّرت العقلاء بتأثيراتها العجيبة، وتبديلاتها الغريبة، وتنويراته التي هي خارقة للعادة ومزيلة للملكات الرديّة الراسخة، وقد تسورت أسوار الطبائع الشديدة الزائغة، ودخلت بيوت القلوب القاسية كالصخرة، ووصلت إلى الذين كانوا يسكنون وراء الخنادق العميقة الممتنعة من القرائح السفلية الرذيلة، وألان الله بها الشديد، وأدنى البعيد، وأخرج الصدور من القبض إلى الانشراح، ومن الضيق إلى السعة، ورفع الحجاب، و

اورخصومت کی گنجائش نہیں کیونکہ قرآنی تعلیموں نے اپنی تاثیرات عجیبہ اور تبدیلات غریبہ اور ان روشنیوں کو دلوں پر ڈالنے سے جو خارق عادت ہیں اور ردّی اور مستحکم ملکوں کے دُور کرنے سے عقلمندوں کو حیران کر دیا ہے اور ٹیڑھی اور سخت طبیعتوں کی دیوار کے اوپر سے کودا ہے اور جو سخت دلوں کے گھر تھے اُن کے اندر داخل ہوگیا ہے اور ان لوگوں تک پہنچا ہے جو بباعث سفلی طبیعتوں کے عمیق اور نا قابل گذر خندقوں کے پرے رہتے تھے اور خدا نے اس کے ساتھ سخت کو نرم اور دُور کو نزدیک کر دیا اور سینوں کو قبض سے انشراح کی طرف اور تنگی سے فراخی کی طرف پھیر دیا اور حجاب کو دُور کیا اور

چه خردمندان از مشاهدهٔ تاثیرات عجیبهٔ تعلیم قرآن وتبدیلیہائے غریبه ونورافزائی و دیده کشائی ہائے
فوق العادهٔ آن که عادت ہائے استوار را از بیخ برکندید خیلے در شگفت فرو مانده اند وحیران اند که چه طور تعلیم
وے از بالائے دیوار طبایع سخت وکثر برآمده در اندرون خانه ہائے دلہائے سختی چوں سنگ درآمد۔ و ﴿۸﴾
تا بآن مردم ہم برسید که بسبب طبیعت ہائے پست ودون آنسوئے خندقہائے ژرف ونا قابل گزشتن سکنی
داشتند۔ وخدا بآن سخت را نرم و دور را نزدیک گردانید وسینه ہا را از تنگی بفراخی کشید وحجاب را دور

أَرَی الحق والصواب، حتی أوصل المؤمنین إلی الإلهامات الصریحة، والکشوف الصادقة الصحیحة، وزرع حب الکرامات المستمرة الدائمة فی قاع صدور الأمّة، فلأجل ذالک لا نفرّ عند طلب کرامة إلی زمن مضٰی، بل نرسوا علی مقامنا ونُرِی الْمُنْکِرَ ما حضر غضًّا طریًّا من آی المولٰی. ولیس فی أیدی عدانا إلّا القصص الأولٰی، ولا یثبت دین بقصص .بل بأنوار لا تنقطع ولا تبلی.ثم اعلم أن هذه معجزة عظمت شعبتاه، و

حق کو دکھلا دیا۔ یہاں تک کہ مومنوں کو الہامات صریحہ اور مکاشفات صادقہ اور صحیحہ تک پہنچا دیا اور دائمی کرامتوں کا دانہ اُن کے سینوں کی ہموار زمین میں بو دیا۔ اسی وجہ سے ہم لوگ کرامتوں کے طلب کے وقت پہلے زمانہ کی طرف نہیں بھاگتے بلکہ ہم اپنے مقام پر استوار رہتے ہیں اور منکر کو خدا کے تازہ بتازہ نشان دکھلاتے ہیں اور ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں بجز قصّوں کے اور کچھ نہیں اور صرف قصوں کے ساتھ کبھی کوئی دین ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ اُن نوروں سے ثابت ہوتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتے اور نہ کبھی پُرانے ہوتے ہیں۔ بعد اس کے جان کہ یہ وہ معجزہ ہے جس کی دونوں شاخیں عظیم الشان ہیں اور

وحق راعیاں نمود تا اینکہ مومنان را با لہامات صریحہ ومکاشفات صادقہ صحیحہ رسانید۔ ودانۂ کرامتہائے مستمرہ درزمین خوب سینۂ انہا نشانید۔ از ینجا است کہ ما اہالئے اسلام در وقت طلب کرامات وخوارق ہیچ احتیاج نداریم گریز بہ زمانۂ پیشین نمائیم بل برجائے خود چون کوہ استواری باشیم ودرپیش دیدۂ منکران نشانہائے تازہ جلوہ میدہیم ولے مخالفان ما غیر از افسانہ ہائے پاستانیان در دست نداشتہ اند وہرگز نمی شود ہیچ دیانۂ بدستیاریٔ افسانہ ہائے از کار رفتہ برکرسیٔ درستی وراستی بنشیند۔ بل سرمایۂ اثبات آن نور ہائے است کہ ہرگز انقطاع نیابند وزنہار کہنہ نشوند۔ باز بدان کہ این معجزہ ایست کہ ہر دو شان آن بزرگ

ضاعت ريّاه، وقد جمعت لتصديقها طوائف الأنام، كما يجمعون لحجّة الإسلام. وإنّا نرىٰ أن أحدًا من أجلّ الحكماء . إن توجّه إلى تقويم أود سفيه من السفهاء ، او إلى إنابة فاسق أسير في الفسق والفحشاء ، فيشق عليه قلع عاداته، ولا يمكن له تبديل خيالاته. فما شأن رجل أصلح في زمان يسير ألوفًا من العباد، ونقلهم إلى الصلاح من الفساد، حتى انحلّ تركيب الكفر واجتمع شمل الصدق والسداد. وتلألأت في نفوسهم أنوار التقٰى،

جس کی خوشبو پھیل رہی ہے اور اس کی تصدیق پر طوائف مخلوقات جمع ہیں جیسا کہ حج خانہ کعبہ پر جمع ہوتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جلیل الشان حکیموں میں سے اس بات کی طرف توجہ کرے کہ کسی سفیہ نادان کی طبیعت کی کجی کو دور کردے یا کسی فاسق بدکاری کے عادی کو اُس کی اِس بدخصلت سے چھڑا دے۔ پس ایسا کرنا اُس حکیم پر مشکل ہو جائے گا اور اُس فاسق کے خیالات کو بدلا دینا اُس کیلئے غیر ممکن ہوگا۔ اب دیکھو کہ اُس مرد کی کیسی بلند شان ہے جس نے تھوڑے سے عرصہ میں ہزاروں انسانوں کی اصلاح کی اور فساد سے صلاحیت کی طرف اُن کو منتقل کیا یہاں تک کہ اُن کا کفر پاش پاش ہوگیا اور صدق اور راستی کے تمام اجزا بہ ہیئت اجتماعی ان کے وجود میں جمع ہو گئے۔ اور اُن کے دلوں میں پرہیزگاری

وبوئے خوشش بعالم رسیدہ وبر تصدیق وے گروہ ہائے مردم جمع آمدہ اند چنانکہ برائے حج بیت اللہ گرد می آیند۔ می بینیم اگر کسے از دانایان بزرگ بخواہد کجی نادانے را درست بکند یا بدکارے بہ بدکاری خوکردہ را بخواہد ازاں خوئے بد رستگاری بہ بخشد البتہ براو گراں ودشوار آید۔ پس چہ شان بزرگ آن مرد است کہ دراندک زمانے ہزاران تن را از ناراستی براستی واز بدی بہ نیکی بکشید تا آنکہ کفر شان از ہم بپاشید۔ وراستی ودرستی درنہاد اوشان فراہم آمد۔ وددروان شان روشنی ہائے

ولمعت فی أساريرهم سرائر حب المولٰى، وعلت هممهم للخدمات الدينية، فشرّقوا وغرّبوا للدعوة الإسلامية، وأيمنوا وأشأموا لإشاعة الملّة المحمدية. وأنارت عقولهم فی العلوم الإلهية، ودقت أحلامهم لفهم الأسرار الربّانية. وحُبّب اليهم الصالحات، وكُرّه المعاصی والسيّئات. وأُنزلوا فی خيام الرشد والسعادة بعد ما كانوا يعكفون علی الأصنام للعبادة، وما آلوا فی جهدهم وما تركوا جدهم

کے نور چمک اٹھے اور اُن کے پیشانی کے نقشوں میں محبت مولیٰ کے بھید ایک چمکیلی صورت میں نمودار ہوگئے اور اُن کی ہمتیں دینی خدمات کیلئے بلند ہوگئیں اور وہ دعوت اسلام کے لئے ممالکِ شرقیہ اور مغربیہ تک پہنچے اور ملتِ محمدیہ کی اشاعت کیلئے بلاد جنوبیہ اور شمالیہ کی طرف انہوں نے سفر کیا اور ان کی عقلیں علومِ الٰہیہ میں منور ہوئیں اور اُن کے قوائے فکریہ اسرار ربّانیہ کے سمجھنے کیلئے باریک ہوگئیں اور نیک باتیں بالطبع ان کو پیاری لگنے لگیں اور بد باتوں اور گناہوں سے بالطبع ان کو نفرت پیدا ہوئی اور رشد اور سعادت کے خیموں میں وہ اتارے گئے بعد اس کے جو بتوں پر پرستش کیلئے سرنگوں تھے اور انہوں نے اپنی کوششوں اور تگ و دو میں کوئی دقیقہ اسلام کے لئے

پرہیزگاری درخشید وازنقشہائے پیشانی شان راز محبت مولیٰ بخوبی آشکار گردید و ہمت شان برائے خدمت دین بلند شد۔ پس جہت دعوت اسلام شرق وغرب وجنوب وشمال ہمۂ اطراف راپے سپار کردند عقل شاں درفہم علومِ الٰہیہ روشن گردید وقوت فکری در شناخت راز خدائی باریک شد۔ نیکیہا بایشان دوست داشتہ وبدی ہا درنزد شان زشت وبدداشتہ شد۔ ودرخیمہ ہائے رشد وسعادت فروکش کردہ شدند بعد از انکہ بر پرستش بتان سرنگون افتادہ بودند۔ و برائے اسلام دقیقہ ٔ

لـلإسـلام، حتـى بـلّـغوا دين الله إلٰى فـارس والـصيـن والـروم والشـام. ووصـلـوا إلـى كُـلِّ مـا بسـط الكفر جناحه، ووافوا كُلَّ ما شهر الشرك سلاحـه، ومـا ردّوا وجـوهـهـم عن مـواجهة الـرّدَى، ومـا تـأخّروا شبرًا وإن قُـطِّعـوا بـالـمـدىٰ. وكانوا عند الـحرب لمواضعهم ملازمون، وإلى الـمـوت لـلّٰـه حــافـدون. إنهم قوم مـا تـخـلّـفـوا فـي مواطن المبارات، وبـدروا ضاربين في الأرض إلى منتهى العمارات، وقد عُجم عود فراستهم، وبُـلـي عـصا سياستهم، فوُجِدوا في

اٹھا نہ رکھا یہاں تک کہ دین کو فارس اور چین اور روم اور شام تک پہنچا دیا اور جہاں جہاں کفر نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا اور شرک نے اپنی تلوار کھینچ رکھی تھی وہیں پہنچے۔ انہوں نے موت کے سامنے سے منہ نہ پھیرا اور ایک بالشت بھی پیچھے نہ ہٹے اگرچہ کاردوں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے وہ لوگ جنگ کے وقتوں میں اپنی قدم گاہوں پر استوار اور قائم رہتے تھے اور خدا کیلئے موت کی طرف دوڑتے تھے۔ وہ ایک قوم ہے جنہوں نے کبھی جنگ کے میدانوں سے تخلّف نہ کیا اور زمین کی انتہائی آبادی تک زمین پر قدم مارتے ہوئے پہنچے۔ اُن کی عقلیں آزمائی گئیں۔ اور ملک داری کی لیاقتیں جانچی گئیں۔ سو وہ ہر ایک امر میں

از کوششہائے خود فرو نگذاشتند تا آنکہ اسلام را در بلاد فارس و چین و روم و شام برسانیدند۔ و ہرجا کفر پر و بال گسترده و شرک تیغ آہیختہ بود برسیدند۔ در برابری مرگ ابداً پشت برنہ گردانیدند و یک بالشت ہم پس نگردیدند اگرچہ بہ کاردہا پارہ پارہ شدند۔ در ہنگام جنگ بر پاہا استوار می بودند و خدا را بسوئے مرگ میدویدند۔ مردمانیکہ ہرگز در میدانِ جنگ پشت ندادند و تا بہ پایان آبادانی زمین در راہ خدا پائے خاکی کردند۔ خرد وبینش شان در کورۂ امتحان انداختہ و دانش سیاست ملکی شان آزمودہ شد و لے از ہر باب

كـل أمر فائقين، وفي العلم والعمل
سـابـقين. وإن هذا إلّا معجزة خاتم ﴿۹﴾
الـنبيـين، وإنّــه عـلى حقيّة الإسلام
لـدليـل مبيـن. وإن كـنتم فـي شك ﴿۹﴾
فـأروني كمثلهم أحدا من أصحاب
مـوسـى أو مـن أنصار عيسى أو من
صـحبة رسل آخرين، وقد جاء تكم
أنبـاؤهـم، وسـمـعتم مـا قـال فيهم
أنبياءهـم، ومـا أرجفت ألسنهم وما
كـانوا كاذبين، فإنهم نطقوا بإنطاق
الروح وما تكلّموا كالمغضبين.

فائق نکلے اور علم اور عمل میں سبقت کرنے والے ثابت ہوئے۔ اور یہ معجزہ ہمارے رسول خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور حقیقتِ اسلام پر ایک صریح دلیل ہے۔ اور اگر تمہیں شک ہے تو مجھے اِن کی مانند حضرت موسیٰ کے اصحاب میں سے یا حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے یا کسی اور نبی کے صحابہ میں سے ایک انسان بھی دکھلاؤ اور اُن کی خبریں تم سن چکے ہو اور جو کچھ اُن کے بارے میں ان کے نبیوں نے کہا تمہیں معلوم ہے اور اُن نبیوں کی زبانوں پر خلاف واقعہ باتیں جاری نہیں ہوسکتی تھیں اور نہ وہ جھوٹے تھے۔ کیونکہ وہ روح القدس کے بلانے سے بولے تھے اور غضبناک انسانوں کی طرح اُن کا کلام نہ تھا۔

برتر بر آمدند و در گفتار و کردار از ہمگنان گام فرا پیش نہادند۔ بحقیقت این معجزۂ نبی ما (صلی اللہ علیہ وسلم) و دلیل روشن بر حقیّت اسلام است۔ و اگر باور ندارید مثل ایشان از اصحاب موسیٰ یا حواریانِ عیسیٰ یا از پیروان انبیائے دیگر یک تنے را بمن باز نمائید۔ خبر او شاں بشما رسیدہ و آنچہ انبیائے شان در بارۂ شان فرمودہ ازان آگاہ استید و آن انبیاء دروغ و خلاف واقعہ بیان نہ فرمودہ اند زیرا کہ او شان باشارۂ رُوح قدس زبان می جنبانیدند و چوں خشمگینان سخن نمے گفتند۔

ومن دلائل نبوته صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه جاء فی وقت الضرورة، وما رحل من هذه الدنیا إلّا بعد تکمیل أمر الملّة. وأما معجزاته الأخریٰ فواللّٰه إنها لا تُعَدّ ولا تُحصیٰ، والکتب من بعضها مملوة وهی متظاهرة، وإنها فی القوم مشهورة متواترة. ثم معجزاته صلی اللّٰہ علیه وسلم کما ظهرت فی أوّل الزمان. کذلک تظهر فی هذا الآوان، وهذا أمر ثابت لیست فیها ثلمة، ولا فی صحتها منقصة. وواللّٰه إن نبوّته لمن أجلی البدیهیات،

اور منجملہ دلائل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہ ہے کہ وہ عین ضرورت کے وقت میں آئے اور اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین کے امر کو کمال تک نہ پہنچا دیا۔ اور اگر دوسرے معجزات کا حال پوچھو تو بخدا کہ وہ اِس قدر ہیں کہ ہم گن نہیں سکتے اور اسلامی کتابیں اُن میں سے بہت سے معجزات سے بھری پڑی ہیں اور قوم میں مشہور اور متواتر ہیں۔ پھر یہ بھی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات جیسا کہ اوّل زمانہ میں ظاہر ہوئے تھے۔ ایسا ہی وہ اس زمانہ میں بھی ظاہر ہو رہے ہیں اور یہ امر ایک ایسا ثابت ہے جس میں کوئی رخنہ نہیں اور نہ اس کی صحت میں کچھ نقص ہے اور بخدا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اجلیٰ بدیہیات ہے۔

واز دلائل نبوت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) آنکہ در وقت ضرورت تشریف آورد واز دنیا رحلت نکرد تا امر دین را بکمال مطلوب نرسانید۔ ومعجزات دیگر کہ ازاں جناب نبوت انتساب بظہور آمدہ از حد شمار بیرون است۔ وبعضی ازانہا در کتب مذکور و در قوم مشہور است۔ بعلاوہ معجزات آنحضرت چنانکہ در زمانہ اول بظہور آمد۔ ہمچنان دراین زمانہ بظہور مے آید۔ وآنچہ گفتم راست و شک را دران مدخل نہ۔ بخدا نبوت آنحضرت از روشن ترین بدیہیات است و در

ولا يفارقها فی زمن أنوار الآيات ولا يُنكرها إلّا الذی رُبِّیَ فی شر جُحْرٍ، ونشأ فی أخبث نشاءٍ. وإنّه جاء بدين لو نزعنا عنه كل برهان، ونرى نفس تعليمه بعين إمعان، لنظرنا تلألأ الحق فی صورته الساذجة المنيرة، من غير احتياج إلى حُلل الحجج والأدلّة. ووالله ما منع الناس أن يقبلوا الإسلام إلّا داء دخيل من الكبر والتعصّب والأود والفساد، وغلبة البخل والحقد وحب القوم والعناد. وما بعّدهم

اور کسی زمانہ میں نشانوں کے نور اُس سے علیحدہ نہیں ہوتے اور ان سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا بجز اُس شخص کے کہ جس نے بدی کی گود میں پرورش پائی ہو اور نہایت خبیث کیفیت کے نشو ونما میں بڑھا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا دین لائے کہ اگر ہم تمام براہین اور دلائل اس سے الگ کر دیں اور اُس کی نفسِ تعلیم کو غور کی نظر سے دیکھیں تو اس کی سادہ اور روشن صورت میں سچائی کو چمکتے ہوئے دیکھیں گے بجز اس حاجت کے کہ دلائل اور براہین کا اس کو لباس پہناویں اور بخدا لوگوں کو اسلام کے قبول کرنے سے کسی چیز نے بجز اس کے منع نہیں کیا کہ ان کے اندر ایک چھپی ہوئی بیماری تکبر اور تعصب اور بخل اور قومی حب اور عناد کی تھی اور ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں اور خدا کی اُن

﴿۹﴾ ہیچ زمانے از نور نشانہا خالی نماندہ۔ و بر ایں امر انکار نتواند بیار و اِلّا کسے کہ در کنار بدی پروردہ و در ناپاکی شگرف بالیدگی یافتہ باشد۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) دینے آوردہ کہ صرف نظر از ہمہٗ دلائل و براہین اگر نگاہی در نفس تعلیمش میکنیم در چہرۂ سادہ و روشنش راستی را درخشان می بینیم و ہیچ حاجت نداریم روے دلآرام وی را از دلائل مشاطگی نمائیم۔ خدا آگاہ است کہ از قبول اسلام مردم را باز نداشتہ است الّا مرض تکبر و تعصب و عناد و حب قوم کہ در نہاد شان جا گرفتہ کہ آن را پنہان می کنند۔

من نعمه إلّا فرطات ضيّقت صدورهم، وملئت من الظلمات قبورهم، فما كانوا مبصرين. هذا ما أردنا شيئا من ذكر دلائل الإسلام، والآن نرجع إلى المرام فاسمعوا متوجهين.

أيّها الإخوان. أقص عليكم نبذا من قصّتى، وما كتب من فضل الله فى حصّتى، وأدخل فى دعوتى، فإنى أُمرت أن أُبلّغها إليكم يا معشر الطلباء، وأُؤدّيها كدَيْنٍ لازمٍ لا يسقط بدون الأداء. فاعلموا أنى امرؤ من بيت العزّة والرياسة،

نعمتوں سے وہ محض اس لئے دور ڈالے گئے کہ وہ حد سے زیادہ گناہوں کے مرتکب ہو چکے تھے جنہوں نے اُن کے سینوں کو تنگ کر دیا اور ان کی قبروں کو اندھیرے سے بھر دیا سو وہ دیکھنے سے محروم رہ گئے۔ یہ تھوڑے سے دلائلِ اسلام کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اے بھائیو! میں اپنا کچھ قصہ آپ کے پاس بیان کرتا ہوں اور وہ جو خدا تعالیٰ کے فضل میں سے میرے حصے میں لکھا گیا اور میری دعوت میں داخل کیا گیا کسی قدر اس کو لکھتا ہوں کیونکہ میں حکم دیا گیا ہوں کہ وہ دعوت تم تک پہنچاؤں اور قرض کی طرح اُس کو ادا کروں۔ سو واضح ہو کہ میں خاندان عزت اور ریاست سے ایک آدمی ہوں۔

خدا از نعمت ہائے خود شان دور انداخت بہ سبب اینکہ در سیاہ کاری و ناہنجاری پا از پایان برون گذاشتند از ینجا است کہ سینہ ہا شان تنگ و گور ہا پُر از دود و تاریکی گردید لا جرم از بینائی محروم ماندند۔ ایں نبذے از دلائل اسلام است اکنون باصل مطلب مے گرائیم۔

برادراں! اکنون مے خواہم پارہ از احوال خود شرح بدہم وشمۂ ازان را در معرض بیان بیاورم کہ از فضل خدا بر من ارزانی شدہ و در دعوت من داخل است۔ چہ من ماموروم بایں کہ آں دعوت را در پیش شما رسانم و چون دام ادا سازم۔ پوشیدہ نماند کہ من از دودمان عزت و امارت می باشم۔

وکانت آبائی من أولی الأمر والسیاسة، وأُخبرتُ أنهم نزلوا بهذه الدیار دیار الهند من سمرقند، وقلّدهم ملک الوقت الحکومة والإمرة وأعطی لهم الفوج والفرند. فاتفق حین غلبت الخالصة فی هذه البلاد، وعتوا عتوًّا شدیدا وأفرطوا فی الفساد، أن غصبوا مُلکنا ومِلکنا وصفّدونا کالعباد، وأُخرجنا من دار ریاستنا بظلم منهم والعناد. وکانت تلک أیام البرد، وأوان شدّة الصرد، فخرج آباؤنا لیلًا من البرد مقفقفین، ومن

اور میرے بزرگ امیر اور صاحب ملک تھے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ وہ سمرقند سے اس ملک میں آئے تھے اور وقت کے بادشاہ نے اُن کو حکومت اور امارت کی خدمت سپرد کی تھی اور فوج اور تلوار ان کو دی گئی تھی۔ پس جبکہ اس ملک پر سکھوں کا زور اور تسلط ہوا اور فساد انگیزی میں انہوں نے حد سے تجاوز کیا تو اُس وقت یہ اتفاق ہوا کہ سکھوں نے ہمارا ملک اور تمام املاک چھین لیں اور ہمیں قید کر دیا۔ پھر ہم محض اُن کے ظلم کی وجہ سے اپنے دار الریاست سے نکالے گئے اور وہ دن سردی کے دن تھے اور سخت سردی پڑتی تھی۔ پس ہمارے بزرگ رات کے وقت سردی سے کانپتے ہوئے اپنے دارالریاست سے نکلے اور

و پدرانم دارائی ریاست وتمول بودند واز قرار آنچہ بمن رسیدہ از سمرقند دریں بلاد آمدند۔ و بادشاہِ وقت زمام حکومت و امارت در دست شان سپرد۔ و با سپاہ و تیغ ممتاز شدند۔ خلاصہ ہرگاہ گروہِ سکھان برایں اطراف دست یافتند و در شر و شور و بدکاری و ناہنجاری سر بالا کشیدند مُلک و مِلک ماراہم از زیر تصرف ما کشید ند۔ پدرانِ مارا اسیر کردند و از بے داد وجور انہارا از دار ریاست اخراج دادند۔ آں ایام ایام سرمائے سخت بود۔ بزرگانِ ما از شدۂ سردی چوں بید لرزاں و دندان برہم زنان از جائے مالوف بروں شدند و از

الھمّ کمحقوقفین. وألقوا عصا تسیارھم بدار ریاسةٍ غمرتھم بنوال من غیر سؤال، ورحمت إذا رأت آثار خصاصة ولو بقُصاصة. ثم إذا جاء عھد الدولة البرطانیة ومضٰی وقت الغارات الشیطانیة، فأمنّا بھا ونُجّینا من الفتن الخالصة. و یمّ آباؤنا تربة وطنھم مع رفقة من المھاجرین، شاکرین للّٰہ ربّ العالمین، ورُدّ إلینا بعض أموالنا وقُرانا، والبخت الفارُّ أتانا. وحفّت

مارے غم کے ایسے تھے جیسا کہ کوئی گھٹنوں پر گرا جاتا ہے۔ تب انہوں نے ایک اور ریاست میں ایک عارضی رہائش اختیار کی اور اس ریاست نے کسی قدر نیک سلوک اُن کے ساتھ کیا اور بغیر کسی سوال کے اُن کی ہمدردی کی اور اُن کی تنگدستی کے کچھ نشان دیکھ کر اُن پر رحم کیا اگرچہ اُن کا سلوک بہت کم اور ایک ناکافی سلوک تھا۔ پھر جب زمانہ دولت برطانیہ کا آیا اور شیطانی غارتوں کا وقت گذر گیا تو ہم اُس سلطنت کے ذریعہ سے امن میں آگئے اور ہمارے بزرگوں نے پھر اپنے وطن کی طرف مع رفیقان سفر کے مراجعت کی اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے تھے اور بعض دیہات ہمارے اور بعض مال ہمارے ہمیں واپس دیئے گئے اور ہمارا بخت برگردیدہ پھر ہماری طرف آیا اور دو خوشیاں ﴿۱۰﴾

غم و اندوہ چوں شخصے بودند کہ نزدیک است بزانو بر زمین افتد۔ آخر برائے چندے در ریاستے دیگر رختِ اقامت بیانداختند۔ صاحب ریاست باوشاں بانیکی پیش آمد و بے مسئلت برراہ ہمدردی رفتار کرد ونشانِ تنگی وخواری بر پیشانی انہا خواندہ۔ برحال زارشاں ترحم آورد اگرچہ ہم سلوک ورفتارش فرا خورحال وشانِ شاں نبود۔ وباز چون عہد میمنت مہد سلطنت برطانیہ سایۂ ہمایہ گستر دوروزگار تاخت وتاراج غولانِ ناہنجار سپری شد ایں دولۂ علیہ باعث برامن وآرام شدہ پدران ما بارفیقان عودت بہ قرارگاہ خویش فرمودند ولب بہ سپاس ایزدی کشودند۔ بعضی از قریہ ہا و املاک بما باز پس گردید و

بنا فرحتان كزهر البساتين: فرحة
الأمن وفرحة الحُرّيّة فى الدين.
وما كان لى حظ من رياسة آبائى
العبقريين، فصرتُ بعد موت أبى
كالمحرومين. وقد أتٰى علىَّ حين
من الدهر لم أكن شيئا مذكورًا،
وكنت أعيش خفيًّا ومستورًا، لا
يعرفنى أحد إلّا قليل من أهل القرية،
أو نفر من القُرى القريبة.فكنت إن
قدمت من سفر فما سألنى أحد من
أين أقبلت، وإن نزلت بمكان فما ﴿۱۰﴾
سأل سائل بأىّ مكان حللت.
وكنت أحب هذا الخمول وهذا
الحال، وأجتنب الشهرة والعزّة

باغوں کے پھولوں کی طرح ہمارے وجود میں
پھوٹ نکلیں۔ایک امن کی خوشی اور دوسری دینی
آزادی کی خوشی۔ اور مجھے اپنے معظم اور مکرم
بزرگوں کی ریاست سے کچھ حصہ نہیں ملا اور میں
اپنے باپ کی موت کے بعد محروموں کی طرح ہو
گیا اور میرے پر ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ بجز
چند گاؤں کے لوگوں کے اور کوئی مجھ کو نہیں جانتا
تھا یا کچھ اردگرد کے دیہات کے لوگ تھے کہ
روشناس تھے اور میری یہ حالت تھی کہ اگر میں کبھی
سفر سے اپنے گاؤں میں آتا تو کوئی مجھے نہ پوچھتا
کہ تو کہاں سے آیا اور اگر میں کسی مکان
میں اُترتا تو کوئی سوال نہ کرتا کہ تُو کہاں اُترا
ہے اور میں اس گمنامی اور اس حال کو بہت
اچھا جانتا تھا اور شہرت اور عزت اور اقبال سے

آب رفتہ در جوئے ما باز آمد و دو تا شادی و خورمی چوں شگفتن غنچہ ہا از نہاد ما سر برزد۔ یکے خورمئی امنِ جان و دیگرے آزادی دین و ایمان۔ من از امارت بزرگان خود بہرۂ نیافتم و بعد از مرگِ پدر چوں محروماں گردیدم۔ و روزگارے بر سر من گزشتہ کہ غیر از تنے چند از اہالئ دِہ یا متعددے از نواح مرانہ می شناخت۔ و ہرگاہ چنانچہ از سفر باز آمدن اتفاق مے افتاد کسے از اہل دِہ نمی پُرسید از کجا می آئی۔ و اگر جائے فرو می کشیدم کسے لب نمی کشود کجا فرود آمدی۔ اما من ایں گمنامی و کس مپرسی را از جان دوست داشتم و نہاد من بہ طورے افتادہ بود کہ پوشیدگی و بریدن از مردم را

والإقبال، وكانت جبلّتي خُلقت على حبّ الاستتار، وكنت مَزُورًا عن الزوّار، حتى يئس أبي مني وحسبني كالطارق الممتار. وقال رجل ضري بالخلوة وليس مخالط الناس رحب الدار. فكان يلومني عليه كمؤدّب مغضب مرهف الشفار، وكان يوصيني لدنياي سِرًّا وجهرًا وفي الليل والنهار، وكان يجذبني إلى زخارفها وقلبي يُجذب إلى الله القهّار. وكذالك تلقّاني أخي وكان يُضاهي أبي في هذه الأطوار، فتوفّهما الله

پرہیز کرتا تھا اور میری طبیعت کچھ ایسی واقع تھی کہ میں پوشیدہ رہنے کو بہت چاہتا تھا اور میں ملنے والوں سے تنگ آجاتا تھا اور کوفتہ خاطر ہوتا تھا یہاں تک کہ میرا باپ مجھ سے نومید ہو گیا اور سمجھا کہ یہ ہم میں ایک شب باش مہمان کی طرح ہے جو صرف روٹی کھانے کا شریک ہوتا ہے اور گمان کیا کہ یہ شخص خلوت کا عادی ہے اور لوگوں سے وسیع گھر کے ساتھ میل جول رکھنے والا نہیں۔ سو وہ ہمیشہ مجھے اس عادت پر غضب سے اور تیز کاردوں سے ملامت کرتا اور مجھے دن رات اور ظاہر اور در پردہ دنیا کی ترقی کے لئے نصیحت کیا کرتا تھا اور دنیا کی آرائشوں کی طرف رغبت دیتا تھا اور میرا دل خدا کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اور ایسا ہی میرا بھائی مجھے پیش آیا اور وہ ان باتوں میں میرے باپ سے مشابہ تھا۔ پس خدا نے اِن دونوں کو

از بس خواہان بودم۔ واز بینندہ ہا خیلے ملالت می کشیدم تا آنکہ پدرم از من نومید شد و مرا از طفیلیان مفت خوری پنداشت و دید کہ ایں کس خوگرفتۂ تنہائی است و با مردم خانہ آمیز گاری ندارد۔ ناچار براین وتیرہ مراچوں آموزگار خشم ناک نکوہش می فرمود و کاردزبان را برمن تیزمے کرد۔ وروز وشب و ﴿۱۰﴾
نہان وآشکار برائے حصول دنیا پند واندرزمی داد۔ وبسوئے آرائش و پیرائش دنیا مرا بزور مے کشید۔ ولے دلِ من بہ کشش تمام میل بسوئے خدائے یگانہ مے آورد۔ وہمچنیں برادر بزرگ بامن رفتاری نمود۔ داد درایں شیوہ ہا برپئے پدر قدم مے زد۔ آخر خدا ہر دو را در جوار رحمت خود جائے بداد

ولـم يتـرک كـالـميخار. وقال كـذالک لئلّا يبقى منازع فيک ولا يضـرّک إلحاح الأغيار. ثم اقتادنى إلـى بيت العزّة والاختيار، وما كان لـى عـلـم بـأنـه يـجـعلنى المسيح الـموعـود، ويتم فـى نفسى العهود، وكـنـت أُحـبّ أن أُتـرَکَ فـى زاوية الـخـمـول، وكـانـت لـذّتى كلها فى الاختفـاء والأفـول، لا أبـغـى شهرة الـدنيا والدين. ولم أزل أنصّ عنسى إلى مكاتمة كالفانين. فغلب علىَّ أمر الـلّٰه العلّام، ورفع مكانتى وأمرنى أن

وفات دی اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھا اور اُس نے مجھے کہا کہ ایسا ہی کرنا چاہیے تھا تا تجھ میں خصومت کرنے والے باقی نہ رہیں اور ان کا الحاح تجھ کو ضرر نہ کرے۔ پھر میرے رب نے مجھے عزت اور برگزیدگی کے گھر کی طرف کھینچا اور مجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ مجھے مسیح موعود بنا دے گا اور اپنے عہد مجھ میں پورے کرے گا اور میں اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ گمنامی کے گوشہ میں چھوڑا جاؤں اور میری تمام لذت پوشیدہ اور گم رہنے میں تھی میں دنیا اور دین کی شہرت کو نہیں چاہتا تھا اور میں ہمیشہ اپنی کوشش کی اونٹنی اسی طرف چلاتا گیا کہ میں فانیوں کی طرح پوشیدہ رہوں پس خدا کے حکم نے میرے پر غلبہ کیا اور میرے مرتبہ کو بلند کیا اور مجھے دعوتِ مخلوق

وتا دیر باز زندہ شان نگذاشت۔ وفرمود ہمچنین می باید تا با تو نزاع کنندۂ نماند وخصومت شاں ترا آزارے نرساند۔ باز خدا مرا بسوئے خانہ عزت و برگزیدگی بکشید و من ہرگز گمان نداشتم کہ مرا مسیح موعود بگرداند وعہد خود را در نفس من بانجام برساند۔ و من کُنج گمنامی و تنہائی را بسیار دوست میداشتم۔ و ازیں تنہائی و پنہانی لذتے می یافتم۔ شہرت دین و دنیا را ہرگز خواستاری نمیکردم و ہر چہ می توانستم خود را چون فانیان پوشیدہ از مردم می داشتم۔ پس امرِ خدا بر من غالب آمد و مرتبۂ مرا بلند کرد و فرمود تا برائے دعوتِ خلق برخیزم و

اقـوم لدعوة الأنام، وفعل ما شاء وهو أحـكـم الـحاكمين. والله يعلم ما فى قلبى ولا يعلم أحد من العالمين. ؎

حِــبٌّ لَـنَـا فَـبِـحُـبِّـهِ نَـتَـحَـبَّـبُ
وَعَـنِ الْمَنَازِلِ والْمَـرَاتِبِ نَرْغَبُ
إِنِّى أَرَى الدُّنْـيَـا وَبَـلْـدَةَ أَهْـلِـهَـا
جَدَبَتْ وَأَرْضُ وِدَادِنَا لاَ تَجْدَبُ
يَـتَـمَـايَـلُـونَ عَلَى الـنَّـعِـيـمِ وَإِنَّـنَا
مِـلْـنَـا إِلَى وَجْــهٍ يَسُــرُّ وَيُطْرِبُ
إِنَّــا تَـعَـلَّـقْـنَـا بِـنُـورِ حَـبِـيـبِـنَـا
حَتَّى اسْتَنَارَ لَنَا الَّـذِى لاَ يَحْشَبُ
إِنَّ الْـعِـدَا صَـارُوا خَنَازِيرَ الْـفَـلَا
وَنِـسَـاءُ هُـمْ مِـنْ دُونِهِنَّ الْأَكْلُبُ

کے لئے حکم کیا اور جو چاہا کیا اور وہ احکم الحاکمین ہے۔ ؎

ہمارا ایک دوست ہے اور ہم اُس کی محبت سے پُر ہیں ۔ اور مراتب اور منازل سے ہمیں بے رغبتی اور نفرت ہے ۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا اور اُس کے طالبوں کی زمین قحط زدہ ہو گئی یعنی جلدی تباہ ہو جائے گی اور ہماری محبت کی زمین کبھی قحط زدہ نہیں ہو گی ۔ لوگ دنیا کی نعمت پر جھکتے ہیں مگر ہم اُس مُنہ کی طرف جھک گئے ہیں جو خوشی پہنچانے والا اور طرب انگیز ہے۔ ہم اپنے پیارے کے دامن سے آویختہ ہیں ایسے کہ جو صاف اور شفاف نہیں ہوسکتا وہ بھی ہمارے لئے منور ہو گیا۔ دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور اُن کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔

آنچہ راخواست کرد کہ او احکم الحاکمین است ۔ وخدا می داند آنچہ در دل من است وغیر او ازاں آگاہ نہ۔
ترجمہ اشعار۔ مارا محبوبے است کہ از حب او پر می باشیم ۔ واز مراتب ومناصب بکلی فراغ داریم۔
می بینیم دنیا وزمین طالبانش را قحط برآں چیرہ شدہ و لے زمین دوستی ما ہموارہ سرسبز خواہد بود۔
مردم برنعمت ہائے دنیا سر فرود آوردہ اند ولیکن ما میل سوئے روئے آوردہ ایم کہ شادی وخورمی بخشد ۔
ما دست بداماں دوست خود زدہ ایم از ہمیں سبب است کہ آنچہ صاف بودنش دشوار بود جہت ما صاف وروشن گردیدہ است ۔
دشمنان ما خنزیر ہائے بیابان شدہ اند و زنان آنہا سگ مادہ ہا را در پس انداختہ اند☆

☆ ایڈیشن اول میں سہواً پانچویں شعر کا فارسی ترجمہ آخر میں دیا گیا ہے۔ روحانی خزائن میں اسے درست کر دیا گیا ہے۔ (ناشر)

سَبُّوا وَمَا أَدْرِی لاَیِّ جَرِیمَۃٍ
سَبُّوا أَنَعْصِی الْحِبَّ أَوْ نَتَجَنَّبُ
اَقْسَمْتُ أَنِّی لَنْ أُفَارِقَہٗ وَلَوْ
مَزَّقَتْ أُسُودٌ جُثَّتِی أَوْ أَذْءُبُ
ذَھَبَتْ رِیَاسَاتُ الْاُنَاسِ بِمَوْتِھِمْ
وَلَنَا رِیَاسَۃُ خُلَّۃٍ لَا تَذْھَبُ

وکذالک کنت قد انقطعت من الناس، وعکفت علی اللّٰہ فارغًا من الصلح والعماس، وکنت أعلم وأنا حدَثٌ أن اللّٰہ ما خلقنی إلّا لأمر عظیم، وکانت قریحتی تبغی الارتقاء وقرب ربٍّ کریم. وکان تبر جوھری یبرق فی عرق الثری، من غیر أن یستثار

انہوں نے گالیاں دیں اور میں نہیں جانتا کیوں دیں کیا ہم اُس دوست کی مخالفت کریں یا اُس سے کنارہ کریں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس سے علیحدہ نہیں ہوں گا اگرچہ شیر یا بھیڑیا مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ لوگوں کی ریاستیں ان کے مرنے کے ساتھ جاتی رہیں اور ہمارے لئے دوستی کی وہ ریاست ہے جو قابل زوال نہیں۔

اور اسی طرح میں لوگوں سے منقطع ہو چکا تھا۔ اور دنیوی صلح اور جنگ سے فارغ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف جھک گیا تھا اور میں ابھی نوجوان تھا کہ اس بات کو جانتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک امرِ عظیم کیلئے پیدا کیا ہے اور میری طبیعت ترقی اور قرب ربّ العالمین کو چاہتی تھی۔ اور میری طبیعت کا سونا خاک کی جڑ میں چمک رہا تھا بغیر اس کے کہ وہ کھود کر نکالا جائے

دشنام دادند حیرانم کہ جرم من چیست آیا خلاف آں دوست بکنیم یا از وے رو بگردانیم۔
سوگند خوردہ ام نہ ہرگز از وے جدا نخواہم شد اگرچہ شیر و گرگ مرا پارہ پارہ بکنند۔
ریاست مردم بعد از مرگ فنا می پزیرد و لے ریاست دوستی مارا ابداً زوال نیست۔

ہمچنین از مردم بریدہ و از آشتی و استیز کنار جستہ ہمگی رو بخدا آوردہ بودم۔ و ہنوز جوان بودم کہ مے فہمیدم خدا مرا برائے کارے بزرگ خلق فرمودہ است۔ نہاد من نزدیکی پروردگار جہان و ترقی را آرزو داشت و زر جوہر من در تہہ خاک مے درخشید بغیر آنکہ کندیدہ و بروں دادہ شود۔ و

بـالـنبـش ويُبـدَى، وكان أبى متلاحق الأفـكـار فـى أمرى، ودائم الفكر من سيـرة هـونـى وعـدم شـمرى، وكان يسعـى لـنـرقـى علـى ذروة شـاهق الإقبـال، ونـصـل الـدولة كـآبـاء نـا الأمراء والأجيال. فالحاصل أن قصد أبـى كـان أن نـصل فـى الدنيـا إلـى مراتب عظمى، وكان الله أرادلى مرتبة أخـرى، فـمـا ظهـر إلَّا مـا أراد ربّـىَ الأعلٰى. فوهب لى نورا فى ليلة داجية الـظُـلَـم، فـاحمته اللمم، وأضاء قلبى لإضـاءة الـقـوم والأمـم. ومـنَّ علـىَّ وجـعـلـنـى الـمسيـح الـمـوعـود،

اور ظاہر کیا جائے۔ اور میرا باپ میرے معاملہ میں ہمیشہ غمگین رہتا تھا اور میری آہستگی کی خصلت اور دنیا کے کاموں میں شوخ اور چالاک نہ ہونا اس کو فکر اور غم میں رکھتا اور وہ اس کوشش میں تھا کہ تا ہم اقبال کے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائیں اور اپنے بزرگوں کی طرح دولت اور امیری کو پالیں۔ حاصل کلام یہ کہ میرے باپ کا ارادہ تھا کہ ہم دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاویں لیکن خدا نے میرے لئے ایک اور رتبہ کا ارادہ کر رکھا تھا۔ پس جو خدا نے چاہا وہی ہوا۔ اور اُس نے مجھے سخت سیاہ رات میں جس کے سیاہ اور لمبے بال تھے نور عطا فرمایا اور میرے دل کو امتوں اور قوموں کے روشن کرنے کیلئے روشن کیا اور میرے پر احسان کیا اور مجھے مسیح موعود بنایا

پدر من ہموارہ از بابت من اندوہگین می بود و خوار داشتن من دنیا را و چست نبودن من در کار آں دائما او را در اندیشہ داشت۔ و کوشش آں میکرد کہ ما بر قُلّہ کوہِ اقبال و جاہ بالا رویم۔ و بر روش بزرگان و پدرانِ خویش دولت و مکنت را در دست آریم۔ خلاصہ پدرم از بس میخواست کہ دریں دنیا بر مرتبہ ہائے بزرگ برسیم و لیکن خدا برائے من مرتبہٴ دیگر ارادہ کردہ بود۔ بالآخر ہمان شد کہ پروردگار من خواستہ بود۔ پس او مرا در شب تار سیاہ کہ روش زغال و زاغ بود روشنی بخشید۔ و مرا نوری در دست داد کہ قوم ہا را روشن سازم و از کمال منت بر حسب وعدہٴ قدیم مرا مسیح موعود بگردانید

كـمـا قـدّم فـی هذا الأمر العهود. ثم أيّـدنِـی بتـأييدات، وأظهـر صدقـی بـآيـات، وجـعـل من شهداء أمـری كسوف الشـمـس والـقـمر، ليبرق مـحجة الدعوى ولا يكون كأراجيف السـمـر. ولـمّـا أَخبرتُ عـمّا أُمِرتُ صَعُبَ ذالک علی العلماء، وكفروا وكـذّبوا وكادوا يقتلوننی لولا خوف الحكّام ومخافة سوء الجزاء. وكانوا يـحتـجّـون بـأنّ الـمسيـح ينـزل من السـمـاء، كما جاء فی الكتب واتفق عـليـه الأكـابـر من الفضلاء، وكانوا عـلـيـه مـصـرّيـن. وأسـمعـنـاهم فـمـا سـمـعـوا، وفهّـمـنـاهم فـمـا فهموا،

جیسا کہ قدیم سے اُس کا وعدہ تھا۔ پھر طرح طرح کی مددوں کے ساتھ میری تائید کی اور اپنے نشان دکھلائے اور میرے لئے آسمان پر کسوف خسوف ظاہر کیا تا کہ دعوے کی راہ چمکے اور کہانیوں کی راہوں کی طرح نہ ہو۔ اور جب میں نے اپنے مسیح موعود ہونے کی لوگوں کو خبر کی تو یہ بات اس ملک کے لوگوں پر بہت شاق گذری اور مجھے انہوں نے کافر ٹھہرایا اور میری تکذیب کی اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کرتے اگر حکام کا خوف نہ ہوتا اور وہ یہ حجت پیش کرتے تھے کہ مسیح آسمان سے اترے گا جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے اور اس پر اکابر فضلاء کا اتفاق ہے اور وہ اسی پر اصرار کرتے تھے اور ہم نے اُن کو سُنایا مگر انہوں نے نہ سنا اور ہم نے سمجھایا مگر انہوں نے نہ سمجھا

باز بگونا گون تائیدہا دست مرا بگرفت ونشانہا از برائے راستیٔ من پدیدار کرد۔ و آفتاب و ماہتاب را برائے من بالائے آسمان لباس سیاہ در بر کرد تا طریق دعویٰ من آشکار و روشن گردد و آں دعویٰ مجرد افسانہ وارے نباشد۔ و ہرگاہ ماموریت خود را بر مردم عرض دادم بر مولویان این دیار خیلے گران آمد۔ کمر بر تکفیر و تکذیب من چست بستند و نزدیک بود بر من میر یختند اگر ہراس حاکمان وقت وبیم پاداش نبود۔ و مایۂ حجت انہا غیر آں نہ کہ مسیح باید کہ از آسمان فرود آید بموجب آنچہ در کتب مذکور و درمیانۂ فضلاء مشہور است۔ و برایں عقیدہ اصرار ورزیدند۔ ہرچہ ممکن بود شنوانیدیم ولے نشنیدند و فہمانیدیم ولے نہ فہمیدند۔

فأردنا أن نبلّغ هذه الدعوة إلى أقوام آخرين، ونجعلهم شهداء على قوم أوّلين، ونتم الحجة مرة ثانية على المنكرين. والله هو المستعان وهو نعم المولٰى ونعم المعين.

پس ہم نے ارادہ کیا کہ اس دعوت کو دوسری قوموں تک پہنچاویں اور اُن کو پہلوں پر گواہ بناویں اور منکروں پر دوبارہ حجت قائم کر دیں اور خدا سے ہم مدد چاہتے ہیں اور وہی بہتر آقا اور وہی بہتر مددگار ہے۔

لہٰذا خواستیم این مائدہ الٰہی را در پیش قوم دیگر بگستریم و آں پسینیان را بر پیشینیان گواہ بسازیم و یک بار دیگر بر منکران اتمام حجت بکنیم۔ و در ہر کار یاری از خدا میخواہیم کہ او یار خوب و یاوری شگرفے است۔

﴿۱۱﴾

یا أرضُ اسمعی ما أقول
ویا سماء اشہدی

ھذا مکتوب إلی خواص الناس ونخب الأقوام، من عبد اللّٰہ أحمد☆ الذی نُصِّلَ لہ أسہم الملام، وأرجو أن لا یُعجَلَ بذمّ، ولا یُنبَذ عودی قبل عجم، بل یُسمع قولی بالوقار والتُؤدۃ، ثم یُتبع ما یُلقی اللّٰہ فی الأفئدۃ. وأدعو اللّٰہ أن یُلھم القلوب ما ھو أصوب وأولٰی، وھو نعم الھادی ونعم المولٰی.

﴿۱۱﴾

اے زمین سن جو میں کہتا ہوں
اور اے آسمان گواہ رہ

یہ ایک خط ہے جو خواص لوگوں اور قوموں کے برگزیدوں کی طرف لکھا گیا ہے اور یہ خدا کے بندے احمد کی طرف سے ہے جس کے لئے ملامت کے تیروں پر پیکان رکھے گئے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ بُرا کہنے کے لئے جلدی نہ کی جائے۔ اور میری لکڑی آزمانے سے پہلے پھینک نہ دی جائے بلکہ میری بات کو آہستگی سے سنا جائے پھر اس بات کی پیروی کی جائے کہ جو خدا تعالیٰ دلوں میں ڈالے۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ وہ امر دلوں میں ڈالے جو نہایت سیدھا اور بہتر ہے اور وہی اچھا ہادی اور اچھا آقا ہے۔

﴿۱۱﴾

زمین بشنو آنچہ می گویم
وآسمان گواہ باش

این نامہ ایست کہ بسوئے مردم چیدہ وکلانان ملتہا نوشتہ شدہ از قبل بندۂ خدا احمد آنکہ از برائے او بر تیرہا پیکان نکوہش در پیوستہ اند۔ امید دارم کہ در نکوہیدن شتاب کاری روا نداشتہ و پیش از آزمودن سرگی و ناسرگی نقد مرا از دست انداختہ نشود۔ بلکہ مناسب است گفتار مرا باہستگی و آرامی گوش کردہ باز پیروی آنچہ خدا در دل بریزد نمودہ شود۔ از خدا میخواہم دلہا را رہنمونی بفرماید بآنچہ راست و بہتر است۔

☆ انا أشھیر باسم میرزا غلام احمد بن میرزا غلام مرتضیٰ القادیانی و القادیان قریۃ مشھورۃ من ملک الھند من فنجاب قریب من لاھور فی ضلع گورداسپور وھٰذہ علامۃ تکفی لمن ارادان یکتب الیّ مکتوبًا. منہ

أيها الإخوان .إنی أُلهمت من حضرة العزّة، وأُعطيت عِلْمًا من علوم الولاية، ثم بُعِثتُ على رأس المائة، لأجدّد دين هذه الأمّة، ولأقضی كحَكَمٍ فيما اختلف فيه من العقائد المتفرقة، ولأكسر الصليب بآيات السماء، وأُبَدّل الأرض بقوة حضرة الكبرياء. واللّٰهُ سمّانی المسيح الموعود والمهدی الموعود بإلهام صريح، ووحی بيّن صحيح، وما كنت من المخادعين. وما كنت أن افوه بزور، وأدلّی بغرور، وتعلمون عواقب الكاذبين، بل هو كلام من ربّ العالمين.

اے بھائیو ! میں اللہ جلّ شانہٗ سے الہام دیا گیا ہوں اور علوم ولایت میں سے مجھے علم عطا ہوا ہے پھر میں صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا تا اس امت کے دین کی تجدید کروں اور ایک حَکَم بن کر اُن کے اختلافات کو درمیان سے اٹھاؤں اور صلیب کو آسمانی نشانوں کے ساتھ توڑوں اور قوتِ الٰہی سے زمین میں تبدیلی پیدا کروں اور اللہ تعالیٰ نے الہام صریح اور وحی صحیح سے مجھے مسیح موعود اور مہدی موعود کے نام سے پکارا اور میں فریبیوں میں سے نہیں اور نہ میں ایسا ہوں کہ میری زبان پر جھوٹ جاری ہوتا اور میں لوگوں کو بدی میں ڈالتا اور جھوٹوں کے انجام کو آپ لوگ جانتے ہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے۔

برادران من! از حضرت عزت ملہم استم و مرا از علوم ولایت بہرۂ وافی بخشیدہ بر سر صد برانگیختہ اند کہ دین این ملت را تجدید کنم و بطور حَکَم نصفت کیش ہمۂ اختلافات را از میانہ بردارم۔ و با نشانہائے آسمانی صلیب را بشکنم و بہ قوۂ الٰہیہ زمین را برگردانم۔ و خدا مرا بنام مسیح موعود یاد فرمودست بالہام صریح و وحی صحیح و من از فریب دہندگان نبودہ ام و ہرگز دروغ بر زبان من نرفتہ۔ و چنان نیم کہ مردم را براہ کج رہنمونی بکنم و شما انجام دروغ زنان را نیکو می دانید۔ بل این الہام از طرف پروردگار جہان است۔ و مع این ہمہ

ومع ذالک کنتُ حرَّجتُ علی نفسی أن لا أتبع إلهامًا أو کرر من اللّٰہ إعلاما ویوافق القرآن والحدیث مرامًا، وینطبق انطباقا تمامًا. ثم کان شرط منی لهذا الإیعاز أن لاأقبله من غیر أن أنظر إلى الاحیاز، ومن غیر أن أشاهد بدائع الإعجاز. فواللّٰہ رأیت فی إلهامی جمیع هذه الأشراط، ووجدته حدیقة الحق لا کالحماط. ثم کان هذا بعد ما استطارت صدوع کبدی من الحنین إلى ربّی وصمدی، ومُتُّ میتة العشّاق، وأُحرِقتُ بأنواع الإحراق، وصُدمت بالأهوال،

اور باوجود اس کے میں نے اپنے نفس پر یہ تنگی کر رکھی تھی کہ میں کسی الہام کی پیروی نہ کروں مگر بعد اس کے کہ بار بار خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا اعلام ہو اور قرآن اور حدیث سے بکلی موافق ہو اور پوری پوری مطابقت ہو۔ پھر اس کارروائی کیلئے ایک یہ شرط بھی میری طرف سے تھی کہ میں الہام کے بارے میں اس کے کناروں تک نظر ڈالوں اور بغیر مشاہدہ خوارق کے قبول نہ کروں۔ پس بخدا کہ میں نے اپنے الہام میں ان تمام شرطوں کو پایا اور میں نے اس کو سچائی کا باغ دیکھا نہ اس خشک گھاس کی طرح جس میں سانپ ہو۔ پھر یہ الہام اس وقت مجھے ملا جبکہ میرے جگر کے ٹکڑے خدا تعالیٰ کے شوق میں اڑے اور عشاق الٰہی کی موت میرے پر آئی اور کئی قسم کے جلانے سے میں جلایا گیا اور کئی قسم کے خوفوں سے میں کوٹا گیا

نفس خود را تنگ گرفتہ و پابند آن بودم کہ درپے ہیچ الہامے نروم تا آنکہ مکرراً از جانب خدا عزّ اسمہٗ آگاہی دادہ شوم و باوجود آن با قرآن و حدیث موافقت کلی ومطابقت تامہ داشتہ باشد۔ وبعلاوہ برخود لازم کردہ بودم کہ نگاہے دقیقے در ہمہٴ اطراف الہام بیندازم وزنہار آنرا قبول نکنم تا آنکہ خوارق عجیبہ واعجاز کامل ہمراہ آن نیابم۔ اکنوں سوگند بخدائے بزرگ یاد مے کنم مے گویم کہ این شرائط را بتمامہا در الہام خود موجود می بینم وآنرا باغے سرسبز وآراستہ می بینم نہ چوں آں گیاہے کہ ماردر زیر آن پنہاں باشد۔ وقطع نظر ازین ہمہ این الہام وقتے نصیب من شد کہ از شوقِ الٰہی جگر من پارہ پارہ شد و موت عشاق برمن واردآمد و از گونا گون آتشہا بسوختم۔ و از اقسام خوفہا کوفتہ گردیدم و

وصُرم قلبي من الأهل والعيال، حتى تمّ فعل الله وشرح صدري، وأودع أنوار بدري. ففزت منه بسهمين: نور الإلهام ونور العينين. وهذا فضل الله لا رادّ لفضله، وإنه ذو فضل مستبين.

وقد ذكرت أن إلهاماتي مملوة من أنباء الغيب، والغيب البحت قد خُصّ بذات الله من غير الشك والريب، ولا يمكن أن يُظهر الله على غيبه رجلا فاسد الرويّة، وخاطِبَ الدنيا الدّنيّة. أيُحب اللّٰهُ امرءًا بسط مكيدةً شباك الردا، و

اوراہل وعیال سے میرا دل کاٹا گیا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا فعل پورا ہو گیا اور میرا راستہ کھولا گیا اور میرے چاند کا نور مجھ میں بھرا گیا۔ پس اس سے مجھے دو حصے ملے۔ الہام کا نور اور عقل کا نور۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور کوئی اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔

پھر میرے الہام غیب کی پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور غیب اللہ جلّ شانہٗ کی ذات سے خاص ہے اور ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر اس شخص کو پورا غلبہ بخشے جو فاسد الخیال اور دنیا کا چاہنے والا ہے۔ کیا خدا ایسے آدمی کو دوست پکڑ سکتا ہے جس نے ہلاکت کی دام محض فریب کی راہ سے بچھائی

از ہمہ عیال و اموال بیکبار ببریدم تا آنکہ فعل خدا از قوۃ بفعل آمد و سینۂ مرا کشادی و بدرمرا نور کامل درکار کردند۔ پس دو بہرۂ ازاں بدست آوردم نور الہام ونور عقل۔ واین ہمہ از فضل خداست وکس رایارائے آن نہ کہ فضل وے را منع بکند۔

والہامات من ہمہ پُر از اخبار غیب مے باشد۔ وغیب بحت البتہ خاصۂ خدا است ونے شود خدا بر غیب غلبۂ تامہ شخصے را کہ دارندۂ خیالات بد وخواہندۂ دنیا باشد۔ آیا ممکن است خدا شخصے را دوست گیرد کہ دام ہلاک مردم از راہ مکر و زور گسترده

أضلّ الناس وما هدىٰ، وأضرّ الملّة كالعدا، وما جلّى مطلعها بنور صدقه وما راح بهمّها وما غدا، بل زاد بكذبه صداء الأذهان، ونشر بمفترياته هباء الافتنان؟ كلا بل إنه يخزى المفترين، ويقطع دابر الدجّالين، ويلحقهم بالملعونين السابقين.

ثم اعلموا أنى قد كنتُ أُلهمتُ من أمدٍ طويل، وعُلِّمتُ ما عَلِمتُ من ربٍّ جليل، ولكنى استترت عن الخلق حينا، لا يعرفون لى عرينا، وما اخترت منهم نجيًّا وقرينا. فلما أُمِرتُ للإظهار، وقُطِعَت سلسلة

اور لوگوں کو گمراہ کیا اور ہدایت نہ کی اور دین اسلام کو دشمنوں کی طرح ضرر پہنچایا اور نور صدق سے اس کے مطلع کو روشن نہ کیا اور اُس کی غم خواری میں نہ کبھی صبح کی اور نہ شام اور اس کی اصلاح کیلئے کچھ تگ و دو نہ کی ۔ بلکہ اپنے جھوٹ کے ساتھ ذہنوں کا زنگ بڑھایا اور اپنے افترا کی باتوں کے ساتھ امت میں فتنہ کی گرد و غبار پیدا کر دی ۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ مفتریوں کو رسوا کرتا اور اُن کی جڑ کاٹ کر ان کے ساتھ ان کو ملا دیتا ہے جو اُن سے پہلے لعنت کئے گئے ہیں ۔

اور پھر یہ بات یاد رکھو کہ ایک مدت سے مجھے الہام ہو رہا تھا جس کو میں نے لوگوں سے ایک عرصہ تک چھپایا اور اپنے تئیں ظاہر نہ کیا ۔ پھر میں ظاہر کرنے کیلئے مامور ہوا تب میں نے حکم کی تعمیل کی اور تمہیں

ومردم را در مغاک گمرہی سرنگون انداختہ و چون دشمنان در پئے آزار اسلام برآمدہ ۔ واز صدق مطلع اش را روشن نساختہ و بامداد و شامگاہان ہرگز از بہر بہبود آں کوششے نکردہ واز پئے اصلاح مردم اندکے تگ و دو ہم روا نداشتہ ۔ بل مزیدے برآں از دروغ وجعل خویش زنگ بر ذہنہا افزودہ ۔ واز افترائی خود درمیانۂ امت گرد و غبار فتنہ برانگیختہ ۔ نی نی بلکہ خدا مفتری را رسوا کند و بیخ دجالان را برکندہ انہا را با ملعونان پیشین پیوندمی بخشد ۔

پوشیدہ نماند کہ دیر باز است این الہام بمن شدو لے از مردم پوشیدہ داشتم ۔ باز چوں مامور بہ اظہار شدم

الاعتذار، فلبيت الصائت كطائعين.
وقد بلغكم الأحاديث من المحدّثين،
وسمعتم أن المسيح الموعود
والمهدى الموعود يخرج عند غلبة
الصليب، ويتلافى ما سلف من
الإضلال والتخريب، ويهدى قومًا
مهتدين. و الذين منعتهم الحميّة
والنفس الأبية من القبول، فيصيرون
بحربة آلإفحام كالمقتول. وأمّا ﴿۱۲﴾
نزوله إلى الأعداء فأشير فيه إلى أنه
رجل من الفقراء ، لا يكون له دروع
وأسلحة، ولا عساكر و مملكة، ولا
تنبرى له ملحمة، بل تكون له سلطنة فى
السماء، وحربة من الدعاء. فقد رأيتم
بأعينكم أن دين الصليب قد علا.

حدیثیں پہنچ چکی ہیں اور تم سن چکے ہو کہ مسیح موعود
اور مہدی موعود صلیب کے غلبہ کے وقت ظاہر
ہوگا اور صلیبی خرابیوں اور گمراہیوں کی تلافی
کرے گا اور مستعد لوگوں کو ہدایت دے گا اور
جن کو ان کے نفسانی ننگ اور سرکشی قبول
کرنے سے روکے گی وہ اتمام حجت کے حربہ
سے مقتول کی طرح ہو جائیں گے۔ اور مسیح
میں نزول کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا تا کہ
﴿۱۲﴾ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ مسیح زرّہ اور
ہتھیاروں کے ساتھ ظاہر نہیں ہوگا اور کوئی
لڑائی اس کو پیش نہیں آئے گی بلکہ اس کی
بادشاہت آسمان میں ہوگی اور اُس کا حربہ
اس کی دعا ہوگی ۔ سو آپ لوگوں نے اپنی
آنکھوں سے دیکھ لیا کہ دین صلیبی اونچا ہو گیا

و چارۂ از قبول آواز حق نداشتم لذا بر خلق عرضہ دادم و بر شما آشکار است چنانچہ مدعائے آثار و
اخبار است کہ مسیح موعود در وقت غلبۂ صلیب بروز کند و جبر کسر فتنہ ہا و کجراہی ہائے صلیب کار او
باشد و دلہائی مستعد را ہدایت بخشد وانہائے کہ ننگ و عار شاں از قبول دعوتش باز دادہ البتہ با حربۂ
اتمام حجت کشتہ وارے شوند۔ لفظ نزول برائے او اشارت بدان است کہ او شخصے فقیر و ناتوان و
﴿۱۲﴾ سلاح و زرہ و سلطنت و سپاہ و حشمت او را نباشد۔ و رزم و پیکار او را در پیش نیاید۔ بل بادشاہی او
در آسمان و سلاح و زرہ او دعائی او باشد۔ اکنون شما بچشم سر دیدید کہ دیانۂ صلیبی بلند شدہ

وكل أحد من القسوس طعن في ديننا وما ألا، وسبّ نبيّنا وشتم وقذف وقلا، وتجدونهم في عقيدتهم متصلبين، ومن التعصب متلهبين، وعلى جهلاتهم متفقين، وقد صنفوا في أقرب مدّة كتبا زهاء مائة ألف نسخة، وما تجدون فيها إلّا توهين الإسلام وبهتانًا وتهمة. ومُلئت كلها من عذرة لا نستطيع أن ننظر إليها نظرة. وترون ان اكثرهم اناس مكائدهم كالهوجاء الشديدة جارية، وقلوبهم من كسوة الحياء عارية. وتشاهدون أنهم على رؤوس العامة كداعی

اور پادریوں نے ہمارے دین کی نسبت کوئی دقیقہ طعن کا اٹھا نہیں رکھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور بہتان لگائے اور دشمنی کی اور تم دیکھتے ہو کہ وہ اپنے عقیدے میں کیسے سخت ہو گئے ہیں اور کیسے تعصب سے افروختہ ہیں اور اپنی باطل باتوں پر کیسے اتفاق کئے بیٹھے ہیں اور تھوڑی مدت سے ایک لاکھ کتاب انہوں نے ایسی تالیف کی ہے جس میں ہمارے دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز گالیوں اور بہتان اور تہمت کے اور کچھ نہیں اور ایسی پلیدی سے وہ تمام کتابیں پُر ہیں کہ ہم ایک نظر بھی ان کو دیکھ نہیں سکتے اور تم دیکھتے ہو کہ اُن کے فریب ایک سخت آندھی کی طرح چل رہے ہیں اور ان کے دل حیا سے خالی ہیں اور تم مشاہدہ کرتے ہو کہ ان کا وجود تمام مسلمانوں پر ایک موت

وکشیشان زبان ملام ونکوہش بر دین ما دراز کردہ ہیچ دقیقہ از دقائق دشنام و بدگوئی نسبت بہ سید المعصومین خیر المرسلین فخر اولاد آدم ہادی امم سید و مولائی ما محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) فرونگذاشتہ اند۔ و پوشیدہ نیست کہ دریں عقیدہ چقدر تصلّب پیدا کردہ واز آتش عصبیت سراپا افروختہ و بریں دروغ بے فروغ چساں سر فرود آوردہ اند۔ وقریب بہ یک لک کتاب نوشتہ اند کہ ہمہ اش پُر از ہتک عرض اسلام و دشنام حضرت خیر الانام می باشد۔ وآن کتاب ہا بطوری نجاست و بوئے بد در اندرون داشتہ است کہ خیلے دشوار است مسلمے غیور نگاہے در آن تواند بکند۔ وشما می بینید فریب و دغائی اُنہا مانند گرد باد تندوزاں و دلہائے آنہا پُر از وقاحت و تہی از حیا و ایمان است۔ و وجود منحوس اُنہا برائے عامہ مسلمین

الثبور و الويل، وتُدفع إليهم زُمع الناس كغثاء السيل. وما أقول أنهم يُنصرون من السلطنة أو يُواسون من أيادی الدولة، بل الدولة البرطانية سوّت رعاياها فی الحرّية، وما غادرت دقيقة من دقائق النصفة. وكل فرقة نالت غاية رجائها فی أمور الملّة، وما ضُيّق علی أحد كأيّام الخالصة. واسترحنا مذ علقنا بأهدابها، فندعو لها ولأركانها ولأربابها. وأمّا القسوس فلا يأتيهم من هذه الدولة شیء يُعتدّ به من مال الإمدادات، بل اجتمع شملهم بما أنهم قبضوا من قومهم كثيرا من الصِّلاة ونصُّوا الإحالات، وما برحوا

کھڑی ہے اور کمینہ طبع آدمی خس وخاشاک کی طرح ان کی طرف کھینچے جا رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سلطنت برطانیہ کی طرف سے ان کو مدد ملتی ہے یا یہ سلطنت مال کے ساتھ ان کی غم خواری کرتی ہے بلکہ دولت برطانیہ نے اپنی تمام رعیت کو آزادی میں برابر رکھا ہے اور کوئی دقیقہ انصاف کا اٹھا نہیں رکھا اور ہر ایک فرقہ امور مذہب میں اپنی انتہائی مراد کو پہنچ گیا ہے اور سکھوں کے ایام کی طرح کوئی تنگی نہیں اور ہم اس وقت سے کہ اس کا دامن پکڑا آرام میں ہیں اور اس کے لئے اور اس کے ارکان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مگر پادری لوگ اس دولت سے کوئی خاص امداد نہیں پاتے اور ان کی مالی جمعیت کا سبب یہ ہے کہ قوم کے چندہ میں سے بہت سا روپیہ ان کے پاس جمع ہے اور ہر ایک وعدہ ایفا ہو کر نقدی ان کے پاس اکٹھی ہوتی

وبائی جان ستان است وسفیہان پست نژاد چوں خس وخاشاک بسوئے اُنہا کشان میروند۔ نمی گویم سلطنۂ برطانیہ پشت وپناہ انہا بودہ یا از عطائے مال ونوال چارۂ کار انہا رامی نماید۔ حاشا وکلاّ بل دولہ برطانیہ جمیع رعایا را از جہت حریت وآزادی با دیدۂ مساوات می بیند ودریں باب کمال نصفت ودادگری را مرعی داشتہ است چنانچہ ہمہٗ ملل درزیرظل رافت وے بر منتہائے آرزوئے خویش رسیدہ اند وچون عہد نحوست مہد خالصہ سکھ ہیچ نفسے عرضۂ بلاء مزاحمت نیست۔ واز وقتے کہ دست بدامانش زدہ ایم براحت بسرمی بریم وجہت وے وارکان وے دعا می کنیم۔ اما کشیشاں مخصوصاً اعانۂ از دولہ برطانیہ بایشان نرسد۔ وسبب فراہم آمدن این مبالغے گزاف آنکہ جمیع ملّت توزیعات بدیشان مید ہند وہر کسے ہر چہ وعدہ بانہا کند ایفائی آنرا برخود لازم داند۔

يـجـمـعون القناطير المقنطرة من عين الإعـانـات، وأمـوال الـصـدقـات من الـنقود والغلّات. فكل من دخل دينهم رتّبوا له وظائف وصِلاتًا، وزوّدوه بتاتا وجـمعوا له شتاتا. وكذالك قوّى أمر قسيسين مالُهُم، وزاد منه احتيالهم. استحضروا كل آلات الاصطياد والأسار، واستعملوا من المجانيق الصغار والكبار. وأُنهِضَ إلى كل بلدةٍ جماعةٌ من المتنصّرين، فعمّروا بيعا وسكنوا فيها كالقاطنين، وجروا كالسيول فى سكك المسلمين. وجعلوا يُخادعون أهلها بأنواع الافتراء، ثم بإرسال النساء إلى

جاتی ہے اور لوگوں کی امداد سے ہمیشہ بے شمار روپیہ ان کے پاس آتا رہتا ہے۔ پس ہر ایک شخص جو ان کے دین میں داخل ہوتا ہے اس کے لئے وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے اور اس کا تفرقہ اور پراگندگی دور کی جاتی ہے اور پادریوں کے مال نے ان کی بات کو قوی کر دیا ہے اور ان کی حیلہ سازی اس سے بڑھ گئی ہے۔ شکار کرنے اور قید کرنے کے تمام ہتھیار ان کو مل گئے ہیں اور چھوٹی بڑی فلاخنیں تمام استعمال میں لا رہے ہیں اور ہر ایک شہر کی طرف ایک جماعت نو عیسائیوں کی بھیجی گئی ہے اور انہوں نے ہر ایک شہر میں اپنے گرجے بنائے اور مقیموں کی طرح وہاں رہنے لگے اور سیلاب کی طرح مسلمانوں کے کوچوں میں بہنے لگے اور طرح طرح کے افتراؤں سے اس شہر کے باشندوں کو دھوکے دینے لگے۔ پھر اپنی عورتیں

لاجرم ہر سال مبلغے گران و بیشمار در دست انہا جمع میشود و لہٰذا ہر کہ از اغیار دیانۂ عیسویہ را بپزیرد مدد معاش بجہت او معین دارند و از مذلّت افلاس و ننگ فقر و فاقہ اش بیرون آرند، ایں مال و نوال بازار کشیشان را روائے بخشیدہ حیلہ گری انہارا بالا کشیدہ ہر گونہ آلات نخچیر افگنی و صید اندازی در دست انہا آمدہ۔ و ہر نوع فلاخن ہائے کوچک و بزرگ در کار آوردہ اند۔ در ہر بلدۂ پارۂ از متنصران را فرستادہ و کنشتی برپا کردہ وانہا را در قرب و جوار مسلمین سکنی دادہ۔ و سیل فتنہ ہا و اغوا در کوچہ ہائی اہالئ اسلام روان ساختہ اند۔ ہر قدر راز افترا و دروغ ممکن باشد مردم سادہ را از جابر کنند و از راہ برند و مزیدے بران زنان خود را درخانہ ہائے شرفاے فرستند۔ خلاصہ این دجالان ہرچہ

بیوت الشرفاء. فالغرض أنهم زرعوا المكائد من جميع الأنحاء، وانتشروا كالجراد في هذه الأكناف والأرجاء، وقلوا كل من أحيا معالم الهُدیٰ، وجعلوا بلادنا دار البلاء والرَّدَی. ومِلّتهم الباطلة أحرقت مجالس ديارنا وأكلتها، وما بقى دار إلّا دخلتها، ولم يجد أهلها العوامّ للدفاع استطاعة، ولا للفرار حيلة، فصُبّت مصائب على الإسلام ما مضى مثلها في سابق الأيام. فنراه كبلدة خاوية على العروش، وفلاة مملوة من الوحوش، وإن بلادنا الآن بلاد انزعج أهلها، و

اسی غرض کے لئے شریفوں کے گھروں میں بھیجیں۔ پس حاصل کلام یہ کہ انہوں نے ہر ایک طور سے مکر کا بیج بویا اور ٹڈی کی طرح ان اطراف میں منتشر ہو گئے اور ہر ایک کو جو ہدایت کے نشانوں کو زندہ کرتا تھا دشمن پکڑا اور ہمارے ملک کو بلا اور موت کی جگہ بنا دیا اور ان کے مذہب باطل نے ہمارے ملک کی نیکیوں کو دور کر دیا اور کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں یہ مذہب باطل داخل نہ ہو اور اس ملک کے باشندے جو اکثر عوام میں ہیں مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور نہ گریز کے لئے کوئی حیلہ ملا پس اسلام پر وہ مصیبتیں پڑیں جن کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں ہے۔ پس وہ اس شہر کی طرح ہو گیا جو مسمار ہو جائے اور اس جنگل کی طرح جو وحشیوں سے بھر جائے اور اب ہمارا ملک وہ ملک ہے جس کے باشندے جڑ سے اکھاڑے گئے

از دانہائی مکیدت و خدیعت درخرمن دارند انباشتہ اند وچوں مور دملخ در ہر چہار سوئے بلاد ما پراگندہ شدہ اند۔ وخیلے دشمن دارند شخصے را کہ دین حق را زندہ کند۔ وشہر ہائے مارا ماوائی بلا وآفات ساختہ اند۔ دیانۂ باطلہ انہا بنیاد ہر گونہ نیکی را از پا درآوردہ وخانہء نماندہ کہ این زور پرشرور درآں داخل نشدہ۔ اہالیٔ ایں بلاد کہ از عامہ ناس می باشند درخود ہا تاب وتوان مقاومہ با انہا ندیدند ونہ راہ گزیر وخلاص فہمیدند۔ لا جرم بر اسلام مصیبت ہا نزول آورد کہ زمانہ ہائے پیشین نظیر آن موجود نداشتہ اند۔ واسلام چون شہرے گردید کہ زیر وزبر وبکلی مسمار بشود یا چون صحرائے شدہ کہ مسکن ددودام بگردد۔ اکنون ساکنانِ بلاد ما کسانے می باشند کہ از بیخ برکندیدہ

تشتّت شملها، فليبک عليها من كان من الباكين. ولقد كثر أسفى على الآثار الأولى كيف زالت، وعلى أيام الهُدىٰ كيف أحالت، والناس تركوا المحجّة ومالوا إلى أودية وشعاب. ومنافذ صعاب، ومضائق غير رحاب. وكم من أناس كانوا يزجون الزمان ببؤس فى الإسلام، وينفدون العمر بالاكتياب والاغتمام، ثم رأوا فى الملة النصرانية مرتعا، ووجدوا فى أهلها مطمعا، فألجأهم شوائب المجاعة إلى أن يلحقوا بتلك الجماعة. فرفضوا مذهب الإسلام، وتنصروا من برحاء

اوران کی تمام جمعیت متفرق ہوگئی۔اب جس نے رونا ہواس ملک پر رووے اور مجھے اسلام کے پہلے آثار پر بہت غم ہوا کہ وہ کیونکر دور ہو گئے اور نیز دنوں پر بھی افسوس ہوا کہ وہ کیسے بدل گئے اورلوگوں نے سیدھی راہ کو چھوڑ دیا اور وادیوں اور ٹیڑھی راہوں اور دشوار گذار اور تنگ طریقوں کی طرف جھک گئے۔کئی ایسے آدمی تھے۔کہ جو اسلام میں بڑی سختی سے اوقات بسری کرتے تھے اور غموں میں عمر کاٹتے تھے پھر عیسائی مذہب میں انہوں نے ایک چراگاہ دیکھا اور عیسائیوں کو اپنی دنیوی لالچوں کا محل پایا۔سو بھوک کی تکالیف نے ان کو اس بات کی طرف مضطر کیا کہ وہ عیسائیوں میں جاملیں۔لہٰذا انہوں نے اسلام کو ترک کر کے سختی کی وجہ سے اور نیز عیاشی

شدہ وجمعیت اوشاں ازہم پاشیدہ است۔اکنوں باید برایں بلاد سرشک خون بریزد ہر کہ گریستن می خواہد ومن اندوہ ہامے خورم برآثار اولین اسلام کہ چگونہ ناپدید گردیدہ وآں روز ہائے راستی و روشنی بہ تاریکی وسیاہی عوض شدہ۔مردم راہ راست را گزاشتہ سربہ وادیہائے جانفرسائے مردم آزما وراہ ہائے پیچاپیچ دادہ اند۔بسا آدم کہ در اسلام بہ تنگی بسرے بردند وروزگار بہ اندوہ می گزرانیدند دردیانہ نصاریٰ چراگاہے دیدند ونصرانیان رامحلِ ہواوآزخود یافتند۔لہٰذا زحمت گرسنگی انہا را برآن آورد کہ بانصاریٰ درآمیختند واز بیم سختی وتنگی وہم آرزوے تن پروری

الوجد وبتاريج الشوق إلى الرفه وشرب المدام. ثم مع ذالک کانوا من السفهاء والجهلاء، وما کان لهم نصيب من العلم والدهاء، ولا حظ من العفّة والاتقاء. لا جرم أنهم آثروا أهواء النفس الأمّارة، وألْوَثُ بهم شقوتهم إلى الخسارة. وکذالک کثير من ذرية الأماثل والأفاضل والسادات، أجمعوا على الجنوح إليهم وسُقُوا کأس الضلالات، بما آنسوا النصرانية تفتح على المتنصرين أبواب إباحة، وتخرجهم من مضائق حرمة وعدم حلة، ثم يواسيهم القسوس في مطرف أيامهم بمال ودولة،

﴿۱۳﴾ اور شراب نوشی کے شوق سے عیسائیت کو اختیار کیا اور پھر باوجود ان حاجتوں کے وہ لوگ سفیہ اور جاہل تھے اور نہ علم اور عقل سے کچھ حصہ تھا اور نہ پرہیز گاری اور عفت سے کچھ بہرہ۔ اسی لئے انہوں نے نفس امارہ کی خواہشوں کو اختیار کیا اور ان کی بدبختی نے ہلاکت اور گمراہی کی طرف ان کا منہ پھیر دیا۔ اسی طرح بہت سے بزرگوں اور سادات اور شریفوں کی اولاد عیسائیوں کی طرف جھک گئی اور گمراہی کے پیالے پیئے کیونکہ انہوں نے عیسائی مذہب کو دیکھا کہ عیسائی ہونے والوں پر اباحت کے دروازے کھولے ہوئے ہیں اور حرمت اور عَدمِ حِلّت کی تنگیوں سے اُن کو باہر نکال دیا ہے۔ پھر پادری لوگ اُن کی ابتدائی زمانہ میں مال اور دولت سے ان کی مدد کرتے ہیں

﴿۱۳﴾ و مے نوشی جامہ تنصر در بر کردند۔ بعلاوہ ہمچو کسان از نادانان و پست فطرتان واز زینت علم عاری واز لباسِ عفت وتقویٰ بکلی محروم بودند۔ از ہمیں سبب دنبال ہوائے نفسِ امّارہ افتادہ بودند۔ و شومئ بخت روئے توجہ انہارا بسوئے زیاں کاری وتباہی بگردانید۔ ہم چنیں بسیارے از اولاد بزرگان وشرفاء وسادات میل بہ عیسویت کردند۔ وکاسہ ہائے گمراہی رالبالب بنوشیدند زیرا کہ دیدند عیسویت برمتنصران درہائے اباحت راکشادہ واز تمییز درمیانہ حرام وحلال انہارا بکلّی معاف داشتہ است۔ ومع این ہمہ کشیشان درآغاز حال بامال ومنال دست انہارا میگیرند و

ولا يُهددون ولا يتوعدون على معصية. ولا يُبالغون فى ملامة عند ارتكاب كبيرة، بما تفيّأوا ظل كَفَّارةٍ مُطَهِّرة. فكذالك يُزيدونهم جرأة على جرأة حتى تكون الإباحة لأكثرهم دربة، ويحسبون سهوكة ريّاها طيبا وطيبة. ويتبرّءون من الإسلام، ويسبّون نبينا خير الأنام، ويقذفون معادين بعد ما كانوا مسلمين فى حين، إلّا قليلا من المستحيين. وكذالك يفعلون ليرضوا القسوس ويستوعبوا الفلوس ويكونوا من المتموّلين. فيحصل

اور کسی معصیت پر کچھ زجر اور توبیخ نہیں کرتے اور کسی بڑے گناہ پر کچھ بہت ملامت نہیں کرتے کیونکہ نو عیسائی پاک کرنے والے کفارہ کے سایہ کے نیچے آجاتے ہیں ۔ اسی طرح نو عیسائیوں کی جرأت بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ ان میں سے اکثر کی اباحت عادت ہو جاتی ہے اور اس کی بدبو کو خوشبو اور پاک خیال کرتے ہیں اور اسلام سے سخت بیزار ہو جاتے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں بعد اس کے جو کسی وقت مسلمان تھے اور تھوڑے ایسے بھی ہیں جو شرم رکھتے ہیں ۔ اور اسی طرح کرتے رہتے ہیں تاکہ پادریوں کو راضی کریں اور ان سے پیسہ اکٹھا کریں اور مالدار ہو جائیں ۔ سو اُن کو

بر ارتکاب ہیچ گونہ کار تباہ و امر منکر زبان ملام نمی کشایند و ہر چہ گناہے بزرگ سر برزند چندان مبالغہ در نکوہش نمی نمایند ۔ بجہت اینکہ متنصّران در زیر سایہ کفارۂ پاک کنندہ جائے میگیرند ۔ خلاصہ بر این نہج ہر روز جرأت و دلیری در انہا می افزاید تا آنکہ باباحت خوگرفتہ شوند و بوئے بدش را بوئے خوش پندارند و از اسلام بیزار و نبی کریم مارا (صلی اللہ علیہ وسلم) ناگفتنی ہا گویند بعد از انکہ وقتے مسلمان بودند و ہم چنیں رفتار دارند تا کشیشان را دردام آرند و از انہا وجہ نقدی بستانند و صاحب مال و دولت گردند ۔ خلاصہ

لھم نضرة بنضارھم، وزھرة بإظھارھم، حتی یکونوا فی رفھھم کحدیقة أخذت زخرفھا وازّیّنت، وتنوعت أزاھیرھا وتلوّنت. وکذالک قسوسھم یحبونھم بتلک الخصائل والسب والھذیان، والمجادلات وھذر اللسان، ویظنون أنھم التفّوا بأھدابھم بخلوص الجنان. فیعتمدون علیھم فی کل مورد یرِدُونہ، ومعرّس یتوسدونہ، وتستھویھم خضرة دمنتھم للمنادمة، وخدعة سمتھم بالمناسمة، ویقبلون علیھم بالمنّ والإحسان، والجود و

پادریوں کے روپیہ سے تازگی حاصل ہو جاتی ہے اور ان کے پھولوں سے وہ تازہ حال رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی خوشحالی اور آسودگی میں ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ ایک باغ ہیں مزیّن اور آراستہ جس کے پھول گونا گوں اور رنگا رنگ ہیں اور اسی طرح ان کے پادری ان خصلتوں اور بدگوئی اور بدزبانی اور کج بحثی اور بیہودگی کی وجہ سے ان سے پیار کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ دلی خلوص سے ان کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ پس ہر ایک جگہ جو وہ وارد ہوں اور ہر ایک فرودگاہ میں جو وہ اتریں ان پر اعتماد کرتے ہیں اور ان لوگوں کی ظاہری صفائی اور نیک بختوں کا سامنہ بنایا ہوا پادریوں کو اس دھوکا میں ڈالتا ہے کہ وہ اپنے ہم نوالہ و ہم پیالہ ہونے اور ہمراز ہونے کیلئے ان لوگوں کو پسند کر لیتے ہیں اور احسان اور مروت کے ساتھ پیش آتے

مال کشیشان برخوری و تازگی انہا می افزاید و گلہائی اسقفان حال انہا را شادان می نماید۔ تا آنکہ ازین خوش بختی گوئی باغے ہستند از بس آراستہ و پیراستہ و گلہائی گونا گوں و شگوفہائے بوقلموں بر آوردہ۔ وہمچنین کشیشان آں سقط گفتن و زبان بہ ناواجب کشودن و کج بحثی و بے راہ روی انہا را بجان دوست دارند و پندارند کہ انہا با خلاص ہر چہ تمامتر خود را بدامن ایشان بستہ اند۔ لاجرم در ہر مقام و ہر موقع اعتماد بر انہا کنند صفائی ظاہر وروی پارسایانہ انہا کشیشان را فریب دہد تا انہا را شریک نوالہ و پیالہ سازند و انباز و دمساز راز نمایند و ہر گونہ منت و احسان بر انہا کنند۔ پس این متنصّران

الامتنان. فيسحبون مطارف الثراء، ويزينون معارف السراء، ثم يمرّون بصحب لهم كانوا بهم من قبل كأسنان المشط في استواء العادات والميل إلى السيئات، وكانوا يُكابدون أنواع الفقر والبؤس والحاجات، فيقصّون عليهم قصص رخائهم بعد بأسائهم وضرّائهم، ويذكرون عندهم مبرة القسوس وجراياتهم، وما أترعوا الكيس من الفلوس بعناياتهم. وكذالك لم يزالوا يحثونهم وفي الأموال يرغبونهم، وإلى وسائل الشهوات يحرّكونهم

ہیں۔ پس یہ لوگ دولتمندی کی چادریں ناز سے کھینچنے لگتے ہیں اور اپنے چہروں کو جو فراخی کی حالت میں ہوتے ہیں زینت دیتے ہیں۔ پھر ان دوستوں کو ملتے ہیں جو شانہ کے دندانوں کی طرح ان سے بدی میں برابر اور ہم خیال تھے اور طرح طرح کے فقر و فاقہ کی سختی میں پڑے ہوئے تھے۔ اور ان سے اپنے قصے بیان کرتے ہیں کہ وہ کیسی تنگی اور تکلیف سے فراخی میں آگئے اور ان کے پاس پادریوں کے نیک سلوک کا ذکر کرتے ہیں اور وہ سب کچھ بیان کرتے ہیں جو ان کے دائمی وظیفے ہوئے اور جو کچھ انہوں نے مال سے جیب پر کئے۔ اسی طرح ان کو ہمیشہ رغبت دیتے رہتے ہیں اور مالوں اور طرح طرح کے وسائل شہوات کی طرف ان کو ترغیب دیتے ہیں۔

با حلہ تمول دامن کشان گزرند و چہرہ ہائے خود را کہ بہرہ منداز شادکامی باشند زیب و زینت بخشند۔ باز بآن دوستان آمیزگاری کنند کہ مثل دندان شانہ در بدکرداری و ناہنجاری با انہا برابر و ہمنوا و چوں انہا بے برگ و بے نوا بودند۔ و با انہا صحبت دارند و از فراخ حالی و شادکامی کہ اکنون بانہا حاصل است و از حسنِ سلوک کشیشان ذکری درمیان آورند و ہمۂ آنچہ بطور جاگی و مدد معاش از انہا گرفتہ و کیسہ ہا را از نقد پر کردہ اند مذکور سازند۔ خلاصہ ہمچنیں انہا را برمی انگیزند و برائے ثروت و مال و اسباب شہوات انہا را تشویق دہند تا آنکہ

إلـى أن يـريـن هـوى التـنصـر علـى قـلـوبهـم، ويسـفـى هـواء الطمع نور لبـوبهـم، فيُـوَطِّـنُـون نـفـوسهم علـى الارتـداد ويـضـربـون عليـه جروتهم لـخبـث الـمـواد، ثـم يـرتدو ن قائلين بـأنهـم كـانوا طلّاب الحق و السداد. و الأصـل فـى ذالـک أن أكثـر الناس فـى هذا الزمان قد تمايلوا على الدنيا وقـلّـت معرفة الله الديّان، وقلّ خوفُهُ ولـم تبق محبّته فى الجنان. فلما رأوا زخـرف الـدنيـا فـى أيـدى القسوس مـالـوا إليهـم بـرغبة النفوس، فلأجل ذالـک يدخلون فى ظلماتهم أفواجًا،

یہاں تک کہ ان پر بھی نصرانیت کی خواہش غالب آجاتی ہے اور طمع کی ہوا ان کے دلوں کے نور کو اڑا کر لے جاتی ہے۔ پس مرتد ہونا دل میں ٹھان لیتے ہیں اور دل کو اس پر بوجہ خباثت مواد پختہ کر لیتے ہیں پھر یہ کہتے ہوئے مرتد ہو جاتے ہیں کہ وہ سچائی کے متلاشی تھے اور اس بد مذہبی کی گرم بازاری کا اصل سبب یہ ہے کہ اکثر لوگ اس زمانہ میں دنیا کی طرف جھک گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کا خوف کم ہو گیا اور دل میں اس کی محبت باقی نہ رہی۔ پس جب کہ ان لوگوں نے دنیا کی زینت کو پادریوں کے ہاتھ میں دیکھا تو اپنے دلوں کی رغبت سے ان کی طرف مائل ہو گئے سو اسی لئے ہزار ہا لوگ ان کی تاریکی میں داخل ہو رہے ہیں

ہوائے تنصّر در دل انہا جا گیرد و باد آز نور خرد انہا را ربایدـ آخر برارتداد آمادہ شوند و بسبب خبث مادہ دل را براں نیّت استوار کنند و باز چون مرتد شوند۔ گویند ما طالبان راستی بودیم ـ اصل این فساد آنکہ اکثرے درایں زمانہ ہمہ تن روی بدنیا شدہ وخوف خدا و شناخت وے نماندہ ومحبت وے از دلہا دُور شدہ۔ پس ہرگاہ امثال ایں کساں زینت دنیا دردست کشیشاں دیدند با ہزار جان بسوئے انہا دویدند۔ ازیں جہت است کہ فوج فوج مردم در اندرون تاریکی انہا جائے مے جویند و پشت

ویتـرکـون سـراجًـا وھّاجًا. ولا تنفع المبـاحثة الـخالية عن الخوارق عند هـذه الآفـات، فـإن الدنيا صارت لهم منتهـى الـمـآرب ومـلأ الفسـاد في الـنيّات. فحينئذٍ اشتدّت الحاجة إلى تـجـديـد الإيـمـان بـالآيات. وطالما أيـقـظهـم الـعـالـمـون فتـنـاعسـوا وجـذبهـم الـواعـظـون فتـقـاعسـوا ومـا نـفـعتهـم البراهيـن الـعـقـلية ولا الـنـصـوص الـنـقـلية. وزادوا طغيـانـا واعتسـافـا، وتركوا عدلا وانـصـافـا. فـالسرّ فيـه أن القلوب ﴿۱۴﴾ قدّ عـمـت، والـعـقـول قد كدرت، ﴿۱۴﴾

اور چراغ روشن کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ سو ان آفتوں کے وقت میں صرف مباحثہ جو خوارق سے خالی ہو کچھ فائدہ نہیں دیتا کیونکہ ایسے لوگوں کا اصل مقصود دنیا ہے اور نیتوں میں فساد بھرا ہوا ہے اور اس وقت ایمان کے تازہ کرنے کے لئے نشانوں کی حاجت ہے اور بہت مدت تک عالموں نے ان کو جگایا پس وہ بتکلّف سوئے رہے اور وعظ کرنے والوں نے ان کو اپنی طرف کھینچا پس وہ پیچھے ہٹ گئے اور ان کو نہ براہین عقلیہ نے نفع دیا اور نہ نصوص نقلیہ نے اور تجاوز اور تعصب میں بڑھ گئے اور عدل اور انصاف کو چھوڑ دیا۔ اور اس میں بھید یہ ہے کہ دل اندھے ہو گئے اور عقلیں مکدر ہو گئیں۔

بر چراغے روشن مے کنند۔ در ہنگام چنیں آفات مباحثاتے کہ از خوارق عادات ونشانہائے آسمانی مجرد باشد سودے نمی بخشد۔ چہ اصل غرض ہمچو مردم دنیائے دنی وفساد در دل انہا مخفی است لہٰذا امروز برائے تجدید ایمان احتیاج بہ نشانہائے آسمانی است۔ علماء تا زمانے دراز در پئے بیدار کردن انہا بودند ولی از خواب بر نیامدند و واعظان بسوئے خود شاں کشیدند ولے پس نشستند۔ براہین عقلیہ بانہا سودے نہ بخشید ونصوص نقلیہ پنبۂ غفلت از گوش انہا برون نہ کشید بل بر تعصب واصرار وضد وانکار انہا بیفزود۔ بسبب ایں کہ

والنفوس قد فارت، وأهواء الدنيا
عليها غلبت، وكثرت الحجُبُ
وتوالت. فيرون ثم لا يرون،
ويسمعون ثم يتناسون، فليس علاج
هذا الداء إلّا نور يتنزّل من السماء،
وآيات تتوالى من حضرة الكبرياء،
فإن الإيمان ضعف وكثرت وساوس
الخنّاس، وبلغ الأمر إلى اليأس.
وغلبت على أكثر القلوب محبة
الدنيا الدنيّة، وأينما وجدوها فيسعون
إلى تلك الناحية، وما بقى تعلق
بالإيمان والملّة. فههنا ليس رزءً
واحدًا بل يوجد رزآن: رزء التنصّر

اورنفسوں نے جوش مارا اور دنیا کی خواہشیں
غالب آ گئیں اور پردے بڑھ گئے۔ سو وہ
دیکھ کر پھر نہیں دیکھتے اور سنتے ہیں اور پھر بھلا
دیتے ہیں۔ پس اس بیماری کا بجز اس کے اور
کوئی علاج نہیں کہ آسمان سے نور نازل ہو اور
پے در پے نشان ظاہر ہوں کیونکہ ایمان
ضعیف ہو گیا اور شیطانی وسوسے بڑھ گئے
ہیں اور نومیدی تک نوبت پہنچ گئی ہے اور اکثر
دلوں پر دنیا کی محبت غالب آ گئی ہے اور جہاں
دنیا کو پاویں پس اسی طرف دوڑتے ہیں اور
ایمان اور ملّت سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔
پس اس جگہ ایک مصیبت نہیں ہے بلکہ دو
مصیبتیں ہیں ۔ ایک مصیبت عیسائی ہونے

دلہا کور و دانشہا تاریک شد و آز و ہوا در جوش و حب دنیا در خروش آمد پردہ بر پردہ افزونے
گرفت تا نور دیدہ تاریک شد۔ می شنوند واز دل بروں کنند۔ لہٰذا چارۂ جہت این مرض
﴿۱۴﴾ نیست بجز اینکہ نورے از آسمان نازل شود و پیاپئے نشانہا پدیدار شوند چہ ایمان ناتوان
گردیدہ و وسوسہ ہائے شیطانی رو بہ ترقی و نوبت بہ یاس رسیدہ است و بسیارے از دلہا
مغلوب حب دنیا شدہ ہر جا آنرا بیابند درزمان بسوئے آں شتابند۔ میل خاطر بہ ایمان و دین
نماندہ است۔ درحقیقت اینجا نہ یک مصیبت بلکہ دو تا مصیبت است یعنی مصیبت تنصّر و

ورزء ضعف الإيمان. وأرى أكثر المسلمين كأنما أُخرج الإيمان من قلوبهم، وأحرقت العمل المبرور نار ذنوبهم، وهذا هو سبب الارتداد. فإن الله رآهم مفسدين مكّارين كالصيّاد، فقذف بهم إلى جموعٍ يحبون طرق الفساد، وهذا هو سر كثرة المرتدين، وعلى الصليب عاكفين، ومن الله فارّين. ما ينفعهم وعظ الواعظين ولا نصح الناصحين. ولم

کی اور دوسری مصیبت ضعف ایمان کی اور میں اکثر مسلمانوں کو دیکھتا ہوں کہ گویا ایمان ان کے دل میں سے نکالا گیا ہے اور گناہوں کی آگ نے ان کے نیک عمل کو جلا دیا ہے اور یہی مرتد ہونے کا سبب ہے کیونکہ خدا نے ان کو مفسد پایا اور شکاری کی طرح مکّار دیکھا اس لئے انہیں ان لوگوں کی طرف پھینک دیا جو فساد کو دوست رکھتے ہیں اور مرتدوں کے زیادہ ہونے کا یہی بھید ہے اور ان لوگوں کی کثرت کا یہی سبب ہے جو صلیب پر جھکتے اور خدا سے بھاگتے ہیں۔ ان کو نہ کسی واعظ کا وعظ نفع دیتا ہے اور نہ کسی ناصح کی نصیحت کارگر ہوتی ہے اور

مصیبت ضعف ایمان۔ من بسیارے از مسلمان رامے بینم کہ گویا ایمان از دل انہا بالمرہ برون رفتہ و آتشِ گناہاں رخت کردار نیک را پاک سوختہ است۔ وبتحقیقت اصل سبب ارتداد ہمین است چہ خدا انہا را بدکردار و مثل صیاد مکار وحیلہ گر دید۔ لہٰذا گروہے را برُ انہا مسلط گردانید کہ بدکرداری و بدروشی را دوست دارند۔ وہمین است سبب کثرت مرتدان و ہم سبب کثرت انہائے کہ سر بر صلیب فرود آوردہ و از خدا گریز رااختیار کردہ اند۔ و پند واعظے و اندرز ناصحے گرہ از کار انہا نمی کشاید۔

یکونوا منفکین حتی تأتیهم البیّنة، وتتجلّی الآیات المبصرة. فبعث اللّٰه رجلا علی اسم المسیح فی الملّة تکرمةً لهٰذه الأمّة، بعد ما کمل الفساد، وکثر الارتداد، وعاثت الذیاب، ونبحت الکلاب، وألّفوا کتبا کثیرة محتویة علی السبّ والشتم والتوهین. وجلبوا علی المسلمین بخیلهم ورجلهم وجاء وا بالإفک المبین. وزلزلت الأرض زلزالها، وأری الضلالة کمالُها، وطال الأمد علی الظالمین. وقد کان وعد اللّٰه عزّو جلّ

وہ باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلا کھلا نشان نہ آوے اور جب تک کہ روشن خوارق ظاہر نہ ہوں ۔ پس خدا تعالیٰ نے ایک انسان کو مسیح کے نام پر ملّت اسلام میں بھیجا تا اس امت کی بزرگی ظاہر ہو اور یہ بھیجنا اس وقت ہوا کہ جب فساد کمال کو پہنچ گیا اور لوگ کثرت سے مرتد ہونے لگے اور ذیاب نے تباہی ڈالی اور کلاب نے آوازیں بلند کیں اور بہت سی کتابیں گالیوں سے بھری ہوئی تالیف کی گئیں اور جھوٹ کی فوجوں اور ان کے سواروں اور پیادوں نے اسلام پر چڑھائی کی اور زمین پر ایک زلزلہ آیا اور گمراہی کمال کو پہنچ گئی اور ظالموں کی کارروائی لمبی ہو گئی ۔ اور خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ

ودشوار است کہ ایشان برراہ راست بیایند تا بوقتے کہ نشانہائے واضح ظاہر نہ شوند وخوارق عجیبہ بظہور نیایند۔ پس خدا شخصے را بنام مسیح درایں ملت مبعوث گردانید تا بزرگی وفخر این امت عیاں شود۔ واین بعثت در وقتے روئے کار آمدہ است کہ فساد بحد کمال رسیدہ وارتداد از پایان درگزشتہ۔ گرگان در زیان و تباہی دویدن گرفتند و سگان عوعو کردن۔ و بسیارے از کتابہا پُر از دشنام و بہتان چاپ شدند۔ وسوارہ و پیادۂ دروغ بر اسلام تاختند وزمین را تپ لرزہ گرفت و گمرہی بغایت رسید و کارروائی ستمگاران درازی یافت وخدا وعدہ فرمودہ بود

أنه يكسر الصليب بالمسيح الموعود☆ ويُتم ما سبق من العهود، وإن الله لا يُخلف الميعاد

☆ قد جرت عادت الله بانه يستأنف للتجديد عزيمة جديدة عند تطرق الفساد الٰى قلوب العباد. فلاجل ذالک تجلّٰى علىّ لينفخ الروح فى الاجساد و جعلنى مسيحا و مهديا و ارشدنى بكمال الرشاد. ووصّانى بقول ليّن و ترک الشدّة والاتقاد. واما كسر الصليب فقد استعمل هٰذا اللفظ فى الاحاديث والاٰثار. تجوزًا من الله القهّار. وما يُعْنٰى به حرب و غزاة و كسر الصلبان فى الحقيقة. و من زعم كذالک فقد ضل و بعد من الطريقة. بل المراد منه اتمام الحجّة على الملّة النصرانية. وكسر شان الصليب و تكذيب امره بالادلّة

مسیح موعود☆ کے ساتھ صلیب کو توڑے گا اور اپنے عہدوں کو پورا کرے گا اور خدا تعالیٰ تخلف وعدہ نہیں کرتا۔

☆ خدا تعالیٰ کی عادت یوں جاری ہوئی ہے کہ وہ بروقت کسی فساد کے تجدید دین کے لئے ازسرنو توجہ فرماتا ہے۔ پس اسی لئے اس نے میرے پر تجلی کی تا کہ اجساد میں روح پھونکے اور مجھے مسیح اور مہدی بنایا اور تمام سامان رشد کا مجھے عطا فرمایا اور مجھے وصیت کی کہ میں نرم زبانی اختیار کروں اور سختی اور افروختہ ہونے کو چھوڑ دوں۔ مگر کسر صلیب کا لفظ جو حدیثوں میں آیا ہے وہ بطور مجاز کے استعمال کیا گیا ہے اور اس سے مراد کوئی جنگ یا دینی لڑائی اور درحقیقت صلیب کا توڑنا نہیں ہے اور جس شخص نے ایسا خیال کیا اس نے خطا کی ہے بلکہ اس لفظ سے مراد عیسائی مذہب پر حجت پوری کرنا اور دلائل واضح کے ساتھ صلیب کی شان کو توڑنا ہے۔

که از واسطۂ مسیح موعود☆ صلیب را خواہد شکست و خدا ہرگز خلاف وعدۂ خود نکند۔

☆ عادہ الٰہیہ باین طور جاری است کہ در ہنگام فساد دلہا ازسرنو روے بہ تجدید دین آرد۔ لہٰذا برمن تجلّی فرمود تا روح در کالبد ہا بدمد۔ و مرا مسیح و مہدی کرد و ہمہ ساز و برگ رشد برمن ارزانی داشت و برائے گفتار نرم و ترک سختی و اشتعال امر نمود۔ و لفظ کسر صلیب در احادیث و آثار مجازاً اطلاق شدہ و مراد ازاں جنگ و پیکار دینی و حقیقۃً شکستن صلیب نیست ہر کہ حمل بر ظاہرش کند ازراہ راست دور است بلکہ مراد ازان اتمام حجت بر ملّۂ نصاریٰ

ویفعل ما أراد. فکان من مقتضی الوعد أن یُرسل مسیحہ لکسر صلیب علا، والکریم إذا وعد وفا.

اور جو کچھ چاہتا ہے ظہور میں لاتا ہے پس یہ وعدہ کا مقتضا تھا کہ وہ کسر صلیب کے لئے اپنے مسیح کو بھیجے۔ اور کریم جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے۔

بقیۃ الحاشیۃ

الواضحۃ والحجج البینۃ. وانا اُمرنا ان نتم الحجۃ بالرفق والحلم والتؤدۃ. ولاندفع السیئۃ بالسیئۃ الا اذا کثر سبّ رسول اللّٰہ و بلغ الامر الی القذف و کمال الاھانۃ فلا نسبّ احدًا من النصاریٰ. ولانتصدی لھم بالشتم والقذف وھتک الاعراض. وانما نقصد شطر الذین سبوا نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم وبالغوا فیہ بالتصریح اوالایماض. ونکرم قسوسا لایسبون ولایقذفون رسولنا کالارازل و العامۃ. و نعظم القلوب المنزھۃ عن ھذہ العذرۃ. و نذکرھم بالاکرام و التکرمۃ. فلیس فی بیان منا حرف ولانقطۃ

بقیہ حاشیہ

اور ہمیں حکم ہے کہ ہم نرمی اور حلم کے ساتھ حجت کو پوری کریں۔ اور بدی کے عوض میں بدی نہ کریں مگر اس صورت میں جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے اور اہانت کرنے اور فحش گوئی میں حد سے بڑھ جائے۔ پس ہم عیسائیوں کو گالی نہیں دیتے۔ اور دشنام اور فحش گوئی اور ہتک عزت سے پیش نہیں آتے اور ہم صرف ان لوگوں کی طرف توجہ کرتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بصراحت یا اشارات سے گالیاں دیتے ہیں۔ اور ہم ان پادری صاحبوں کی
عزت کرتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿۱۵﴾
کو گالیاں نہیں دیتے اور ایسے دلوں کو جو اس ﴿۱۵﴾
پلیدی سے پاک ہیں ہم قابل تعظیم سمجھتے ہیں اور تعظیم وتکریم کے ساتھ ان کا نام لیتے ہیں۔ اور ہمارے کسی بیان میں کوئی ایسا حرف اور نقطہ

وہر چہ خواہد بظہور آرد۔ ومقتضائے وعدہ آں بود کہ مسیح خود را جہت شکستنِ صلیب بفرستد وکریم را عادت است

بقیہ حاشیہ

وکسر شاں صلیب وتکذیب امرش با دلائل روشن است۔ وما ماموریم بایں کہ با نرمی و بردباری اتمام حجت بکنیم و در جائے بد بدروئے کار نیاریم بلے ہرگاہ کسے رسول کریم ما را بد بگوید البتہ اورا پاسخ درشت می دہیم۔ ما نصاریٰ را دشنام نمی دہیم وزنہار در پوستین شان در نمے افتیم وروئے ہمت ما مخصوصاً متوجہ بانہا است کہ باشارہ وصراحت سید وآقائے ما را (صلی اللہ علیہ وسلم)
دشنام دہند۔ ما کشیشانے را کہ عادت سقط گفتن ندارند بزرگ داریم۔ ودلہائے را کہ ازاین ﴿۱۵﴾
گندگی و ناپاکی پاک انداحترام وا جب دانیم و نام شان بہ نیکی برزبان آریم۔

وإنّ نقض العهود من سير الكاذبين، فكيف يصدر هذا من أصدق الصادقين؟ وهو ملكٌ قدّوسٌ نور السماوات والأرضين، لا يُعزى إليه كذب ولا تخلّف وعدٍ كالمخلوقين، وقد تنزّه شأنه عن صفات المزوّرين. انظر إلى وعده ثم انظر كيف بلغت دعوة الصليب ذُرَى كمالها وقطعت الأطماع عن زوالها، وترون أن خيامها كيف رست ﴿۱۵﴾

کیونکہ نقض عہد جھوٹوں کی خصلتوں میں سے ہے سو یہ امر اصدق الصادقین سے کیونکر صادر ہو سکے اور وہ قدوس آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ اس کی طرف جھوٹ اور تخلّفِ وعدہ مخلوق کی طرح منسوب نہیں ہوسکتا اور اس کی شان دروغگو لوگوں کی صفات سے منزّہ ہے۔ اس کے وعدہ کو دیکھ۔ پھر دیکھ کہ صلیبی دعوت کس کمال تک پہنچ گئی ہے۔ اور اس کے زوال کی امید قطع ہو چکی ہے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ اس کے خیمے رسّوں کے ذریعہ

بقية الحاشية: يكسر شان هٰذه السادات وانما نرد سبّ السابّين على وجوههم جزآء للمفتريات . منه

بقیہ حاشیہ: نہیں ہے جوان بزرگوں کی کسر شان کرتا ہو اور صرف ہم گالی دینے والوں کی گالی ان کے منہ کی طرف واپس کرتے ہیں تا ان کے افترا کی پاداش ہو۔ منہ

که هرگاه وعده کند ایفا کند۔ چه شکستن عهد شیمهٔ دروغ زنان است چه جائے آنکه از راست ترین راستاں سر برزند۔ وآں پاک برتر نور آسمان و زمین است و چوں آفریده ها دروغ و خلاف وعده باو منسوب نمی شود۔ و شان وے بالاتر از دروغ زنان است۔ اوّلاً نظر بر وعده اش بکن باز نگاهے بیند از که دعوت صلیبی تا چه پایاں رسیده و امید زوال آں بنومیدی بدل شده۔ خیمه اش باطنابها ﴿۱۵﴾

بقیہ حاشیہ: در بیان ما حرفے نخواهد بود که کسر شان ہمچو بزرگان از آن پیدا شود کار ما جز این نه که دشنام دشنام دهندگان را برروئے شان باز۔ پس میزنیم تا انها به پاداش افترائے خود برسند۔ منه

بحبالها، واستحكم مرير إقبالها، ودخل في دينهم أفواج من المسلمين، وملئت ديارنا من المرتدّين. وأيّ شيء أشدّ مضاضة من هذا على المؤمنين الغيورين؟ وقد كذبوا وما نفعتهم الذكرى وما كانوا منتهين. وكنا نرجوا أن نُدخل النصارى في أجيالنا. والآن يُخلس من رأس مالنا، ويُطمَع في إضلالنا. وقد فرّقوا الأبناء من الآباء، والأصادق من الأصدقاء والامهات من الاولاد، والعجائز من فلذ الأكباد. فانظروا ألم يأن

کیسے مضبوط ہو گئے ہیں اور ان کا لمبا رسہ اقبال کا نہایت پختہ ہو گیا ہے اور ان کے دین میں ایک فوج کثیر مسلمانوں کی داخل ہو چکی ہے اور ہمارا ملک مرتدوں سے بھر گیا ہے اور اس سے زیادہ مومنوں پر اور کونسی جان کاہ سختی ہوگی اور انہوں نے اسلام کی تکذیب کی اور نصیحت نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور نہ باز آئے۔ اور ہم یہ امید رکھتے تھے کہ عیسائیوں کو اپنے گروہ میں شامل کر لیں گے اور اب ہمارا ہی رأس المال چھینا گیا اور ہمارے گمراہ کرنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ اور انہوں نے بیٹوں کو باپوں سے اور دوستوں کو دوستوں سے اور ماؤں کو بچوں سے اور بوڑھی عورتوں کو ان کے جگر گوشوں سے جدا کر دیا ہے۔ اب دیکھو کہ کیا اسلام

چہ قدر استوار گردیدہ درسن دراز اقبالش ہر چہ تمامتر محکم گشتہ۔ گروہے بسیارے از اہالیٔ اسلام در دین انہا در آمدہ و ملک ما از مرتدان پُر شدہ۔ نزد مومن با غیرت بلائے جان کاہ تر ازین چہ خواہد بود کہ ہرسوز پئے تکذیب اسلام برآمدہ اند واز پند واعظان طرفے بر نہ بستند۔ ما در بند آن بودیم کہ گروہ نصاریٰ را در گروہ خود در آریم ولے اکنون خود سرمایۂ ما از دست ما میرود۔ واز بہر گمراہ کردن ما کوشش ہامے کنند۔ پسران را از پدران و دوستان را از دوستان و مادران را از فرزندان و پیرہ زنان را از جگر گوشہ ہا جُدا کردہ اند۔ آیا ہنوز وقت آں

لـلإسـلام الـغـريـب أن يُـنـصر بكسر الـصليب☆؟ أمـا حـان أن تظهر مواعيد الـحـضـرة الأحديّة، وقد ديس الدين تـحـت أقدام النصرانية؟ وفكّروا ألم تقتض مصلحة حفظ الدين والملّة أن يبعث اللّٰـه مُـجدّدًا على رأس هذه الـمـائـة بـالآيات والأدلة ليكسرما بنا أهـل الـصُـلـبـان، ويُـظهـر الدين على سـائـر الـمـلـل والأديـان؟

☆ قـدسبق منـا البيـان فی تـأويل كسـر الـصـلـيـب. فـلـيـرجـع الـيـه القاری وليعلم انّ المعنی المشهور فی العلماء من الاكاذيب. منه.

غریب کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ کسرِ صلیب☆ کے لئے مدد دیا جائے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ خدا تعالیٰ کے وعدے پورے ہوں۔ حالانکہ دین اسلام نصرانیت کے قدموں کے نیچے کچلا گیا ہے۔ اور ذرا فکر کرو کہ آیا یہ مصلحت کہ دین کو بچایا جاوے تقاضا نہیں کرتی تھی کہ اس صدی کے سر پر کوئی مجدد نشانوں اور دلائل کے ساتھ مبعوث کیا جائے تا کہ وہ اس بنیاد کو توڑے کہ جو اہلِ صلیب نے بنائی اور تمام دینوں پر دین اسلام کو غلبہ دیوے۔

☆ ہم کسرِ صلیب کے معنی بیان کر چکے ہیں۔ پس چاہیے کہ پڑھنے والا ان معنوں کی طرف رجوع کرے اور یاد رکھے کہ جو علماء میں معنی مشہور ہیں وہ غلط ہیں۔

نرسیدہ کہ از پارہ پارہ کردن صلیب☆ دست گیری اسلام کردہ شود و جان تازہ در قالبش دمیدہ آید۔ و آیا ہنوز آن زمانے نیامدہ کہ وعدۂ حق تعالیٰ شانہ ایفا شود۔ حال آں کہ اسلام لکد کوب نصرانیت گردیدہ است۔ فکرے بکنید کہ آیا صیانت دین نمی خواہد کہ برسرِ ایں صد مجددے بانشانہا و دلائل حقہ مبعوث شود تا بنائے اہل صلیب را از پائے درآرد و ملّۂ اسلام را بر ملل و دیانہ ہا سر بلندی بخشد۔

☆ سابقاً دربارہ تاویل کسر صلیب تشریح کردہ ایم خوانندگان آن را در خاطر بدارند و نیکو بدانند کہ آنچہ درمیانۂ علماء مشہور است از غلط کاری و کج فہمی انہا ست۔ منہ

أيها الإخوان! قوموا فُرادیٰ فُرادیٰ، ثم فكّروا نِصفةً ولا تكونوا كمن عادیٰ. أيفتی قلبكم أن تبلغ المصائب إلى هذه الحالات، وتضيق الأرض على المسلمين والمسلمات، وتكثر الفتن حتى ترتعد منها القلوب، وتزداد الكروب. ثم مع ذالك لا تنزل نصرة اللّٰه من السماء، ولا يتم الوعد الحق من حضرة الكبرياء، وتمضی رأس المائة كجهام، ولا يُری فيه وجه مجدّد وإمام، ولا تغلی مرجل غيرة علّام مع توالی الفتن وإحاطتها كغمام

اے بھائیو! اکیلے اکیلے ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور پھر انصاف کے رو سے فکر کرو اور دشمنوں کی طرح مت ہو۔ کیا تمہارا دل یہ فتویٰ دیتا ہے کہ مصیبتیں اس حد تک پہنچیں اور مسلمانوں پر زمین تنگ ہو جائے اور فتنے بکثرت پیدا ہو جائیں یہاں تک کہ ان سے دلوں پر لرزہ پڑے اور بے قراریاں بڑھ جائیں۔ پھر باوجود ان تمام آفتوں کے خداتعالیٰ کی مدد آسمان سے نازل نہ ہو اور خداتعالیٰ کا وعدہ پورا نہ ہو اور صدی کا سر اس بادل کی طرح گذر جائے جس میں پانی نہ ہو اور کسی مجدد اور امام کا مُنہ اس میں ظاہر نہ ہو اور خداتعالیٰ کی غیرت کی دیگ جوش میں نہ آوے باوجودیکہ فتنے ابر کی طرح محیط ہو جائیں۔

برادران! خدارا یکان یکان اندیشہ بفرمائید و از دشمنی برکنار باشید۔ آیا دل شما روا دارد کہ مصیبت ہا بایں پایان برسد و زمین براہالیٔ اسلام تنگ بشود و فتنہ ہا افزونی یابد تا بحدے کہ دلہا ازاں بلرزد و آب تپش ہا از سر بگذرد و لے با ایں ہمہ مدد خدا از آسمان نرسد و وعدہ اش برروئے کار نیاید و سرصد چون ابر بے باران رائیگان سپری شود و امامے و مجددے برقع از رخ برندارد و باوجود آنکہ فتنہا چوں ابر جہان را فرا گرفتہ اند۔ ہیچ غیرتِ الٰہیہ درحرکت نیاید۔

أهذا أمر تقبله الفراسة الإيمانية أو تشهد عليه الصحف الربّانية؟ أليس هذا وقت فتنة وبلاء، وساعة حكم وقضاء، وفصلٍ وإمضاء، وزمان إزالة التهم وإبراء؟ أو هذه ثلمة ما أراد اللّٰه أن يسد وقضاء ما شاء الرحمٰن أن يرد؟ كلّا بل سبقت من اللّٰه من قبل بشارة عند هذه الآفات، وملئت الكتب من التبشيرات، فمن الغباوة أن تُنسى البشارات، ولا يُرَى الآثار والإمارات. أليس حقّا أن غلبة الصليب وشيوع

کیا یہ وہ بات ہے جس کو ایمانی فراست قبول کرسکتی ہے یا جس پر ربّانی صحیفے گواہی دیتے ہیں۔ کیا یہ فتنہ اور بلا کا وقت نہیں اور خدا کے حکم اور فیصلہ کی گھڑی نہیں اور کیا اسلام کو بَری کرنے اور تہمتوں کے دور کرنے کا زمانہ نہیں یا کیا یہ ایسا رخنہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا کہ بند کیا جائے یا ایسی تقدیر ہے کہ اس رحمان نے نہیں چاہا کہ ردّ کی جائے ہرگز نہیں بلکہ اس سے پہلے قوم کو بشارتیں مل چکی ہیں اور بشارتوں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ پس یہ ناسمجھی اور غباوت ہے کہ ان بشارتوں کو بھلایا جائے اور نشانوں اور علامتوں کو نہ دیکھا جائے۔ کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ صلیب کا غلبہ اور اس

آیا فراست ایمانی تو ۔۔۔ ایں را باور می کند یا ۔۔۔ نوشتہ ہائے ایزدی شہادت ایں امر می دہند۔ آیا این زمان زمان فتنہ و بلا و ۔۔۔ ساعت حکومت و فصل از قبل خدا نیست۔ و وقت آں نیست کہ چہرۂ اسلام را از آلایش افترا و بہتان پاک نمودہ شود۔ یا این رخنہ ایست کہ خدا نمی خواہد کہ آن را بر بند د یا تقدیرے کہ آن رحمٰن نمی خواہد کہ رد بشود۔ نے نے بل قوم را پیش زیں در بارہ ہمچوایام مژدہ ہا دادہ اند و کتابہا از زین بشارات لبریز اند۔ از کودنی و نادانی است کہ آں بشارات را از یاد بروں کردن و نظر بر آثار و علامات نینداختن ۔۔۔ آیا راست نیست کہ غلبۂ صلیب و شائع شدن این

هذا الدين القبيح من أوّل علامات
ظهور المسيح؟ وعليها اتفق أهل
السُنّة بالإقرار الصريح، ولم يبق فرد
منهم مخالفا لهذا الحديث الصحيح.
ولا يقبل عقل سليم وطبع مستقيم أن
تظهر العلامات بهذه الشوكة
والشان، وتبلغ إلى حدّ الكمال طرق
الدجل والافتنان، وتنقضى على
شدّتها برهة من الزمان، ثم لا يظهر
المسيح الموعود إلى هٰذا الأوان.
مع أن ظهوره على رأس المِأة من
المسلّمات، وقد مضت المِأة قريبا
من خمسها وانتهى الأمر إلى الغايات۞

۞ لايخفى ان المجدد لاياتى الّا لاصلاح

بددین کا پھیلنا ظہور مسیح کی پہلی علامت ہے
اوراس پر اہل سنت نے اقرار صریح کے ساتھ
اتفاق کیا ہے اور کوئی فرد ان میں سے اس
حدیث صحیح کا مخالف نہیں ہے اور عقل سلیم اور
طبعِ مستقیم قبول نہیں کرسکتی کہ علامتیں تو اس
شوکت اور شان کے ساتھ ظاہر ہوں اور دجل
اور فتنہ انگیزی کمال تک پہنچ جائے اور اس پر
ایک زمانہ بھی گزر جائے اور مسیح موعود اب
تک ظاہر نہ ہو باوجود اس بات کے کہ صدی
کے سر پر اس کا ظاہر ہونا امور مسلّمہ دین میں
سے ہے۔اور صدی بھی خمس کے قریب گزر گئی ﴿۱۶﴾
اور انتظار مجدد کا امر نہایت۞ تک پہنچ گیا اور ﴿۱۶﴾

۞ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مجدد موجودہ فساد کی

ملّت قبیحہ ۔۔۔اوّل علامت ظہورِ مسیح موعود است ۔ و اہل سنہ باقرار صریح براین اتفاق دارند و ہیچ
نفسے از اوشاں خلاف این حدیث صحیح نرفتہ ۔ عقل سلیم باور نکند کہ نشانہا با این شان ظاہر بشوند و طریق
فتنہ وفریب بسرحد پایان برسد و زمانے دراز از زمان براں بگذرد و ہنوز مسیح موعود بروز نکند با
آنکہ ظہوش☆ بر سر صد از مسلّمات است و اکنون از صد قریب بہ پنجم حصہ آں گذشتہ و انتظارش۞

۞ ظاہراً مجدد از پئے اصلاح مفاسد موجودہ مے آید و روے بہ بر کندیدن ﴿۱۶﴾

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے'' ظہورش ''ہونا چاہیے۔(ناشر)

وحان أن يرحم اللّٰه الضعفاء ويجبر ضيق أمورهم ويخرجهم من قبورهم. وقد

وہ وقت آ گیا کہ خدا تعالیٰ ضعیفوں پر رحم کرے اوران کی تنگیوں اور تکالیف کا تدارک کرے اور ان کو قبروں میں سے نکالے اور

بقية الحاشية

المفاسد الموجودة. و لايتوجه الّا الٰی قلع ما كبر من السيئات الشايعة. ومن المعلوم ان الفساد العظيم فی هذا الزمان هو فتنة اهل الصُّلبان. وهو الذی اهلک كثيرًا من اهل البراری والبلدان. فوجب ان يأتی المجدّد علٰی رأس هٰذه المائة لهذا الاصلاح. و يكسر الصليب و يقتل خنازير الطلاح. و من يكسر الصليب فهو المسيح الموعود. ففكّر ايّها الزكی المسعود. منه

بقیۃ حاشیہ

اصلاح کے لئے آتا ہے۔اوراس بدی کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو پھیلی ہوئی بدیوں میں سے بڑی بدی ہواور یہ معلوم ہے کہ اس زمانہ میں فسادِ عظیم صلیبی کارروائیوں کا فساد ہے۔اسی فساد نے بہت سے بیابانی اورشہری لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔پس یہ امر واجب ہے کہ مجدد اس صدی کا اس اصلاح کے لئے آوے اور بموجب منشاء احادیث کے کسرِ صلیب اور قتل خنازیر کرے۔اور جو شخص کسرِ صلیب کرے وہی مسیح موعود ہے۔ پس اس امر کو اے سعید آدمی سوچ۔منه

مردم را نعل در آتش کردہ و وقت آں آمدہ کہ خدائے مہربان ناتوانان را دریابد و تنگی ایشاں بفراغے برگرداند۔ واز گورہاشاں بروں کند ﴿۱۶﴾

بقية الحاشية

بیخ آن بدی می آرد کہ بزرگ ترین بدی ہائے آں وقت باشد۔ پوشیدہ نیست کہ شر بزرگ دراین زمان فتنۂ صلیب است کہ بسیارے را از اہل بیابان وشہر ہا برخاک ہلاک نشاندہ۔لہٰذا لازم آنکہ برسر این صد مجددے برائے اصلاح این خرابیہا بیاید وصلیب رابشکند وخنزیران رابکشد وآن کہ کاراو شکستن صلیب است ہماں مسیح موعوداست۔منه

تعنّی المنتظرون لأجل المسيح النازل، وديسوا تحت النوازل وارمدّت عين المنتظرين . أيها السادات والشرفاء ! رحمكم الله وأتاكم منه الضياء. انظروا وكرّروا النظر وأمعنوا أليس من وعد الله أن ينزل المسيح عند الزلازل الصليبية، فيُقبل على المسلمين إقبال الرحمة والنصرة، ويجزل لهم الله طوله ويتم قوله بالفضل والمنّة؟ وتعلمون أن القسوس كيف غلبوا على أمورهم، وقلّبوا الأرض بظهورهم. وطال عليهم الأمد، فأين ذهب ما وعد الصدوق الصمد؟

مسیح کی انتظار کرتے کرتے لوگوں نے بہت رنج اٹھایا ہے اور حوادث کے نیچے کچلے گئے ہیں اور انتظار کرتے کرتے لوگوں کی آنکھیں پک گئیں اے بزرگو! اور شریفو! خدا تم پر رحم کرے اور اپنے پاس سے تمہیں روشنی عطا فرماوے۔ نظر کرو اور دوبارہ دیکھو اور خوب غور کرو۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ نہیں ہے کہ وہ مسیح موعود کو صلیبی زلزلوں کے وقت میں نازل کرے گا اور پھر وہ مسلمانوں پر رحمت اور مدد کے ساتھ متوجہ ہوگا اور اپنی عطا ان پر پوری کرے گا اور اپنے قول کی سچائی ظاہر فرمائے گا اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ پادری لوگ کیونکر اپنے مقاصد پر کامیاب ہو گئے ہیں اور زمین کو اپنے ظہور کے ساتھ زیروزبر کردیا ہے۔ اور ان کی کارروائی پر بڑی مدت گزر گئی ہے پس اس سچے خدا کا وعدہ کہاں گیا

مردم در انتظار مسیح زحمتہا کشیدہ و در زیر بلا ہا پائمال گردیدہ و چشمہا در راہش سفید گشتہ اند۔ بزرگان و کلانان خدا نظرے در شما بکند و نورے بہ شما بہ بخشد۔ اندیشہ بفرمائید و سگالشہا در کار بکنید آیا وعدہ الٰہی نبودہ کہ مسیح را در ہنگام قوہ صلیب فرود فرستد و رحم و فضلش یار و یاور مسلمانان بگردد و نعمت خود را برایشاں اتمام کند و راستی گفتار خود را بظہور بیارد۔ بر شما پوشیدہ نخواہد بود کہ کشیشان در کار خود کامیاب و شاد کام گردیدہ و زمین را بظہور خود زیروزبر نمودہ اند۔ و مدتے دراز ابقا بر کارروائی انہا شدہ۔ اکنون چہ شد وعدہ آں خدائے صادق۔

وتـرون أن أفـواجـا مـن الـمسلمين ارتـدت وخـرجـت مـن هذه الملّة، فـفكروا أليس هذا رزئية عظمى على الشـريـعة الـمحمدية؟ ثم مع ذالک سبّـوا نبيـنـا الـمـصطفٰى، وطعنوا فى ديـنـنـا وبـلّـغـوا الأمـر إلى المنتهٰى. أمـكّـنهم اللّٰه منّا وما مكّننا من العدا؟ تـلـک إذًا قـسـمـة ضيـزىٰ. وإن كنتم تـنـتظرون مصائب أخرىٰ فإنّا للّٰه على هذا الرأى والنهٰى. أتريدون أن ينعدم الإسـلام كـل الانعدام ولا يبقى اسمه ولا اسـم نبيّـنـا خيـر الأنـام؟ ثم يظهر الـمسيـح بـعـد فـنـاء الملّة واختلال

اور آپ لوگ دیکھتے ہیں کہ ہزارہا مسلمان مرتد ہوکر دین اسلام کو چھوڑ گئے ہیں۔ پس سوچ لو کہ کیا یہ نہایت بڑی مصیبت ہمارے دین محمدی پر نہیں ہے پھر انہوں نے علاوہ بدمذہبی پھیلانے کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بھی دیں اور ہمارے دین اسلام پر اعتراض کئے اور ہجو کی اور بات کو انتہا تک پہنچا دیا۔ کیا خدا نے ان کو ہمیں دکھ دینے کیلئے موقعہ دیا اور ہمیں نہ دیا۔ پس یہ تقسیم تو ٹھیک نہ ہوئی اور اگر آپ لوگ اور مصیبتوں کے منتظر ہیں پس بجز انّا للّٰہ کے اور کیا کہیں۔ کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اسلام بکلّی معدوم ہو جائے اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں نام و نشان نہ رہے۔ پھر مسیح موعود ملت اسلام کے فنا ہونے کے بعد اور نظام دین کے خلل پذیر ہونے

شما می بینید ہزاراں مسلمانان جامۂ ارتداد در برکردہ اند۔ انصافاً بگوئید بلائے بزرگتر ازاین بر دین محمدی چہ خواہد بود۔ ازین گزشتہ نبی کریم مارا (صلی اللہ علیہ وسلم) را دشنام دہند۔ و دین متین مارا ہدف اعتراضات سازند وذم وہجا کنند وکار از حد گذرانیدند۔ آیا خدا ریسمان ایشاں را دراز کردہ وبرسر ما مسلط گردانیدہ کہ از دست انہا رنج وآزار یابیم۔ بخدا ایں تقسیم کہ خوب نیست واگر شما در انتظار مصیبت ہائے بزرگتر ازایں نشستہ اید ما بجز از استرجاع چہ گوئیم۔ آیا شما آرزو دارید اسلام بکلی از ہم بپاشد واثرے از اسلام وازان ذات خیر الانام (علیہ الصلوۃ والسلام) در دنیا نماند۔ ومسیح بعد از افنائے ملۂ اسلام

النظام، وأنتم تقرء ون أن الملّة لا ترى يوم الزوال بالكلّية، ولا تنفک منها آثار القوة والشوكة. وبينما هي كذالک فينزل المسيح المجدد على رأس المائة، وهو يأتي حكما و عدلا ويقضي بين الأمّة. فيجمع السعداء على كلمة واحدة بعد افتراق المسلمين وآراء مختلفة. وأسماء هذا المجدد ثلاثة وذكرها في الأحاديث الصحيحة صريح: حكم ومهدى ومسيح. أما الحكم فبما رُوِىَ أنه يخرج في زمن اختلاف الأمّة، فيحكم بينهم بقوله الفصل والأدلة القاطعة. وعند زمن ظهوره لا توجد

کے پیچھے ظاہر ہو اور آپ لوگ کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ ایسے زوال کا دن اسلام پر کبھی نہیں آئے گا اور شوکت اور قوت کے علامات کبھی اس سے علیحدہ نہیں ہوں گے اور اسلام اسی حالت پر ہوگا کہ مسیح موعود صدی کے سر پر نازل ہو جائے گا اور وہ حَکم عدل ہو کر آئے گا اور امت کے اختلاف دور کرے گا اور سعید لوگوں کو بعد اختلافات کے ایک کلمہ پر جمع کر دے گا۔ اور اس مجدد کے تین نام ہیں جو احادیث صحیحہ میں بتصریح مذکور ہیں یعنی حَکم اور مہدی اور مسیح اور جیسا کہ روایت کیا گیا ہے حَکم کے نام کی یہ وجہ ہے کہ مسیح موعود امت کے اختلاف کے وقت میں ظاہر ہوگا اور ان میں اپنے قولِ فیصل کے ساتھ وہ حُکم دے گا جو قریب انصاف ہوگا اور اس کے زمانہ کے وقت میں کوئی

وواشدن شیرازۂ دین جلوہ گر بشود۔ وشما در کتب می خوانید کہ مثل ایں روز سیاہ ہرگز بہرۂ اسلام نخواہد بود وعلامات شوکت وصلابت ابداً ازوے منقطع نخواہد گشت۔ ہم درایں اثنا مسیح موعود بروز کند واو حکم عادل باشد واختلافات راازمیانہ امت رفع سازد وفرخندہ بختان رابعداز پراگندگیہا بریک کلمہ جمع آردوآں مجدد راسہ نام است کہ دراحادیث صحیحہ بہ تصریح مذکور است یعنی حکم ومہدی ومسیح۔ ازقرارروایت حکم بجہت آن است کہ مسیح موعود دروقت خلاف امت نازل شود۔ وباقول فصل درمیانۂ اختلافات حکمی کند کہ قرین انصاف باشد۔ درایّامے کہ اوظہور فرماید جملہ عقائد

عـقـيـدة إلّا وفيها أقوال، فيختار القول
الـحـق مـنـهـا ويـتـرك ما هو بـاطـل
وضلال. وأمّا المهدى فبما رُوِى أنه
لايأخذ العلم من العلماء، ويُهدى من
لدن ربه كما كان سُنّة الله بنبيّه
محمد خير الأنبياء، فإنه هُدِى
وعُلِّم من حضرة الكبرياء، وما
كان له مُعلّم آخر من غير الله ذى
العزّة والعلاء. وأمّا المسيح فبما ﴿۱۷﴾
رُوِى أنه لا يستعمل☆ للدّين

عقیدہ ایسا نہیں ہوگا جس میں کئی قول نہ ہوں۔
پس وہ حق کو اختیار کرے گا اور باطل اور گمراہی کو
چھوڑ دے گا اور مہدی کے نام کی وجہ جیسا کہ
روایت کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ علم کو علماء سے
نہیں لے گا اور خدا تعالیٰ کے پاس سے ہدایت
پائے گا جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے نبی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طریق سے ہدایت دی۔
اس نے محض خدا سے علم اور ہدایت کو پایا۔ اور
مسیح۞ کے نام کی وجہ جیسا کہ روایت کی گئی ہے
یہ ہے کہ وہ دین کی اشاعت کے لئے تلوار

☆ المراد من لفظ المسيح كما جاء فى الحديث الصحيح مسيحان. مسيح قاسط خارج فى آخر الزمان. و مسيح مقسط فى ذالك الاوان. فالذى يزجّى امره بالاسباب الردية الارضية ويمسح كل عذرة الارض بالحيل ﴿۱۷﴾

۞ مسیح کے لفظ سے مراد احادیث کے رو سے دو مسیح ہیں۔ ایک مسیح ظالم آخری زمانہ میں آنے والا اور ایک مسیح عادل اسی زمانہ میں آنے والا۔ پس وہ شخص جو ردی طریقوں سے کام چلاتا اور زمین کی ہر ایک ناپاکی کو ذلیل حیلوں کے ساتھ چھوتا اور طرح طرح کی تحریف

دست زدہ اقوال متعددہ خواہند بود۔ لاجرم او حق را از میانہ اختیار و باطل و ضلال را ترک بکند و برحسب روایت مہدی بسبب آن است کہ علم را از علماء نگیرد بل بلاتوسط احدے از خدا ہدایت یابد ہمچنانکہ نبی خود محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) را ہدایت فرمود۔ و او از خدا مشرف بہ الہام و مکالمہ و تعلیم دادہ شود۔ و وجہ اسم مسیح۞ بر طبق روایت آنکہ او در اشاعت امر دین ﴿۱۷﴾

﴿۱۶﴾ ۞ از قرار احادیث لفظ مسیح بر دو تن اطلاق یافت۔ مسیحے بیدادگر کہ در آخر زماں پیدا شود و دیگر مسیحے دادگر کہ ہمدراں زماں ظہور فرماید۔ خلاصہ آنکہ از طریقہ ہائے بر کار بگیرد و ہر گونہ ناپاکی و گندگی زمین را با حیلہ ہائے فرومایہ دست کند و

سیوفا مُشھّرة ولا أسنّة مُذّ رّبة. بل یکون مداره علی مسح برکات السماء، وتکون حربته أنواع التضرّعات

اور نیزہ سے کام نہیں لے گا۔ بلکہ تمام مدار اس کا آسمانی برکتوں کے چھونے پر ہوگا اور اس کا حربہ قسم قسم کی تضرع اور دعا ﴿۱۷﴾

کاراز سیف وسنان نگیرد بل جملۂ کاروبار او بستہ برمسح برکات آسمانی باشد وحربۂ او دعاہائے گونا گون وے

بقیۃ الحاشیۃ

الدّنية. ويستعملّ انواع التحريف والمكائد والتلبيس والخدعة ويؤيد الباطل بسائر اقسام الدجل والدنس والتمويه والتعطيه. فهو المسيح الدجال و امره التزوير و تزيين الباطل والاضلال. والذى يفوض كل امره الٰى حضرة الكبرياء . ويقطع الاسباب ويبعد منها ويعكف على الدعاء. ويسعى من الاسباب الى المسبب حتى يمسح بتوكله اعنان السماء. فذالک هو المسيح الصديق. و امره تائيد الحق وكلِمًا ينجو به الغريق. والمسيح اسمٌ مشترک بينهما

بقیہ حاشیہ

اور مکر اور تلبیس اور فریب سے کام لے گا۔ اور تمام قسم کے دجل اور فسق سے باطل کی تائید کرے گا۔ پس وہ مسیح دجال ہے اور کام اس کا تزویر اور گمراہ کرنا ہے۔ مگر جو شخص اپنا ہر ایک امر خدا تعالیٰ کے سپرد کرے گا اور قطع اسباب کر کے دُعا پر زور ڈالے گا۔ اور اسباب سے مسبب کی طرف دوڑے گا یہاں تک کہ اپنے توکّل کے ساتھ آسمان کی سطح کو چھو لے گا یہ مسیح صدیق ہے۔ اور اس کا کام حق کی مدد کرنا اور غریق کو بچانا ہے۔ اور مسیح کا لفظ دو چیزوں میں مشترک ہے۔ ﴿۱۷﴾

بقیہ حاشیہ

ہر نوع تحریف ومکر وتلبیس وفریب در کار آورد و ہر رنگ دجل وزور ودروغ وحقہ بازی از بہر رواج دادن ناراستی صرف نماید۔ آں مسیح دجال است وکار او فریبیدن واز راہ بردن وآراستن دروغ است۔ ولیکن شخصے کہ جملہ امر خویش بخدا بسپارد واز اسباب بریدہ ہمۂ ہمت بر دعا بگمارد واز اسباب ردّی بہ سبب ساز بیارد حتی کہ از کمال توکل بر سطح آسمان ﴿۱۷﴾

والدعاء. فاشكروا الله أنه موجود فی زمنكم وفی هذه البلدان، وأنه هو الذی يُكلمكم فی هذا الأوان، وهذا يوم تنزل فيه البركات، وتظهر الآيات، ويعود الإيمان الغريب إلى موطنه، ويخرج لؤلؤ العلم من معدنه. هذا هو اليوم الذی توجّست منه قلوب الكفار، وانبجست رقّةً عيون عيون الأبرار، وهذا يوم تقيّظ☆ الغافلين، ورقة المتيقّظين. و

ہوگی۔ پس خدا تعالیٰ کا شکر کرو کہ وہ تمہارے زمانہ اور تمہارے ملک میں موجود ہے اور وہی تو ہے جو اس وقت تم سے کلام کر رہا ہے اور یہ وہ دن ہے جس میں برکات نازل ہو رہے ہیں اور نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور ایمان کا مسافر اپنے وطن کی طرف رجوع کر رہا ہے اور اس کے معدن سے علم کے موتی نکل رہے ہیں۔ یہ وہ دن ہے جس سے کفار کے دلوں میں دھڑکا بیٹھ گیا ہے اور غلبہ رقت کی وجہ سے ابرار کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ دن غافلوں کے جاگنے کا دن اور جاگنے والوں کی رقت قلب کا دن ہے۔

بقية الحاشية: مسيح العلٰى. ومسيح تحت الثرىٰ. وسمّی المسيح الصديق عيسىٰ. لما عيس من بطشة القوم كابن مريم امام الهدىٰ. وعيس من جور السلطنت مع الضعف والمسكنة وتهاويل اخرىٰ. منه

بقیہ حاشیہ: آسمان کا مسیح اور زمین کا مسیح۔ منه

خواہد بود۔ خدا را شکر بجا آرید کہ او در ملک شما و درمیانہ شما موجود و ہمان است کہ با شما تکلم می کند و این روز یست کہ برکات درآں نزول می فرماید و نشانہا آشکار می شود و ایمان غریب بوطن خود باز پس می آید و کان وے دُرِّ علم بیرون می دہد۔ این روزے است کہ خفقانے ازان دردل کفار راہ یافتہ و دیدۂ پاکان از کمال رقت چشمہ ہائے سرِ اشک روانہ ساختہ اند۔ امروز روز بیداری غافلان و رقت بیداران و روز قبول

بقیہ حاشیہ: دست بساید او مسیح صدیق و کار او تائید حق و رہانیدن غریق است۔ ولفظ مسح بر مسح آسمان و مسح زمین ہر دو اطلاق مے یابد۔ منه

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’ تیقّظ ‘‘ ہونا چاہیے۔ ترجمہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ (ناشر)

هذا يوم القبول والردّ من رب العالمين. أمّا الذين قبلوا فترى وجوههم متهلّلة مستبشرة عارفة، وأمّا الذين ردّوا فوجوههم كالحة دميمة مستنكرة، وكل يرى ما كسب في هذه والآخرة. فمن جاء الصادق مصدقا فقد صدّق الرسول مُجدّدا وجمع شملا مبدّدا، ومن أعرض عن الصادق فعصٰى نبى اللّٰه وما بالى التهدّد. وما أقول من تلقاء نفسي بل هذا ما قال ربى وأكّد القول وشدّد. ابتُليَت ببعثتى جموع الزهّاد والعباد، ولا يعرفنى إلّا

اور یہ دن قبول اور ردّ کا دن ہے۔ اس میں قبول کرنے والوں کے منہ کشادہ اور خنداں اور پہچاننے والے ہیں اور رد کرنے والوں کے منہ ترش اور بدشکل اور ناشناس ہیں اور جس نے صادق کے پاس آکر اُس کی تصدیق کی اس نے نئے سرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اپنے امر متفرق کو جمع کر لیا اور جس نے اعراض اور انکار کر کے صادق کی تکذیب کی وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہو گیا اور کچھ نہ ڈرا۔ یہ میرا قول نہیں بلکہ یہی خدا تعالیٰ نے تاکیداً فرمایا ہے۔ میرے مبعوث ہونے کے ساتھ تمام زاہد اور عابد آزمائے گئے اور مجھے وہی دل جانتے ہیں جو بدلائے

وردّ است۔ آنانکہ پذیرفتند روی ہائے شان درخشان وخندان وشناسا استند وروی ہائے سر باز زنان ترش و زشت و نا شناسا استند۔ ہر کہ در نزد صادق آمد و صدقش را پذیرفت او از نو تصدیق رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کرد و امور پریشان خود را فراہم آورد۔ وآنکہ از گردن کشی وانکار کمر بر تکذیب صادق بر بست او گردن از فرمان رسول کریم بہ پیچید و بیمے در دل نیاورد۔ ایں گفتار ہوائے من نیست بل گفتار تاکیدی پروردگار است۔ ہمہ زاہدان بہ سبب بعثت من آزمودہ شدند۔ و مرا نمے شناسد مگر دلہائے

قـلـوب الأبـدال والأوتـاد، وأمـا علـمـاء هـذه البـلاد فمـاتت قلوب أكثـرهـم وبـعـدوا مـن السـداد، وذهـب اللّٰـه بـنور هدايتهم وضيـاء درايتهـم، وتـركهـم كـالـمخذولين.

گئے اور مستقیم کئے گئے۔ مگر اس ملک کے اکثر علماء کا دل مر گیا اور خدا نے اُن کا نورِ ہدایت اور زیرکی چھین لی۔

يُـكـفّـرون ولا يـعـرفون من يُكفّرونه ويـعـمهون، ويُعرضون عن الحق ولا يـقبـلـون، ويـرون آيـات اللّٰـه ثم لا يهتـدون. يسبّـونـنـي ويشتـمـونـني ويسعـون لإجـاحتـي ويـمكـرون. ويسـخـرون مـنـي ومـن جمـاعتـي وبسـوء الألـقـاب ينبـزون، وسيعلم الـذيـن ظـلـمـوا أي مـنقلب ينقلبون.

مجھے اکثر کافر کہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ کس کو کہہ رہے ہیں اور حق سے منہ پھیرتے ہیں اور قبول نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے نشان دیکھتے ہیں اور پھر ہدایت نہیں پاتے اور مجھے گالیاں دیتے ہیں اور میری بیخ کنی کے لئے کوشش کرتے اور منصوبے بناتے ہیں اور مجھ سے اور میری جماعت سے ٹھٹھا کرتے اور بڑے بڑے☆ نام رکھتے ہیں اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

کہ تبدیل واستقامت درانہا جا گرفتہ۔ بسیارے از علمائے این بلاد دل شاں مردہ واز راستی دُور افتادہ وخدا نور ہدایت وزیرکی را از انہا باز گرفتہ واز یاری ویاوری انہا دست باز کشیدہ۔ کافرمی گویند ونمی دانند کرا کافر می گویند۔ وسر گردانیہا می کشند۔ واز قبول حق گردن می کشند ونہ می پزیرند۔ خدا رانشانہا می بینند ودیدہ وازنمی کنند۔ در بارۂ من بدے گویند واز پئے از پا درآوردنم تگاپو ہا کنند۔ وبر من وگروہ من خندہ ہا زنند و بہ نامہائی بد یاد آرند۔ دور نیست کہ ستمگران بدانند کہ سر انجام کار ایشاں چہ خواہد بود۔

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے'' برے برے '' ہونا چاہیے۔ متن اور فارسی ترجمہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ (ناشر)

ثم اعلموا یا جموع کرام أنی أُلهمت مذ أعوام، وأُمرت من ربّ علّام أن أُظهر علی خواص وعوام، أن المسیح الصدیق الذی وُعِدَ نزوله لهذه الأمّة عند شیوع فتن حماة الصلیب والکفارة، **هو هٰذا** العبد الذی بُعث علی رأس المائة. وأُمِرَ أن یُتمّ حجّة اللّٰه علی أهل الصلبان والفِدیة، ویکسر غلوّهم بالأدلة القاطعة، ویُقوّی بالآیات أمر الملّة، ویقطع معاذیر الکفرة، ویأتی بمتاع جدید للمقوین. ویبشر للطالبین الذین یطلبون مرضاۃ ربّهم ویحبّون خاتم النبیّین،

پھر اے بزرگوں کے گروہ آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ مجھے کئی سال سے الہام ہو رہا ہے۔ اور میں اس بات کو عام و خاص پر ظاہر کرنے کے لئے حکم کیا گیا ہوں کہ وہ مسیح صدیق جس کے اترنے کے لئے اس امت کو وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ صلیبی فتنوں کے شائع ہونے کے وقت اترے گا **وہ یہی** بندہ ہے جو صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا اور حُکم کیا گیا ہے کہ تا خدا تعالیٰ کی حجت اہل صلیب پر پوری کرے اور دلائل قاطعہ کے ساتھ اُن کے غلو کو توڑے اور تمام کفار کا قطع عذر کرے اور جو لوگ بے توشہ ہو رہے ہیں ان کو متاع جدید عطا فرماوے اور خدا کے ڈھونڈنے والوں کو خوشخبری دے یعنی ان لوگوں کو جو خدا تعالیٰ کی رضامندی کی راہوں کو ڈھونڈتے ہیں۔ اور جناب خاتم الانبیاء

جماعت بزرگاں بدانید کہ چندیں سال است من تشریف الہام یافتہ ام و مامورم باینکہ برخاص و عام اظہار آنرا بکنم کہ آں مسیح صدیق کہ نزولش برائے این امت در وقت فتنہ ہائے حامیان صلیب موعود است من بندہ ہستم کہ بر سر صد مبعوث شدہ ام و مامورم بایں کہ حجت خدا بر پرستاران صلیب اتمام بکنم و بنیاد غلو انہا را با دلائل قاطعہ از پا در آرم و امر ملت را با نشانہا استوار بنمایم و ہر گونہ بہانہ ہائے کافران را از سر ببرم و بے نوایان را برگ و ساز نو بہم رسانم و جویندگانے را مژدہ رسانم کہ راہ رضائے پروردگار را جویند و خاتم النبیین را دوست دارند

علیہ صلوات اللّٰہ و الملائکۃ و أخیار الناس أجمعین. وقد سبق البیان منی أن ھذا الوقت وقت ظھور المسیح الموعود، وقد تمت کلمۃ ربنا صدقا وحقا وأوفیٰ بالعھود. وکیف لم یعرف وقد طال أمد الانتظار، وظھر کلُّ ما ورد من الآثار، وقد مضت مدۃ علی صراصر الفتن الصلیبیۃ، وارتد فوج من الأمم المحمدیۃ، وما بقی بیت إلّا دخلت فیہ نصرانیۃ، ﴿۱۸﴾ وقلّت علی الأرض أنوار إیمانیۃ. ﴿۱۸﴾ فأرسلنی الرب الرحیم فی ھذہ الأیام وزاد معرفتی بتوالی الوحی والإلھام،

صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اس نبی پر خدا اور اس کے فرشتوں اور تمام نیک بندوں کی طرف سے درود ہو۔ اور میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ یہ وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے اور ہمارے ربّ کی بات صدق اور سچائی سے پوری ہوگی اور اُس نے اپنے عہدوں کو پورا کیا اور کس طرح پورا نہ کرتا اور اس کے وعدے کی مدت بہت گزر گئی تھی اور تمام نشانیاں پوری ہو چکی تھیں اور صلیبی فتنوں کی آندھیاں بھی بہت مدت سے چل رہی ہیں اور ایک فوج امت محمدیہ میں سے مرتد ہو چکی ہے اور کوئی گھر خالی نہیں رہا جس میں نصرانیت داخل نہیں ہوئی اور ایمانی انوار زمین پر کم ہو گئے ہیں۔ پس خدائے رحیم نے مجھے ان دنوں میں بھیجا اور وحی اور الہام کو متواتر نازل کر کے میری معرفت کو زیادہ کیا۔

(بروے از خدا و فرشتگان و کافہ مردم صلوات و تسلیم باد) قبلاً نگارش یافتہ کہ این وقت وقت ظہور مسیح موعود است و گفتار پروردگار ما براستی و درستی سرانجام نیکو حاصل کردہ و وعدہ خود را ایفا فرمودہ و چگونہ ایفا نفرمودے درحالیکہ مدتے دیر باز بر وعدہ اش سپری شد۔ و ہمہ نشانہا پدیدار گشتہ و تند ﴿۱۸﴾ بادہائے فتن صلیبیہ از زمانے دراز وزیدن گرفتہ و گروہے بسیار از امت محمدیہ سر از دائرہ اسلام بیرون کشیدہ بود و خانہ نماندہ کہ نصرانیت دراں سر زدہ داخل نشد و انوار ایمان بر زمین کم گردید۔ لہٰذا خدائے رحیم مرا در ہمچو روزہا فرستاد و از پیاپے دادن وحی و الہام نور معرفت مرا بیفزود

وقوّانی بخوارق و کُشُفٍ کالبدر التام. ووهب لی علم دقائق القرآن، وعلم أحادیث رسوله وما بلّغ من أحکام الرحمٰن، وفهّمنی أنه ما قدّم وما أخّر وعده من الآوان، بل أنزل أمره علی رأس الوقت والزمان. ومع ذالک کنت ما یسرنی قلیل من الآیات والعلامات، بل کنت استقل الکثیر لفرط اللّهج والرغبة فی البیّنات من الشهادات، وکنت ما أرضی من الاستیفاء باللفاء ، وما أقنع من شمس الهجر بأقل الضیاء. بل کنت أجتنب منهلًا کدُر ماؤه وما کمل صفاؤه، فتوالت آیات ربی لتسلیتی حتی اطمأنت

اور خوارق اور کشف روشن کے ساتھ مجھے قوی کیا اور مجھے دقائق قرآن شریف کا علم عطا فرمایا اور ایسا ہی علم احادیث کا عطا کیا اور مجھے سمجھایا کہ اُس نے اپنے وعدہ کو مقدم یا مؤخر نہیں کیا بلکہ اپنے امر کو عین وقت پر نازل فرمایا۔ اور باوجود اس کے میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا تھا کہ تھوڑے سے نشانوں اور علامتوں پر صبر کروں بلکہ بباعث رغبت شہادتوں اور ثبوتوں کے بہت کو تھوڑا جانتا تھا اور تھوڑی چیز اور تھوڑی روشنی پر قناعت نہیں کرتا تھا بلکہ میں ایسے چشمے سے دور رہتا تھا جس کا پانی مکدر ہو اور صاف نہ ہو۔ پس میری تسلی کے لئے خدا تعالیٰ کے نشان متواتر نازل ہوئے یہاں تک کہ

وازخوارق روشن وکشف تقویت من بنمود وعلم دقائق قرآن برمن ارزانی بفرمود۔ وہمچنیں در علم احادیث برروئی من بکشود۔ وبرمن آشکار کرد کہ تقدیم وتاخیر در وعدہ اش ہرگز راہ نیافتہ بل امر خود را درعین وقت نازل کردہ وباایں ہمہ نخواستم کہ قناعت بر نشانہائے قلیل و علاماتے چند بکنم بل از شدۃ رغبت درشہادات وثبوتہا بسیار را اندک شمرام وبر چیز اندک و روشنی قلیل سرفرود نیاوردم بلکہ من ازاں چشمہ دوری می جستم کہ آبش مکدر باشد۔ پس برائے تسلیت من نشانہائے الٰہی پیاپے نازل شدند تا اینکہ روان من اطمینان کلّی بیافت

مهـجتـى ولمعت محجتى. وأُعطيتُ بـصائر من الله المنّان، وغُذّيتُ بلبان السـكـيـنة والاطـمـيـنـان، وذُرِءَ عـن نـفسـى كـل شبهة، ونُوّرتُ من أيدى الـحضرة بأشعة مومضة. ووضح لى بـصـدق الـعلامـات، وتلالأ الآيـات، وشهــادة صـحف رب الـسـماوات، وخبر سيد الكائنات أننى أنا المسيح الـمـوعـود، وأنـه تمت بى المواعيد والـعهـود. وإنّ الـلّـه فعل ما شاء وله التـخيّر فى كل ما أحسن فى زعمكم أو أساء. يُلقى الروح على من يشاء، ولا يُسـأل عـمـا يفعل وهو مـالـك السماوات والأرضين.

میری جان مطمئن ہوگئی اور میری راہ روشن ہوگئی اور کئی قسم کے روشن نشان مجھ کو دیئے گئے اور اطمینان اور سکینت کا دودھ مجھے پلایا گیا اور میرے نفس سے ہر ایک قسم کا شبہ دور کیا گیا اور میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے روشن شعاعوں کے ساتھ منور کیا گیا اور علامات صادقہ اور روشن نشانوں اور کتاب اللہ اور حدیث سے میرے پر کھل گیا کہ میں مسیح موعود ہوں اور یہ کہ میرے ظہور کے ساتھ عہد اور وعدے پورے ہوگئے اور خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر ایک امر میں اس کا اختیار ہے۔ جس پر چاہتا ہے روح ڈالتا ہے اور وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا اور زمین اور آسمان کا وہی مالک ہے۔

وراہم آشکار گردید و چندیں نشانہائے روشن برمن ارزانی شدند۔ وشیر سکینت مرا نوشانیدہ شد و ہر گونہ شبہتے از روانم دور کردہ شد وخود دست خدا با شعاعہائے روشن مرا منور فرمود۔ و از علامات صادقہ ونشانہائے درخشاں وکتاب اللہ وحدیث برمن کشودند کہ من بلا شبہ مسیح موعود می ہستم وظہور من موجب اتمام ہمہ عہد ہا و وعدہ ہا گشت۔ خدا ہر چہ خواہد کند واو در ہر امر اختیار کلی دارد گوآں امر بگمان شماید باشد یا نیک۔ بر ہر کہ خواہد القائے رُوح کند۔ ہیچ کس رانمی رسد کہ او را بر کارہائے او سبحانہ باز پرس کند کہ مالک زمین و آسمان ہمان است۔

وكـنـت أعـلـم أن الـعـلـمـاء يُـكـذّبـونـنـي ويـجـعلوننـي عـرضًـا لـلسهـام، ويـقـولـون أنـه شقّ العصا وخـرج مـن إجـمـاع أئمة الإسلام، فـوالـلّـه مـا خشيتهم وما سترت أمرًا أُوحـي إلـيَّ من اللّٰه العلاّم، وأی ذنب أكبـر مـن ان يُـكْـتَـم الـحق من خوف الأنـام، ومـا وردت هـذا المورد من غيـر الأمـر والإعلام، وما كان لی أن أستـقيـل مـن هـذا الـمقام. وما جِئتُ كـطـارق إذا عـری، بـل جئت كبدرٍ طـلـع فی أُمِّ القریٰ، وعندی شهادات لـمـن یریٰ، وآيات لقلب وعیٰ. وقد

اور میں جانتا تھا کہ علماء میری تکذیب کریں گے اور مجھے اپنے تیروں کا نشانہ بنائیں گے اور کہیں گے کہ اس نے اجماع کو توڑا اور عقیدہ اجماعی سے خارج ہو گیا۔ پس بخدا میں ان سے نہیں ڈرا اور کسی امر کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا پوشیدہ نہیں رکھا اور اس سے بڑھ کر اور کون سا گناہ ہوگا جو خلقت سے ڈر کر حق کو چھپایا جائے اور میں نے اس جگہ بغیر اعلام الٰہی کے قدم نہیں رکھا اور میرا یہ بھی اختیار نہ تھا کہ میں اس مقام سے معافی چاہتا اور میں ایسا نہیں آیا جیسا کہ یونہی ایک ناخواندہ مہمان رات کو آجاتا ہے بلکہ میں اس چاند کی طرح نکلا جس نے مکہ معظّمہ میں طلوع کیا اور میرے پاس دیکھنے والوں کے لئے گواہیاں ہیں اور اس دل کے لئے جو یاد رکھنے والا ہو نشان ہیں۔

من نیک می دانستم کہ علماء در دنبال تکذیب من بودہ۔ مرا ہدف تیر ہائے خود خواہند ساخت و خواہند گفت کہ این کس خلاف اجماع کرد و از عقیدۂ اجماعی خروج نمود۔ بخدا از اناں نترسیدم و امرے را از امور ملہمات نپوشیدم و خود گناہے بزرگتر ازین چہ باشد کہ از بیم خلائق پردہ بر حق انداختہ شود۔ و من در اینجا بے اجازہ خدا پا نہادہ ام۔ و مرا زیبا نبود کہ ازین مقام پوزش میکردم۔ من زنہار چوں مہمان ناخواندہ در ہنگام شب نیامدہ ام۔ من چوں بدرے آمدہ ام کہ در مکہ مکرمہ طلوع فرمود۔ جہت کسے کہ بہ بیند گواہی ہا دارم و برائے دلے کہ حق را ضائع نمی کند نشانہا در دست من است۔ زمانہ

شهد الزمان أن الأوان هو هذا الآوان، بما ظهرت الصلبان وزادت الغواية والطغيان، وترى القسوس☆ كيف هوّلوا النفوس،

اور زمانہ نے اپنی حالت موجودہ کے ساتھ گواہی دے دی ہے کہ وقت یہی وقت ہے کیونکہ صلیب غالب ہو گیا اور گمراہی زیادہ ہو گئی اور تو پادریوں۞ کو دیکھتا ہے کہ کیونکر اُن کی سخت کوشش

☆ انا ذكرنا غير مرة كيد القسوس وما نعلم كيف يكون اثره على النفوس. فاعلموا انا لانريد بهٰذه الكلمات. ان يدفع سيئاتهم بالسيئات. بل الواجب على المؤمنين ان يصبروا علٰى ايذائهم. ويدفعوا بالحسنة سيئاتهم. الذى نشأت من اهوائهم. ولاينظروا الٰى سبّهم وازدرائهم. فان اللّٰه تبارک وتعالٰى اوصى لنا بالصبر فى القراٰن. و قال تسمعون اذى كثيرا منهم والصبر خير فى ذالک الأوان. فمن لم يصبر فليس له حظ من الايمان. فاصبروا علٰى ايذاء القسوس واتّقوا. واذا شتموا فلا تشتموا.

۞ ہم نے بارہا پادریوں کے مکر کا ذکر کیا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ دلوں پر اس کا کیا اثر ہو گا۔ پس یاد رکھو کہ ہمارا ان کلمات سے یہ مطلب نہیں کہ بدی کا بدلہ بدی کے ساتھ لیا جاوے بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے ایذا پر صبر کریں اور بدی کا نیکی کے ساتھ معاوضہ دیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں صبر کے لئے حکم فرمایا ہے اور فرمایا کہ جب تم اہل کتاب سے دکھ دیئے جاؤ تو صبر کرو۔ پس جو شخص صبر نہ کرے اس کو ایمان سے بہرہ نہیں ہے۔ سو تم صبر کرو اور مقابلہ سے بچو۔ جب گالیاں سنو تو گالی مت دو

از حالت موجودہ گواہی دہد کہ وقت ہمیں وقت است چہ صلیب چیرہ گردید و گمرہی ہر چہار سو را فرا گرفت۔ ومی بینی کشیشان۞ را

۞ مکرراً در بارہ مکر کشیشان ذکرے درمیان آوردیم ونمی دانیم کہ دلہا ازایں چہ اثر بپذیرند۔ آگاہ باشید کہ ما ہرگز ارادہ نداریم کہ پاداش بدی بابدی کردہ شود بلکہ مومنان را لازم است کہ بر ایذائے انہا صبر بورزند و بدی را کہ نتیجۂ ہوائے انہاست با نیکی دفع بکنند و دشنام واستحقار آنان را بچشم اغماض بہ بینند زیرا کہ خداوند بزرگ ما را در قرآن کریم برائے صبر امر فرمودہ و گفتہ کہ از وشاں گفتار ہائے بد بسیار خواہید شنید وشکیبائی دراں روزگار بہتر خواہد بود۔ لہٰذا ہر کہ شکیب نگزیند او از اہل ایمان نیست۔ پس باید کہ بر ایذائے کشیشاں صبر بورزید و از ہجو مقابلہ بترسید۔ و چوں دشنام دہند دشنام مدہید۔

وذعر الناس نسلهم والرملان، وقذفوا خير الرسل ورفع الأمان. فمن كان بعد ذالك لا يرى ضرورة عبدٍ يكسر الصليب، ويُرى الآيات ويؤيّد الدين الغريب، وكان يحار فى أمرى فهمه، ويفرط وهمه، حتى لا يُدرك هذا السر غور عقله، ولا يحب بهذا الثمر لعاع حقله، بل يرتاب بعزوتى، ويأبى تصديق دعوتى، ويضطر إلى طلب الآيات أو النصوص والبيّنات، لإزالة ما

بقية الحاشية: وادعوا لاعدائكم واسترشدوا. واذكروا طول الدولة البرطانية واشكروا و لا تكفروا. وارحموا ترحموا. منه

اور مدبّرانہ روش نے لوگوں کو ڈرا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے گالیاں دیں اور امان اٹھ گئی۔ پھر اس کے بعد جو شخص ایسے بندے کی ضرورت نہ دیکھے جو کسر صلیب کرے اور نشان دکھلاوے اور دین غریب کی تائید کرے اور میرے مقابلہ میں اس کا فہم حیرت میں ہو اور اس کا وہم بڑھ جائے یہاں تک کہ اس بھید کو اس کی عقل شناخت نہ کر سکے اور اس کے سبز کھیت میں یہ دانہ پیدا نہ ہو سکے بلکہ میری نسبت اس لقب کو خیال کر کے شک میں پڑے اور میرے دعوے کی تصدیق سے انکار کرے ﴿۱۹﴾ اور نشانوں کی طلب کے لئے یا نصوص اور حجج بیّنہ کے پانی کا محتاج ہوتا اپنے شبہات ﴿۱۹﴾

بقیہ حاشیہ: اور ان کے لئے دعا کرو۔ اور سلطنت برطانیہ کا احسان یاد کرو اور رحم کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ منہ

کہ مردم از حیلہ ہا و رفتار پر فریب انہا در ہراس اند رسول کریم را (صلی اللہ علیہ وسلم) ناگفتنیہا گفتند و امان برخاست۔ با این ہمہ اگر کسے ہنوز ضرورت ہمچو شخصے را نہ بیند کہ صلیب را بشکند و نشان نماید و تائیدِ دین غریب بکند و در امر من سراسیمہ و حیران باشد و خردش از دریافت این راز فرو ماند۔ و کشت عقل وے این دانہ ندہد۔ و بر نسبت من انگشت شک گزارد و بر تصدیق دعویم انکار دارد۔ و برائے رفع شک و شبہت روی بہ نشان و نصوص آرد۔ ﴿۱۹﴾

بقیہ حاشیہ: وبرائے دشمنان دست دعا برفرازید و برائے آنہا رشد بخواہید و احسان ہائے سلطنۂ برطانیہ یاد کنید۔ ناسپاسی نکنید و رحم کنید تا بر شما رحم کردہ شود۔ منہ

عـراه مـن الشبهـات، فهـا أنـا قـائـم لـمـواسـاتـه كـالإخوان، وأُلَبّي دعوته تـلبية خـائف عـلـى ضجيج العطشان، وسأروي غلته بزلال البرهان وأصفى البيـان. وأمّـا الـنـصـيـحة التي هي منّي بـمـقـتـضـى المحبة وإخلاص الطويّة، فهـي أن لا ينهض أحد على خلافي إلّا بـصـحة الـنيّة، والـذي يُـبـاريني طـالبًا لـلنصوص والحجج والأدلة، أو مُصِرًّا على طلب الآي والخوارق السماويّة، فـعـلـيه أن يرفق عند المسألة، ويُراعي دقـائق الـتـقـوىٰ والهـون والتؤدة، ولا يـخـرج من الأدب وحسن المخاطبة. فـإنـه مـن عـارض أهـل الـحق

دور کرے۔ سو میں اس کی غم خواری کے لئے بھائیوں کی طرح کھڑا ہوں۔ اور میں اس کی دعوت کو اس طرح قبول کرتا ہوں جیسا کہ ایک شخص پیاسے کی فریاد سے ڈر کر جلد تر اس کو جواب دیتا ہے اور میں عنقریب دلیل کے آبِ زُلال سے اس کی پیاس کو بجھاؤں گا اور بیان کے مصفّا پانی کے ساتھ اس کو سیراب کروں گا۔ مگر میری طرف سے اخلاص دل کے ساتھ یہ نصیحت ہے کہ کوئی شخص بجز صحت نیت کے اس کام کے لئے کھڑا نہ ہو اور جو شخص میرے مقابلہ پر اس غرض سے آوے کہ تا مجھ سے نصوص اور دلائل طلب کرے یا آسمانی نشانوں کا مطالبہ کرے۔ پس اس پر لازم ہے کہ نرمی کے ساتھ سوال کرے اور تقویٰ اور آہستگی کے دقائق کی رعایت رکھے اور ادب اور حسن مخاطبت سے باہر نہ جائے کیونکہ وہ شخص جو ان لوگوں کا مقابلہ کرتا ہے۔

اینک جہت غمگساریش چوں برادران ایستادہ ام۔ و بانگ ویرا چوں شخصے بگوش قبول می شنوم کہ تشنہ جان بلب رادیدہ وفریادش شنیدہ بتمامتر زودی جانبش می رود ہمچنیں من نیز ہم تشنہ طلب حق را زلال راستی میدہم و با آب صافی بیان سیرابش می کنم ولیکن از روئے اخلاص نصیحت می کنم کہ ہیچ نفس رانمی باید کہ بغیر درستی نیت اقدام این امر بنماید و برابر من بایستد تا دربارہ نصوص و دلائل مسئلت بکند یا نشان آسمانی راباز بہ بیند بلکہ لازم کہ برفق ولطف وصحت نیت بپرسد و آداب تقویٰ و تانی را نگہدارد و از حد ادب و گفتار نیکو بیروں نرود۔

واھل القدّوس القدیر، وخالف عبدًا أُیّد من الربّ النصیر، فمثله کمثل رجل ولج غابة لیصطاد قسورة، وما أعدّ له عدّة، وإنّ صید الأسود ولو بالجنود أمر عسیر، فکیف اصطیاد آساد اللّٰہ فإن لھم شأن کبیر، لایباریھم إلّا شقی أو ضریر. ولا یفتری علی اللّٰہ إلّا أشقی الناس، ولا یُکذّب الصدّیق إلّا أخ الخنّاس، وقد ظھرت منی الآیات، وقامت الشھادات، ولٰکنی أری أکثر علماء ھذہ الدیار قد کبر علیھم الإقرار بعد الإنکار، وقد جرت سُنّتھم أن أحدا منھم إذا غلط فی الإفتاء

جوحق پر اور اہل اللہ ہیں اور اس بندہ کی مخالفت اختیار کرتا ہے جو خدا سے تائید یافتہ ہے۔ پس اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص ایک بیشہ میں اس غرض سے داخل ہو کہ تا ایک شیر کو شکار کرے حالانکہ شکار کرنے کے لئے کوئی طیاری اس نے نہیں کی اور نہ کوئی ایسا ساز وسامان اس کے پاس ہے اور شیروں کا شکار کرنا مشکل ہے اگرچہ لشکروں کے ساتھ ہو اور خدا کے شیر کیونکر شکار کئے جائیں ان کی تو بڑی شان ہے اور کوئی ان کے مقابل پر بجز بدبخت یا اندھے کے نہیں آتا اور خدا پر وہ افترا باندھتا ہے جو بدبخت ترین خلائق ہو اور راستباز کی وہ تکذیب کرتا ہے جو شیطان کا بھائی ہو اور بہ تحقیق مجھ سے نشان ظاہر ہوئے ہیں اور گواہیاں قائم ہوئی ہیں مگر میں اس ملک کے اکثر مولویوں کو دیکھتا ہوں کہ انکار کے بعد اقرار کرنا ان پر بھاری ہو گیا ہے اور یہ ان کا طریق ہے کہ جب کوئی ان میں سے ایک مرتبہ غلطی کر بیٹھتا ہے

چہ آنکہ با اہل حق و مردان خدا پنجہ کند و با یاوری یافتۂ پروردگار پیکار ورزد چوں شخصے می باشد کہ برائے نخچیر زدن شیر در بیشہ رود حال آنکہ ہیچ ساز و برگے برائے مقابلہ شیراں مہیا نکردہ و نہ اسلحہ جنگ با خود داشتہ و ہرگاہ کہ استعدادے ہم جہت صید شیر مہیا نکردہ است۔ پس چگونہ جرأت میکند و صید شیران بیشہ با سپاہ و لشکر ہم کارے دشوار است۔ پس شیرانِ خدا را کہ شانے شگرف میدارند چگونہ افگندن شان آسان باشد۔ و ہیچ کس بجز سیاہ بختے نمی پسندد کہ بمقابل ایں چنیں شیران بایستد و دروغ بر خدا بستن را جز بدترین مردم ہیچ کس روانمی دارد و غیر از برادر اہرمن تکذیب راستان نمی کند۔ ہر آئینہ از من نشانہا صادر شدہ و گواہیہا بروئے کار آمدہ اما بسیارے از مولویان این بلاد اند کہ اقرار بعد از انکار بر انہا خیلے گران است۔ و شیوۂ شان آنکہ

وهوى فى وهدة الأخطاء، فشق عليه إلى آخر عمره أن يرجع إلى الصواب وينتهج مهجة أولى الألباب، أو يغنى عنه الندم بعد ما زلّت القدم، فيا حسرة عليهم. إنهم لا يتقون اللّٰه ويعلمون أنهم بمرآه وتربئهم عيناه، يرون آى اللّٰه ثم لا ينظرون. ويُبلون كل عام ثم لا يتوبون، وقد تمت حجّة اللّٰه عليهم ثم لا يخافون. وإنّى أرى أن أكتب فى رسالتى هذه بعض الأيات التى أظهرها اللّٰه لإزالة الشبهات، لعل اللّٰه ينفع بها بعض الصالحين والصالحات من المؤمنين.

اور خطا کے گڑھے میں گر جاتا ہے تو یہ اس کو ایک مشقت دکھائی دیتی ہے کہ پھر راہ راست کی طرف رجوع کرے اور عقل مندوں کی راہ اختیار کرلے یا اپنی لغزش پر کچھ ندامت پیدا ہو۔ پس ان پر افسوس کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور جانتے ہیں کہ اس کی نظر کے نیچے ہیں اور خدا تعالیٰ کی آنکھ ان کی دیدبانی کر رہی ہے خدا تعالیٰ کے نشان دیکھ کر پھر ایسے ہوتے ہیں کہ گویا کچھ نہیں دیکھا اور ہر ایک برس آزمائے جاتے ہیں اور پھر توبہ نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہوگئی اور وہ نہیں ڈرتے اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اپنے اس رسالہ میں بعض وہ نشان لکھوں جن کو خدا تعالیٰ نے شبہات کے دور کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے تا شاید اس سے اہل ایمان نفع اٹھاویں۔

ہرگاہ ازاناں یکے را خطائے سربر زند و در مغاک خطا بسر درافتد و باز براو سخت دشوار می گردد کہ میل براہ راست بیارد یا پئے خردمندان را بگیرد یا اقلاً بر لغزش خود کف پشیمانی بمالد۔ وائے بر انہا کہ باک از خدا ندارند و نیک میدانند کہ او می بیند و دیدہ اش دیدبانی انہا می کند۔ نشانہائے خدا را می بینند و باز چناں وانمایند کہ چیزے ندیدہ اند۔ و ہر سال ابتلائے برسر انہا دارد آید و باز نمی آیند۔ حجت خدا برانہا تمام شد و لے نمی ترسند۔ و من اکنون قرین مصلحت می بینم کہ دریں رسالہ بعض نشانہائے خود را ترقیم بکنم۔ شاید بعض طالبان حق را نفع بخشد۔

فمنها أن الله تعالٰی بعثنی علی رأس المائة، وأرسلنی عند غلبة أهل الصلبان وشیوع سمر الکفّارة، وأمرنی عندما استعرت جمرهم وعلا أمرهم، وتقضّت قسوسهم علی العامة، وفتحوا أبواب الارتداد علی وجوه الفجرة، وحرکوا صفائحها بأهویة الإباحة، وتراء ت فتن مُهلکة وظهر هول القیامة، ووهب لی لکسر الصلیب معرفة لا یوجد نظیرها فی أحدٍ من اهل الملّة، وإن کتبی شهادة قاطعة علی هذه الخصوصیة، وقد أفحمت بها حُماة النصرانیة،

سوان نشانوں میں سے ایک نشان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے اور صلیبی مذہب کے غلبہ کے وقت مجھے بھیجا ہے اور مجھے اس وقت مامور کیا ہے جب کہ عیسائی مذہب کے حامیوں کے کوئلے بشدت بھڑک گئے اور ان کا کام اونچا ہو گیا اور ان کے پادری عامۃ الناس پر ٹوٹ پڑے اور بدفعل لوگوں پر مرتد ہونے کے دروازے کھول دیئے اور ارتداد کے تختوں کو اباحت کی ہواؤں کے ساتھ ہلا دیا اور ہلاک کرنے والے فتنے ظاہر ہو گئے اور ہول قیامت برپا ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے کسر صلیب کے لئے وہ معرفت عطا فرمائی کہ اس کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں پائی نہیں جاتی اور میری کتابیں اس خصوصیت پر شہادت قاطعہ ہیں اور ان سے میں نے نصرانیت کے حامیوں کا منہ بند کر دیا ہے۔

ازان جملہ نشانے است کہ خداوند بزرگ مرا بر سر صد برپا فرمود۔ و در وقت غلبۂ صلیب مرا فرستاد و مرا در چنیں وقتے مامور کرد کہ زغال حامیان صلیب نیک برافروخت و کارشاں بلندی گرفت و کشیشان انہا بر حامیان دین تاختند و بر روئے فسق منشان درہائے ارتداد باز کشودند و رسن بے قیدی و اباحت را خیلے دراز نمودند و فتنہ ہائے بہر جا نمودار شدند و ہنگامہ رستخیز پدیدار شد۔ و خداوند عالمیان جہت شکستن صلیب مرا معرفتے کرامت فرمودہ کہ نظیرش در غیر من محال است۔ در مخصوص ایں باب کُتب من شہادت قاطعہ می باشند۔ بواسطۂ آں کتب زبان و دہان نصرانیان۔

فما استطاعوا أن يأتوا بالمعاذير المعقولة أو ينقضوا أحدًا من الأدلة. وكان وقتي هذا وقت كانت العيون فيها مُدّت إلى السماوات من شدّة الكربة، بما أضلّ الناس أهل الدّجل بكل ما أمكن لهم من الأطماع والاختضاع والخديعة. ثم مع ذالك كثر التشاجر في هذا الزمان بين الأمّة، وما بقي عقيدة إلّا وفيه اختلاف ونزاع في الفرق الإسلامية، واقتضت الطبائع حَكَمًا ليحكم بالعدل والنصفة، فحكّمني ربّي وأراد أن يرفع إليَّ مشاجراتهم

پس وہ لوگ کوئی عذر معقول پیش نہیں کر سکتے اور نہ کسی دلیل کو توڑ سکتے ہیں اور میرا وقت ایک ایسا وقت تھا کہ نہایت بے قراری سے آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ کیونکہ اہل دجل نے جہاں تک ان کے لئے ممکن تھا طمع اور دھوکہ دینے سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ پھر باوجود اس کے اس زمانہ میں مسلمانوں میں نہایت درجہ کا اختلاف واقع ہے اور کوئی ایسا عقیدہ باقی نہیں رہا جس میں مسلمانوں کے فرقوں میں اختلاف اور نزاع نہ ہو اور لوگوں کی طبیعتوں نے ایک حَکَم چاہا جو عدل اور انصاف سے فیصلہ کرے سو خدا تعالیٰ نے مجھے حَکَم مقرر فرما دیا تا کہ ان کے اختلافات کے

رایکسر بربستہ ام و در قدرت انہا نماندہ کہ عذرے معقول در پیش آرند یا حجتے را از حجت ہائے من بر شکنند۔ و این وقت وقتے بودہ کہ دیدہ ہا از بس بے تابی منتظر آن بودند۔۔۔ زیرا کہ اہل دجل و فریب ہر قدر ممکن بود از راہ فریب و آز فزائی مردم را از راہ بردند۔ علاوہ ازاں دراین زمان خود درمیانۂ فرقہ ہائے اہل اسلام جنگ و جدل و دار و گیر و پیکار از پایان درگزشتہ عقیدہ نماندہ کہ درنزد فرقہ از فرق اسلام اختلاف و نزاع دران نباشد۔ لاجرم طبیعت ہا بصد جان حَکَمے را آرزو کردند کہ بعدل و نصفت درمیانۂ ایں ہمہ اختلافات نور را از ظلمت ممتاز سازد لہٰذا خداوند بزرگ مرا حَکَم مقرر فرمود تا مرافعہ ہمہ قضیہ ہائے اختلافات

وأقضي بينهم بالحق والمعدلة. إن في هذا لآية لقوم متفكّرين بل هي من أعظم آي الله عند حزب متدبّرين.

ومن آياتي أنه تعالى وهب لي ملكة خارقة للعادة في اللسان العربية، ليكون آية عند أهل الفكر والفطنة. والسبب في ذالک أنّي كنتُ لا أعلم العربية إلّا طفيفا لا تُسمّى العلمية، فطفق العلماء يقعضون ويكسرون عود خبري ومخبرتي، ويتزرون على علمي ومعرفتي، ليُبرّؤن العامة مني ومن سلسلتي. وشهروا ﴿۲۰﴾

مقدمات میری طرف رجوع کئے جائیں اور میں ان کا فیصلہ کروں۔ اور اس میں فکر کرنے والوں کیلئے نشان ہے بلکہ تدبر کرنے والوں کے نزدیک یہ سب نشانوں سے بڑا نشان ہے۔

اور میرے نشانوں میں سے ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عربی زبان میں ایک ملکہ خارق عادت مجھے عطا فرمایا ہے تا کہ فکر کرنے والوں کے لئے وہ نشان ہو اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں بجز اندک اور حقیر شد بود کے جس کو علمیت نہیں کہہ سکتے عربی نہیں جانتا تھا۔ پس علماء نے میرے علم کی لکڑی کو خم دینا اور توڑنا چاہا اور میرے علم کی عیب گیری اور نکتہ چینی شروع کی تا کہ عوام کو مجھ سے اور میرے سلسلہ سے بیزار کر دیں اور اپنی طرف سے یہ ﴿۲۰﴾

شاں در پیش من بشود ومن قول فیصل دربارہ آناں امضا بکنم۔ درایں نشانے است جہت آنانکہ اندیشہ کنند بلکہ نزد کسانے کہ فکرے کنند نشانے بزرگتر ازین نیست۔

واز جملہ نشانہا این است کہ خداوند کریم مرا مہارتے فوق العادہ در زبان عربی کرامت فرمودہ تا اہل فکر و زیرکی را نشانے بزرگ باشد۔ اصل راز آنکہ من از لسان عرب جز از مایۂ اندکے کہ براں لفظ علم راست نمی آید دردست نداشتم۔ وعلمائے ایں بلاد در دنبال آں برآمدند کہ چوب علم مرا بخمانند وبشکنند وعلم مرا عرضہ خردہ گیری ساختن گرفتند بقصد آنکہ دردلہائے عامہ مردم از من واز طریق من بیزاری پیدا کنند و بآواز دہل نعرہ ہا زدند ﴿۲۰﴾

من عندهم أن هذا الرجل لا يعلم صيغة من هذه اللسان، ولا يملك قراضة من هذا العقيان. فسألت اللّٰه أن يُكمّلني في هذه اللّهجة، ويجعلني واحد الدّهر في مناهج البلاغة. وألحت عليه بالابتهال والضراعة، وكثر إطراحي بين يدي حضرة العزّة، وتوالي سؤالي بجهد العزيمة وصدق الهمة، وإخلاص المهجة. فأُجيب الدعاء وأُوتيت ما كنت أشاء☆، وفُتحت لي

شہرت دے دی کہ یہ شخص عربی کا ایک صیغہ بھی نہیں جانتا اور اس سونے میں سے ایک ریزہ کا بھی مالک نہیں۔ پس میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے اس زبان میں کامل کرے اور اس کی بلاغت فصاحت میں مجھے بے نظیر بنادے اور میں نے نہایت عاجزی اور تضرع سے اس دعا میں الحاح کیا اور جناب الٰہی میں گرا اور گڑگڑایا اور صدق ہمت اور اخلاص جان اور کوشش بلیغ کے ساتھ اس سوال کو بار بار جناب الٰہی میں کیا۔ پس دعا قبول کی گئی۔ اور جو میں نے چاہا تھا وہ مجھے دیا گیا☆ اور عربیت کے

☆ قد جاء في الآثار وتواتر في الاخبار ان المسيح الموعود والمهدي المعهود قد رُكّبت نسمته من الحقيقة العيسوية والهوية المحمدية. شطر

☆ آثار اور اخبار میں تواتر سے یہ بات آچکی ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود کا وجود حقیقت عیسویہ اور ماہیت محمدیہ سے مرکب ہے کوئی جز اس کا

کہ ایں کس از لسان عرب نابلد محض مے باشد و از یں زر ریزۂ را ہم در دست ندارد۔ ناچار از جناب الٰہی درخواستم کہ مرا مہارتے دریں لسان کرامت بفرماید۔ و در فصاحت و بلاغت مرا یگانۂ زمانہ بسازد۔ و دریں دعا سوز و گداز و درد و نیاز را از حد درگزرانیدم و بر خاک آستانہ اش بروفتادم۔ و از صدق ہمت و عزم صمیم ایں مسئلت را پیاپے عرض کردم تا آنکہ دُعائے من بموقع قبول جا گرفت و آنچہ خواستم مرا دادند☆۔ و دُر ہائے

☆ در آثار و اخبار تواتر اُفتادہ است کہ وجود مسیح موعود و مہدی معہود از حقیقت عیسویہ و ماہیتِ محمدیہ ترکیب و تخمیر یافتہ است۔

أبـــواب نـــوادر الـعـربية والـلـطـائف الأدبيـــــــة، حتـــى أمـــليـــت فيهـــا رســائل مبتـكـرة وكتبـا مـحبّـرة، ثم

نوادر اور لطائف ادب کے دروازے میرے پر کھولے گئے یہاں تک کہ میں نے عربی میں کئی نو طرز رسالے اور بلاغت سے آراستہ کتابیں تالیف کیں۔ پھر

بقية الحاشية

مـــن ذالک وشـــطــر مـــن هٰـــذا. والبـــعـــض لبـعـض اٰخـر حـــاذا. وروحــانيتهـــما سارية فی وجوده. بل انـما هی نار وقوده. ظهر تافيه علٰی طـــور البــــروز. وهــــمـــابـوجـوده كـالسرالمرموز. وكان من الشيون المحمدية بلاغة الكلام. كما اشار اليـه اعجاز كلام الله العلّام. فاعطی منـه حظ للمسيح الموعود. ليدل عـلـی الـظلّية واتحاد الوجود. لئلّا يـكـون طبيعته فاقدة لهٰذا الكمال. فـانّ الحرمان لايليق بشان الظلال. فوجد غضا طريّا من هٰذه الشجرة الطيبة. وغمره ماء ظلية النبوة كما

بقيہ حاشیہ

اور کوئی جز اس کا اس میں موجود ہے اور بعض بعض کے مقابل پر واقع ہیں اور دونوں کی روحانیت اس کے وجود میں سرایت کرنے والی ہے بلکہ وہ روحانیت اس کے ہیزم کی آگ ہے اور دونوں اس میں بطور بروز ظاہر ہوئی ہیں اور اس کے وجود کا وہ بھید ہیں اور محمدی نشانوں میں سے ایک بلاغت تھی جیسا کہ قرآن شریف اس کی طرف اشارہ فرما رہا ہے۔ پس مسیح موعود کو ظلّی طور پر وہ نشان عطا کئے گئے تا کہ اس کی طبیعت اس کمال سے خالی نہ ہو کیونکہ محروم ہونا ظـلّ کی شان سے بعید ہے۔ پس مسیح موعود نے اس پاک درخت سے تازہ و تر میوہ پایا اور نبوت کی ظلّیت نے اس کو اپنے پانی میں ڈھانک لیا جیسا کہ امت کے کاملوں کی شان ہے اور اسی طرح اس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے کمالات بطور ورثہ

لطائف عربیت و نوادرش بر روئے من باز کردند۔ چنانچہ رسالہ ہائے چند بطرز نو و پُر از فصاحت در لسان تازی تالیف دادم

بقیہ حاشیہ

پارہ ازیں و بہرہ ازاں درو ے موجود۔ پارہ با پارۂ در برابر ایستادہ و روحانیت ہر دو بوجودش در گرفتہ بلکہ آں روحانیت ہیزم آتش اوست و آں ہر دو بروز اُدرو ے ظاہر و راز نہان وجود اومی باشند۔ و از نشانہائے محمدی شان بلاغت ہم بودہ چنانچہ اعجاز قرآن کریم اشارہ بہ آں کردہ است۔ پس

عـرضتهـا عـلـى الـعـلمـاء وقلت يــا حــزب الـفـضـلاء والأدبــاء ! إنـكم حسبتموني أُمّيًّا ومن الجهلاء،

میں نے اس ملک کے علماء پر وہ کتابیں پیش کیں اور کہا کہ اے فاضلو اور ادیبو! تمہارا میری نسبت یہ گمان تھا کہ میں اُمّی اور جاہل ہوں

بقية الحاشية

هـو شان الكمل من الامة. وكذالك وجـد ارثـا من كمالات ابن مريم عليه سلام الـلّٰـه و عـلـى نبيّنا الذى جعلـه الـلّٰـه اشـرف واكـرم. ولـمـا كـانـت حـقـيـقة المسيح الموعود معمورة فى الـحـقيقتين المذكورتين. ومضمحلة متـلاشية فيهـمـا ومـنـعـدم الـعـين ومستتبعة لـصـفـا تهـمـا فى الدارين. غلب عليها اسمهما ولم يبق منها اسم و رسم فى الكونين. وانعدم المغلوب و بـقـى فيـه اسـم الغالب و تقرر له فى الـسـمـاء اسم هٰذين المباركين. هٰذا ما اوقـعـه الله فـى بالى. و تلقاه حدسى و فـراسـتـى مـن لدن ربى لا كمالى. وامّا

بقیہ حاشیہ

پائے۔ ان پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو۔ اور جبکہ مسیح موعود کی حقیقت ان دونوں مذکورہ حقیقتوں میں غرق تھی اور ان میں مضمحل اور متلاشی تھے اور ان کی صفتوں کے پیرو تھے اس لئے ان دونوں برگزیدوں کا نام اس پر غالب ہوا اور اس کا اپنا نام ونشان کچھ نہ رہا اور مغلوب معدوم ہو گیا اور غالب کا نام رہ گیا۔ اور اس کے لئے آسمانوں پر ان دونوں مبارکوں کے نام رہ گئے۔ یہ وہ سرّ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے میری فراست نے اس کو قبول کیا۔ مگر وہ امر جو مسلمانوں

ودر پیش علماء ایں بلاد عرض نمودم وگفتم اے فضلاء وادبا شما بانسبت بمن گمان داشتید کہ من مرد جاہل واُمّی ہستم۔

بقیہ حاشیہ

مسیح موعود را ظلاً تشریف آن شان عطا فرمودند تا او۔۔۔۔ ازیں حلیہ وطبیعت عاری ماندہ ازین کمال محروم نماند۔ زیرا کہ حرمان شایاں شان اظلال نمی باشد۔ آخر مسیح موعود ازاں درخت۔۔۔ میوۂ تازہ وتر یافت وظلّیت نبوت درآب خودش غوطہ بداد چنانچہ شان کاملان امت بودہ است۔ منہ

والأمـر كـان كـذالک لـولا التأييد من حـضـرة الـكـبـريـاء، فـالآن أُيّدتّ مـن الـحـضـرة، وعلّمنى ربّى من لدنه بـالـفـضـل والـرحمة، فأصبحت أديبًا ومـن الـمـتـفـرّديـن. وألّفت رسائل فى حُلل البلاغة والفصاحة، وهٰذه آية من ربـى لأولى الألباب والنصفة، وعليكم حُجّة اللّٰـه ذى الـجـلال والـعـزّة. فـإن كـنـتـم مـن الـمـرتابين فى صدقى وكـمـال لـسـانـى، والـمتشـكـكـين فى حسن بيانى وتبيانى، ولا تؤمنون بآيتى

اور درحقیقت میں ایسا ہی تھا اگر خدا تعالیٰ کی تائید میرے شامل حال نہ ہوتی۔ پس اب اللہ جلّ شانُہٗ نے میری تائید کی اور خاص فضل اور رحمت سے اپنے پاس سے میری تعلیم فرمائی۔ سو اب میں ایک ادیب اور متفرد انسان ہوگیا اور میں نے کئی رسالے بلاغت اور فصاحت کا لباس پہنا کر تالیف کئے پس دانشمندوں اور منصفوں کے لئے میری طرف سے یہ ایک نشان ہے اور خدا تعالیٰ کی تم پر یہ حجت ہے۔ پس اگر تم میری سچائی اور میری کمال زبان دانی میں شک رکھتے ہو اور میرے بیان اور عمدہ طور پر اظہار مطالب میں تمہیں کچھ شبہ ہے اور میری اس شان پر

بقية الحاشية

العقيدة التى هى مشهورة بين المسلمين وسـمعتموها ذات المرار من المحدثين. فانما هى كلم كشفية خرجت من فم خير المرسلين. و اخطأ فيهما بعض المئوّلين. و حـمـلـوهـا عـلـٰى ظواهرها و كانوا فيه خـاطـئين. والأن حصحص الحق و ترای الصراط لقوم طالبين. منه

بقیہ حاشیہ

میں مشہور اور حدیثوں میں کئی مرتبہ اس کا ذکر آیا ہے وہ درحقیقت کشفی کلمے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے تھے۔ ان کی تاویل میں بعض لوگوں نے غلطی کھائی ہے اور ان کو ان کے ظاہر پر حمل کر بیٹھے اور اس میں خطا کی اور اب حق ظاہر ہوگیا اور طالبوں کے لئے راہ راست نمودار ہوگیا۔ منہ

و درحقیقت ہم چنیں بودم اگر فضل و رحمت خدا دست مرا نمی گرفت۔ اینک اکنوں تائید ایزدی پشت مرا بکوفت و از محض فضل و کرم از خود مرا بیا موخت۔ چنانچہ اکنوں ادیبے یگانہ گردیدم و کتبے چند کہ از فصاحت و بلاغت مشحون اند تالیف و چاپ کردم۔ و ایں نشانے است سترگ از برائے خردوران و دانشمندان و ہم از خدا حجتے بر شما است۔ و اگر نسبت بکمال ادب و راستی من ہنوز در پندار د گمان استید

هـذه وتـحسبونها هذياني، وتزعمون أنـي فـي قولي هذا من الكاذبين فأتوا بـكـتـاب مـن مثلها إن كنتم صادقين. وإن كـان الـحـق عـنـدكم كما أنّكم تـزعـمـون، فسيُبدى الله عزّتكم ولا تُغلبون ولا ترجعون كالخاسرين، فلا يُـعـاتبـكم بعده مُعاتب، ولا يزدريكم مُـخـاطـب، ويستيقن الناس أنّـكم من ﴿۲۱﴾
الأمـناء ومن الصالحين. وإن كنتم لا تـقـدرون عـلـيـه لـقلّة العلم والدّهاء، فـانهـضـوا وادعـوا مشهـورين منكم بـالتـكـلـم والإملاء ، والمعروفين من الأدباء. وإنـي عـرضـت عليكم أمرا فيـه عـزة الـصــادق وذلّة الكـاذب،

ایمان نہیں اور گمان کرتے ہو کہ میں کاذب ہوں۔ پس تم بھی کوئی ایسی کتاب بنا کر لاؤ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم حق پر ہو گے جیسا کہ تمہارا گمان ہے۔ پس خدا تعالیٰ ضرور تمہاری عزت ظاہر کرے گا اور غالب ہو گے اور تمہیں کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ پھر بعد اس کے کوئی عتاب کرنے والا تمہیں عتاب نہیں کرے گا اور کوئی مخاطب عیب گیری پر قادر نہیں ہوگا اور لوگ یقین کر لیں گے کہ تم امین اور صالح ہو۔ اور اگر تم بباعث قلت علم اور عقل کے مقابلہ کی قدرت نہیں رکھتے۔ پس اٹھو اور ان لوگوں کو بلا لو جو تحریر اور تقریر میں تم میں مشہور ہیں اور ادیب ہونے میں شہرت رکھتے ہیں اور میں نے ایسا امر تم پر پیش کیا ہے جس میں سچے کی عزّت اور جھوٹے کی ذلت ہے

وبیان وتبیان مرا بچشم انکاری بینید وبایں نشان من ایمان نمی آرید۔ واین را ہرزہ درائی وژاژ خائی برمی شمارید لازم کہ کتابے مثل آں بیارید اگر بوئے از راستی دارید۔ واگر شما راست استید بروفق آنچہ می پندارید البتہ خدا دست شمارا بالا کند و بزرگی شما پدیدار گردد و زیانے بشما نہ رسد و پس ازان
ہیچ نکوہندۂ شمارا نفرین نکند ومخاطبے درپئے خوردہ گیریٔ شما نشود۔ ومردم خواہند دانست کہ شما درحقیقت ﴿۲۱﴾
امانت گزار وراست کار ہستید۔ واگر شما بہ سبب قلتِ علم وعقل مرد میدان مقابلہ نیستید برخیزید و آں مردمان راجمع آرید کہ در تحریر وتقریر از میانہ شما سر بر آوردہ ونامی می باشند و برادب نازہا دارند۔ ومن امرے در پیش شما اظہار کردم کہ باعث بر عزّتِ صادق وذلّت کاذب خواہد بود

وسينال الكاذبين خزيٌ ونصبٌ من العذاب اللازب، فاتقوا الله إن كنتم مؤمنين. فما كان لهم أن يأتوا بمثل كلامي أو يتوبوا بعد إفحامي، وظهرت على وجوههم سواد وقحول، وضمر وذبول، وغشيهم حين وإحجام، وجهلوا كل ما صلفوا ولم يبق لهم كلام. وجاء نبي حزبًا منهم تائبين، وكثير حق عليهم ما قال خاتم النبيين عليه الصلاة والتحيات من ربّ العالمين. ثم اعلموا يا حزب السامعين. إن هذه آية استفدته من روحانية خير المرسلين بإذن الله رب العالمين. وقال السفهاء من الناس إنه دعوى

اور جو جھوٹے ہیں ان کو ذلت اور لازمی عذاب پہنچ رہے گا۔ پس اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ مگر ان لوگوں نے نہ تو میری کلام کی نظیر پیش کی اور نہ اپنے انکار سے باز آئے۔ اور ان کے منہ پر سیاہی اور خشکی اور لاغری اور گدازش ظاہر ہوگئی اور نامرادی اور پیچھے ہٹنا ان کے لاحق حال ہوگیا اور تمام لاف وگزاف کو بھول گئے اور کلام کرنے کی جگہ نہ رہی اور بہتوں نے توبہ کی اور بہتوں پر قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق آیا۔ پھر اے سننے والو یہ بھی یاد رکھو کہ میں نے اس نشان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے لیا ہے اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ اور بعض نادانوں نے کہا کہ یہ دعویٰ قرآن کے

وکاذب زود رسوائی و رنج لازم خواہد دید۔ اگر شمۂ از ایمان دارید از خدا بترسید۔ و لے با این ہمہ نہ نظیرے در برابر کلام من آوردند و نہ از انکار و اصرار دست باز داشتند۔ و سیاہی و لاغری و گدازش بر روئے شاں آشکار شد و بد دلی و پس نشستن لاحق حال شاں گشت و ہمہ لاف وگزاف از یاد رفت و جائے سخن نماند۔ آخر بسیارے باز آمدند و بر بسیارے قول حضرت سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) صادق آمد۔ بر سامعین پوشیدہ نماند کہ من ایں نشان را از روحانیت حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بدست آوردہ ام۔ و ایں ہمہ باذن اللہ بر روئے کار آمدہ۔ بعضے از ناداناں گفتند ایں چنیں دعویٰ مشابہت با دعویٰ قرآن دارد۔ لہٰذا از حسن ادب

يُضاهي دعوى القرآن، فهو بعيد من حسن الأدب والإيمان. وما هو إلّا قول الذين ما عرفوا حقيقة الولاية، وأعتراهم ظلام العماية والغواية. وقد سبق البيان منّا أن الكرامات ظلال باقية للمعجزات، وموجبة لزيادة البركات، وتجد السُنّة والكتاب مُبيِّنَيْنِ لهذه المسألة، وشاهدَيْن على هذه الواقعة. ولا تجد من يُخالفها إلّا غويّا من العامة، فإن أبصار العامّة لا تبلغ الحقائق ويعمأ عليهم دقائق الشريعة، فيحسبون فى كمالات الولاية كسر شأن النبوّة، مع أن الأمر

دعوے سے مشابہ ہے۔اس لئے یہ حسنِ ادب اور ایمان سے دور ہے۔مگر یہ ان لوگوں کا قول ہے جن کو ولایت کی حقیقت پر اطلاع نہیں اور نابینائی کا اندھیرا ان کے طاری حال ہو رہا ہے اور ہم پہلے اس سے ذکر کر چکے ہیں کہ کرامات معجزات کا دائمی سایہ ہے اور برکاتِ نبوت کے زیادہ ہونے کا موجب ہیں اور تو سنت اور قرآن کو اس مسئلہ کے بیان کرنے والے پائے گا اور اس واقعہ پر گواہ دیکھے گا۔اور بجز ایک گمراہ اور عاصی آدمی کے اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ عام لوگوں کی آنکھیں حقیقتوں تک نہیں پہنچتیں اور دقائق شریعت ان پر چھپے رہتے ہیں اس لئے وہ لوگ ولایت کے کمالات میں نبوت کی کسرِ شان دیکھتے ہیں باوجودیکہ اہل معرفت

وطریق ایمان دور است۔ اما ایں گفتار نابلدان کوچۂ معرفت وشپران تاریک نہاد است۔قبلاً مذکور گردیدہ است کہ کرامات سایہ دائم غیر منفکہ معجزات وموجب از دیاد برکات نبوت بودہ اند۔ وسنت وقرآن بیان شافی ایں مسئلہ را می کنند وگواہ عادل ایں واقعہ می باشند۔ وغیر از مرد عاصی وگمراہ ہیچ کس را مجال انکار برآں نہ چہ عوام بہرہ از ادراک حقائق نیافتہ اند و دقائق شریعت براوشاں مستور می مانند۔ از ینجا است کہ انہا در کمالات ولایت کسر شان نبوت گمان مے برند حال آنکہ اصحاب معرفت و

خلافه عند أهل التحقيق و المعرفة.
ومن آيات الخسوف والكسوف فی رمضان، وقد فصّلت فی رسالتی "نور الحق" هذا البرهان. وكنت لم أزل ينتابنی نصر الله الكريم إلى أن ظهرت هذه الآية من ذالک المولى الرحيم. وكان مكتوبا فی الأحاديث النبويّة أن هذه للمهدی وظهوره من الدلائل القطعية، فالحمد لله الذی أجزل لنا طوله وأنجز وعده وأتم قوله، وأرى آيات السماء ويَسَّرَ للطالبين طرق الاهتداء، وأظهر سناه لمن أمّ مسالک هُداه، وكشف الأمر لأولى النهى وأرَى الحقَّ لمن يرىٰ،

اور تحقیق کے نزدیک اصل امر اس کے برخلاف ہے۔
اور میرے نشانوں میں سے وہ خسوف اور کسوف ہے جو رمضان میں ہوا تھا چنانچہ میں اپنے رسالہ نور الحق میں اس کا مفصّل بیان کر چکا ہوں اور مجھے ہمیشہ مسلسل طور پر خدا تعالیٰ کی مدد پہنچتی تھی یہاں تک کہ یہ نشان ظاہر ہوا۔ اور احادیث نبویہ میں لکھا ہوا تھا کہ یہ نشان مہدی اور اس کے ظہور کے لئے قطعی دلائل میں سے ہے۔ پس خدا تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنی بخشش کو ہم پر کمال تک پہنچایا اور اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اپنے نشان دکھلائے اور طالبوں کے لئے ہدایت پانے کی راہ کھول دی اور اپنی روشنی کو راہ چلنے والوں کے لئے ظاہر کیا اور عقلمندوں کے لئے حقیقت امر کو کھولا اور دیکھنے والوں کو حق دکھلایا۔

اہل تحقیق اصل امر را برخلاف آں می بینند۔
واز جملہ نشانہائے من خسوف وکسوف است کہ در شہر رمضان واقع شد۔ ودر رسالہ نور الحق مفصلاً ازاں ذکر کردیم۔ ومتّصلاً مرا از پروردگار یاری می رسیدہ است تا اینکہ ایں نشان از خدا بظہور آمد۔ ودر احادیث آمدہ کہ ایں نشان از دلائل قطعیہ ظہور مہدی و۔۔۔۔ وجود او باشد۔ خدارا شکر است کہ نعمتہائے خود را بر ما با تمام و اکمال رسانید۔ ووعدہ را ایفا ونشان ہا را ظاہر کرد وراہ جویان را طریق ہدایت باز فرمود و قاصدان راہ خود را چراغ فرا راہ بداشت و جہت بخرد آں پردہ از روئے کار بکشود و بینندہ ہارا

وجرّد آیہ کالعضب الجراز لیُفحم کل من نهض للبراز ولیتم حجته علی المنکرین. فإن ظن ظانّ أن ظهوری عند سطوة النصرانیة، وعند سیل الصلیب، وعلی رأس المائة، لیس بدلیل قاطع علی أنّنی من الحضرة، وکذالک إن زعم زاعم أن إملا ئی فی اللسان العربیة وما حوت معرفتی من اللطائف الأدبیة، وکلّ ما أُرضعت ثدی الأدب فی هذه اللّهجة، لیس بثابت أنها من آی اللّٰہ ذی الجلال والعزّة، بل یجوز أن یکون ثمرة المساعی المستورة المستترة، وأن الأرض لا تخلو من کید الکائدین

اور اپنے نشانوں کو شمشیر تیز کی طرح ننگا کیا تا ہر ایک شخص جو مقابلہ کیلئے کھڑا ہو اس کو لا جواب کرے اور منکروں پر اپنی حجت پوری کرے۔ اور اگر کوئی یہ گمان کرے کہ غلبہ نصرانیت کے وقت میں میرا ظاہر ہونا اور صلیب کی طغیانی کے وقت میں اور نیز صدی کے سر پر میرا آنا اس بات پر قطعی دلیل نہیں کہ میں جناب الٰہی کی طرف سے ہوں اور اسی طرح اگر کوئی یہ گمان کرے کہ میرا عربی کتابوں کا لکھنا اور لطائف ادبیہ کا بیان کرنا یہ خدا کا نشان نہیں ہوسکتا اور جائز ہے کہ یہ اپنی پوشیدہ کوششوں کا ثمرہ ہو۔ سو ایسا ظن کرنے والا خسوف کسوف میں کیا گمان کرے گا۔ کیا یہ بھی انسانی مکر ہے یا خدا تعالیٰ

راستی وانمود ونشانہائے خود را چوں شمشیر تیز برہنہ کرد تا ہر کہ پا در مقابلہ اش بیفشرد زبانش را از کار بیند ازد و بر منکرین اتمام حجت بنماید۔ اگر کسے گمان کند کہ ظہور من در ہنگام استیلائے صلیب و غلبہ نصرانیت و ہم بروز من بر رأس صد دلیل قطعی بجہت آں نیست کہ من از قبل خداوند تعالیٰ شانہ می باشم و ہم چنیں اگر کسے بر زبان آرد کہ تالیف کتب عربیہ و بیان لطائف ادبیہ کہ از دست من سرانجام پذیرفتہ نشانے از طرف خدا نمی باشد بلکہ احتمال دارد کہ ایں ہمہ

فـمـا رأى هـذا الظان العسوف فی آیة الـخسـوف و الـكسـوف. أتلك كيد الإنسـان أو شهـادة مـن الـلّٰـه الولـیّ الـرؤوف. وأمـا تفصيل هذه الآية كما ورد فـی كتـب الـحـديث من آل خير المرسلين. فاعلموا يا حزب المؤمنين الـمتـقيـن أن الـدارقـطنی قد روى عن مـحـمد الباقر من☆ بـن زين العابدين، وهـو مـن بيـت التطهير و العصمة ومن قـوم مـطهّـرين، قال قال رضی اللّٰه عنه وهو من الأمناء الصادقين. انّ لمهدينا آيتيـن لـم تـكونا منذ خلق السماوات والأرضون، ينكسف القمر لأول ليلة مـن رمـضـان. يـعـنـی فی أول ليلة من ليـالـی خسـوفـه ولا يُجـاوز ذالک

کی طرف سے ایک گواہی ہے۔

مگر اس نشان کی تفصیل جیسا کہ کتب حدیث میں آلِ خیر المرسلین سے مذکور ہے۔ یہ ہے کہ دارقطنی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ

ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں کہ جب سے کہ زمین و آسمان پیدا کئے گئے کبھی ظہور میں نہیں آئے ﴿۲۲﴾ یعنی یہ کہ قمر کی پہلی رات میں اس کی تین راتوں میں سے جو خسوف کیلئے مقرر ہیں خسوف ہوگا اور

ثمرہ مساعی مخفیہ بودہ باشد۔ در پاسخ این بدگمان مشکک می گوئیم کہ دربارۂ خسوف و کسوف چہ گمان می داری۔ آیا آں ہم از تدابیر مخفیۂ انسانی است یا از قبل خدا گواہ آسمانی۔ اما تفصیل این نشان از روئے کتب احادیث آنکہ دارقطنی از امام محمد باقر رضی اللہ عنہ روایت کند کہ برائے مہدیٔ ما دو نشان است کہ از آغاز آفرینش زمین و زمان ہرگز پدیدار نشدہ و آن این ست کہ قمر در شب اول از شب ہائے خسوف او کہ سہ شب می باشند منخسف گردد۔ و ایں خسوف در رمضان واقع بشود و آفتاب در روز وسط

☆ ’’مِن‘‘ سہواً زائد لکھا گیا ہے۔ (ناشر)

الاوان، ويقع في الشهر الذى أنزل اللّٰه فيه القرآن، وتنكسف الشمس في النصف منه. يعنى في نصف من أيام كسوفها المعلومة عند أهل العرفان، في ذالك الشهر المُزان.
﴿۲۲﴾ وأخرج مثله البيهقي وغيره من المحدثين. وقال صاحب الرسالة الحشرية، وهو في هذه الديار من مشاهير علماء هذه الملّة، أن القمر والشمس ينكسفان في رمضان، وإذا انكسفا فيعرف المهدى بعده أهل مكة بفراسة يزيد العرفان. وفي روايات أخرى من بعض الصلحاء أن المهدى لا يُعرفُ إلّا بعد آيات كثيرة تنزل من السماء، وأما في أوّل الأمر

سورج کے تین دنوں میں سے جو اس کے کسوف کے لئے مقرر ہیں ۔ بیچ کے دن میں کسوف ہوگا ۔ اور یہ بھی اسی رمضان میں ہوگا ۔

ایسا ہی بیہقی اور دوسرے محدثوں نے لکھا ہے اور صاحب رسالہ حشریہ نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ یہ کسوف خسوف رمضان میں ہوگا اور اس کے بعد مہدی مکہ میں شناخت کیا جائے گا اور بعض صالحین سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ مہدی اس وقت پہچانا جائے گا کہ جب بہت سے نشان آسمان سے ظاہر ہوں گے ۔

مگر اوائل امر میں اُس کی تکفیر اور

﴿۲۲﴾ از روز ہائے کسوف او کہ سہ روز اند تیرہ گردد و این ہم در رمضاں اتفاق افتد ۔ و ہم چنیں بیہقی و محدثین دیگر آوردہ اند و صاحب رسالہ حشریہ کہ از مشاہیر علمائے ایں دیار است گوید این خسوف و کسوف در رمضان بشود و بعد ازاں اہل مکہ مہدی را خواہند شناخت ۔ و بعضے از صلحا بر آنند کہ مہدی بعد از ظہور کثرت نشانہا از آسمان شناختہ شود ۔ و لے اولاً چارہٴ ازیں نہ کہ نسبت بہ وے فتوی تکفیر دہند و دجل و تلبیس بہ او منسوب کردہ شود و دربارہٴ او آں ہمہ گفتہ شود آنچہ کفّار پیشیں نسبت بہ انبیاء گفتہ اند

والابتداء ، فيُكفَّر ويُكذّب ويُعزى إلى الدجل والتلبيس والافتراء ، وتُكتب عليه فتاوى الكفر والخروج من الشريعة الغرّاء ، ويُقال فيه كل ما قال الكافرون في الأنبياء. ثم توضع له القبولية في الأرض من حضرة الكبرياء فلا يوجد اثنان من المؤمنين إلّا ويذكرونه بالمدح والثناء. ثم اعلم أن آية الخسوف والكسوف قد ذكرها القرآن في أنباء قرب القيامة، وإن شئت فاقرأ هذه الآية وكررها لإدراك هذه الحقيقة فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ[1] ثم تدبّر بالخشوع والخشية، ولا يذهب فكرك إلى أنه من وقائع القيامة،

تکذیب ہوگی ۔ اور دجل اور تلبیس اور افترا کی طرف منسوب کیا جائے گا اور اس پر کفر اور مرتد ہونے کے فتوے لکھے جائیں گے اور وہ سب کچھ اس کے حق میں کہا جائے گا جو کافروں نے نبیوں کے حق میں کہا۔ پھر اس کی قبولیت زمین پر پھیلائی جائے گی ۔ پس مومنوں میں سے دو آدمی ایسے نہ پائے جائیں گے کہ اس کو مدح اور ثنا کے ساتھ یاد نہ کرتے ہوں اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ قرآن شریف نے کسوف خسوف کے نشان کو قرب قیامت کے نشانوں میں سے لکھا ہے اور اگر تو چاہے تو اس آیت کو پڑھ کہ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ نشان قیامت کے واقعات میں سے ہے کیونکہ جس خسوف اور کسوف کا اس جگہ ذکر

وبعد زاں برائے وے قبولیت در زمین نہادہ شود حتی کہ دو تن اگر در جائے فراہم آیند مدح وثنائے او بر زبان برانند۔

مخفی نماند کہ قرآن کریم خسوف وکسوف را از نشانہائے قرب قیامت قرار دادہ چنانچہ گوید فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ومعنی اش آں نہ کہ ایں نشان از واقعات قیامت بودہ است زیرا کہ خسوف وکسوف کہ ایں جاندکور است بستہ بہ وجود ایں عالم است۔ چہ آں ناشی از

[1] القیٰمۃ: ۸تا۱۰

وإيّاك وهذه الخطأ الذى يُبعدك من المحجة. فإن الخسوف الذى ذُكر ههنا هُوَ موقوف على وجود هذه النشأة الدنيوية، فإنه ينشأ من أشكال نظامية، وأوضاع مقررة منتظمة ويكون فى الأوقات المعينة والأيام المعلومة المشتهرة. ولا بد فيه من رجوع النيرين إلى هيئتهما السابقة بعد خروجهما من هذه الحالة. وأما الآيات التى تظهر عند وقوع واقعة الساعة فهى تقتضى فساد هذا الكون بالكلية، فإنها حالات لا تبقى الدنيا بعدها ولا أهل هذه الدار الدنية.

ہے وہ اس دنیوی پیدائش پر موقوف ہے۔ وجہ یہ کہ خسوف کسوف اوضاع مقررہ منتظمہ سے پیدا ہوتا ہے اور اوقات معیّنہ اور ایّام معلومہ میں اس کا ظہور ہوتا ہے اور خسوف کسوف میں یہ امر ضروری ہے کہ آفتاب اور قمر بعد اس کے کہ اس حالت سے باہر آویں اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کریں مگر وہ نشان جو قیامت کے قائم ہونے کے وقت ظہور میں آئیں گے وہ اس وقت ظاہر ہوں گے جبکہ دنیا کا سلسلہ بکلّی درہم برہم ہو جائے گا کیونکہ وہ ایسی حالتیں ہیں کہ ان کے بعد دنیا نہیں رہے گی اور نہ اہل دنیا رہیں گے

اوضاع مقررۂ منتظمہ و در ایام معینہ و اوقات معلومہ ظہورش می باشد۔ و نیز درآں ضروری است کہ آفتاب و ماہتاب بعد از خروج ازاں تیرگی رجوع بحالت سابقہ خود نمایند۔ اما آن نشانہا کہ قرب قیامت پدیدار گردند آں وقتے باشد کہ ایں نظام سلسلہ عالم بالمرّہ از ہم بپاشد زیرا کہ از پس آں حالت ہا دنیا و اہل دنیا را نشانے و اثرے نخواہد بود۔ و خسوف

والخسوف والكسوف يتعلقان بنظام هذه النشأة، ويوجدان فيه من بدو الفطرة، فثبت أن الخسوف الذى ذكره القرآن فى صحفه المطهرة هو من الآثار المتقدمة على القيامة، ولقيام القيامة كالعلامة. وإنى كتبت هذه المباحث مفصلة فى رسالتى نور الحق التى ألّفتها فى العربية، وأودعتها عجائب آية الخسوف والكسوف إتمامًا للحجة. وكنت كتبت فى تلك الرسالة التى ألّفتها لبيان آية الخسوف والكسوف. أنى عُلّمتُ من ربّى الرحيم الرؤوف أن العذاب يحلّ على قوم لا يتوبون بعد هذه الآية،

اور کسوف خسوف اس دنیا کے نظام سے تعلق رکھتے ہیں اور ابتدا سے اس میں بنائے گئے ہیں پس ثابت ہوا کہ وہ کسوف خسوف جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ قیامت کے لئے آثار متقدمہ ہیں نہ یہ کہ قیامت کے قائم ہو جانے کی علامتیں ہیں اور میں نے ان بحثوں کو اپنے رسالہ نور الحق میں مفصّل طور پر لکھ دیا ہے اور اس رسالہ میں اس نشان کے متعلق کئی عجائبات ہیں جو میں نے اتمام حجت کی غرض سے اس میں درج کر دیئے ہیں اور میں نے رسالہ نور الحق میں یہ لکھا تھا کہ ان لوگوں پر عذاب نازل ہوگا کہ جو کسوف خسوف کا نشان دیکھنے کے بعد توبہ نہیں کریں گے۔

وکسوف تعلق بہ نظام ایں عالم دارد و از بدو آفرینش موجود است۔ از ایں آشکار شد کہ خسوف وکسوف کہ در قرآن مذکور است از آثار متقدمہ قیامت است نہ علامہ قیامِ قیامت۔ رسالۂ نور الحق متکفل تفصیل ایں مضمون وعجائبے دیگر ہم از باب ایں نشان در آن مذکور است کہ جہت اتمام حجت ترقیم شدہ۔

وہم در رسالہ نور الحق نوشتہ بودم کہ عقاب خداوندی بر سر آں مردم فرود آید کہ بعد از نشان خسوف وکسوف توبہ نکنند و دین را بر دنیا

ولا يُقدمون الدين على الدنيا الدنيّة. وكذالك سُلّط الطاعون بعدها على أكثر غافلي هذه الدّيار، وأُحرق أُلوف من الناس بتلك النار، وأرسل على كل غافل شواظ منها، فماتوا بجمرها وأُخرجوا من القرىٰ والأمصار. وما انطفأ إلى هذا الوقت هذا الضرام، ويرعد على الرؤوس الحمام، ونرى الأمر كما تواتر فيه الإلهام. إن في ذالك لآية لقوم متقين. وكذالك كنت كتبت في تلك الرسالة أن الله سينصر أهل الحق بعد هذه الآية، فيزيد جماعتهم ويتقوى أمرهم من ﴿۲۳﴾

اور دین کو دنیا پر مقدم نہیں کریں گے۔ سو ایسا ہی ہوا کہ خسوف کسوف کے بعد اس ملک کے اکثر غافلوں پر طاعون بھیجی گئی اور ہزاروں انسان اس وبا سے مر گئے اور ہر ایک غافل پر ایک چنگاری پڑی جس سے وہ مرے اور دیہات اور شہروں سے نکالے گئے اور یہ آگ اب تک ٹھنڈی نہیں ہوئی اور موت سروں پر نعرے مار رہی ہے جیسا کہ اس بارے میں متواتر الہام سے پہلے ہی سے معلوم ہوا تھا اور اس میں پرہیز گاروں کے لئے نشان ہیں۔ اور ایسا ہی میں نے اس رسالہ میں لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ اس نشان کے بعد اہل حق کو مدد دے گا۔ پس ان کی جماعت زیادہ ہو جائے گی اور ان کا کام قوت

برنگزیند۔ آخر برحسب وعید خداوندی طاعون برسر اکثرے از غافلان این دیار وارد آمد و ہزاران نفس طعمۂ این وبائے عالم سوز گردیدند و بسیارے از خفتگان را از آں اخگر خرمن جان پاک بسوخت۔ واز دہ ہا وقریہ ہا اخراج شدند و ہنوز ایں آتش سرد نشدہ و شیر مرگ ہنوز از غریدن باز نہ ایستادہ۔ چنانچہ الہامات متواترہ دریں معنی خبر دادہ بودند و دریں واقعات برائے ترسندگان نشانے واضح است۔

وہم چنیں درآں ایمائے رفتہ بود کہ بعد ازاں نشان اہل حق را نصرت و تائید از خدا برسد و جماعت ما را افزونی دست بہم دہد۔ و کارِ ایشاں

عنايات الحضرة، والله ينزل آياته ويشيع فی الناس دقائق المعرفة. فصدّق الله هذه الأنباء كلها بالفضل والرحمة، وأَرَى الآيات ونصر بالتأييدات لقطع الخصومة. وزاد جماعتی كما وعد وجعلها لبيضة الإسلام كركن شديد والاسطوانة، وإنّا سنذكر بعضها إظهارًا لهذه الموهبة، فالحمد لله علی هذه الْمِنَّة، وإن فی ذالک لآيات لقوم متفرّسين.

ومن نوادر آياتی التی ظهرت بعد وعد الله فی آية الكسوف والخسوف، وانتجعت فی ألوف من القلوب بإذن الله الرؤوف، هو واقعة هلاک رجل

پکڑ جائے گا اور خدا تعالیٰ نشانوں کو ظاہر کرے گا اور معرفت کو لوگوں میں پھیلائے گا۔ پس خدا تعالیٰ نے ان تمام پیشگوئیوں کو اپنے فضل اور کرم سے پورا کیا اور نشان دکھلائے اور قطع خصومت کے لئے تائید کی ﴿۲۳﴾ اور وعدہ کے موافق میری جماعت کو زیادہ کیا۔ چنانچہ ہم بعض نشانوں کا اس جگہ ذکر کرتے ہیں اور اس احسان پر خدا تعالیٰ کا شکر ہے اور اس میں فراست والوں کے لئے نشان ہیں۔

اور عجیب تر نشانوں میں سے جو خسوف کسوف کے بعد ظہور میں آیا جس نے دلوں پر بڑا اثر ڈالا وہ لیکھرام کی موت کا نشان ہے

قوت گیرد و خدا تعالیٰ نشانہا پدیدار نماید وقوۂ معرفت بمردم ارزانی دارد۔ پس خدا را شکر کہ ہمۂ ایں اخبار بالغیب کماہی بوقوع آمدہ۔ وقطع خصومت اعدا کردہ وجہت تائید حق نصرتہا از خدا ظہور فرمودہ و بروفق وعدۂ الٰہی جماعت من افزونی یافتہ اکنوں برائے شکر ایں نعمت بعضے از نشانہا را در معرض بیان می آریم۔ وایں برائے اہل فراست نشانے عظیم است۔ ﴿۲۳﴾ واز جملہ نشانہائے بزرگ کہ بعد از خسوف وکسوف بروز یافتہ و در دلہا جا کردہ نشان

كان اسمه ليكهرام، وكان من قوم عبدة الأصنام، وكان شديد الحقد يعترض على الإسلام، ويسبّ نبينا خير الأنام عليه ألف ألف سلام. وتفصيل هذه القصة أنه سمع من بعض الإخوة أن رجلا في القاديان يدّعي الإلهام والكرامات، ويقول إن الإسلام هو الدين عند اللّٰه ربّ السماوات، ومن خالفهٗ فهو من المبطلين. فمازال يُعجبه هذا الخبر حتى قصد القاديان ذات مرة وهو يومئذ ابن ثلاثين سنة، أو قليل منه كما علمنا من وجهه فراسة. فجاء نی وسأل عن الآيات، وأظهر أنه لايبرح الأرض أو يرى بعض خرق العادات،

اور یہ شخص بڑا کینہ ور تھا اور اسلام پر اعتراض کیا کرتا تھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا۔ اس نبی پر خدا تعالیٰ کے ہزاروں سلام ہوں اور اس قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ اس نے بعض اپنے بھائیوں سے سنا کہ ایک آدمی قادیان میں ہے جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور نیز کرامات کا مدعی ہے اور کہتا ہے کہ سچا دین اسلام ہی ہے اور جو اس کا مخالف ہے وہ باطل پر ہے۔ سو وہ اس خبر سے ہمیشہ تعجب کرتا تھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ اس نے قادیان آنے کا ارادہ کیا اور وہ ان دنوں میں تیس برس کی عمر میں تھا یا کچھ کم جیسا کہ اس کے مُنہ کے دیکھنے سے ہمیں اندازاً معلوم ہوا۔ سو وہ میرے پاس آیا اور نشانوں کے بارے میں مجھ سے سوال کیا اور ظاہر کیا کہ وہ کبھی قادیان سے نہیں جائے گا

مرگِ لیکرام است۔ ایں شخصے بود کینہ توز برا سلام حملہ ہا می کرد و نبی کریم مارا دشنام مے داد و ناگفتنیہا مے گفت۔ تفصیل ایں مقال آنکہ آن عدو اسلام از ابنائے جنس خود بشنید کہ شخصے در قادیان است کہ دعویٰ الہام و اظہار خرق عادات می دارد۔ ومی گوید کہ دین حق اسلام است و ماسواہ باطل۔ او از شنیدن این قصہ در شگفت می بود تا عزم آمدن در قادیان را تصمیم بداد و دران زمان جوان سی سالہ بود یا بقدر بیش و کم بروفق آنچہ آں وقت از روئے او ہویدا بود۔
خلاصہ آں برہمن در نزد من آمد و نشانے درخواست ۔۔۔ وگفت تا نشانے نہ بینم زنہار از

أو يـأخـذ مـنى إقرار العجز عند هذه السؤالات. وأصرّ على أن يؤانس آى اللّٰـه أمام ارتحاله، وكان جهولا غير متأدّبٍ فى مقاله. فطفق يبلطنى لرؤية الآية، ويخجأنى من العماية، فإنه كان جسـدا لـه خـوار، ومـا أعطى له روح فـراسة ولا افتكار. وكان احتكاء فى جنانه أن هذا الرجل كاذب فى بيانه، وكـذالك انتقش فى قلبه من خدع أعـوانـه، وحـمـئـت بهم بئر عرفانه. ووافـانـى ذات الـمـرار، فـألحّ علىَّ وأبـلـط بـكـمال الإصرار، ونظر إلىَّ شزرًا بالاستكبار، وقال إنى لن أفارق

جب تک کہ بعض نشان نہ دیکھے اور یا جب تک کہ مجھ سے اقرار عجز نہ لے لیوے اور اس نے اصرار کیا کہ اپنے جانے سے پہلے نشان دیکھے۔ اور وہ ایک جاہل بے ادب تھا۔ پس اس نے مجھے نشان کے لئے دِق کرنا شروع کیا اور نا بینائی کی وجہ سے اصرار کرتا تھا کیونکہ وہ جسم بے جان تھا جس کو عقل کی روح نہیں دی گئی تھی اور اس کے دل میں یہ بیٹھ گیا تھا کہ یہ شخص اپنے بیان میں جھوٹا ہے اور یہ باتیں اس کے ہم صحبتوں نے اس کے دل میں بٹھائی تھیں جن سے اُس کی شناخت کا کنواں مکدر ہو گیا تھا اور وہ ایک دن میرے پاس آیا اور نشان کے دیکھنے کے لئے بڑا اصرار کیا اور میری طرف تکبر

قادیان بیروں نخواہم شد یا داغ اعتراف بعجز بر ناصیۂ شما خواہم گزاشت۔ و برایں اصرار ورزید کہ لا بد است کہ قبل از رفتن از ایں جا نشانے مشاہدہ نماید۔ وآں شخصے بود از حلیہ ادب ۔۔۔ عاری۔ واز نہایت شوخی و خیرگی دست استبداد بدامن من زد۔ چہ او حقیقۃ کالبد بے روان بود کہ روح خرد در وے ندمیدہ بودند و گمان وے آں بود کہ من تار و پود دروغ بر بافتہ استم۔ وایں اعتقاد نسبت بہ من بعضے از ہم مشربانش خاطر نشاں کردند۔ لہٰذا چشمہ شناخت وے مکدر گردید۔ خلاصہ عادتاروزے پیش من آمد و جہت رویت نشانے اصرار از حد بگذرانید و در من با دیدۂ استکبار و استحقار

هـذه الـقـرية إلّا وتُـريني الآية أو تقر بـكذبک وبما اخترت الفرية. وساء الـحـضـار مـا اختار من غلظ وشدّة، فبـرّدتهـم بوصية صبر وتؤدة، وكانوا مـن الـذيـن أخـذوا مربعى منتجعهم، وداری مـحـضرهم، وحسبوا إلهامى مـرتعهم ومخبرهم. ثم قلت له يا هذا إن الآية ليسـت كشـيء مـلقاة تحت الأقـدام لألـقـطـه لک وأعـطيک كـالـخادم بالإكرام، بل الآيات عند اللّٰه يُـرى إذا ما شاء، ولا يـنـفـع الوثب كـثور الوحش فإياک والمراء، والصبر حقيق لمن طلب آی اللّٰه وجاء يستقرى الضياء

سے دیکھا اور کہا کہ میں اس گاؤں سے کبھی نہیں جاؤں گا جب تک کہ تم نشان نہ دکھلاؤ اور یا اپنے جھوٹ کا اقرار نہ کرو اور حاضرین کو اُس کی سخت زبانی بُری معلوم ہوئی ۔پس میں نے ان کو صبر کی وصیت کے ساتھ ٹھنڈا کیا۔ پھر میں نے اس کو کہا کہ اے شخص! نشان ایسی چیز تو نہیں جو قدموں کے نیچے پڑی ہو اور فی الفور دکھلا دی جائے ۔ بلکہ نشان خدا کے پاس ہیں جب چاہتا ہے دکھاتا ہے ۔اور گاؤ دشتی کی طرح کودنا مناسب نہیں ۔ پس لڑائی سے پرہیز کر۔اور جو شخص نشانوں کو ڈھونڈتا ہے اس کے لئے صبر کرنا بہتر ہے کیونکہ

نگریست۔وگفت ابداً ازیں دہ نروم تا نشانے از شمانہ بینم یا شما سپر عجز بیفگنید۔حاضران از گفتار تلخ و درشتش برنجیدند۔من از پند صبر آب بر آتش ایشاں زدم و بآخر اورا گفتم اے فلان نشان چیزے نیست کہ پیش پا افتادہ باشد یا حقہ مشعبد نہ کہ دراں اعجوبہ نمودہ شود بلکہ نشانہا نزد خداست وقتے کہ می خواہد نشان مے دہد۔ وچوں گاوٗ دشتی تپیدن روا نیست۔از ستیز وآویز پرہیز کن۔ ہر کہ طالب نشان باشد اورا صبر لازم است۔ چہ نشان از طرف خدا نازل مے گرددو

فإنه أمر ینزل من حضرة العزّة ویحتاج ظهوره إلی تضرّعات العبودیة. فاحبس نفسک عندنا إلی حَوْل. وهذا خیر لک من سبّ وصَوْل. لعل اللّٰه یُریک آیة ویهب یقینا وسکینة و کذالک نرجو من اللّٰه المنّان، فاصبر معنا إلی هذا الآوان إن کنت من الطالبین. فما نجعت نصیحتی فی جنانه، وما انتهی من هذره وهذیانه فقلت أیها الرجل إن کنتَ لا تصبر وتعزم علی الرحیل، ولا تختار ما أریناک من السبیل، فلک أن تذهب وتنتظر الإلهام، فذهب مغاضبًا وترک ۲۴

نشان ایک ایسی چیز ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں اور ان کا ظاہر ہونا تضرعات عبودیت پر موقوف ہے۔ پس ایک برس تک میرے پاس توقف کر اور یہ تیرے لئے بہتر ہے تا کہ خدا تعالیٰ تجھے نشان دکھائے اور یقین اور سکینت بخشے اور اسی طرح ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں۔ پس اگر تو طالب ہے تو اس وقت تک صبر کر۔ مگر میری نصیحت نے اس کے دل میں اثر نہ کیا اور بیہودہ گوئی سے باز نہ آیا۔ تب میں نے کہا کہ اے شخص! اگر تو صبر نہیں کرسکتا اور جانے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اور ہماری تجویز کو پسند نہیں کرتا تو تیرا اختیار ہے کہ تو چلا جا اور ہمارے الہام کی انتظار کرتا رہ۔ تب وہ غصہ کی حالت میں چلا گیا ۲۴

ظہور آں موقوف بر تضرعاتِ عبودیت مے باشد۔ لہٰذا باید کہ یک سال تمام نزد من مکث بکنی کہ خدا ترا نشانے بنماید و سکینت و طمانیت بر تو فرود آید۔ ہم چنین از خداوند امید داریم اگر طالب صادق استی تا آن زمان شکیبائی بگزیں مگر اندرز من در وے نگرفت و ہرزہ گفتن آغاز کرد ناچار گفتم کہ اگر نمے توانی کہ بشکیبی و آمادہ بر رفتن استی و تجویز مرا قبول نکنی اختیار داری برو والہام مرا منتظر باش و چشم در راہ بنشین۔ آخر او خشم آگین از پیش من برخاست۔ و ازاں بعد ۲۴

الکلام. ثم جعل یذکرنی فی محافل بتوھین وتحقیر، وأراد أن یجز أمری ویُریہ قومَہ کشیء حقیر ومتاع کقطمیر. فاستعمل الأکاذیب لتکمیل ھذہ الإرادۃ، واشتری الشقاوۃ وبعُد من السعادۃ. وکم من مفتریات افتری، وکم من بھتان أشاعہ من حقد وھوی. وصار شغلہ سبّ نبینا المصطفٰی، وتکذیب کتابنا الذی ھو عین الھدیٰ. وکم من کُتُبٍ أطال المقول فیھا وھذیٰ، وطفق یھتک أعراض العلیّۃ وبدور العُلٰی، ونُخب حضرۃ العزّۃ وأحبّۃ ربنا الأعلٰی، وما خشی

بعد اس کے کوئی کلام نہ کی۔ پھر اس نے یہ کام شروع کیا کہ ہر ایک محفل میں مجھے تحقیر اور توہین سے یاد کرتا اور یہ دل میں ٹھانا کہ میرے کاروبار کو پراگندہ کرے اور قوم کی نظر میں مجھے ایک ذلیل انسان کی طرح دکھلاوے۔ سو اُس نے اِس ارادے کے پورا کرنے کے لئے جھوٹ اور افترا پر کمر باندھی اور بدبختی کو خریدا اور سعادت سے دور جا پڑا اور بہت سے افترا بنائے اور بہت سے بہتان گانٹھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا شروع کیا اور قرآن شریف کی تکذیب کرنا اپنا پیشہ قرار دیا اور اپنی کتابوں میں اس نے زبان درازی شروع کی اور بزرگوں اور آسمانی چاندوں کی ہتکِ عزّت اُس کا شیوہ ہوگئی اور خدا تعالیٰ کے پیاروں کو بُرا کہنا اس نے اپنا طریق بنا لیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس کی

گفتگوئے درمیان نیاورد۔ بعد چندے ایں وتیرہ پیش گرفت کہ ہر جاے رفت در تذلیل و تحقیر من میکوشید وبدی یاد میکرد و بر اں شد کہ کاروبار مرا برہم زند و در دیدۂ مردم مرا ہیچکارہ وا نماید۔ وجہت حصول ایں کام کمر بر افترا ہا و دروغ بافیہا بر بست و نبیٔ کریم مارا (صلی اللہ علیہ وسلم) سقط گفتن و دشنام دادن و اہانت و تکذیب قرآن حکیم پیشہ گرفت۔ و برگزیدگان خدا و نجوم سما را در کتب خود ناسزا می گفت۔ خلاصہ ایں گونہ ناہنجاریہا و بے اندامی ہا شعار خود کرد۔

نکال الآخرة والأولى. وهاجته الحمية والنفس الأبيّة على قذف رسولنا خير الورىٰ، فكان لا يخلو وقته من سبّ سيدنا المجتبٰی، وكان فی الشتم كسيل هامر وماء غامر أو أشد فی الطغوىٰ. وكانت هذه العذرة كل حين فی شفتيه، وجنون الغيظ فی عينيه، وما خاف وما انتهىٰ. فالحاصل أنه كان يريد أن يُحقّر الإسلام فی أعين الناس وعامة الورىٰ، ويشيع بينهم تعليم الخناس ويصرف عن الهدىٰ. وكان اللّٰه يريد أن يجفأ قدره ويُری الناس قذره، ويُری الرّائين آيته الكبرىٰ. فلما تجلّى ربنا للميقات، وجاء وقت الآيات، كتب إلیَّ على عزم السخرية والاستهزاء، وقال أين آيتك ووعدك. ألم تظهر حقيقة الافتراء؟ وغلّظ علیَّ

ہانڈی کو پھوڑے اور اس کی پلیدی لوگوں پر ظاہر کرے اور ایک بڑا نشان دکھاوے

پس جبکہ خدا تعالیٰ کے وعدے اور نشان کا وقت قریب آیا تو اس شخص نے ٹھٹھے سے میری طرف ایک خط لکھا کہ تمہارے نشان کہاں گئے اور کیا اب تک تمہارا افترا ظاہر نہ ہوا اور

اما خدا خواست کہ طبلش از زیر گلیم برون آید و طشتش از بام بہ زیر افتد۔ ونجاستش را بر مردم اظہار دہد ونشانے وا نماید۔ چوں آں وقت وعدۂ خدا ونشان فراز آمد آں ہندو مرا خطے نوشت پُر از

كما هي عادة السفهاء، وأخذني بالعنف كالغرماء، وجرّأه مشركو هذه القرية على مطالبة الآية، وكانوا يعللونه بالقصص الباطلة ليزول منه الرعب ويأخذه نوم الغفلة. وكانوا ينفخون في آذانه أن هذا الرجل كاذب مكّار، فلا يأخذك رعبه ولا اسبطرار. فوالله ما أهراق دمه إلا هذه الكذابون، فإنهم أغروه عليَّ وكانوا يحلفون، وما أحسنوا إليه بزورهم بل كانوا يسيئون. فقسٰى قلبه بكلماتهم، وآمن بمفترياتهم، وتلطّخ برجس الشياطين، و

جیسا کہ کمینوں کی عادت ہوتی ہے اپنی تحریر میں بہت کچھ سختی کی اور مجھے اپنا مدیون قرار دے کر ملامت شروع کی اور اس گاؤں کے ہندوؤں نے اس کو نشانوں کے طلب کے لئے دلیر کیا اور باطل کہانیاں پیش کر کے اس کا ڈھارس باندھا تا کہ اس رعب کو دور کریں جو اس پر پڑا ہوا تھا اور یہ قادیان کے لوگ اس کے کانوں میں پھونکتے رہے کہ یہ شخص تو جھوٹا اور مکّار ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تو اس کے رعب کے نیچے آجائے۔ اور مجھے خدا کی قسم ہے کہ اُس کے قتل کرنے والے یہی قادیان کے لوگ ہیں کیونکہ ان لوگوں نے ہی میری دشمنی اور مقابلہ کے لئے اس کو دلیر کیا اور قسمیں کھا کھا کر اس کو تسلی دی۔ مگر ان لوگوں نے ان باتوں کے ساتھ اُس سے نیکی نہیں کی بلکہ بدی کی۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کی بہت سی باتیں سننے سے اس کا دل سخت ہو گیا اور وہ ان کے افتراؤں کو مان گیا اور ان کی پلیدی سے آلودہ ہو گیا

استہزا کہ نشانہائے شما چہ شد و آیا ہنوز پردہ از روئے دروغ و زور شما برنخاستہ۔ وچوں پست نژاداں دراں نامہ دقیقہ از سفاہت و یاوہ گوئی فرونگذاشت۔ و مرا مدیون خود قرار دادہ از ہیچ گونہ زجر و توبیخ دریغ نفرمود۔ ہندوزادہ ہائے ایں دِہ برائے طلب نشان دلیرش ساختند وافسانہائے ہرزہ در گوشش انداختہ پشت وے را توانا کردند و بکوشیدند کہ آں بیم و ہراس کہ بروے دست یافتہ بود از درونش بدر رود و در گوشش میدمیدند کہ ایں کس کاذب محض است زنہار از وے خوفے در دلت راہ مبادا۔ و بخدا قاتلانش اہالئے ایں دِہ بودہ اند۔ زیرا کہ ایں مردم او را بر مقاومت من بداشتند و سوگند ہا یاد کردہ تقویت وے نمودند۔ اے دریغ ایں مردم در جائے خیر شرے وضررے باو رسانیدند۔ آخر دلش

صار أشد خصومة فی الدّین. وکان فی أول أمرہ مال إلی صحبتی، لعلہ یری أمارات حقیّتی، فبطّأ بہ ھؤلاء خوفًا من أثر الصحبة، وقالوا ما تطلب منہ وإنا نحن من أھل التجربة. وھو تبوّء القادیان إلی شھر تام، وأخذ أنواع مفتریات من لئام، حتی أوقدوہ کنار الجحیم، وسوّدوا قلبہ ولا کسواد اللیل البھیم، ثم رحل بعد أخذ ھذہ التعالیم. وطفق یطالب منی آیة من الآیات، وقد اضطرمت فی قلبہ نار المعادات، وکان یُنکر فی

اور سخت جھگڑا شروع کر دیا۔ اور وہ ابتدا میں میری صحبت کی طرف مائل ہو گیا تھا اور امید رکھتا تھا کہ میں نشان دیکھوں۔ پس یہ لوگ اس کے مزاحم ہوئے اور اس ارادہ سے اُس کو ہٹا دیا تا اثر صحبت سے متاثر نہ ہو جائے اور اس کو کہا کہ تو اِن کی صحبت میں رہ کر کیا کرے گا اور ہم تو اس کی نسبت اہل تجربہ ہیں۔ اور وہ قادیان میں قریباً ایک مہینہ تک ٹھہرا اور بہت سے افترا اُس نے اپنے دل میں بٹھائے اور جہنم کی آگ کی طرح ان لوگوں نے اس کو افروختہ کیا اور اس کے دل کو رات کی طرح سیاہ کر دیا۔ اور پھر وہ ان تعلیموں کو پا کر چلا گیا اور مجھ سے نشانوں کا طلب کرنا شروع کیا اور اس کے دل میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں سے اپنے دل میں انکاری

از کثرت گفت وشنید سخت شد و ہمہ دروغ زینہا و ہرزہ کاریہائے آنان را راست دانست و پیکار درشتی پیش گرفت۔ امّا اوّلاً رو مائل بصحبت من بودہ متوقع آں بود کہ نشانے از من بہ بیند۔ ولے ایں مردم مانع آمدہ ازاں ارادہ اش باز داشتند کہ نباید از رفتار و گفتار من متاثر بشود و گفتند نشستنت پیش ایں کس چہ حاصل کہ ما ساکنان ایں دِہ و ہمسایگان ونسبت بایں کس صاحب تجربت وخبرت می باشیم۔ او یک ماہ در قادیان مکث نمود و انبار افتراہا در نزد خود فراہم آورد۔ واہالئے ایں دِہ چوں دوزخش بیفروختند و دل وے را چوں شب تار سیاہ گردانیدند۔ آخر او ایں ہمہ آموختہ ازیں جا برفت ونشان از من طلب می کرد۔ و آتش عداوت سراپائے وے را بگرفت۔ واو بر نشانہائے خدا

نفسه من عجائب ربّ السماوات، وأصرّ على الطلب ليكون له وقعٌ في أعين المشركين والمشركات. ولما قصد الرحيل وختم القال والقيل. رأيت أنّي مقيم في صحن مكان كالشجعان، وفي يدي رُمح ذابل حديد السنان، كثير البريق واللمعان، وأراه أمام عيني ميّتًا على التراب، وأطعن رأسه بنيّة الانصاب، ويتلألأ سناني عند كل طعني ويبرق كالشهاب، ثم قال قائل ذهب وما يرجع قطّ إلى هذه الحداب. فوالله ما رجع حتى نعاه إلينا بعض الأصحاب. وتفصيل هذه القصة

تھا۔اور مجھ سے اس لئے نشان طلب کرتا تھا کہ تا ہندوؤں کے دلوں میں اس کی عزت پیدا ہو۔ اور جب وہ قادیان سے چلا گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک میدان میں مَیں کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں ایک باریک نیزہ ہے جو بہت چمک رہا ہے اور میں نے اس کو ایک مُردہ پایا جو میرے آگے پڑا ہے اور میں اس نیزہ سے اس کے سر کو اِدھر اُدھر کرتا ہوں ۔تب ایک بولنے والے نے آواز دی کہ یہ چلا گیا اور پھر قادیان میں کبھی نہیں آئے گا۔سو درحقیقت وہ پھر واپس نہ آیا یہاں تک کہ ہم نے اُس کے مرنے کی خبر سنی اور اس قصہ کی تفصیل یوں ہے کہ

انکار تمام داشت واز من جہت آں طلب میکرد کہ وقعے در دل ہنود پیدا بکند۔ و چوں از قادیاں برفت در خواب می بینم در میدانے ایستادہ ام و نیزہ تیز درخشاں در دست من است و مے بینم لیکھرام را مردہ وارے در پیش من افتادہ است با نوک نیزہ سرش را تقلیب مے کنم ۔ ناگہاں گویندۂ آواز بداد کہ ایں رفت است و دیگر بقادیاں باز نخواہد آمد۔ و بحقیقت ہم چنین پدیدار شد و ہر چہ بعد از رفتنش دیگر بقادیان آمد آن خبر ہلاکش بود۔ تفصیل ایں اجمال و کشف این مقال آنکہ چون ازیں جا

﴿۲۵﴾

أنـه لـمـا فـصـل من هذه البقعة، جعل يـصـرّ عـلـى تطلّب آى الرحمن، مع السـبّ و الشتـم و كثيـر من الهذيان. فـخـررت أمام الحضرة، وتبصبصت لـلّـه ذى العـزّة، ودعوت الله فى آناء الـليـل بـالتضرّع و الابتهال، وأقبلت عـلـى ربّـى بـذوبان المهجة وتكسر البـال. فـألهـمـنـى ربّـى أنـه سيُقتل بـعـذاب شـديد، بحربة فى ست سنة فـى يـوم قـرب يـوم الـعيد بـإذن اللّـه الـوحيـد. فـأخبـرتـه عن هذا الإلهام، فـمـا خاف بل زاد فى السبّ وتوهين الإسـلام، و كتـب إلـيَّ أنـى أُلهمـت أنّـك تموت بالهيضة إلى ثلٰث سنةٍ.

﴿۲۵﴾ جب وہ اس جگہ سے چلا گیا تو اُس نے نشانوں کو طلب کرنا شروع کیا اور نیز گالیاں دیتا اور بدگوئی کرتا تھا۔ تب میں حضرت عزّت میں گرا اور قہری نشان کے لئے تضرع کیا۔ سو خدا نے مجھے خبر دی کہ وہ ایک عذاب شدید کے ساتھ چھ برس کے اندر قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے قتل کا دن عید کے دن سے قریب ہوگا۔ سو اس الہام سے میں نے اُس کو خبر دے دی۔ سو وہ اس الہام کو سن کر اور بھی بدگوئی میں بڑھا اور میری طرف لکھا کہ مجھے بھی الہام ہوا ہے کہ تو تین برس تک ہیضہ سے مر جائے گا۔

رفت وطلب نشان و آغاز دشنام کرد برآستانہ حضرت عزت برو افتادم و برائے نشان قہری زبان ضراعت و ابتہال کشودم۔

بنا براں خدا مرا خبر بداد کہ او در مدت شش سال با عذاب الیم کشتہ شود و یوم قتلش قریب از روز عید باشد۔ ازین الہام اعلامش کردم و لے بعد از شنیدن در بدگوئی بیفزود و پیش من خط فرستاد کہ مرا نیز خبر دادہ اند کہ تو در مدت سہ سال از ہیضہ خواہی مُرد۔

وطبع هذا النبأ وشهّره وأشاعه فی أقوام مختلفة. وأرسل إلیَّ أوراقه التی کانت کأضحوکة، وکتبه فی بعض کُتُبه وذکره فی محافل غیر مرّة. فکتبت إلیه أن الأمر فی أیدی الرحمٰن، فإن کنتَ صادقا فیَرَی صدقَک أهلُ الزمان. وإن کان الصدق فی قولی فسیظهره بالفضل والإحسان، إنه مع الذین اتقوا والذین صدقوا فی القول والبیان، إنه لا ینصر الکاذبین. فمضی زمان علی نبأه الکاذب بخیر وعافیة، وما تغیر منّا جزء من شعرة واحدة. ولمّا قرُب میقات ربّی فی أمر حمامه،

اور اس خبر کو اُس نے لوگوں میں مشہور کر دیا اور مجھے اس پیشگوئی کے اشتہار بھیجے اور کئی مجلسوں میں اس کا ذکر کیا۔ تب میں نے اس کی طرف لکھا کہ تمام بات خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ سو اگر تو اپنی پیشگوئی میں سچا ہے تو تیری سچائی خدا تعالیٰ ظاہر کر دے گا۔ اور اگر میری بات سچ ہے تو اس کو اپنے فضل اور احسان سے ظاہر فرمائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور سچ بولتے ہیں اور جھوٹوں کی وہ مدد نہیں کرتا۔ سو اس کی جھوٹی پیشگوئی کا زمانہ بخیر وعافیت گذر گیا اور ایک بال بھی ہمارا بیکا نہ ہوا۔ اور جب اس کی موت کے بارے میں میرے ربّ کا وعدہ نزدیک آیا

وایں خبر را در اقوام مختلفہ اشاعت کرد و اشتہار مشتمل بر آں خبر غیب مرا فرستاد۔ او را نوشتم کہ سر رشتۂ امور در دست رحمٰن است۔ اگر راستی بجانب تست قریب است کہ راستیٔ تو آشکار شود۔ و اگر من صادقم پس انشاء اللہ فضل و نصرت او دست مرا خواہد گرفت زیرا کہ خدا با آں مردم مے باشد کہ از و بترسند و راست بگویند و او گاہے حمایت کا ذبان نکردہ و نکند۔ آخر خبر دروغ وے چوں گوزشتر بر باد رفت و در مدت مقرر کردہ او وقت ما بسلامت گذشت و یک مُو زیانے نشد۔ اما چوں دربارۂ مرگ وے میعاد پروردگار من فراز آمد۔

واتـت عليه السنة الخامسة من أيّامه، وكـان يضحک ويقيس إلهامی علی زور كـلامه. اتفق أنّه دخل عليه رجل مـن الـمسـافرين، وأظهر أنه كان من قـومـه الآريـيـن، ثم أدخله فی الإسلام بـعـض الـخادعين، والآن جاء متندّما كـالطالبين الخائفين، ويريد أن يرجع إلـی ديـن آبـائـه ويترک المسلمين. ومـدحه وقال أنت كذا وكذا وللقوم كالرأس، وأيقظت كثيرا من النعاس، وقـد انتشر ذكرک وسمع كمالک فـی الـردّ علی الإسلام، فجئتک من أقـصـی البلاد لأستفيض من فيضک التـام. والـنـاس مـنعونی فما استقلت

اور پانچواں برس اس پیشگوئی کا گذرنے لگا تو یہ اتفاق پیش آیا کہ ایک مسافر اس کے ملنے کے لئے آیا اور ظاہر کیا کہ وہ ہندو اس کی قوم میں سے ہے اور کسی نے دھوکا دے کر اس کو مسلمان کر دیا تھا اور اب اُس کو اس حرکت سے ندامت پیدا ہوئی ہے اور اس لئے آیا ہے کہ تا پھر اپنے باپ دادا کے دین میں داخل ہو اور اسلام کو چھوڑ دے اور یہ کہہ کر پھر اس کی تعریف شروع کی کہ تو ایسا اور ایسا ہے اور بہتوں کو تُو نے خواب غفلت سے جگایا ہے اور تیرے نام کی بہت شہرت ہوئی ہے اور معلوم ہوا کہ اسلام کا ردّ لکھنے میں تجھے کمال ہے اس لئے میں دور سے تجھ سے فیض پانے کے لئے آیا ہوں ۔ اور لوگوں نے منع کیا مگر میں نے اپنے ارادے میں

وسال پنجم برخبر غیب سپری شد۔ چناں اتفاق افتاد کہ غریبے برائے دیدنش رفت و وانمود کہ او ہندو نزاد و از اہل ملت وے می باشد۔ سالے چند است باغوائے بعضے ناکساں مسلمان شدہ بود حالا برفعل خود پشیمان و ازاں حرکت دست تاسف گز آن بخدمت والا حاضر آمدہ کہ بردست میمون توبہ کند و دیگر مذہب آباء را بگزیند و پشت پا بر اسلام بزند۔ ایں بگفت و در مدح و تمجیدش ترانہ سنجیدن گرفت کہ تو چنانی و چنیں کہ بسیارے را از خواب غفلت بیدار کردی و نام نامی تو شہرتے عجیب یافتہ۔ ترا در رد اسلام ید طولیٰ است۔ ازین جاست کہ جہت استفاضہ از راہ دُور

من الإرادة، ووصلت حضرتک للاستفادة، بید أنی اسیر فی بعض الشبهات، وأرجو أن تقیل لی عثاری وتکشف عقد المعضلات، ثم أدخل فی دین آبائی وأترک الإسلام، فهذا هو الغرض وما أطول الکلام. فأمعن لیکرام نظره فی توسمه و سرّح الطرف فی میسمه، فلبس علیه أمره قدرُ الرحمٰن، وظن أنه من الصادقین ومن الإخوان. فتلقّاه مُرحّبًا وقال رجعت إلی دار الفلاح، وامتزج به کالماء والراح، وأنزله فی کنف الاهتمام، و تصدّی له بالاعزاز والإکرام.

سستی نہیں کی۔مگر یہ بات ہے کہ چند شبہے میرے دل میں ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ تو میری لغزش کو معاف کرے اور میرے یہ عقدے حل کردے۔پھر میں اسلام کو چھوڑ کر اپنے باپ دادے کے دین میں داخل ہو جاؤں گا۔

تب لیکھرام نے اس کو خوب غور سے دیکھا اور خدا تعالیٰ نے اس مسافر کا دلی ارادہ اُس پر پوشیدہ کر دیا اور اس نے سمجھا کہ یہ سچا اور ہمارے بھائیوں میں سے ہے۔سو اس نے مرحبا کہہ کر اس کو قبول کر لیا اور اس کے ساتھ یوں ملا جیسا کہ پانی اور شراب ملتے ہیں اور اپنی غمخواری کی پناہ میں اُس کو لے لیا اور اعزاز اور اکرام کے ساتھ پیش آیا۔

پیش تو آمدہ ام۔ ہر چند مردم بمنع مرا پیش آمدند۔ باز نیامدم و آہنگ چست خود راست نہ نمودم۔ بلے شکوکے چند در دلم خلجانے دارد۔امید دارم کہ از خطاء و زلت من درگذری و گرہ مرا بکشائی باز اسلام را ترک گفتہ کیش پدران را خواہم گزید۔لیکھرام چوں ایں قصہ از وے بشنید سراپائے ویرا نیکو بدید۔ وخدا نیت آں غریب را بروے مستور کرد و اورا صادق گمان نمود۔ خلاصہ مسئلت ویرا پذیرفت و باوے چوں شکر با شیر بیامیخت وقوم خود را دربارۂ

ثم جعل يُخبر قومه كالفرحين المبشرين، وينادى أنه ارتدّ من دين المسلمين. وأكل معه وتغدّى، وما درى أنه سيتردّى، وكان هو يُخفى مولده ومنبعه، لكى يُجهل مربعه. وكان يسير فى المصر مواريًا عن الخلق عيانه، ومخفيا مقره ومكانه. حتى انتهى الأمر إلى يوم موعود، فدخل عليه على غرارته كمحب وودود. وأمهله ريثما يصفوا الوقت من الحضار، ويذهب من جاء من الزُوّار. ثم سطا عليه كرجل فاتک كميش الهيجاء، وجنّبه بسكين بلغ إلى الأحشاء، و

پھر اپنی قوم کو خوش خوش خبر دیتا پھرا اور بتلاتا پھرا کہ یہ شخص مسلمان ہو گیا تھا پھر ہندو دین قبول کرنے کے لئے آیا ہے۔اور وہ شخص اس سے اپنا مولد چھپاتا رہا تا اس کے گھر کی اطلاع نہ ہو اور وہ شہر میں چھپا چھپا پھرتا تھا اور اس کا قرارگاہ کسی کو معلوم نہ تھا یہاں تک کہ لیکھرام کے اجل مقدر کا دن پہنچ گیا۔اور یہ شخص اُس دن اُس کی عین غفلت کے وقت دوستوں کی طرح اُس کے پاس گیا اور اس کو اس قدر مہلت دی کہ جس میں حاضر باشوں سے فراغت ہو جائے اور جو ملنے کے لئے آئے ہیں وہ چلے جائیں ۔ جب اس کے لئے فرصت کا وقت نکل آیا اور لیکھرام کو اس نے غفلت میں پایا تب یکدفعہ اُس پر ایک چابک دست انسان کی طرح حملہ کیا اور کارد

اومژدہ ہاداد کہ ایں دین اسلام پذیرفتہ بود۔حالیا آمدہ است کہ دیگر کیش ہنود را قبول نماید۔و آں کس مولد خود را بروے پوشیدہ داشت و در شہر نہان و پوشیدہ میزیست۔حتی احدے آگاہ از قرارگاہش نبود۔ تا ایں کہ لیکھرام را اجل مقدر فرا رسید۔آں کس در زِیّ دوستاں او روزے علی الغفلہ در پیش وے برفت و در انتظار آں نشست کہ مجلس از حاضراں پرداز دو عسل از غوغائے مگس مامون گردد۔چوں وقت فرصت بدست آمد و لیکرام را غافل یافت بیک ناگہ چوں شیر گرسنہ بروے برجست و با کارد تیز شکمش را

﴿۲۶﴾ أشرعه إلى الأمعاء، حتى قطعها
﴿۲۶﴾ وتركها فى سيل الدم كالغثاء. وكان
هذا يومٌ بعد يوم العيد ☆ كما قُرّر من
الله فى المواعيد. وإذا ظن القاتل أنه
أخرج نفسه الخسيسة، فهرب
وترك داره الخبيثة، ثم غاب عن
أعين الناس كالملائكة. وما رآه أحد
إلى هذه المدّة، فما أعلم أصعد إلى
السماء أو ستره الله بالرّداء. وأمّا
المقتول فدُقَّ بجروح، ولكن
كانت فيه بقية روح، وقال احملونى
إلى دار الشفاء، فحملوه وما
وجدوا فيه أحدًا من الأطباء،
فقال يا أسفى على قسمتى، قد

کے ساتھ اس کی پسلی توڑ کر اس کا رد کو انتڑیوں
تک پہنچا دیا اور پھر انتڑیوں کو ایسا ٹکڑے ٹکڑے
کیا کہ وہ خون کے اوپر ایسا تیرتی تھیں جیسے کہ
سیلاب کے اوپر خس و خاشاک تیرتا ہے اور یہ
دن عید کے دن سے دوسرا دن تھا جیسا کہ
خدا تعالیٰ کے وعدہ میں مقرر تھا اور جب قاتل
نے دیکھا کہ اس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ سو وہ
اس کے گھر کو چھوڑ کر بھاگا پھر فرشتوں کی طرح
آنکھوں سے غائب ہو گیا اور اس وقت تک کسی کو
اس کا نشان نہ ملا۔ نہ معلوم کہ وہ آسمان پر چلا گیا
یا خدا نے اس کو اپنی چادر کے نیچے ڈھانک لیا
اور مقتول زخموں سے کوفتہ کیا گیا مگر ابھی اس
میں جان باقی تھی۔ تب اس نے کہا کہ مجھے
ہسپتال میں لے چلو۔ سو اس کو لے گئے اور
وہاں ڈاکٹر کو نہ پایا۔ تب مقتول نے کہا
وائے میری قسمت میری بدبختی سے ڈاکٹر

﴿۲۶﴾ چاک زد بمثابۂ کہ رودہ ہا را از ہم بُرید و آں روز روز دوم از عید اضحیٰ ☆ بُود بر حسب آنچہ در مواعید الٰہیہ قرار یافتہ
بود۔ و قاتل چون از کارش پرداخت آن خانہ را بگذاشت و چون فرشتہ از دیدۂ مردم پنہاں شد و تا کنوں از
وے اثرے و خبرے در دست نیست۔ خدا داند بہ آسمان بالا شد یا خدایش درزیر چادر خود بپوشید۔ خلاصہ مقتول
اگرچہ از ریش و آسیب از بس کوفتہ و خستہ گردید و لے ہنوز روان در تنش ماندہ بود عزیزاں در رسیدند و در
دار الشفاء بُردند۔ ڈاکٹر یعنی طبیب آں زمان در اینجا نبود۔ مقتول زار نالید و گفت آہ نگوں بختی من ڈاکٹر ہم این جا

☆ قتل ليكهرام فى اليوم الثانى من عيد الفطر. وكان يوم السبت ٦ مارچ سنه ١٨٩٧ء، ٢ شوال ١٣١٤ من الهجرة المقدسة. منه

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ”عید الفطر“ ہونا چاہیے۔ عربی حاشیہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ (ناشر)

غاب الأطباء من شقوتي. ثم جاءه الطبيب بعد تمادي الأوقات. وما بقي فيه إلّا رمق الحياة. فعمل أعمالًا وما زاد إلّا نكالًا، وقال الموت شمير والبرء عسير، وانقطع الرجاء وزاد البرحاء. حتى إذا جثم ليلة هذه الواقعة، فجعل الحليلة ثيّبا، وشرب كأس المنيّة، ووقع في أحواض غُثَيم، ورأى جزاء ظلم وضيم، وكذالک يجزی اللّٰه الظالمين. فارتفعت الأصوات من البكاء، وبلغ الصراخ إلى السماء، وسمعتُ أن عيناه استعبرت في آخر حينه بما رأى آية الحق بعين يقينه. وأصبح قومه قد طارت حواسهم، وضلّ قياسهم، بما أباد اللّٰه نجيّهم،

بھی حاضر نہیں ۔ پھر ایک مدت کے بعد ڈاکٹر آیا اور اپنا عمل کیا مگر بے سود تھا اور ڈاکٹر نے اشارہ کر دیا کہ جانبری مشکل ہے۔ پھر جب آدھی رات گزر گئی تو لیکھرام نے موت کا پیالہ پی لیا۔

اور میں نے سنا ہے کہ مرتے وقت اس کی آنکھیں پُر آب تھیں کیونکہ خدا کی پیشگوئی کا پورا ہونا اس کو یاد آیا۔ اور اس کی موت کے بعد اس کی قوم کے حواس اڑ گئے کیونکہ موت نے ان کے ایک منتخب آدمی کو لے لیا۔

موجود نہ می باشد۔ بعد از زمانے دراز ڈاکٹر آمد و ہر چہ توانست چارۂ کار نمود۔ ولے چوں نیمۂ از شب سپری شد لیکھرام جام تلخ مرگ بنوشید۔ شنیدہ ام کہ وقت مرگ سرا شک از دیدہ اش رواں شد۔ چہ صدق وقوع خبر غیب بخاطر وے خطور کرد۔ قوم بر مرگ وے از بس سراسیمہ و آشفتہ شدند

واستری الموت سريّهم، و كانوا
يتيهون في الأرض مقترين
مستقرين، لعلهم يجدوا أثرا من قاتل
أو يلاقوا بعض المخبرين. ولمّا
استيأسوا فقال بعضهم إن هذا إلّا
سرّ ربّ العالمين، و لم يزل أسفهم
يتزايد والأمر عليهم يتكاءد وصاروا
كالمجانين وكانوا لا يُفرّقون بين
الدّجىٰ والضّحىٰ، وزال تدلّلهم من
الشجىٰ بما تمت الحجة عليهم
وفدحهم ديون المسلمين. وحسبوا
موته نكبة عظيمة، ونائية عميمة،
وأُرجف المسلمون وقيل إن الآرية
سيقتلون أحدًا من سراة الإسلام ليأخذوا

اور وہ تلاش میں دِہ بدِہ اور شہر بشہر پھرنے لگے
تا کہ قاتل کا ان کو سراغ ملے یا کسی مخبر کی
ملاقات ہو۔ اور جب نومید ہو گئے تو بعض نے
کہا کہ یہ تو خاص خدا کا بھید ہے اور اُن کا غم
بڑھتا گیا اور کام میں مشکلات بڑھتی گئیں۔
اور دیوانوں کی طرح ہو گئے اور مارے غم کے
تاریکی اور روشنی میں فرق نہیں کر سکتے تھے اور
اُن کا تمام نازغم سے جاتا رہا۔ کیونکہ اُن پر
حجت پوری ہوگئی اور وہ مسلمانوں کے قرض
کے زیر بار ہو گئے اور اس کی موت کو انہوں
نے بڑی مصیبت سمجھا اور ایک عام حادثہ
خیال کیا۔ اور لوگوں نے یہ خبریں بھی اڑائیں
کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے معززین

زیرا کہ مرگ برگزیدہ ایشاں را از میانۂ ایشاں درربود و در طلب قاتل دِہ بدِہ و قریہ بقریہ گردیدند۔ چوں
یاس برایشاں چیرہ شد بعضے گمان کردند کہ ایں کارِ خداست۔ خلاصہ کوہ اندوہ برسر شاں فرود آمد و دشواریہا
و پیچیدگیہا رونمود و چوں دیوانگان گردیدند۔ حتیٰ کہ از شدۂ غم والم روز را از شب باز نہ می شناختند و
ہمہ راحت و ناز شاں بسوز و گداز مبدّل شد زیرا کہ حجۃ اللہ برایشان تمام شد و دوش ایشاں از دام
اہالئے اسلام گراں بار گردید۔ مرگ لیکرام را داہیہ عظمیٰ پنداشتند وکودک و برنا در سوگواری اش نشستند
ہم درآں زماں در افواہ افتاد کہ ہنود می گویند کہ یکے را از اعزّہ اسلام خواہند کشت تا دیدہ را از گرفتن

ثأرهم ويشفوا صدورهم بالانتقام. فأمّن اللّٰه المسلمين ممّا كانوا يُحَذّرون، وألقى عليهم الرعب فكفّوا الألسن وهُم يخافون، وجعل قلوبهم شتّى فطفقوا يتخاصمون، واللّٰه غالب على أمره ولو كانوا لا يعلمون. ولم تستقم لهم ما سوّلوا من المكائد، ثم استأنفوا مكيدة أخرىٰ كالصائد، وأغروا الحكّام ليدخلوا داری مفتشين، ويطلبوا أثرًا من القاتلين، فخذّل اللّٰه أولياء الطاغوت، وردّ عليهم ما أحكموا من الكيد المنحوت، فرجعوا خائبين كالمجنون المبهوت. ولمّا

میں سے کسی کو ہم بھی قتل کریں گے تا لیکھرام کا بدلہ لیں اور دل میں ٹھنڈ پڑے۔ پس خدا نے ان کے شر سے مسلمانوں کو امن میں رکھا اور ان پر رعب ڈال دیا سو انہوں نے زبانیں بند کر لیں۔ اور خدا نے ان میں آپس میں پھوٹ ڈال دی۔ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اپنے فریبوں میں انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

پھر نئے سرے ایک اور مکر سوچا اور حکام کو میری خانہ تلاشی کے لئے ترغیب دی مگر خدا نے اس میں بھی انہیں نامراد رکھا اور ان ہی کو انجام کار شرمندگی اٹھانی پڑی۔

خون لیکھرام خنک بسازند۔ و لے خدا مسلمانان را از شر شاں مصوں بداشت و شکوہ و رعب بر ایشاں مستولی شد۔ تا زبان ہا در کام درکشیدند۔ و خدا ایشان را در بلائے تشتیت کلمہ مبتلا گردانید و در مکائد و فریبہا چیزے از پیش نبردند۔

آخر مکیدۂ سگالیدند بایں معنی کہ حکام را بر تلاش خانۂ من آوردند۔ و لے از ایں باب ہم زیان و نومیدی بہرۂ آناں شد و غرق خجالت باز گشتند۔

لم تضطرم نيرانهم، ولم تنصرهم أوثانهم، استطلعوا أكابرهم ما عندهم من الآراء ، وشاوروهم فی أمر الصلح والمراء. فقالوا لم تبق قوة وما يترقب من جهة نصرة، وقال اخيارهم إلى متٰى هذه التنازعات وقد اختلّ المعاملات. ومع ذالک خوّفهم هول الطاعون وفجأة المنون، فاختاروا السلم فی هذه الأيام. فالحاصل أن هذه الآية آية عظيمة من الله العلّام، هو اللّٰه الذی يجيب المضطر إذا دعاه، ولا يُخيّب من رجاه، ولا يُضيع من استرعاه، له الحمدّ والجلال ﴿۲۷﴾ والعظمة. ولقد ملكتنا فی آيه الحيرة واغرورقت العين بالدموع،

پھر جبکہ ان کی آگ بھڑک نہ سکی اور ان کے بتوں نے ان کی مدد نہ کی تو پھر وہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ صلح کرنے کے لئے باہم مشورے کرنے لگے اور ان میں سے اچھے آدمیوں نے کہا کہ اب صلح بہتر ہے کیونکہ معاملات میں ابتری واقع ہو گئی ۔ اور علاوہ اس کے طاعون نے بھی ان کو ڈرایا ۔ سو ان دنوں میں انہوں نے صلح کر لی اور یہ ایک خدا تعالیٰ کی طرف سے نشان ہے ۔ وہ وہی قادر خدا ہے جو بےقراروں کی دعا سنتا ہے اور امید واروں کو نو مید نہیں کرتا ۔ اور جو شخص اس کی پناہ چاہتا ہے اس کو ضائع نہیں کرتا اسی کو حمد اور جلال اور عظمت ہے اور اس کے نشانوں پر نظر ڈال کر حیرت دامن گیر ہوتی ہے اور آنکھیں چشم پُر آب ہو جاتی ہیں

خلاصہ چوں ایشانرا میسر نیامد کہ آتش ایشان تواند زبانہ بالا کشد و بتہائے اوشاں از دستگیری فرو ماندند درمیانۂ خود ہا مشورہ کردند کہ با مسلماناں از در آشتی در آیند چہ کلانان انہا دیدند کہ خللے ۔۔۔ در معاملات روداده وعلاوه ازاں طاعون ہم تہدید و ترس افزود ۔ آخر مصالحت درمیان دو قوم واقع شد ۔ الغرض ایں نشانے بزرگ ست کہ خدا تعالیٰ بتائید بندہ خود بخود آں قادر خدائے کہ دُعائے مضطران را می شنود و امیدواران را دست رو بر سینہ نمی زند و پناہ جوینده را ہلاک و تلف نمی سازد ۔ حمد و جلال و عظمت مر اد را سزا وار است ۔ چوں بریں نشانہایش نظر کنیم حیرت و شگفت می آید و دیده پُر آب میگردد ۔

فهل من رشيد ينتفع بهذا المسموع؟ وما هذا إلّا إعجاز خاتم الأنبياء، وشهادة طريّة على صدق نبوّته من حضرة الكبرياء، فتدبّروها يا معشر السعداء، رحمكم الله في هذه وفي يوم الجزاء.

ولي آيات أخرىٰ قد تركتها اجتنابا من التطويل، وكفاك هذه إن كنت خائفا من الرب الجليل. واعلم أن الأصول المحكم في معرفة صدق المأمورين أن تنظر إلى طرق تثبت بها نبوّة النبيين. وما كان نبي إلّا مكر في أمره المكّارون، وسخر من آيه المستنكرون، ﴿۲۷﴾

پس کیا کوئی رشید ہے جو ان باتوں سے نفع حاصل کرے اور یہ نشان درحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کے صدق نبوت پر ایک تازہ گواہی ہے۔ پس اس میں غور کرو خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نشان ہیں جن کو میں نے بخوف طوالت بیان نہیں کیا اور اگر تجھے کچھ خدا کا خوف ہو تو تیرے لئے یہی بہت ہے اور ماموریں کے پہچاننے کا یہ اصول ہے کہ ان کو اس طریق سے پہچانا جائے جس طریق سے انبیاء کی نبوت پہچانی جاتی ہے۔ اس لئے میری تکذیب کوئی انوکھی بات نہیں کیونکہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا اور استہزا کیا گیا اور

﴿۲۷﴾ آیا رشیدے ہست کہ ازایں پندہا نفعے بردارد۔ بحقیقت ایں معجزۂ نبی کریم ماست (صلی اللہ علیہ وسلم) وبرصدق نبوت وے گواہی تازہ مے باشد۔ نیک اندیشہ بفرمائید تا رحم خدا دست شمارا بگیرد۔

علاوہ ازیں خیلے نشانہائے دیگر ہم دارم کہ اینجا بنوشتن نیاوردم چرا کہ برائے ترسندہ از خدا ہمیں بسیار است۔ واصل شناختن ماموریں ہمان است کہ باآں نبوت انبیاء علیہم السلام شناختہ می شود۔ وتکذیب من چیزے شگرف نہ۔ چہ کہ احدے از انبیاء نیامدہ

وحقّروا شأنها بل كانوا بها يستهزءون، وقالوا فليأت بآية كما أرسل الأولون. مع أنهم رأوا آيات، وشاهدوا تأييدات، فمن الواجب على الأبرار أن يجتنبوا طرق هذه الكفار، ويستقروا سبل المؤمنين، وإن أعرضتم فلن تضرّوا الله شيئا والله غنى عن العالمين.

باوجود اس کے کہ مخالفوں نے نشان اور خدا تعالیٰ کی تائیدیں دیکھیں پھر بھی کہا کہ نشان دکھاؤ۔ پس نیکوں کو چاہیئے کہ ان کفّار کے طریقہ سے پرہیز کریں اور مومنوں کی چال چلیں اور اگر تم منہ پھیرو تو کچھ پرواہ نہیں۔ اللہ کا تم کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

خاتمة الكتاب

اعلموا أن الروايات فى المهدى والمسيح كثيرة، وجميعها متخالفة و متعارضة، وما اطّلعنا على مسانيد أكثر تلك الآثار، وما علمنا طرق توثيق كثير من الأخبار، والقدر

خاتمہ

جاننا چاہیئے کہ مہدی اور مسیح میں بہت سی روایتیں ہیں اور وہ سب کی سب متخالف اور متناقض ہیں۔ اور اکثر روایات کی اسناد پر ہمیں اطلاع نہیں ہوئی اور ان کے پختہ سمجھنے کا ہمیں علم حاصل نہیں ہوا۔ اور قدر مشترک یعنی ظاہر ہونا

کہ تکذیب اونشدہ۔ و بااین ہمہ کہ مکذبان نشانہائے آسمانی و تائیدات ربّانی می بینند باز از استہزاء طلب نشانہا می کنند۔ لہٰذا ابرار را باید کہ از طریقہ کفار اجتناب ورزند و راہِ مومنان بپویند۔ و اگر رو بگردانید از جلال خدا چہ کاہد چرا کہ او محتاج شما نیست۔

خاتمۂ کتاب

پوشیدہ نخواہد بود کہ دربارہ مہدی و مسیح روایات مختلفہ آمدہ وہمہ اش داغ تخالف و تناقض بر ناصیۂ حال داشتہ است۔

المشترک أعنی ظهور المسيح الحكم المهدی ثابت بدلائل قطعية، وليس فيه من كلمات مشككة. وأمّا غيره من الروايات، ففيها اختلافات وتناقضات حيّرت عقول المحدّثين، وأظلمت دراية المتقين، وجنّ ليل الاستهامة على العالمين. وجمعوا تناقضات فی أقوالهم، وما نقّحوا قولا باستدلالهم، ووقعوا فی دُؤلول كالهائمين. فقيل إن المهدی من بنی العباس، وقيل هو من بنی الفاطمة التی هی من أزكی الناس. وقيل هو رجل من بنی الحسين، وقيل هو من آل رسول الثقلين، وقيل هو رجل من أمّة سيّد الكونين.

ایک شخص کا جس کا نام مسیح اور حَکَم اور مہدی ہے دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور اس میں کوئی شک ڈالنے والا نہیں اور باقی روایتوں میں اختلاف اور تناقض ہے جس میں محدثوں کی عقل حیران ہے اور فقیہوں کی درایت تاریک ہے ۔ اور عالموں کے دلوں پر سرگردانی کی رات محیط ہو رہی ہے اور انہوں نے بہت سے تناقض اپنے قولوں میں جمع کئے ہیں اور کسی قول کو دلیل کے ساتھ منقح کر کے بیان نہیں کیا اور گرداب حیرت میں پڑے ہوئے ہیں ۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ مہدی بنی عباس سے ہوگا اور بعض خیال کرتے ہیں کہ وہ بنی فاطمہ سے ہے اور بعض اس کو بنی حسین میں سے سمجھتے ہیں اور بعض صرف آل رسول خیال کرتے ہیں اور بعض اس کو امت میں سے ایک انسان قرار دیتے ہیں

ولے قدر مشترک یعنی ظہور مسیح حکم کہ مہدی نیز ہست از دلائل قطعیہ بپایۂ ثبوت رسیدہ وغیر آن سائر روایات بمثابۂ ضد یک دیگر افتادہ کہ محدثین از کشودن گرہ سربستگی آنہا دست و پا گم کردہ اند و ہیچ قولے را از عیب تناقض رستگار نہ نمودہ و ہیچ بیانے را مدلل و منقح نہ فرمودہ اند۔ چنانچہ بعضے برآنند کہ مہدی از بنی عباس باشد۔ وبعضے از بنی فاطمہ پندارند۔ وبعضے از ولد بنی حسن گویند وبعضے از آل رسول اعتقاد دارند وبعضے او را فردے از افراد امت قرار دہند۔ وبعضے را عقیدہ آنست کہ

وقيل لا مهدى إلّا عيسى، وكذالك اختلف فى نزول عيسٰى، فالقرآن يشهد أنه مات ولحق الموتٰى، وقيل أنه ينزل من السماوات العلٰى، وأنه حيّ وما مات وما فنا، وقال قوم أنه مات كما بيّن الفرقان الحميد، ولا يُخالفه إلّا العنيد. وقال هؤلاء انه لا ينزل إلّا على طور البروز، وذهب إليه كثير من المعتزلة وكرام الصوفية من أهل الرموز. والذين اعتقدوا بنزوله من السماء فهم اختلفوا فى محلّ النزول وتفرقوا فى الآراء، فقيل إنه ينزل بدمشق عند منارة، ويوافى أهله على غرارة، وقيل ينزل ببعض معسكر الإسلام، وقيل بأرض وطأها

اور بعض کہتے ہیں کہ کوئی دوسرا مہدی نہیں عیسیٰ ہی مہدی ہے اور وہی آئے گا اور کوئی نہیں ہوگا اور اسی طرح اور بھی قول ہیں اور اسی طرح مسیح کے نزول میں اختلاف ہے پس قرآن گواہی دیتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور وہ زندہ ہیں مرے نہیں اور ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ وہ درحقیقت مر گیا ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے اور اس قول کی مخالفت وہی کرے گا جو حق کے مقابل پر ناحق جھگڑتا ہے اور جو لوگ اس کی موت کے قائل ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ مسیح کا نزول بطور بروز کے ہوگا اور معتزلہ اور اکابر صوفیوں کا یہی مذہب ہے۔ اور جو لوگ نزول آسمان کے قائل ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ دمشق کے منارہ کے پاس نازل ہوگا اور بعض اس کی فرودگاہ لشکر اسلام قرار دیتے ہیں اور بعض وہ جو دجّال کے ظہور کی جگہ ہے

ہیچ مہدی غیر عیسیٰ نخواہد بود۔ ہماں خواہد آمد و دیگرے غیر وے نیست۔ ہم چنین درباب نزول عیسیٰ اختلافات واقع است۔ قرآن گواہی دہد کہ حضرت عیسیٰ فوت کرد۔ قول دیگر آنکہ او از آسمان نازل بشود و ہنوز زندہ است ونمردہ۔ وقومے بر آنند کہ او بحقیقت مردہ است بر وفق آنچہ قول قرآن کریم است۔ وخلاف ایں قول کسی راہ رود کہ بمقابل حق ہرزہ ستیزہ کاری کند۔ از قائلین مرگ مسیح اکثر بر آنند کہ نزولش بطور بروز افتد۔ ومعتزلہ و اکابر صوفیہ برہمیں مسلک رفتار کردہ اند۔ اما قائلان نزول از آسمان پس بعضے از ایشاں گویند کہ او در نزد منارۂ دمشق فرود آید۔ وبعضے گویند در لشکر اسلام نزول فرماید۔ وبعضے بر آنند کہ

الدجّال وعاث فی العوام، وقیل إنه ینزل بمکة أمّ القری، وقیل ینزل بالمسجد الأقصی، وکذالک قیل أقوال أخریٰ. وزادت الاختلافات بزیادة الأقوال حتی صار الوصول إلی الحق کالأمر المحال. وقد ورد فی أخبار خیر الکائنات، علیه أفضل الصلٰوة والتحیات، أن المسیح یرفع الاختلافات، ویجعله اللّٰه حَکمًا فیحکم فیما شجر بین الأمة من اختلاف الآراء والاعتقادات. فالذین یُحکّمونه فی تنازعاتهم ثم لا یجدوا فی أنفسهم حرجًا مما قضٰی لرفع اختلافاتهم، بل یقبلونه لصفاء نیّاتهم، فأولٰئک هم المؤمنون حقّا وأولئک من المفلحین. ویقول الذین أعرضوا حسبنا ما وجدنا علیه آباء نا ولو کان آباؤهم

اور بعض مکہ معظّمہ اور بعض بیت المقدس اور بعض اور اور جگہیں اس کے نزول کی قرار دیتے ہیں۔

اور احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ان اختلافات کو خود مسیح آکر دور فرمائے گا۔ اور خدا اس کو فیصلہ کے لئے حَکم مقرر کر دے گا۔ پس جو لوگ اس کو حَکم مان لیں گے اور اس کے فیصلہ سے تنگ دل نہیں ہوں گے اور صفاءِ نیت سے قبول کریں گے وہی سچے مومن ہوں گے۔ اور جو لوگ قبول نہیں کریں گے وہ کہیں گے کہ جس عقیدہ پر ہم نے اپنے بزرگوں کو پایا وہی

ظہور او مقام ظہور دجال باشد و بعضے مکہ معظّمہ و بعضے بیت المقدس و ہم چنین مقامات متفرقہ از بہر نزول او تخمین کنند۔ و در احادیث آمدہ کہ ایں نوع اختلافات را مسیح موعود خود رفع و فصل خواہد کرد۔ آناں کہ او را حَکم بپذیرند و از قضاء و تحکیم وے تنگی و قبض در دل نیابند مومن آناں باشند۔ و منکران گویند کہ ما را ہماں عقیدہ ہا بس است کہ پدران ما آنہا

من الخاطئين. وعجبوا أن جاء هم مأمور من ربهم وقالوا إن هذا إلّا من المفترين وقد كانوا من قبل علىٰ رأس المائة من المنتظرين. وإنه جاء هم لإعزازهم، وجهّزهم بجهازهم، وآتاهم ما يُفحم قومًا مفسدين. أما عرفوا وقته أو جاء عندهم في غير حين؟ وإن أيام الله قد أتت، وقرب يوم الفصل فبشرىٰ للذين يقبلونه شاكرين. يريدون أن يطأوا ما أراد الله أن يُعليه ويُجادلون بغير علم وبرهان مبين. وكتب الله أن يجعل عباده المرسلين غالبين، فليحاربوا الله إن كانوا قادرين، وما كان الأمر مشتبها

عقیدہ ہمارے لئے کافی ہے۔اوران کواس بات سے تعجب ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مامور آ گیا اور انہوں نے کہا یہ تو مفتری آدمی ہے۔اور پہلے صدی کے سر پر انتظار کر رہے تھے۔اور وہ ان کو عزت دینے کے لئے آیا اور اس نے ان کا تمام سامان طیار کیا اور وہ وسائل ان کو دیئے جس سے مخالف لاجواب ہو جائیں کیا انہوں نے اس مامور کے وقت کو شناخت نہیں کیا یا وہ ان کے پاس بے وقت آیا ہے۔اور بہ تحقیق خدا تعالیٰ کے دن آ گئے اور فیصلے کا دن قریب ہو گیا۔پس انہیں بشارت ہو کہ جو شکر کے ساتھ قبول کریں۔کیا ان کا یہ ارادہ ہے کہ جس کو خدا بلند کرنا چاہتا ہے اس کو پامال کر دیں اور ناحق بحث مباحثہ کرتے رہیں اور خدا نے تو یہ لکھ چھوڑا ہے کہ اس کے بھیجے ہوئے بندے غالب ہوں گے۔پس کیا وہ خدا سے لڑ سکتے ہیں۔اور بات مشتبہ نہیں تھی مگر

گرویدہ اند۔وایشاں در شگفت بمانند کہ چگونہ از جانب خدا آمد واو را مفتری و دروغ باف گفتند و بر سر صد چشم در راہش بودند۔حال آنکہ او از بہر ہمیں آمدہ است کہ آبروئے شان را بیفزاید و سامانے و موادے در دست شاں بداد کہ تا بر اعدائے اسلام بحجت و برہان چیرہ و توانا بشوند۔آیا ایشاں وقت ایں مامور را نہ شناختہ اند یا او نزد ایشاں در غیر وقت آمدہ است۔ ہمانا ایام اللہ آمدہ و یوم فصل قریب است۔مژدہ آنان را کہ از کمال منت پزیری او را قبول نمایند۔آیا می خواہند کسے را کہ خدا میخواہد برافرازد پائے بر سروے بگذارند و پیکارہائے بیہودہ و پرخاشہائے لاطائل باوے برپا دارند۔وخدا مکتوب کرد است کہ البتہ فرستادہ ہایش منصور

ولـكـن قست قلوبهم فصاروا كالعمين. أيها الناس. لم تكفرون بآيات اللّٰه وقد رأيتموها بأعينكم. أليس فيكم رشيد أمين. وإنكم سخرتم من عبد الله المأمور، وكدتم تقتلونه بالسيف المشهور، ولكن اللّٰه ألقٰى عليكم رعب السلطنة، ولولا هذه لسطوتم على عباد اللّٰه المرسلين، وقد تبين الحق فسوّلت لكم أنفسكم معاذير وما أمعنتم كالخاشعين، فنفوّض أمرنا إلى اللّٰه وهو أحكم الحاكمين.

اُن کے دل سخت ہو گئے سو وہ اندھوں کی طرح ہو گئے۔ اے لوگو! کیوں خدا تعالیٰ کے نشانوں سے انکار کرتے ہو اور تم نے ان کو بچشم خود دیکھا۔ کیا تم میں کوئی بھی رشید نہیں۔ اور تم نے خدا کے بندۂ مامور سے ٹھٹھا کیا اور قریب تھا کہ تم اس کو تلوار سے قتل کر دیتے مگر خدا نے تم پر سلطنت کا رعب ڈالا۔ اور اگر یہ **سلطنت** نہ ہوتی تو تم خدا کے مرسلوں پر حملہ کرتے۔ اور حق کھل گیا اور تم نے ناحق عذر تراشے اور کچھ غور نہیں کی۔ سو ہم خدا تعالیٰ کی طرف اپنے کام کو سپرد کرتے ہیں اور وہ احکم الحاکمین ہے۔ فقط

راقم میرزا غلام احمد القادیانی ضلع گورداسپور پنجاب

۲۰/نومبر ۱۸۹۸ء

ومظفر خواہند بود۔ آیا ایشاں میخواہند کہ پنجہ با پنجۂ خدا بزنند۔ امر واضح و آشکار بود ولے دلہا شاں سخت و دیدہ شاں کور شد مردمان چرا انکار بر نشانہائے خدا دارید۔ حال آنکہ بچشم سر مشاہدہ کردید چہ نفسے در میانۂ شما جامۂ رشد و صلاح در بر ندارد۔ بر مامور خدا خندہا زدہ اید و نزدیک بود کہ بہ تیغش سر از تن جدا میکردید اگر چنانچہ...... سطوت سلطنۂ برطانیہ نبودے۔ لاریب اگر سایۂ این دولت نمی بود دقیقے از دقائق حملہ کردن بر مرسلان الٰہی فرو نمی گذاشتید حق آشکار شد و لے عذر ہائے باطل بر بافتید و اندیشہ در کار نکردید۔ پس زمام کار ہا در دست خدا می سپاریم و در جمیع امور رجوع باوی آریم و ھو احکم الحاکمین۔ تمت

اے خدا اے چشمۂ نور ھُدیٰ
از کرم ہا چشم این اُمّت کشا
یک نظر کن سوئے این رازِ نہان
تا رہی اے طالب از وہم گمان

الحمد للہ والمنہ

کہ یہ رسالہ جس کا نام ہے

رازِ حقیقت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح اور سچے سوانح ظاہر کرتا ہے اور ہمارے مباہلہ کے متعلق
کئی نصیحتیں کر کے اصل غرض مباہلہ بتلاتا ہے

در مقام قادیان مطبع ضیاء الاسلام میں باہتمام حکیم فضل الدین صاحب
بھیروی مالک مطبع چھپا ہے اور بتاریخ
۳۰؍ نومبر ۱۸۹۸ء
شایع ہوا

اعلان۔ دسمبر میں تعطیلوں کے دنوں میں ہمیشہ جلسہ ہوتا تھا لیکن اب کے دسمبر میں مَیں اور میرے گھر کے لوگ اور اکثر خادمہ عورتیں اور مرد موسمی بیماری سے بیمار ہیں خدمت مہمانوں میں فتور ہوگا اور بھی کئی اسباب ہیں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اب کی دفعہ کوئی جلسہ نہیں ہے ہمارے سب دوست مطلع رہیں والسلام۔ المعلن مرزا غلام احمد۔ ﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ھُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ

”مبادا دل آں فرو مایہ شاد
کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد“

مَیں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵؍جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی۔

اور مَیں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سُنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابلِ تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اُس عدالت کے سامنے مِثل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی جب تک انسان عدالت کے کمرہ سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے۔ مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکابِ جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی

﴿۲﴾ اور تواضع اور صبر اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہو جاتی ہے اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقویٰ کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ اُن کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بد بخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ ان کو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ اُن کی پاک روح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگاویں کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اس کا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے دور جا پڑتا ہے اور راندۂ درگاہِ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے۔ اِسی لئے لعین شیطان کا نام ہے۔ اور یہ نہایت بد منصوبہ تھا کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالائق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاک دل اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے اور جیسا کہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بجان و دل بیزار اور خدا اُس سے بیزار ہے لیکن خدائے قادر قیوم نے بد نیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اس کو ایک سو بیس برس☆ تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اُس کے

☆ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی تھی۔

سامنے ہلاک کیا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی اُس قدیم سنت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گزرا جس نے قوم کی ایذا کی وجہ سے ہجرت نہ کی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پاکر ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبّت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر آخر کار خاکِ کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سری نگر خان یار کے محلّہ میں باعزاز تمام دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر بہت مشہور ہے۔ یُزَارُ وَیُتَبَرَّکُ بِہٖ۔ ﴿۳﴾

ایسا ہی خدا تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ نبی آخر الزمان کو جو سیّد المتّقین تھے انواع اقسام کی تائیدات سے مظفر اور منصور کیا گو اوائل میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی طرح داغ ہجرت آپ کے بھی نصیب ہوا مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے اندر رکھتی تھی۔ سواے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہنچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اس کے لئے مدد نازل ہوتی ہے اور اس طرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سیّد و مولیٰ نبینا محمد

بقیہ حاشیہ

لیکن تمام یہود نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ حضرت ممدوح کی عمر صرف تینتیس برس کی تھی۔ اس دلیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہٖ تعالیٰ نجات پاکر باقی عمر سیاحت میں گزاری تھی۔ احادیث صحیحہ سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی سیاح تھے۔ پس اگر وہ صلیب کے واقعہ پر مع جسم آسمان پر چلے گئے تھے تو سیاحت کس زمانہ میں کی۔ حالانکہ اہل لغت بھی مسیح کے لفظ کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لفظ مسح سے نکلا ہے اور مسح سیاحت کو کہتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ عقیدہ کہ خدا نے یہودیوں سے بچانے کے لئے حضرت عیسیٰ کو دوسرے

﴿۴﴾ صلّی اللہ علیہ وسلم کیسے کمزوری کی حالت میں مکہ میں ظاہر ہوئے تھے اور ان دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا کچھ عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن جانی ہو گئے تھے تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راستبازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔ سو بھائیو! اس پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھ لو گے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں۔ وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اُس کی جماعت ہو جن کو اُس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چُنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اُس کے لب جھوٹ سے اور اُس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو۔ تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذرّیت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ

بقیہ حاشیہ

آسمان پر پہنچا دیا تھا سراسر لغو خیال معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کے اس فعل سے یہودیوں پر کوئی حجت پوری نہیں ہوتی۔ یہودیوں نے نہ تو آسمان پر چڑھتے دیکھا اور نہ آج تک اُترتے دیکھا۔ پھر وہ اس مہمل اور بے ثبوت قصے کو کیونکر مان سکتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حملہ کے وقت جو یہودیوں کی نسبت زیادہ بہادر اور جنگ جُو اور کینہ ور تھے صرف اسی غار کی پناہ میں بچا لیا جو مکہ معظّمہ سے تین میل سے زیادہ نہ تھی تو کیا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو بزدل یہودیوں کا کچھ ایسا خوف تھا کہ بجز دوسرے آسمان پر پہنچانے کے اُس کے دل میں

خدؔا تم سے راضی ہو حالانکہ تمہارے دل میں اُس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے۔ اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ۔ اگر چاہتے ہو کہ اسی دنیا میں خدا کو دیکھ لو۔ کرامت کیا چیز ہے؟ اور خوارق کب ظہور میں آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے۔ تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایک بات میں شریک ہیں یہاں تک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو اُن بندوں کی عزّت زیادہ کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیّت میں جان نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں جب کہ وہ دنیا میں ذلیل کئے جاتے اور اُن کو برا کہا جاتا اور کذّاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور دجّال اور ٹھگ اور فریبی ان کا نام رکھا جاتا ہے اور اُن کے تباہ کرنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپ کو تھامے رہتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کی غیرت چاہتی ہے کہ اُن کی تائید میں کوئی نشان دکھاوے تب یکدفعہ اُن کا دل دکھتا اور ان کا سینہ مجروح ہوتا ہے تب وہ خدا تعالیٰ کے آستانہ ﴿۵﴾

بقیہ حاشیہ

یہودیوں کی دست درازی کا کھٹکا دُور نہیں ہو سکتا تھا بلکہ یہ قصہ سراسر افسانہ کے رنگ میں بنایا گیا ہے۔ اور قرآن کریم کے صریح مخالف اور نہایت زبردست دلائل سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت شناخت کرنے کے لئے مرہم عیسیٰ ایک علمی ذریعہ اور اعلیٰ درجہ کا معیار حق شناسی ہے اور اس واقعہ سے پورے طور پر مجھے اس لئے واقفیت ہے کہ مَیں ایک انسان خاندان طبابت میں سے ہوں اور میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰی مرحوم جو اس ضلع کے ایک معزز رئیس تھے ایک اعلیٰ درجہ کے تجربہ کار طبیب تھے جنہوں نے قریباً ساٹھ سال اپنی عمر کے اس تجربہ میں بسر کئے تھے اور جہاں تک

﴿۶﴾ پر تضرعات کے ساتھ گرتے ہیں اور ان کی دردمندانہ دعاؤں کا آسمان پر ایک صعبناک شور پڑتا ہے اور جس طرح بہت سی گرمی کے بعد آسمان پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بادل کے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہ بتہ بادل پیدا ہو کر یکدفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی مخلصین کے دردناک تضرعات جو اپنے وقت پر ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اُٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت پر زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پر کوئی ظلم انتہا تک پہنچ جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است زیر آں گنجِ کرم بنہادہ است

مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغگوئی اور کجروی سے باز نہیں آتے۔ وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے لکھا گیا تھا۔ یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵؍جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہو گئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اُس کو ذلیل

بقیہ حاشیہ

ممکن تھا ایک بڑا ذخیرہ طبّی کتابوں کا جمع کیا تھا۔ اور مَیں نے خود طب کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان کتابوں کو ہمیشہ دیکھتا رہا۔ اس لئے مَیں اپنی ذاتی واقفیت سے بیان کرتا ہوں کہ ہزار کتاب سے زیادہ ایسی کتاب ہوگی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے۔ اور ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لیے بنائی گئی تھی۔ ان کتابوں میں سے بعض یہودیوں کی کتابیں ہیں اور بعض عیسائیوں کی اور بعض مجوسیوں کی۔ سو یہ ایک علمی تحقیقات سے ثبوت ملتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے رہائی پائی تھی اگر انجیل والوں نے اس کے

﴿۷﴾ اور رسوا کرے گا۔ اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق و کاذب تھا جو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے قائم کیا تھا اور چاہیئے تھا کہ یہ لوگ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد چُپ ہو جاتے اور ۱۵؍جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا۔ وہ اس اشتہار میں لکھتا ہے کہ کوئی پیشگوئی اس شخص یعنی اس عاجز کی پوری نہیں ہوئی ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة اللّٰہ علی الکاذبین۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اس کے جواب میں بھی بجز لعنة اللّٰہ علی الکاذبین کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اصل تو یہ ہے کہ جب انسان کا دل بخل اور عناد سے سیاہ ہو جاتا ہے تو وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا اور سنتے ہوئے نہیں سُنتا۔ اُس کے دل پر خدا کی مہر لگ جاتی ہے۔ اُس کے کانوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ یہ بات اب تک کس پر پوشیدہ ہے کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی شرطی تھی اور خدا کے الہام نے ظاہر کیا تھا کہ وہ رجوع الی الحق کی حالت میں میعاد کے اندر مرنے سے بچ جائے گا۔ اور پھر آتھم نے اپنے افعال سے اپنے اقوال سے اپنی سراسیمگی سے اپنے خوف سے اپنے قسم نہ کھانے سے اپنے نالش نہ کرنے سے ثابت کر دیا کہ ایّام پیشگوئی میں اُس کا دل عیسائی مذہب پر قائم نہ رہا اور اسلام کی عظمت اُس کے دل میں بیٹھ گئی اور یہ کچھ بعید

بقیہ حاشیہ: برخلاف لکھا ہے تو اُن کی گواہی ایک ذرّہ اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ اوّل تو وہ لوگ واقعہ صلیب کے وقت حاضر نہیں تھے اور اپنے آقا سے طرز بے وفائی اختیار کر کے سب کے سب بھاگ گئے تھے اور دوسرے یہ کہ انجیلوں میں بکثرت اختلاف ہے یہاں تک کہ برنباس کی انجیل میں حضرت مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کیا گیا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ان ہی انجیلوں میں جو بڑی معتبر سمجھی جاتی ہیں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعۂ صلیب کے بعد اپنے حواریوں کو ملے۔

﴿۸﴾ نہ تھا کیونکہ وہ مسلمانوں کی اولاد تھا اور اسلام سے بعض اغراض کی وجہ سے مرتد ہوا تھا اسلامی چاشنی رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے اُس کو پورے طور پر عیسائیوں کے عقیدہ سے اتفاق بھی نہیں تھا۔ اور میری نسبت وہ ابتدا سے نیک ظن رکھتا تھا۔ لہٰذا اس کا اسلامی پیشگوئی سے ڈرنا قرین قیاس تھا۔ پھر جب کہ اُس نے قسم کھا کر اپنی عیسائیت ثابت نہ کی اور نہ نالش کی اور چور کی طرح ڈرتا رہا اور عیسائیوں کی سخت تحریک سے بھی وہ ان کاموں کے لئے آمادہ نہ ہوا تو کیا اس کی یہ حرکات ایسی نہ تھیں کہ اُس سے یہ نتیجہ نکلے کہ وہ اسلامی پیشگوئی کی عظمت سے ضرور ڈرتا رہا۔ غافل زندگی کے لوگ تو نجومیوں کی پیشگوئیوں سے بھی ڈر جاتے ہیں چہ جائیکہ ایسی پیشگوئی جو بڑے شدّ و مد سے کی گئی تھی۔ جس کے سُننے سے اُسی وقت اُس کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ جس کے ساتھ درصورت نہ پورے ہونے کے مَیں نے اپنے سزایاب ہونے کا وعدہ کیا تھا پس اس کا رُعب ایسے دلوں پر جو دینی سچائی سے بے بہرہ ہیں کیونکر نہ ہوتا۔ پھر جب کہ یہ بات صرف قیاسی نہ رہی بلکہ خود آتھم نے اپنے خوف اور سراسیمگی اور دہشت زدہ ہونے کی حالت سے جس کو صدہا لوگوں نے دیکھا اپنی اندرونی بے قراری اور اعتقادی حالت کے تغیّر کو ظاہر کر دیا اور پھر بعد میعاد قسم نہ کھانے اور نالش نہ کرنے سے اُس تغیّر کی حالت کو اَور بھی یقین تک پہنچایا اور پھر الہام الٰہی کے موافق ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ کے اندر مر بھی گیا تو کیا یہ تمام واقعات ایک منصف اور خدا ترس کے دل کو

بقیہ حاشیہ

اور اپنے زخم اُن کو دکھلائے۔ پس اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت زخم موجود تھے جن کے لئے مرہم طیار کرنے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا یقیناً سمجھا جاتا ہے کہ ایسے موقعہ پر وہ مرہم طیار کی گئی تھی۔ اور انجیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام چالیس روز اُسی گردونواح میں بطور مخفی رہے اور جب مرہم کے استعمال سے بکلی شفا پائی تب آپ نے سیاحت اختیار کی۔ افسوس کہ ایک ڈاکٹر صاحب نے راولپنڈی سے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں اُن کو

اسؔ یقین سے نہیں بھرتے کہ وہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر الہامی شرط سے فائدہ اٹھا کر زندہ رہا اور پھر الہام الٰہی کی خبر کے موافق اخفاء شہادت کی وجہ سے مر گیا۔ اب دیکھو تلاش کرو کہ آتھم ﴿۹﴾

بقیہ حاشیہ

اس بات کا انکار ہے کہ مرہم عیسیٰ کا نسخہ مختلف قوموں کی کتابوں میں پایا جاتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اس واقعہ کے سننے سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ مگر مجروح ہونے کی حالت میں رہائی پائی بڑی گھبراہٹ پیدا ہوئی اور خیال کیا کہ اس سے تمام منصوبہ کفارہ کا باطل ہوتا ہے۔ لیکن یہ قابل شرم بات ہے کہ اُن کتابوں کے وجود سے انکار کیا جائے جن میں یہ نسخہ مرہم عیسیٰ موجود ہے۔ اگر وہ طالب حق ہیں تو ہمارے پاس آکر اُن کتابوں کو دیکھ لیں۔ اور صرف عیسائیوں کے لئے یہی مصیبت نہیں کہ مرہم عیسیٰ کی علمی گواہی اُن عقائد کو ردّ کرتی ہے اور تمام عمارت کفارہ و تثلیث وغیرہ کی یکدفعہ گر جاتی ہے بلکہ ان دنوں میں اس ثبوت کی تائید میں اَور ثبوت بھی نکل آئے ہیں کیونکہ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیبی واقعہ سے نجات پا کر ضرور ہندوستان کا سفر کیا ہے اور نیپال سے ہوتے ہوئے آخر تبت تک پہنچے اور پھر کشمیر میں ایک مدت تک ٹھہرے۔ اور وہ بنی اسرائیل جو کشمیر میں بابل کے تفرقہ کے وقت میں سکونت پذیر ہوئے تھے اُن کو ہدایت کی اور آخر ایک سو بیس برس کی عمر میں سری نگر میں انتقال فرمایا اور محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے اور عوام کی غلط بیانی سے **یوزآسف نبی**☆ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اس واقعہ کی تائید وہ انجیل بھی کرتی ہے جو حال میں تبت سے برآمد ہوئی ہے۔ یہ انجیل بڑی کوشش سے لندن سے ملی ہے۔ ہمارے مخلص دوست شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر قریباً تین ماہ تک لندن میں رہے اور اس انجیل کو تلاش کرتے رہے۔ آخر ایک جگہ سے میسّر آ گئی۔

☆**نوٹ:۔** ایک نادان مسلمان نے اپنے دل سے ہی یہ بات پیش کی ہے کہ شاید یوزآسف سے زوجہ آصف مراد ہو جو سلیمان کا وزیر تھا۔ مگر اُس جاہل کو یہ خیال نہیں آیا کہ زوجہ آصف نبی نہیں تھی اور اُس کو شہزادہ نہیں کہہ سکتے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ دونوں مذکر نام ہیں۔ مؤنث کے لئے اگر وہ یہ صفات بھی رکھتی ہو نبیّہ اور شہزادی کہا جائے گا۔ نہ نبی اور شہزادہ۔ اس سادہ لوح نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ اُنیس سو کی مدت حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے ہی مطابق آتی ہے۔ سلیمان تو حضرت عیسیٰ سے کئی سو برس پہلے تھا۔ ماسوا اِس کے اس نبی کی قبر کو جو سری نگر میں واقع ہے بعض یوزآسف کے نام سے پکارتے ہیں مگر اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ ہمارے مخلص مولوی عبداللہ صاحب کشمیری نے جب سری نگر میں اس مزار کی نسبت تفتیش کرنا شروع کیا تو بعض لوگوں نے یوزآسف کا نام سُن کر کہا کہ ہم میں وہ قبر عیسیٰ صاحب کی قبر مشہور ہے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے یہی گواہی دی جواب تک سری نگر میں زندہ موجود ہیں جس کو شک ہو وہ خود کشمیر میں جا کر کئی لاکھ انسان سے دریافت کر لے اب اس کے بعد انکار بے حیائی ہے۔ منہ

﴿۱۰﴾ کہاں ہے؟ کیا وہ زندہ ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ وہ کئی برس سے مر چکا مگر جس شخص کے ساتھ اُس نے

بقیہ حاشیہ

﴿۱۰﴾ یہ انجیل بدھ مذہب کی ایک پُرانی کتاب کا گویا ایک حصّہ ہے۔ بدھ مذہب کی کتابوں سے یہ شہادت ملتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک ہند میں آئے اور ایک مدت تک مختلف قوموں کو وعظ کرتے رہے۔ اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جو اُن کے ان ملکوں میں آنے کا ذکر لکھا گیا ہے اُس کا وہ سبب نہیں جو لا نبے بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے گوتم بدھ کی تعلیم استفادہ کے طور پر پائی تھی ایسا کہنا ایک شرارت ہے، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب سے نجات بخشی تو انہوں نے بعد اس کے اس ملک میں رہنا قرینِ مصلحت نہ سمجھا اور جس طرح قریش کے انتہائی درجہ کے ظلم کے وقت یعنی جب کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک سے ہجرت فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کے انتہائی ظلم کے وقت یعنی قتل کے ارادہ کے وقت ہجرت فرمائی۔ اور چونکہ بنی اسرائیل بخت النصر کے حادثہ میں متفرق ہو کر بلادِ ہند اور کشمیر اور تبّت اور چین کی طرف چلے آئے تھے اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے ان ہی ملکوں کی طرف ہجرت کرنا ضروری سمجھا۔ اور تواریخ سے اس بات کا بھی پتہ ملتا ہے کہ بعض یہودی اس ملک میں آ کر اپنی قدیم عادت کے موافق بدھ مذہب میں بھی داخل ہو گئے تھے۔ چنانچہ حال میں جو ایک مضمون سول ملٹری گزٹ پرچہ تاریخ ۲۳؍نومبر ۱۸۹۸ء میں چھپا ہے اُس میں ایک محقّق انگریز نے اس بات کا اقرار بھی کیا ہے اور اس بات کو بھی مان لیا ہے کہ بعض جماعتیں یہودیوں کی اس ملک میں آئی تھیں اور اس ملک میں سکونت پذیر ہو گئی تھیں اور اُسی پرچہ سول میں لکھا ہے کہ ’’دراصل افغان بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں‘‘ غرض جب کہ بعض بنی اسرائیل بدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے تو ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں آ کر بدھ مذہب کے ردّ کی طرف متوجہ ہوتے اور اس مذہب کے پیشواؤں کو ملتے۔ سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اسی وجہ سے

ڈاکٹر کلارک کی کوٹھی پر بمقام امرتسر مقابلہ کیا تھا وہ تو اب تک زندہ موجود ہے، جواب یہ مضمون لکھ رہا ہے ﴿۱۱﴾

بقیہ حاشیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوانح بدھ مذہب میں لکھے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس ملک میں بدھ مذہب کا بہت زور تھا اور بید کا مذہب مر چکا تھا اور بدھ مذہب بید کا انکار کرتا تھا۔☆

خلاصہ یہ کہ ان تمام امور کو جمع کرنے سے ضروری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے تھے۔ یہ بات یقینی اور پختہ ہے کہ بدھ مذہب کی کتابوں میں اُن کے اس ملک میں آنے کا ذکر ہے اور جو مزار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر میں ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ قریباً انیس سو برس (۱۹۰۰) سے ہے۔ یہ اس امر کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے۔ غالباً اُس مزار کے ساتھ کچھ کتبے ہوں گے جواب مخفی ہیں۔ ان تمام امور کی مزید تحقیقات کے لئے ہماری جماعت میں سے ایک علمی تفتیش کا قافلہ طیار ہو رہا ہے جس کے پیشرو اخویم مولوی حکیم حاجی حرمین نورالدین صاحب سلّمہٗ ربّہٗ قرار پائے ہیں یہ قافلہ اس کھوج اور تفتیش کے لئے مختلف ملکوں میں پھرے گا اوران سرگرم دینداروں کا کام ہوگا کہ پالی زبان کی کتابوں کو بھی دیکھیں کیونکہ یہ بھی پتہ لگا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اُس نواح میں بھی اپنی گُم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں گئے تھے لیکن بہر حال کشمیر میں جانا اور پھر تبت میں جا کر بدھ مذہب کی پستکوں سے یہ تمام پتہ لگانا اس جماعت کا فرض منصبی ہوگا۔ اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور نے ان تمام اخراجات کو اپنے ذمہ قبول کیا ہے لیکن اگر یہ سفر جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے بنارس اور نیپال اور مدراس اور سوات اور کشمیر اور تبّت وغیرہ ممالک تک کیا جائے جہاں جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی بود و باش کا پتہ ملا ہے تو کچھ شک نہیں کہ یہ بڑے اخراجات کا کام ہے اور امید کی جاتی ہے کہ بہر حال اللہ تعالیٰ اس کو انجام دے دے گا۔ ہر ایک دانش مند سمجھ سکتا ہے

☆ صرف یہی بات نہیں کہ بدھ مذہب کی بعض کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہندوستان اور تبّت میں آنے کا تذکرہ ہے بلکہ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کشمیر کی پُرانی تحریروں میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ منہ

﴿۱۲﴾ اے حیا وشرم سے دُور رہنے والو! ذرہ اس بات کو تو سوچو کہ وہ شہادت کے اخفا کے بعد کیوں جلد مر گیا۔

بقیہ حاشیہ

کہ یہ ایک ایسا ثبوت ہے کہ اس سے یک دفعہ عیسائی مذہب کا تمام تانا بانا ٹوٹتا ہے اور انیس سو برس کا منصوبہ یکدفعہ کالعدم ہو جاتا ہے۔ اس بات کا اطمینان ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اس ملک ہند اور کشمیر وغیرہ میں آنا ایک واقعی امر ہے۔ اور اس کے بارے میں ایسے زبردست ثبوت مل گئے ہیں کہ اب وہ کسی مخالف کے منصوبہ سے چھپ نہیں سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان بیہودہ اور غلط عقائد کی اِسی زمانہ تک عمر تھی۔ ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا ہے صلیب کو توڑے گا اور آسمانی حربہ سے دجّال کو قتل کرے گا۔ اس حدیث کے اب یہ معنے کھلے ہیں کہ اُس مسیح کے وقت میں زمین و آسمان کا خدا اپنی طرف سے بعض ایسے امور اور واقعات پیدا کر دے گا جن سے صلیب اور تثلیث اور کفارہ کے عقائد خود بخود نابود ہو جائیں گے مسیح کا آسمان سے نازل ہونا بھی ان ہی معنوں سے ہے کہ اُس وقت آسمان کے خدا کے ارادہ سے کسرِ صلیب کے لئے بدیہی شہادتیں پیدا ہو جائیں گی۔ سو ایسا ہی ہوا۔ یہ کس کو معلوم تھا کہ مرہم عیسیٰ کا نسخہ صدہا طبّی کتابوں میں لکھا ہوا پیدا ہو جائے گا اس بات کی کس کو خبر تھی کہ بدھ مذہب کی پرانی کتابوں سے یہ ثبوت مل جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلادِ شام کے یہودیوں سے نومید ہو کر ہندوستان اور کشمیر اور تبّت کی طرف آئے تھے۔☆ یہ بات کون جانتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر میں قبر ہے۔ کیا انسان کی طاقت میں تھا کہ ان تمام باتوں کو اپنے زور سے پیدا کر سکتا۔ اب یہ واقعات اس طرح سے عیسائی مذہب کو مٹاتے ہیں جیسا کہ دن چڑھ جانے سے رات مٹ جاتی ہے۔ اس واقعہ کے ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کو وہ صدمہ پہنچتا ہے جو اُس چھت کو پہنچ سکتا ہے جس کا تمام بوجھ ایک شہتیر پر تھا۔ شہتیر ٹوٹا اور چھت گری۔ پس اسی طرح اس واقعہ کے ثبوت

☆نوٹ:۔ حال میں مسلمانوں کی تالیف بھی چند پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں صریح یہ بیان موجود ہے کہ یوز آسف ایک پیغمبر تھا جو کسی ملک سے آیا تھا اور شہزادہ بھی تھا۔ اور کشمیر میں اُس نے انتقال کیا۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی ۶۰۰ چھ سو برس پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گزرا ہے۔ منہ

مَیں نے تو اُس کی زندگی میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر مَیں کاذب ہوں تو مَیں پہلے مروں گا۔ ورنہ مَیں آتھم کی موت کو دیکھوں گا سو اگر شرم ہے تو آتھم کو ڈھونڈ کر لاؤ کہ کہاں ہے۔ وہ میری عمر کے قریب تھا اور عرصہ تیئیس۲۳ برس سے مجھ سے واقفیت رکھتا تھا۔ اگر خدا چاہتا تو وہ تیس برس تک اور زندہ رہ سکتا تھا۔ پس یہ کیا باعث ہوا کہ وہ انہی دنوں میں جب کہ اُس نے عیسائیوں کی دلجوئی کے لئے الہامی پیشگوئی کی سچائی اور اپنے دلی رجوع کو چھپایا خدا کے الہام کے موافق فوت ہو گیا۔ خدا اُن دلوں پر لعنت کرتا ہے جو سچائی کو پاکر پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور چونکہ یہ انکار جو اکثر عیسائیوں اور بعض شریر مسلمانوں نے کیا خدا تعالیٰ کی نظر میں ظلمِ صریح تھا اس لئے اُس نے ایک دوسری عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ﴿۱۳﴾

بقیہ حاشیہ

سے عیسائی مذہب کا خاتمہ ہے۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ انہی قدرتوں سے وہ پہچانا گیا ہے۔ دیکھو کیسے عمدہ معنے اس آیت کے ثابت ہوئے کہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ[1] یعنی قتل کرنا اور صلیب سے مسیح کا مارنا سب جھوٹ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو دھوکا لگا ہے اور مسیح خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق صلیب سے بچ کر نکل گیا۔ اور اگر انجیل کو غور سے دیکھا جائے تو انجیل بھی یہی گواہی دیتی ہے۔ کیا مسیح کی تمام رات کی دردمندانہ دعا رد ہو سکتی تھی۔ کیا مسیح کا یہ کہنا کہ میں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہوں گا اس کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ مردہ قبر میں رہا۔ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں تین دن مرا رہا تھا۔ کیا پیلاطوس کی بیوی کے خواب سے خدا کا یہ منشا نہیں معلوم ہوتا کہ مسیح کو صلیب سے بچا لے۔ ایسا ہی مسیح کا جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھائے جانا اور شام سے پہلے اتارے جانا اور رسم قدیم کے موافق تین دن تک صلیب پر نہ رہنا اور ہڈی نہ توڑے جانا اور خون کا نکلنا کیا یہ تمام وہ امور نہیں ہیں جو بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ یہ تمام اسباب مسیح کی جان بچانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور دعا کرنے کے ساتھ ہی یہ رحمت کے اسباب ظہور میں آئے۔ بھلا مقبول کی ایسی دعا جو تمام رات رو رو کر کی گئی کب رد ہو سکتی تھی۔ پھر مسیح کا صلیب کے بعد حواریوں کو ملنا اور زخم دکھلانا کس قدر مضبوط دلیل اس بات پر ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔ اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو بھلا اب مسیح کو پکارو کہ تمہیں آ کر مل جائے جیسا کہ حواریوں کو ملا تھا۔ غرض ہر ایک پہلو سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی صلیب سے جان بچائی گئی اور وہ اس ملک ہند میں آئے۔ کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے ان ہی ملکوں میں آ گئے تھے جو آخر کار مسلمان ہو گئے اور پھر اسلام کے بعد بموجب وعدہ توریت کے اُن میں کئی بادشاہ بھی ہوئے۔ اور یہ ایک دلیل صدق نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کیونکہ

[1] النساء : ۱۵۸

﴿۱۴﴾ کرنے سے یعنی پنڈت لیکھرام کی موت کی پیشگوئی سے منکروں کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔ یہ پیشگوئی اس مرتبہ پر فوق العادت تھی کہ اس میں قبل از وقت یعنی پانچ برس پہلے بتایا گیا تھا کہ لیکھرام کس دن اور کس قسم کی موت سے مرے گا لیکن افسوس کہ بخیل لوگوں نے جن کو مرنا یاد نہیں اس پیشگوئی کو بھی قبول نہ کیا اور خدا نے بہت سے نشان ظاہر کئے مگر یہ سب سے انکار کرتے ہیں۔ اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء **آخری فیصلہ** ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک طالب صادق صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں کذابوں دجالوں کی مدد نہیں کرتا۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ عہد ہے کہ وہ مومنوں اور رسولوں کو غالب کرتا ہے۔ اب یہ معاملہ آسمان پر ہے، زمین پر چلّانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اُس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اُس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔ و اٰخر دعوانا اَن الحمد للّٰہ رب العالمین. و السّلام علٰی من اتبع الھُدیٰ

المشتھر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء

بقیہ حاشیہ

توریت میں وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل نبی موعود کے پیرو ہو کر حکومت اور سلطنت پائیں گے۔ غرض مسیح ابن مریم کو صلیبی موت سے مارنا یہ ایک ایسا اصل ہے کہ اسی پر مذہب کے تمام اصولوں کفارہ اور تثلیث وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اور یہی وہ خیال ہے کہ جو نصاریٰ کے چالیس کروڑ انسانوں کے دلوں میں سرایت کر گیا ہے۔ اور اس کے غلط ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر عیسائیوں میں کوئی فرقہ دینی تحقیق کا جوش رکھتا ہے تو ممکن ہے کہ ان ثبوتوں پر اطلاع پانے سے وہ بہت جلد عیسائی مذہب کو الوداع کہیں اور اگر اس تلاش کی آگ یورپ کے تمام دلوں میں بھڑک اُٹھے تو جو گروہ چالیس کروڑ انسان کا انیس سو برس میں تیار ہؤا ہے ممکن ہے کہ اُنیس ماہ کے اندر دست غیب سے ایک پلٹا کھا کر مسلمان ہو جائے۔ کیونکہ صلیبی اعتقاد کے بعد یہ ثابت ہونا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مارے گئے بلکہ دوسرے ملکوں میں پھرتے رہے یہ ایسا امر ہے کہ یکدفعہ عیسائی عقائد کو دلوں سے اڑاتا ہے اور عیسائیت کی دنیا میں انقلاب عظیم ڈالتا ہے۔

اے عزیزو! اب عیسائی مذہب کو چھوڑو کہ خدا نے **حقیقت کو دکھا دیا**۔ اسلام کی روشنی میں آؤ تا نجات پاؤ اور خدائے علیم جانتا ہے کہ یہ تمام نصیحت نیک نیتی سے تحقیق کامل کے بعد کی گئی ہے۔ منہ

خط مولوی عبداللہ صاحب باشندۂ کشمیر ﴿۱۵﴾

فائدہ عام کے لئے معہ نقشۂ مزار حضرت عیسٰی علیہ السلام

اس اشتہار میں شائع کیا جاتا ہے

از جانب خاکسار عبداللہ بخدمت حضور مسیح موعود السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت اقدس! اس خاکسار نے حسب الحکم سرینگر میں عین موقعہ پر یعنی روضہ مزار شریف شاہزادہ یوز آسف نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچ کر جہاں تک ممکن تھا بکوشش تحقیقات کی اور معمّر اور سن رسیدہ بزرگوں سے بھی دریافت کیا اور مجاوروں اور گردوجوار کے لوگوں سے بھی ہر ایک پہلو سے استفسار کرتا رہا۔

جناب من عند التحقیقات مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ مزار درحقیقت جناب یوز آسف علیہ السلام نبی اللہ کی ہے اور مسلمانوں کے محلّہ میں یہ مزار واقع ہے۔ کسی ہندو کی وہاں سکونت نہیں اور نہ اُس جگہ ہندوؤں کا کوئی مدفن ہے۔ اور معتبر لوگوں کی شہادت سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ قریباً اُنیس سَو ۱۹۰۰ برس سے یہ مزار ہے۔ اور مسلمان بہت عزّت اور تعظیم کی نظر سے اس کو دیکھتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اور عام خیال ہے کہ اس مزار میں ایک بزرگ پیغمبر مدفون ہے جو کشمیر میں کسی اور ملک سے لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً چھ سو برس ﴿۱۶﴾ پہلے گذرا ہے۔ یہ اب تک نہیں کھلا کہ اس ملک میں کیوں☆ آیا۔ مگر یہ واقعات بہرحال ثابت ہو چکے ہیں۔

☆ حاشیہ من المشتہر: وہ نبی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں اور کوئی نہیں۔ اور یسوع کے لفظ کی صورت بگڑ کر یوز آسف بننا نہایت قرین قیاس ہے کیونکہ جب کہ یسوع کے لفظ کو انگریزی میں بھی **جیزَس** بنالیا ہے تو یوز آسف میں جیزس سے کچھ زیادہ تغیّر نہیں ہے۔ یہ لفظ سنسکرت سے ہرگز مناسبت نہیں رکھتا۔ صریح عبرانی معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اس ملک میں کیوں ﴿۱۷﴾ تشریف لائے اس کا سبب ظاہر ہے۔ اور وہؔ یہ ہے کہ جبکہ ملک شام کے یہودیوں نے آپ کی تبلیغ کو قبول نہ کیا اور آپ کو صلیب پر قتل کرنا چاہا تو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق اور نیز دعا کو قبول کر کے حضرت مسیح کو صلیب سے نجات دے دی۔ اور جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے حضرت مسیح کے دل میں تھا کہ اُن یہودیوں کو بھی خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا ویں کہ جو بخت النصر کی غارت گری کے زمانہ میں ہندوستان کے

اور تواتر شہادت سے کمال درجہ کے یقین تک پہنچ چکے ہیں کہ یہ بزرگ جن کا نام کشمیر کے مسلمانوں نے یوز آسف رکھ لیا ہے یہ نبی ہیں اور نیز شہزادہ ہیں۔ اس ملک میں کوئی ہندوؤں کا لقب ان کا مشہور نہیں ہے جیسے راجہ یا اوتار یا رِکھی و مُنی و سِدّہ وغیرہ بلکہ بالاتفاق سب نبی کہتے ہیں اور نبی کا لفظ اہل اسلام اور اسرائیلیوں میں ایک مشترک لفظ ہے۔ اور جبکہ اسلام میں کوئی نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آیا اور نہ آ سکتا تھا اس لئے کشمیر کے عام مسلمان بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ یہ نبی اسلام کے پہلے کا ہے۔ ہاں اس نتیجہ تک وہ اب تک نہیں پہنچے کہ جبکہ نبی کا لفظ صرف دو ہی قوموں کے نبیوں میں مشترک تھا یعنی مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے نبیوں میں اور اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا تو بالضرور یہی متعیّن ہوا کہ وہ اسرائیلی نبی ہے کیونکہ کسی تیسری زبان نے کبھی اس لفظ کو استعمال نہیں کیا۔ بلا شبہ اس اشتراک کا صرف دو زبانوں اور دو قوموں میں تخصیص ہونا لازمی ہے☆۔ مگر بوجہ ختم نبوت اسلامی قوم اس سے باہر نکل گئی۔ لہٰذا صفائی سے یہ بات طے ہوگئی کہ یہ نبی اسرائیلی نبی ہے۔ پھر اس کے بعد تواتر تاریخی سے یہ ثابت ہو جانا کہ یہ نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے پہلی دلیل پر اور بھی یقین کا رنگ چڑھاتا ہے اور زیرک دلوں کو زور کے ساتھ اس طرف لے آتا ہے کہ یہ نبی ﴿۱۷﴾

بقیہ حاشیہ

ملکوں میں آ گئے تھے۔ سو اسی غرض کی تکمیل کے لئے وہ اس ملک میں تشریف لائے۔

ڈاکٹر برنیر صاحب فرانسیسی اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ کئی انگریز محققوں نے اس رائے کو بڑے زور کے ساتھ ظاہر کیا ہے کہ کشمیر کے مسلمان باشندے دراصل اسرائیلی ہیں جو تفرقہ کے وقتوں ﴿۱۷﴾ میں اس ملک میں آئے تھے۔ اور اُن کے کتابی چہرے اور لمبے کُرتے اور بعض رسوم اس بات کے

☆نوٹ: نبی کا لفظ صرف دو زبانوں سے مخصوص ہے اور دنیا کی کسی اور زبان میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہوا ﴿۱۶﴾ یعنی ایک تو عبرانی میں یہ لفظ نبی آتا ہے اور دوسری عربی میں۔ اس کے سوا تمام دنیا کی اور زبانیں اس لفظ سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں۔ لہٰذا یہ لفظ جو یوز آسف پر بولا گیا کتبہ کی طرح گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص یا اسرائیلی نبی ہے یا اسلامی نبی مگر ختم نبوت کے بعد اسلام میں کوئی اور نبی نہیں آ سکتا لہٰذا متعیّن ہوا کہ یہ اسرائیلی نبی ہے۔ اب جو مدت بتلائی گئی ہے اُس پر غور کرکے قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہی شہزادہ کے نام سے پکارے گئے ہیں۔ منہ

حضرت مسیح علیہ السلام ہیں کوئی دوسرا نہیں کیونکہ وہی اسرائیلی نبی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرے ہیں۔ پھر بعد اس کے اس متواتر خبر پر غور کرنے سے کہ وہ نبی شہزادہ بھی کہلاتا ہے یہ ثبوت نورٌ علٰی نور ہو جاتا ہے کیونکہ اس مدت میں بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی نبی شہزادہ کے نام سے کبھی مشہور نہیں ہوا۔ پھر یوز آسف کا نام جو یسوع کے لفظ سے بہت ملتا ہے ان تمام یقینی باتوں کو اَور بھی قوت بخشتا ہے۔ پھر موقعہ پر پہونچنے سے ایک اور دلیل معلوم ہوئی ہے کہ جیسا کہ نقشۂ منسلکہ میں ظاہر ہے اس نبی کی مزار جنوباً و شمالاً واقع ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شمال کی طرف سر ہے اور جنوب کی طرف پَیر ہیں اور یہ طرزِ دفن مسلمانوں اور اہلِ کتاب سے خاص ہے اور ایک اَور تائیدی ثبوت ہے کہ اس مقبرہ کے ساتھ ہی کچھ تھوڑے فاصلے پر ایک پہاڑ کوہ سلیمان کے نام سے مشہور ہے۔ اس نام سے بھی پتہ ملتا ہے کہ کوئی اسرائیلی نبی اس جگہ آیا تھا☆۔ یہ نہایت درجہ کی جہالت ہے کہ اس شہزادہ نبی کو ہندو قرار دیا جائے۔ اور یہ ایسی غلطی ہے کہ ان روشن ثبوتوں کے سامنے رکھ کر اس کے ردّ کی بھی حاجت نہیں۔ سنسکرت میں کہیں نبی کا لفظ نہیں آیا بلکہ یہ لفظ عبرانی اور عربی سے خاص ہے اور دفن کرنا ہندوؤں کا طریق نہیں اور ہندو لوگ تو اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں لہٰذا قبر کی صورت بھی قطعی یقین دلاتی ہے کہ یہ نبی اسرائیلی ہے قبر کے مغربی پہلو کی طرف ایک سوراخ واقع ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس سوراخ سے نہایت

بقیہ حاشیہ

گواہ ہیں۔ پس نہایت قرین قیاس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام کے یہودیوں سے نومید ہو کر اس ملک میں تبلیغ قوم کے لئے آئے ہوں گے۔ حال میں جو روسی سیاح نے ایک انجیل لکھی ہے جس کو لندن سے مَیں نے منگوایا ہے وہ بھی اِس رائے میں ہم سے متفق ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں آئے تھے اور جو بعض مصنفوں نے واقعات یوز آسف نبی کے لکھے ہیں جن کے یورپ کے ملکوں میں بھی ترجمے پھیل گئے ہیں ان کو پادری لوگ بھی پڑھ کر سخت حیران ہیں کیونکہ وہ تعلیمیں انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بہت ملتی ہیں بلکہ اکثر عبارتوں میں توارد معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی تبّتی انجیل کا انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بہت توارد ہے۔ پس یہ ثبوت ایسے نہیں ہیں کہ

☆ یہ ضرور نہیں کہ سلیمان سے مراد سلیمان پیغمبر مراد ہوں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسرائیلی امیر ہوگا جس کے نام سے یہ پہاڑ مشہور ہو گیا۔ اس امیر کا نام سلیمان ہوگا۔ یہ یہودیوں کی اب تک عادت ہے کہ نبیوں کے نام پر اب تک نام رکھ لیتے ہیں۔ بہرحال اس نام سے بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہود کے فرقہ کی کشمیر میں گذر ہوئی ہے جن کے لئے حضرت عیسیٰ کا کشمیر میں آنا ضروری تھا۔ منہ ﴿۱۷﴾

عمدہ خوشبو آتی رہی ہے۔ یہ سوراخ کسی قدر کشادہ ہے، اور قبر کے اندر تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس سے یقین کیا جاتا ہے کہ کسی بڑے مقصود کے لئے یہ سوراخ رکھی گئی ہے غالباً کتبہ کے طور پر اس میں بعض چیزیں مدفون ہوں گی۔ عوام کہتے ہیں کہ اس میں کوئی خزانہ ہے مگر یہ خیال قابلِ اعتبار معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں چونکہ قبروں میں اس قسم کا سوراخ رکھنا کسی ملک میں رواج نہیں۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اس سوراخ میں کوئی عظیم الشان بھید ہے، اور صدہا سال سے برابر یہ سوراخ چلے آنا یہ اور بھی عجیب بات ہے۔ اِس شہر کے شیعہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ یہ کسی نبی کی قبر ہے جو کسی ملک سے بطور سیاحت آیا تھا اور شہزادہ کے لقب سے موسوم تھا۔ شیعوں نے مجھے ایک کتاب بھی دکھلائی جس کا نام عین الحیات ہے۔ اس کتاب میں بہت سا قصہ بصفحہ ۱۱۹ ابن بابویہ اور کتاب کمال الدین اور اتمام النعمت کے حوالہ سے لکھا ہے لیکن وہ تمام بیہودہ اور لغو قصّے ہیں۔ صرف اس کتاب میں اس قدر سچ بات ہے کہ صاحبِ کتاب قبول کرتا ہے کہ یہ نبی سیاح تھا اور شہزادہ تھا جو کشمیر میں آیا تھا۔ اور اس شہزادہ نبی کے مزار کا پتہ یہ ہے کہ جب جامع مسجد سے روضہ بل یمین کے کوچہ میں آویں تو یہ مزار شریف آگے ملے گی۔ اس مقبرہ کے بائیں طرف کی دیوار کے پیچھے ایک کوچہ ہے اور داہنی طرف ایک پرانی مسجد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تبرک کے طور پر کسی پُرانے زمانہ میں اس مزار شریف کے قریب مسجد بنائی گئی ہے اور اس مسجد کے ساتھ مسلمانوں کے مکانات ہیں۔ کسی دوسری قوم کا نام ونشان نہیں اور اس نبی اللہ کی قبر کے نزدیک داہنے گوشہ میں ایک پتھر رکھا ہے جس پر انسان کے پاؤں کا نقش ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ قدم رسول کا ہے۔ غالباً اس شہزادہ نبی کا یہ قدم بطور نشان کے باقی ہے۔ دو باتیں اس قبر پر بعض مخفی اسرار کی گویا حقیقت نما ہیں۔ ایک وہ سوراخ جو قبر کے نزدیک ہے دوسرے یہ قدم جو پتھر پر کندہ ہے۔ باقی تمام صورت مزار کی نقشہ منسلکہ میں دکھائی گئی ہے۔ فقط ﴿۱۸﴾

بقیہ حاشیہ ﴿۱۸﴾

کوئی شخص معاندانہ تحکم سے یکدفعہ ان کو رڈ کر سکے بلکہ ان میں سچائی کی روشنی نہایت صاف پائی جاتی ہے اور اس قدر قرائن ہیں کہ یکجائی طور پر ان کو دیکھنا اس نتیجہ تک پہنچاتا ہے کہ یہ بے بنیاد قصّہ نہیں ہے، یوز آسف کا نام عبرانی سے مشابہ ہونا اور یوز آسف کا نام نبی مشہور ہونا جو ایسا لفظ ہے کہ صرف اسرائیلی اور اسلامی انبیاء پر بولا گیا ہے اور پھر اُس نبی کے ساتھ شہزادہ کا لفظ ہونا اور پھر اس نبی کی صفات حضرت مسیح علیہ السلام سے بالکل مطابق ہونا اور اس کی تعلیم انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بالکل ہمرنگ ہونا اور پھر مسلمانوں کے محلّہ میں اس کا مدفون ہونا اور پھر انیس سو سال تک اس کے مزار کی مدّت بیان کئے جانا اور پھر اس زمانہ میں ایک انگریز کے ذریعہ سے تبتی انجیل برآمد ہونا اور اس انجیل سے صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس ملک میں آنا ثابت ہونا یہ تمام ایسے امور ہیں کہ ان کو یکجائی طور پر دیکھنے سے ضرور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں آئے تھے اور اسی جگہ فوت ہوئے اور اس کے سوا اور بھی بہت سے دلائل ہیں کہ ہم انشاء اللہ ایک مستقل رسالہ میں لکھیں گے۔ من المشتھر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو یسوع اور جیزس یا یوز آسف کے نام سے بھی مشہور ہیں یہ اُن کا مزار ہے اور بموجب ﴿۱۹﴾
شہادت کشمیر کے معمّر لوگوں کے عرصہ انیس سو برس کے قریب سے یہ مزار سری نگر محلہ خان یار میں ہے۔

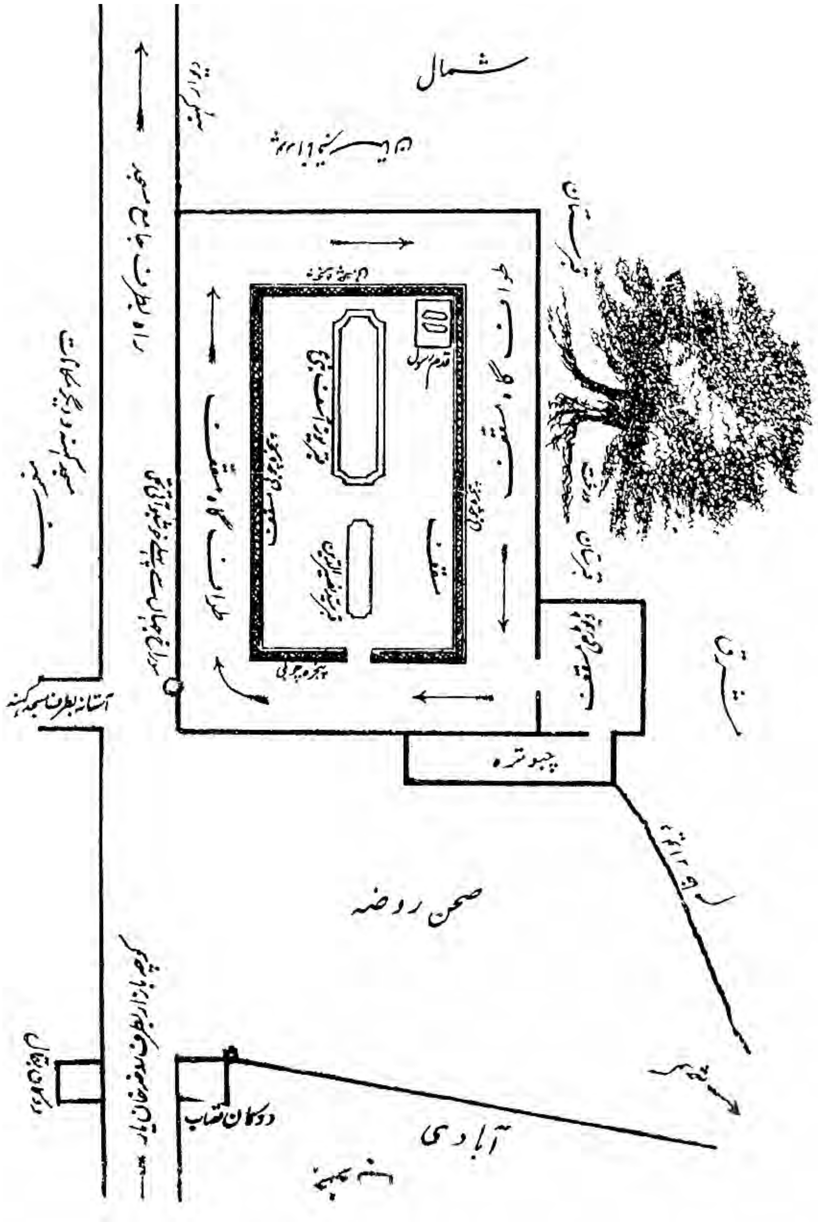

﴿۲۰﴾

خاتمہ کتاب

خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے مخالفوں کو ذلیل کرنے کے لئے اور اس راقم کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ جو سرینگر میں محلہ خان یار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے، وہ درحقیقت بلا شک وشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ مرہم عیسیٰ جس پر طب کی ہزار کتاب بلکہ اس سے زیادہ گواہی دے رہی ہے اس بات کا پہلا ثبوت ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے صلیب سے نجات پائی تھی وہ ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اس مرہم کی تفصیل میں کھلی کھلی عبارتوں میں طبیبوں نے لکھا ہے کہ ''یہ مرہم ضربہ سقطہ اور ہر قسم کے زخم کے لئے بنائی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیار ہوئی تھی یعنی اُن زخموں کے لئے جو آپ کے ہاتھوں اور پَیروں پر تھے۔'' اس مرہم کے ثبوت میں میرے پاس بعض وہ طبّی کتابیں بھی ہیں جو قریباً سات سو برس کی قلمی لکھی ہوئی ہیں۔ یہ طبیب صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ عیسائی، یہودی اور مجوسی بھی ہیں جن کی کتابیں اب تک موجود ہیں۔ قیصر روم کے کتب خانہ میں بھی رومی زبان میں ایک قرابا دین تھی اور واقعہ صلیب سے دو سو برس گذرنے سے پہلے ہی اکثر کتابیں دنیا میں شائع ہو چکی تھیں۔ پس بنیاد اس مسئلہ کی کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اوّل خود انجیلوں سے پیدا ہوئی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور پھر مرہم عیسیٰ نے علمی تحقیقات کے رنگ میں اس ثبوت کو دکھلایا۔ پھر بعد اس کے وہ انجیل جو حال میں تبّت سے دستیاب ہوئی اُس نے صاف گواہی دی کہ حضرت عیسیٰؑ ضرور ہندوستان کے ملک میں آئے ہیں۔ اس کے بعد اور بہت سی کتابوں سے اس واقعہ کا پتہ لگا۔ اور تاریخ کشمیر اعظمی جو قریباً دو سو برس کی تصنیف ہے، اس کے صفحہ ۸۲ میں لکھا ہے کہ ''سیّد نصیر الدین کے مزار کے پاس جو دوسری قبر ہے عام خیال ہے کہ یہ ایک پیغمبر کی قبر ہے۔'' اور پھر یہی مؤرّخ اسی صفحہ میں لکھتا ہے کہ ''ایک شہزادہ کشمیر میں کسی اور ملک سے آیا تھا اور زہد اور تقویٰ اور ریاضت اور عبادت میں وہ کامل درجہ پر تھا وہی خدا کی طرف سے نبی ہوا اور کشمیر میں آکر کشمیریوں کی دعوت میں مشغول ہوا جس کا نام یوز آسف ہے اور اکثر صاحب کشف خصوصاً ملّا عنایت اللہ جو راقم کا مرشد ہے۔ فرما گئے ہیں کہ اس قبر سے برکاتِ نبوت ظاہر ہو رہے ہیں۔'' یہ عبارت تاریخ اعظمی کی فارسی میں ہے جس کا ترجمہ کیا گیا۔ اور محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج میگزین ستمبر ۱۸۹۶ء اور اکتوبر ۱۸۹۶ء میں بہ تقریب ریویو کتاب شہزادہ یوز آسف جو مرزا صفدر علی صاحب، سرجن فوج سرکار نظام نے لکھی ہے تحریر کیا ہے کہ ''یوز آسف کے مشہور قصہ میں جو ایشیا اور یورپ میں شہرہ آفاق ہو چکا ہے، پادریوں نے کچھ رنگ آمیزی کر دی ہے، یعنی یوز آسف کے سوانح میں جو حضرت مسیح کی تعلیم اور اخلاق سے بہت مشابہ ہے شاید یہ تحریریں پادریوں نے اپنی طرف سے زیادہ کر دی ہیں۔'' لیکن یہ خیال سراسر سادہ لوحی کی بنا پر ہے بلکہ پادریوں کو اُسوقت یوز آسف کے سوانح ملے ہیں جبکہ اس سے پہلے تمام ہندوستان اور کشمیر میں مشہور ہو چکے تھے اور اس ملک کی پُرانی کتابوں میں اُن کا ذکر ہے اور اب تک وہ کتابیں موجود ہیں پھر پادریوں کو تحریف کے لئے کیا گنجائش تھی۔ ہاں پادریوں کا یہ خیال کہ شاید حضرت مسیح کے حواری اس ملک میں آئے ہوں گے اور یہ تحریریں یوز آسف کے سوانح میں اُن کی ہیں یہ سراسر غلط خیال ہے بلکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یوز آسف حضرت یسوع کا نام ہے جس میں زبان کے پھیر کی وجہ سے کسی قدر تغیر ہو گیا ہے۔ اب بھی بعض کشمیری بجائے یوز آسف کے عیسیٰ صاحب ہی کہتے ہیں۔ جیسا کہ لکھا گیا۔

والسّلام علٰی من اتّبع الھدیٰ

(ا)

حاشیہ متعلقہ صفحہ اوّل اشتہار

مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء

فوری ذلّت

ذلتِ صادق مجو اے بے تمیز زیں رہے ہرگز نخواہی شد عزیز

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی بار بار یہی کہتے رہے کہ ہم صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے مباہلہ چاہتے ہیں اور مذہب اسلام میں مباہلہ مسنون بھی ہے لیکن ساتھ اس کے یہ بھی درخواست ہے کہ ’’اگر ہم کاذب ٹھہریں تو فوری عذاب ہم پر نازل ہو۔‘‘ اس کے جواب میں مَیں نے اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں مفصل لکھ دیا ہے کہ مباہلہ میں فوراً عذاب نازل ہونا بالکل خلاف سنت ہے۔ احادیث میں اب تک لَمَاحَالَ الحَول کا لفظ موجود ہے جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نجران کے نصارٰی نے ڈر کر مباہلہ کو ترک کیا اور اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرتے تو ابھی ایک سال گذرنے نہ پاتا کہ وہ ہلاک کئے جاتے، سو اس حدیث سے مباہلہ کے لئے ایک سال تک کی شرط جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلی ہے اور مسلمانوں کے لئے قیامت تک یہی طریق مسنون ہے کہ حدیث کے لفظ کی رعایت کر کے مباہلہ کی مدت کو ایک سال سے کم نہیں کرنا چاہیے بلکہ مردانِ خدا اور عارفانِ حق جو زمین پر حجّۃ اللہ ہیں وہ ہمیشہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہو کر اس معجزہ کے بھی وارث ہیں کہ اگر کوئی عیسائی جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا جانتا ہے☆ یا کوئی اور مشرک جو کسی اور انسان کو خدا خیال کرتا ہے اُن سے اس امر میں مباہلہ کرے تو خدا تعالیٰ اس مدت میں یا کسی اور مدت میں جو الہامی تصریح سے ملہم کو معلوم ہو شخص مقابل کو اپنے غلبہ اور حق کی شہادت کے لئے کوئی آسمانی نشان دکھائے گا۔ اور یہ اسلام کی سچائی کے لئے ہمیشہ کے نشان ہیں جن کا مقابلہ کوئی قوم نہیں کر سکتی۔ غرض ایک برس کی میعاد جو وعید کی پیشگوئیوں میں ایک اَقَل مدت ہے، نصوص صریحہ سے ثابت ہے اور یہ ضِد جو فوری عذاب چاہے وہی کرے گا جس کو علمِ حدیث سے سخت ناواقفی ہے۔ ایسا شخص مولویّت کی شان کو داغ لگاتا ہے۔ مَیں نے تو بٹالوی صاحب کے سمجھانے کے لئے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ مباہلہ (ب)

☆ انجیل سے ثابت ہے کہ نشان دکھلانے کی برکت حضرت مسیح کے زمانہ میں عیسائی مذہب میں پائی جاتی تھی بلکہ نشان دکھلانا سچے عیسائی کی نشانی تھی لیکن جب سے کہ عیسائیوں نے انسان کو خدا بنایا اور سچے رسول کی تکذیب کی تب سے یہ تمام برکتیں اُن میں سے جاتی رہیں۔ اور دوسرے مُردہ مذہبوں کی طرح یہ مذہب بھی مُردہ ہو گیا۔ اِسی وجہ سے ہمارے مقابلہ پر کوئی عیسائی آسمانی نشان دکھلانے کے لئے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ منہ

میں صرف ایک طرف سے بددعا نہیں ہوتی بلکہ دونوں طرف سے بددعا ہوتی ہے۔ پس اگر ایک فریق مومن اور مسلمان کہلاتا ہے اور دوسرے فریق کو کافر اور دجّال اور بے دین اور لعنتی اور مرتد کہہ کر اسلام سے خارج کرتا ہے جیسا کہ میاں محمد حسین بٹالوی ہے تو اس کو کس نے منع کیا ہے کہ وہ فوری عذاب کے لئے بددعا کرے۔ مگر ملہم اُس کی مرضی کا تابع نہیں ہوسکتا۔ ملہم تو خدا تعالیٰ کے الہام کی تابع داری کرے گا لیکن ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اُس کے دو ہمراز رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے وہ **صرف ایک دعا** ہے جس کا صرف مطلب یہ ہے کہ جھوٹے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلّت پہنچے۔ اس کا یہ مطلب **نہیں** ہے کہ جھوٹا **مارا جائے** یا کسی کوٹھے سے گرے۔ چونکہ محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی نے افتراؤں اور لعنتوں اور گالیوں سے صرف میری ذلّت چاہی ہے اس لئے میں نے خدا تعالیٰ سے یہی چاہا کہ اگر درحقیقت میں ذلّت کے لائق اور کاذب اور دجّال اور لعنتی ہوں جیسا کہ محمد حسین نے اس قسم کی گالیوں سے اپنے رسالے بھر دیئے ہیں اور بار بار میرا دل دکھایا ہے تو اور بھی ذلیل کیا جاؤں اور شیخ محمد حسین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عزّت ملے اور بڑے بڑے مراتب پاوے لیکن اگر مَیں کاذب اور دجال اور لعنتی نہیں ہوں تو جنابِ احدیت میں میری **فریاد** ہے کہ میرے ذلیل کرنے والے محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلّت پہنچے۔ غرض مَیں خدا تعالیٰ سے ظالم اور کاذب کی ذلّت چاہتا ہوں۔ ہم دونوں میں سے کوئی ہو، اور اس پر آمین کرتا ہوں۔ مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم اور کاذب ہے، اس کو خدا **ذلیل** کرے گا اور یہ واقعہ پندرہ جنوری ۱۹۰۰ء تک پورا ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اُس کی نظر میں کون ظالم اور کاذب ہے۔ اگر اس عرصے میں میری ذلّت ظاہر ہوگئی تو بلاشبہ میرا کاذب اور ظالم اور دجّال ہونا ثابت ہو جائے گا اور اس طرح پر قوم کا روز کا جھگڑا مٹ جائے گا۔ اور اگر شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی پر آسمان سے کوئی ذلّت آئے تو وہ اس بات پر دلیل قاطعہ ہوگی کہ انہوں نے گالیاں دینے اور دجال اور لعنتی اور کذّاب کہنے میں میرے پر ظلم کیا ہے لیکن شیخ محمد حسین نے میرے عربی الہام پر اعتراض کرکے جو اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں ہے یعنی جو فقرہ اَتَعْجَبُ لِاَمرِی ہے اپنے لئے ذلّت کا دروازہ آپ کھولا ہے گویا اپنے ہاتھوں سے فوری ذلّت کی خواہش کو پورا کیا ہے بلکہ فوری ذلّت تو ۱۵؍دسمبر ۱۸۹۸ء سے پوری ہونی چاہیئے تھی اور انہوں نے اِس سے پہلے ہی ایک قابلِ شرم ذلّت اُٹھائی ہے جس کو فوری نہیں بلکہ

﴿۱ت﴾

پیشگی ذلّت کہنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ شیخ مذکور نے الہام موصوف کو دیکھ کر ایک موقعہ میں شیخ غلام مصطفیٰ صاحب کے آگے جو اسی شہر کے باشندے ہیں میرے اس اشتہار کو دیکھ کر یہ اعتراض کیا کہ الہام مندرجہ اشتہار میں جو یہ فقرہ ہے کہ اَتَعْجَبُ لِاَمرِی اس میں نحوی غلطی ہے اور خدا کا کلام غلط نہیں ہو سکتا بلکہ اَتَعْجَبُ مِن اَمْرِی چاہیے یہ وہ اعتراض ہے جس سے بلا توقف شیخ کو ذلّت نصیب ہوئی کیونکہ عرب کے نامی شاعروں بلکہ جاہلیت کے جلیل الشان شعراء کے کلام سے ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ عجب کا صلہ لام بھی ہوا کرتا ہے۔ اب بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ شیخ صاحب موصوف نے یہ غلط اعتراض کر کے جو اُن کے کمال درجہ کی بے خبری اور جہالت پر دلالت کرتا ہے اہل علم کے سامنے اپنی نہایت درجہ کی پردہ دری اپنے ہاتھوں سے کرائی ہے اور ہر ایک دشمن اور دوست پر ثابت کر دیا ہے کہ وہ صرف نام کے مولوی اور علوم عربیہ سے بے بہرہ ہیں اور ایسے شخص کے لئے جو مولوی کہلاتا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی ذلّت نہیں جو وہ درحقیقت مولویت کی صفات سے بے نصیب ہے۔ افسوس اس شخص کو اب تک خبر نہیں کہ اس فعل کا صلہ یعنی عجب کا کبھی مِنْ کے لفظ سے آتا ہے اور کبھی لام سے۔ ایک بچہ جس نے ھدایۃ النحو تک پڑھا ہو وہ بھی جانتا ہے کہ نحویوں نے لام کا صلہ بھی بیان کیا ہے جیسا کہ مِن کا بیان کیا ہے۔ چنانچہ اس صلہ کی شہادت میں جو شعر پیش کئے گئے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے

عجبت لمولود لیس له اب ومن ذی ولد لیس له ابوان

شاعر نے اس شعر میں دونوں صلوں کا ذکر کر دیا ہے لام کا بھی اور مِن کا بھی۔ اور دیوان حماسہ کے صفحہ ۹ اور ۳۹۰ و ۱۱ا و ۴۱ و ۴۷۵ و ۵۱۱ میں جو سرکاری کالجوں میں داخل ہے جس کی فصاحت بلاغت مسلّم اور مقبول ہے جعفر بن عُلبہ اور دوسرے شاعروں کے پانچ شعر لکھے گئے ہیں جن میں اُن عرب کے نامی شاعروں نے عجب کا صلہ لام رکھا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) عجبتُ لمسراها وانّی تخلَّصَت الیَّ و باب السجنِ دونی مُغلق
(۲) عجبت لسعی الدھر بینی و بینھا فلمّا انقضٰی مابیننا سکن الدھر
(۳) عجبتُ لبُرئی منک یاعزّبعد ما عمرت زمانا منکِ غیر صحیح
(۴) عجبت لعبدان ھجونی سفاھة ان اصطبحوا من شائھم وتقیّلوا
(۵) عجبًا لاحمد والعجائب جُمّة انّٰی یلوم علی الزمان تبذّلی

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جو حدیث مشکوٰۃ کتاب الایمان صفحہ ۳ میں اسلام کے معنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس کو متفق علیہ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں بھی عجب کے لفظ کا صلہ لام کے ساتھ آیا ہے اور حدیث کے لفظ یہ ہیں عجبنا له یسئله و یُصَدِّقُهٗ۔ دیکھو اس جگہ عجبنا کا صلہ من نہیں لکھا بلکہ لام لکھا ہے اور عجبنا منه نہیں کہا ﴿ث﴾

بلکہ عجبنا لہ کہا ہے۔اب بٹالوی صاحب فرماویں کہ اہل علم کے نزدیک ایک مولوی کہلانے والے کی یہی ذلّت ہے یا اس کا کوئی اور نام ہے۔اور یہ بھی فتویٰ دیں کہ اِس ذلّت کو فوری ذلّت کہنا چاہیے یا کوئی اور نام رکھنا چاہیے۔شیخ کینہ ور نے اپنے جوش کینہ سے جلد تر اپنے تئیں اس شعر کا مصداق بنالیا کہ

مرا خواندی و خود بدام آمدی نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی

دیکھنا چاہیے کہ میری ذلّت کی تلاش میں کیسی اپنی ذلّت ظاہر کردی۔جس شخص کو مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث کی بھی خبر نہیں اور جو حدیث اسلام شناسی کا مدار ہے اس کے الفاظ بھی معلوم نہیں اور جو امر بخاری اور مسلم میں بتصریح مذکور ہے اس سے اب تک سفید ریش ہونے کی حالت میں بھی ایک ذرّہ اطلاع نہیں کیا ایک منصف انسان ایسے شخص کا نام مولوی رکھ سکتا ہے۔پس جس شخص کی عربی دانی کا یہ حال ہے اور حدیث دانی کی یہ حقیقت کہ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث کے الفاظ سے ہی ناآشنائی ہے اُس کا حال بے شک قابل رحم ہے اور اُس کی ذلّت پردہ پوشی کی کوششوں سے بالاتر ہے۔اور اس کی یہ ذلّت بلاشبہ فوری ذلّت ہے جو نشان کے طور پر اس کی درخواست کے موافق ظاہر ہوئی۔اُس نے اپنے مُنہ سے فوری ذِلّت مانگی خدا نے فوری ذلّت ہی دکھلائی۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ اس الہام کو کسی کی موت یا ٹانگ ٹوٹنے سے تعلق نہیں۔یہ صرف کاذب کی ذلّت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔سو قبل اس کے جو خدا تعالیٰ کا کوئی اور بھاری نشان ذلّت ظاہر کرنے کے لئے ہو یہ ذلّت بھی کاذب کے لئے خدا کے ہاتھ کا ایک تازیانہ ہے اور الہام اَتَعۡجَبُ لِاَمۡرِی میں درحقیقت یہ ایک نکتہ پوشیدہ تھا کہ یہ الہام محمد حسین کے لئے ایک پوشیدہ پیشگوئی تھی جس میں اشارہ کے طور پر یہ بیان تھا کہ محمد حسین فقرہ اتعجب لامری پر اعتراض کرے گا اور اس کے یہ معنے ہیں کہ اے محمد حسین کیا تو لامری کے لفظ پر تعجب کرتا ہے اور میرے اس الہام کو غلط ٹھہراتا ہے اور اس کا صلہ من بتلاتا ہے۔دیکھ مَیں تیرے پر ثابت کروں گا کہ مَیں عشاق کے ساتھ ہوں اور تیری ذلّت ظاہر کروں گا۔سو وہی ذلّت ظاہر ہوئی۔اور اس پر حصر نہیں ہے۔کیونکہ محمد حسین اور اس کے دوست اِس ذلّت کو حلوہ کی طرح ہضم کر جائیں گے یا شیرِ مادر کی طرح پی جائیں گے اس لئے وہ ذلّت جو کاذب اور ظالم کے لئے آسمان پر طیار ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے۔خدا نے مجھے الہام دیا ہے کہ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثۡلِھَا پس اگر میں ناحق ذلیل کیا گیا ہوں تو خدا کے اُس ذلت دینے والے نشان کا اُمیدوار ہوں جو جھوٹے اور ظالم اور مفتری اور دجّال کے ذلیل کرنے کے بارے میں ہے۔اور اگر مَیں ہی ایسا ہوں تو مَیں ذلیل ہونگا ورنہ ان دو فریق میں سے جو ظالم اور کاذب ہوگا وہ اس ذلّت کا مزہ چکھے گا۔علاوہ اس علمی پردہ دری کے محمد حسین اور اس کے گروہ کو ایک اَور بھی فوری ذلّت پیش آئی ہے کہ واقعاتِ صحیحہ یقینیہ سے بپایہ ثبوت پہنچ گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب پر فوت ہوئے اور نہ آسمان پر چڑھے بلکہ یہود کے قتل کے ارادہ سے مخلصی پا کر ہندوستان میں آئے اور آخر ایک سو بیس[۱۲۰] کی عمر میں سری نگر کشمیر میں فوت ہوئے۔پس محمد حسین وغیرہ کے لئے یہ ماتم سخت اور ذلّت سخت ہے۔منہ

ٹائیٹل بار اول

اے قادر خدا
اس گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کو ہماری طرف سے نیک جزا دے
اور اُس سے نیکی کر جیسا کہ اُس نے ہم سے نیکی کی۔ آمین

کشف الغطاء

یعنے

ایک اسلامی فرقہ کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے بحضور گورنمنٹ عالیہ اُس فرقہ کے حالات اور خیالات کے بارہ میں اطلاع اور نیز اپنے خاندان کا کچھ ذکر اور اپنے مشن کے اصولوں اور ہدایتوں اور تعلیموں کا بیان اور نیز اُن لوگوں کی خلاف واقعہ باتوں کا ردّ جو اس فرقہ کی نسبت غلط خیالات پھیلانا چاہتے ہیں۔

اور یہ مؤلف

تاج عزت جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈالکر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام کی باادب گذارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری و کرم گستری اس رسالہ کو اوّل سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے

یہ رسالہ تالیف ہو کر ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حکیم فضل الدین صاحب مالک مطبع کے مطبوع ہوا

تعداد ۳۵۰

مَیں تاج عزت عالی جناب حضرت مکرمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈالتا ہوں ﴿۱﴾
کہ اس رسالہ کو ہمارے عالی مرتبہ حکام توجہ سے اوّل سے آخر تک پڑھیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

چونکہ میں جس کا نام غلام احمد اور باپ کا نام مرزا غلام مرتضٰی قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب کا رہنے والا ایک مشہور فرقہ کا پیشوا ہوں جو پنجاب کے اکثر مقامات میں پایا جاتا ہے اور نیز ہندوستان کے اکثر اضلاع اور حیدر آباد اور بمبئی اور مدراس اور ملک عرب اور شام اور بخارا میں بھی میری جماعت کے لوگ موجود ہیں۔ لہٰذا میں قرین مصلحت سمجھتا ہوں کہ یہ مختصر رسالہ اس غرض سے لکھوں کہ اس **محسن گورنمنٹ** کے اعلیٰ افسر میرے حالات اور میری جماعت کے خیالات سے واقفیت پیدا کرلیں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ نیا فرقہ ان ملکوں میں دن بدن ترقی پر ہے یہاں تک کہ بہت سے دیسی افسر اور معزز رئیس اور جاگیردار اور نامی تاجر اس فرقہ میں داخل ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اس لئے عام خیال کے مسلمانوں اور ان کے مولویوں کو اس فرقہ سے دلی عناد اور حسد ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس حسد کی وجہ سے خلاف واقعہ امور گورنمنٹ تک پہنچائے جائیں سو اسی لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس رسالہ کے ذریعہ سے اپنے سچے واقعات اور اپنے مشن کے اصولوں سے اس محسن گورنمنٹ کو مطلع کروں۔

اب میں صفائی بیان کے لئے ان امور کے ذکر کو پانچ۵ شاخ پر منقسم کرتا ہوں
اوّل یہ کہ میں کون ہوں اور کس خاندان سے ہوں؟ سو اس بارے میں اس قدر ظاہر کرنا
کافی ہے کہ میرا خاندان ایک خاندانِ ریاست ہے اور میرے بزرگ والیانِ ملک اور ﴿۲﴾
خودسر امیر تھے جو سکھوں کے وقت میں یکدفعہ تباہ ہوئے۔ اور سرکار انگریزی کا

اگرچہ سب پر احسان ہے مگر میرے بزرگوں پر سب سے زیادہ احسان ہے کہ انہوں نے اس گورنمنٹ کے سایۂ دولت میں آ کر ایک آتشی تنور سے خلاصی پائی اور خطرناک زندگی سے امن میں آ گئے۔ میرا باپ میرزا غلام مرتضٰی اس نواح میں ایک نیک نام رئیس تھا اور گورنمنٹ کے اعلیٰ افسروں نے پُر زور تحریروں کے ساتھ لکھا کہ وہ اس گورنمنٹ کا سچا مخلص اور **وفادار** ہے اور میرے والد صاحب کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور ہمیشہ اعلیٰ حکّام عزّت کی نگہ سے ان کو دیکھتے تھے اور اخلاق کریمانہ کی وجہ سے حکام ضلع اور قسمت کبھی کبھی ان کے مکان پر ملاقات کے لئے بھی آتے تھے کیونکہ انگریزی افسروں کی نظر میں وہ ایک وفادار رئیس تھے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ ان کی اس خدمت کو کبھی نہیں بھولے گی کہ انہوں نے **۱۸۵۷ء** کے ایک نازک وقت میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر **پچاس گھوڑے** اپنی گرہ سے خرید کر اور **پچاس سوار** اپنے عزیزوں اور دوستوں میں سے مہیا کر کے گورنمنٹ کی امداد کے لئے دیئے تھے چنانچہ ان سواروں میں سے کئی عزیزوں نے ہندوستان میں مردانہ لڑائی مفسدوں سے کر کے اپنی جانیں دیں۔ اور میرا بھائی مرزا غلام قادر مرحوم **تِمّوں** کے پتن کی لڑائی میں شریک تھا اور بڑی جان فشانی سے مدد دی۔ غرض اسی طرح میرے ان بزرگوں نے اپنے خون سے اپنے مال سے اپنی جان سے اپنی متواتر خدمتوں سے اپنی وفاداری کو گورنمنٹ کی نظر میں ثابت کیا ہے۔ سوانہی خدمات کی وجہ سے میں یقین رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ ہمارے خاندان کو معمولی رعایا میں سے نہیں سمجھے گی اور اس کے اس حق کو کبھی ضائع نہیں کرے گی جو بڑے فتنہ کے وقت میں ثابت ہو چکا ہے۔ سر لیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں میرے والد صاحب اور میرے بھائی مرزا غلام قادر کا ذکر کیا ہے۔ اور میں ذیل میں اُن چند چٹھیات حکام بالادست کو درج کرتا ہوں جن میں میرے والد صاحب اور میرے بھائی کی خدمات کا کچھ ذکر ہے۔

نقل مراسلہ

(ولسن صاحب) نمبر ۳۵۳

﴾۳﴿ تہور پناہ شجاعت دستگاہ
مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان
﴾۳﴿ حفظہٗ عریضہ شما مشعر بر یاددہانی
خدمات و حقوق خود و خاندانِ خود
بملاحظہ حضور ایں جانب
درآمد۔ ما خوب میدانیم کہ بلا
شک شما و خاندان شما از ابتدائے
دخل و حکومت سرکار انگریزی
جان نثار وفا کیش ثابت قدم
ماندہ اید و حقوق شما دراصل قابلِ
قدر اند۔ بہر نہج تسلی و تشفی
دارید۔ سرکار انگریزی حقوق و
خدمات خاندان شما را ہرگز
فراموش نہ خواہد کرد۔ بموقعہ
﴾۴﴿ مناسب بر حقوق و خدمات
شما غور و توجہ کردہ خواہد شد۔
باید کہ ہمیشہ ہوا خواہ و

Translation of certificate of
J. M. Wilson

To,
Mirza Ghulam Murtaza Khan
Chief of Qadian.

I have perused your application reminding me of your and your family's past services and rights. I am well aware that since the introduction of the British Govt you & your family have certainly remained devoted, faithful & steady subjects & that your rights are really worthy of regard. In every respect you may rest assured and satisfied that the British Govt will never forget your family's rights and services which will receive due consideration when a favorable opportunity offers itself. You must continue to be faithful and

جان نثار سرکار انگریزی بمانند کہ دریں امر خوشنودی سرکار و بہبودی شما متصوراست۔

فقط

المرقوم ۱۱؍جون ۱۸۴۹ء

مقام لاہور انارکلی

devoted subjects as in it lies the satisfaction of the Govt. and your welfare.

11.6.1849 Lahore

﴿۴﴾

نقل مراسلہ

(رابرٹ کسٹ صاحب بہادر کمشنر لاہور)

تہور و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضےٰ رئیس قادیان بعافیت باشند

از آنجا کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء از جانب آپ کے رفاقت و خیر خواہی و مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ درباب نگاہداشت سواران و بہمرسانی

Translation of Mr. Robert Cast's Certificate

To,

Mirza Ghulam Murtaza Khan
Chief of Qadian

As you rendered great help in enlisting sowars and supplying horses to Govt,in the mutiny of 1857 and maintained loyalty since its begining

اسپان بخوبی بمنصۂ ظہور پہنچی
اور شروع مفسدہ سے آج
تک آپ بدل ہوا خواہ سرکار
رہے اور باعث خوشنودی
سرکار ہوا۔ لہٰذا بجلدوے اس
خیر خواہی اور خیر سگالی کے
خلعت مبلغ دو صد روپیہ کا
سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے
﴿۵﴾ اور حسب منشاء چٹھی صاحب
چیف کمشنر بہادر نمبری ۵۷۶
مورخہ ۱۰/ اگست ۱۸۵۸ء
پروانہ ھٰذا باظہار خوشنودی
سرکار و نیک نامی و وفاداری
بنام آپ کے لکھا جاتا ہے۔
﴿۵﴾ مرقومہ تاریخ
۲۰/ ستمبر ۱۸۵۸ء

up to date and thereby gained the favor of Govt, a khilat worth Rs.200/-is presented to you in recognition of good services and as a reward for your loyalty.

Moreover in accordance with the wishes of chief commissioner as conveyed in his No.576.Dated.10th August 1858.This parwana is addressed to you as a token of satisfaction of Govt,for your fidelity and repute.

نقل مراسلہ

فنانشل کمشنر پنجاب

مشفق مہربان دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظہٗ

آپ کا خط ۲ ماہ حال کا لکھا ہوا ملاحظہ حضور اینجانب میں گذرا۔

مرزا غلام مرتضٰی صاحب آپ کے والد کی وفات سے ہم کو بہت افسوس ہوا۔ مرزا غلام مرتضٰی سرکار انگریزی کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔

ہم آپ کی خاندانی لحاظ سے اسی طرح عزت کریں گے جس طرح تمہارے باپ وفادار کی کی جاتی تھی۔ ہم کو کسی اچھے موقعہ کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہے گا۔

Translation of Sir Robert Egerton

Financial Commr's:

Murasala Dated.29 June 1876

My dear friend

Ghulam Qadir,

I have perused your letter of the 2nd instant & deeply regret the death of your father Mirza Ghulam Murtaza who was a great well wisher and faithful chief of Govt.

In consideration of your family services.I will esteem you with the same respect as that bestowed on your loyal father. I will keep in mind the restoration and welfare of your family when a favorable opportunity occurs.

	المرقوم ۲۹؍جون ۱۸۷۶ء الراقم سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر فنانشل کمشنر پنجاب

یہ تو میرے باپ اور میرے بھائی کا حال ہے اور چونکہ میری زندگی فقیرانہ اور درویشانہ طور پر ﴿۳﴾
ہے اس لئے میں اسی درویشانہ طرز سے گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور امداد میں مشغول رہا
ہوں۔ قریباً انیس ۱۹ برس سے ایسی کتابوں کے شائع کرنے میں مَیں نے اپنا وقت بسر کیا ہے جن ﴿۴﴾
میں یہ ذکر ہے کہ مسلمانوں کو سچے دل سے اس گورنمنٹ کی خدمت کرنی چاہیے اور اپنی
فرمانبرداری اور وفاداری کو دوسری قوموں سے بڑھ کر دکھلانا چاہیے اور میں نے اسی غرض سے ﴿۵﴾
بعض کتابیں عربی زبان میں لکھیں اور بعض فارسی زبان میں اور ان کو دور دور ملکوں تک شائع
کیا۔ اور اُن سب میں مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجوہ سے ان کو اس طرف جھکایا کہ
وہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل و جان اختیار کریں اور یہ کتابیں عرب اور بلاد شام اور کابل اور ﴿۶﴾
بخارا میں پہنچائی گئیں۔ اگرچہ میں سنتا ہوں کہ بعض نادان مولویوں نے ان کے دیکھنے سے مجھے
کافر قرار دیا ہے اور میری تحریروں کو اس بات کا ایک نتیجہ ٹھہرایا ہے کہ گویا مجھے سلطنت انگریزی
سے ایک اندرونی اور خفیہ تعلق ہے اور گویا میں ان تحریروں کے عوض میں گورنمنٹ سے کوئی
انعام پاتا ہوں لیکن مجھے یقیناً معلوم ہوا ہے کہ بعض دانشمندوں کے دلوں پر ان تحریروں کا
نہایت نیک اثر ہوا ہے اور انہوں نے ان وحشیانہ عقائد سے توبہ کی ہے جن میں وہ برخلاف
اغراض اس گورنمنٹ کے مبتلا تھے۔ ان نیک تاثیرات کے لئے میری مذہبی تحریریں جو
پادریوں کے مخالف تھیں بڑی محرک ہوئی ہیں ورنہ جس زور کے ساتھ میں نے مسلمانوں کو
اس گورنمنٹ کی اطاعت کے لئے بلایا ہے اور جابجا سرحدی نادان ملّاؤں کو جو ناحق آئے
دن فتنہ انگیزی کرتے اور افغانوں کو مخالفت کے لئے ابھارتے ہیں سرزنش کی ہے یہ

پر زور تحریریں گورنمنٹ انگریزی کی حمایت میں متعصب اور نادان مسلمانوں کے لئے قابل برداشت نہ تھیں اور اب اہل عقل جب ایک طرف دینی حمایت کے مضمون میری تحریروں میں پاتے ہیں اور دوسری طرف میری یہ نصیحتیں سنتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی اور اطاعت کرنی چاہیے تو وہ میرے پر کوئی بدظنی نہیں کر سکتے اور کیونکر کریں یہ ایک واقعی امر ہے کہ مسلمانوں کو خدا اور رسول کا حکم ہے کہ جس گورنمنٹ کے ماتحت ہوں وفاداری سے اس کی اطاعت کریں۔ میں نے اپنی کتابوں میں یہ شرعی احکام مفصل بیان کر دیئے ہیں۔ اب گورنمنٹ غور فرما سکتی ہے کہ جس حالت میں میرا باپ گورنمنٹ کا ایسا سچا خیر خواہ تھا اور میرا بھائی بھی اُسی کے قدم پر چلا تھا اور میں بھی انیس برس سے یہی خدمت اپنی قلم کے ذریعہ سے بجالاتا ہوں تو پھر میرے حالات کیونکر مشتبہ ہو سکتے ہیں۔ میری تمام جوانی اسی راہ میں گذری اور اب دائم المرض اور پیرانہ سالی کے کنارے پر پہنچ گیا ہوں اور ساٹھ سال کے قریب ہوں۔ وہ شخص سخت ظلم کرتا ہے کہ جو میرے وجود کو گورنمنٹ کے لئے خطرناک ٹھہراتا ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ مذہبی امور کے متعلق بھی میں نے کتابیں تالیف کی ہیں اور نہ مجھے اس سے انکار ہے کہ پادری صاحبوں کے عقائد کے مخالف بھی میری تحریریں شائع ہوئی ہیں جن کو وہ اپنے مذہبی خیالات کے لحاظ سے پسند نہیں کر سکتے۔ لیکن میرے لئے میری نیک نیتی کافی ہے جس کو خدا تعالیٰ جانتا ہے اور میری مخالفت عام مسلمانوں کی طرز مخالفت سے علیحدہ ہے۔ میں ہرگز ﴿۷﴾
نہیں چاہتا کہ مذہبی امور میں اس قدر غصہ بڑھایا جائے کہ مخالفوں کے حملوں کو قانونی جرائم کے نیچے لا کر گورنمنٹ سے ان کو سزا دلائی جائے یا اُن سے کینہ رکھا جائے بلکہ میرا اصول یہ ہے کہ مذہبی مباحثات میں صبر اور اخلاق سے کام لینا چاہیے۔ اسی وجہ سے جب عام مسلمانوں نے مصنف کتاب امہات المومنین کے سزا دلانے کے لئے انجمن حمایت اسلام کے ذریعہ سے گورنمنٹ میں میموریل بھیجے تو میں نے ان سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اُن کے برخلاف میموریل بھیجا اور صاف طور پر لکھا کہ مذہبی امور میں اگر کوئی رنج دِہ امر پیش آوے تو اسلام کا اصول عفو

اور درگزر رہے۔قرآن ہمیں صاف ہدایت کرتا ہے کہ اگر مذہبی گفتگو میں سخت لفظوں سے تمہیں تکلیف دی جائے تو تنگ ظرف لوگوں کی طرح عدالتوں تک مت پہنچو اور صبر اور اخلاق سے کام لو۔قرآن نے ہمیں صاف کہا ہے کہ عیسائیوں سے محبت اور خلق سے پیش آؤ اور نیکی کرو ہاں نیک نیتی سے اور ہمدردی کی راہ سے اور سچائی کے پھیلانے کی غرض سے اور صلح کی بنا ڈالنے کے ارادہ سے مذہبی مباحثات قابل اعتراض نہیں۔

دوسری شاخ جو میرے مشن کے متعلق ہے میری تعلیم ہے۔میں اپنی تعلیم کو قریباً انیس ۱۹ برس سے شائع کر رہا ہوں۔اور پھر خلاصہ کے طور پر اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء اور نیز ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء کے اشتہار میں ان تعلیموں کو میں نے شائع کیا ہے اور یہ تمام کتابیں اور اشتہار چھپ کر پنجاب اور ہندوستان میں خوب شہرت پا چکے ہیں۔اس تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور خدا کے بندوں سے ہمدردی اختیار کرو۔اور نیک چلن اور نیک خیال انسان بن جاؤ۔ایسے ہو جاؤ کہ کوئی فساد اور شرارت تمہارے دل کے نزدیک نہ آ سکے۔جھوٹ مت بولو، افترا مت کرو اور زبان اور ہاتھ سے کسی کو ایذا مت دو اور ہر ایک قسم کے گناہ سے بچتے رہو اور نفسانی جذبات سے اپنے تئیں روکے رکھو۔کوشش کرو کہ تا تم پاک دل اور بے شر ہو جاؤ۔وہ گورنمنٹ یعنی گورنمنٹ برطانیہ جس کے زیر سایہ تمہارے مال اور آبروئیں اور جانیں محفوظ ہیں بصدق اس کے وفادار تابعدار رہو اور چاہیئے کہ تمام انسانوں کی ہمدردی تمہارا اصول ہو۔اور اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک منصوبہ اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاؤ۔خدا سے ڈرو اور پاک دلی سے اس کی پرستش کرو۔اور ظلم اور تعدّی اور غبن اور ﴿۸﴾ رشوت اور حق تلفی اور بے جا طرفداری سے باز رہو۔اور بدصحبت سے پرہیز کرو اور آنکھوں کو بدنگاہوں سے بچاؤ اور کانوں کو غیبت سننے سے محفوظ رکھو اور کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو بدی اور نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو اور ہر ایک کے لئے

سچے ناصح بنو اور چاہیے کہ فساد انگیز لوگوں اور شریر اور بدمعاشوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گذر نہ ہو۔ ہر ایک بدی سے بچو اور ہر ایک نیکی کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرو اور چاہیے کہ تمہارے دل فریب سے پاک اور تمہارے ہاتھ ظلم سے بَری اور تمہاری آنکھیں ناپاکی سے منزہ ہوں اور تم میں بجز راستی اور ہمدردیِ خلائق کے اور کچھ نہ ہو۔ اور تم میں کبھی بدی اور بغاوت کا منصوبہ نہ ہونے پاوے اور چاہیے کہ تم اس خدا کے پہچاننے کے لئے بہت کوشش کرو جس کا پانا عین نجات اور جس کا ملنا عین رستگاری ہے۔ وہ خدا اُسی پر ظاہر ہوتا ہے جو دل کی سچائی اور محبت سے اُس کو ڈھونڈتا ہے۔ وہ اسی پر تجلّی فرماتا ہے جو اُسی کا ہو جاتا ہے۔ وہ دل جو پاک ہیں وہ اس کا تخت گاہ ہیں اور وہ زبانیں جو جھوٹ اور گالی اور یاوہ گوئی سے منزّہ ہیں وہ اُس کی وحی کی جگہ ہیں اور ہر ایک جو اس کی رضا میں فنا ہوتا ہے اس کی اعجازی قدرت کا مظہر ہو جاتا ہے۔ یہ نمونہ اُس تعلیم کا ہے جو انیس برس سے اس جماعت کو دی جاتی ہے۔ اس لئے میں یقین کرتا ہوں کہ یہ جماعت خدا سے ڈرنے والی اور گورنمنٹ برطانیہ کی دل سے تابعدار اور شکر گذار اور بنی نوع کی ہمدرد ہے۔ ان میں وحشیانہ جوش نہیں ان میں درندگی کی خصلتیں نہیں۔ اگر گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام ایک ذرّہ تکلیف اٹھا کر میری انیس[19] برس کی تالیفات کو غور سے دیکھیں تو وہ اس تعلیم کو جو میں نے نمونہ کے طور پر لکھی ہے میری اکثر کتابوں میں پائیں گے۔ کوئی مرید مرید نہیں رہ سکتا جب تک اپنے مرشد میں قول اور فعل کی مطابقت نہ پاوے۔ پھر اگر میرا قول تو یہ ہو جو میں نے اس کا نمونہ لکھا ہے اور میرے فعل اس کے برخلاف ہوں تو کیونکر دانشمند انسانوں کا مجھ پر اعتقاد رہ سکتا ہے حالانکہ میری جماعت میں بہت سا حصہ عقلمندوں اور تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے۔ ان میں بعض اشخاص گورنمنٹ کے معزز عہدوں پر ہیں یعنی تحصیلدار اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور وکلاء اور ڈاکٹر اسسٹنٹ سرجن اور پنجاب کے معزز امیر اور رئیس اور تاجر ہیں جن کے نام وقتاً فوقتاً میں شائع کرتا رہتا ہوں۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ کوئی بد ذاتی نہیں کہ کسی کی تعلیم تو کچھ ہو اور خفیہ کارروائیاں

کچھ اور ہوں۔ پس کیا نیک دل اور دانشمند انسان ایک دم کے لئے بھی ایسے شریر کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ گورنمنٹ کے لئے یہ بات نہایت اطمینان بخش ہے کہ میری جماعت کے لوگ جاہل، وحشی، اوباش، بدمعاش اور بدرویہ لوگ نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے نیک انسان اور نیک چلنی میں شہرت یافتہ ہیں جو کوئی ان میں سے گورنمنٹ کی نظر میں نیک چلنی اور نیک مزاجی اور پاک دلی اور خیر خواہی سرکار میں مسلّم ہیں اور گورنمنٹ کی طرف سے معزز عہدوں پر سرفراز ہیں۔ **سرسیّد احمد خاں** صاحب کے۔سی۔ایس۔آئی نے جو اپنے آخری وقت میں یعنی موت سے تھوڑے دن پہلے میری نسبت ایک شہادت شائع کی ہے۔ اس سے گورنمنٹ عالیہ سمجھ سکتی ہے کہ اس دانا اور مردم شناس شخص نے میرے طریق اور روِیّہ کو بدل پسند کیا ہے چنانچہ حاشیہ میں ان کے کلمات کو درج کرتا ہوں☆۔ ﴿۹﴾

☆ ''مرزا غلام احمد صاحب قادیانی''

مرزا صاحب نے جو اشتہار ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء کو جاری کیا ہے اُس اشتہار میں مرزا صاحب نے ایک نہایت عمدہ فقرہ گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور وفاداری کی نسبت لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک ہر ایک مسلمان کو جو گورنمنٹ انگریزی کی رعیت ہے ایسا ہی ہونا چاہیے جیسا مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ اس لئے ہم اُس فقرہ کو اپنے اخبار میں چھاپتے ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی کی نسبت جو میرے پر حملہ کیا گیا ہے۔ یہ حملہ بھی محض شرارت ہے۔ سلطان روم کے حقوق بجائے خود ہیں مگر اس گورنمنٹ کے حقوق بھی ہمارے سر پر ثابت شدہ ہیں اور ناشکر گذاری ایک بے ایمانی کی قسم ہے۔

اے نادانو! گورنمنٹ انگریزی کی تعریف تمہاری طرح میری قلم سے منافقانہ نہیں نکلتی بلکہ میں اپنے اعتقاد اور یقین سے جانتا ہوں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کے فضل سے اس گورنمنٹ کی پناہ ہمارے لئے بالواسطہ خدا تعالیٰ کی پناہ ہے اس سے زیادہ اس گورنمنٹ کی پُر امن سلطنت ہونے کا اور کیا میرے نزدیک ثبوت ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے

اب خلاصہ کلام یہ کہ میری تعلیم یہی ہے جو اس جگہ میں نے نمونہ کے طور پر لکھی ہے۔
اور میری جماعت وہ گروہ معزز اور غریب طبع اور نیک چلن انسانوں کا ہے کہ میں ہرگز گمان نہیں ﴿۱۰﴾
کرسکتا کہ گورنمنٹ ان کی نسبت یہ رائے ظاہر کرے کہ یہ لوگ اپنے چال چلن اور رویّہ کے لحاظ سے خطرناک یا مشتبہ ہیں۔ یہ میرے سلسلہ کی خوش قسمتی ہے کہ وحشی اور نادانوں اور بدچلنوں نے میری طرف رجوع نہیں کیا بلکہ شریف اور معزز اور تعلیم یافتہ اور دیسی افسر اور اچھے اچھے عہدوں کے سرکاری ملازموں سے میری جماعت پُر ہے۔ اور تنگ خیالات کے متعصب اور جاہل مسلمان جو وحشی اور نفسانی جذبات کے نیچے دبے ہوئے اور تاریک خیال ہیں وہ اس جماعت سے کچھ تعلق نہیں رکھتے بلکہ بخل اور عناد کی نظر سے دیکھتے ہیں اور دل آزاری کے منصوبوں میں مشغول ہیں اور کافر کافر کہتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ

یہ پاک سلسلہ اس گورنمنٹ کے ماتحت برپا کیا ہے۔ وہ لوگ میرے نزدیک سخت نمک حرام ہیں جو حکام انگریزی کے روبروئے ان کی خوشامدیں کرتے ہیں اُن کے آگے گرتے ہیں اور پھر گھر میں
آکر کہتے ہیں کہ جو شخص اس گورنمنٹ کا شکر کرتا ہے وہ کافر ہے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ہماری ﴿۱۰﴾
یہ کارروائی جو اس گورنمنٹ کی نسبت کی جاتی ہے منافقانہ نہیں ہے ولعنة اللّٰه علی المنافقین بلکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے جو ہمارے دل میں ہے۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مع تہذیب الاخلاق ۲۴؍جولائی ۱۸۹۷ء

یہ مضمون خیر خواہی گورنمنٹ انگریزی میں نے اُس وقت شائع کیا تھا جن دنوں میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور دوسرے لوگوں نے سلطان روم کی تعریف میں مضمون لکھے تھے اور بوجہ خیر خواہی اس گورنمنٹ کے مجھ کو کافر ٹھہرایا تھا۔ سیّد احمد خان صاحب خوب جانتے تھے کہ کس قدر میں انگریزی گورنمنٹ کا خیر خواہ اور امن پسند انسان ہوں اسی لئے میں نے ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں سید صاحب کو اپنی صفائی کا گواہ لکھوایا تھا۔ منہ۔

تیسری شاخ میرے امور کی جس کو گورنمنٹ کی خدمت تک پہنچانا از حد ضروری ہے میرے وہ الہامی دعوے ہیں جو مذہب کے متعلق میں نے ظاہر کئے ہیں۔ جن کو بعض شریر اہل غرض خطرناک صورت پر اپنے رسالوں اور اخباروں میں لکھتے ہیں اور خلافِ واقعہ باتیں کرتے ہیں اور افترا سے کام لیتے ہیں میں یقین رکھتا ہوں کہ مجھے اپنی دانا گورنمنٹ کے سامنے اس بات کو مدلل لکھنے کی زیادہ ضرورت نہیں کہ وہ خدا جو اس دنیا کا بنانے والا اور آئندہ زندگی کی جاودانی امیدیں اور بشارتیں دینے والا ہے اس کا قدیم سے یہ قانونِ قدرت ہے کہ غافل لوگوں کی معرفت زیادہ کرنے کے لئے بعض اپنے بندوں کو اپنی طرف سے الہام بخشتا ہے اور ان سے کلام کرتا ہے اور اپنے آسمانی نشان اُن پر ظاہر کرتا ہے اور اس طرح وہ خدا کو روحانی آنکھوں سے دیکھ کر اور یقین اور محبت سے معمور ہو کر اس لائق ہو جاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو بھی اس زندگی کے چشمہ کی طرف کھینچیں جس سے وہ پیتے ہیں تا غافل لوگ خدا سے پیار کر کے ابدی نجات کے مالک ہوں اور ہر ایک وقت میں جب دنیا میں خدا کی محبت ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور غفلت کی وجہ سے حقیقی پاک باطنی میں فتور آتا ہے تو خدا کسی کو اپنے بندوں میں سے الہام دے کر دلوں کو صاف کرنے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے۔ سو اِس زمانہ میں اس کام کے لئے جس شخص کو اُس نے اپنے ہاتھ سے صاف کر کے کھڑا کیا ہے وہ یہی عاجز ہے اور یہ عاجز خدا کے اُس پاک اور مقدس بندہ کی طرز پر دلوں میں حقیقی پاکیزگی کی تخم ریزی کے لئے کھڑا کیا گیا ہے جو آج سے قریباً انیس سو ۱۹۰۰ برس پہلے رومی سلطنت کے زمانہ میں گلیل کی بستیوں میں حقیقی نجات پیش کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا اور پھر پیلاطوس کی حکومت میں یہودیوں کی بہت سی ایذا کے بعد اُس کو خدا کی قدیم سنت کے موافق ان ملکوں سے ہجرت کرنی پڑی اور وہ ہندوستان میں تشریف لائے تا اُن یہودیوں کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچاویں جو بابل کے تفرقہ کے وقت ان ملکوں میں آئے تھے اور آخر ایک سو بیس برس کی عمر میں اس ناپائدار دنیا کو چھوڑ کر اپنے ﴿۱۱﴾

محبوب حقیقی کو جا ملے اور کشمیر کے خطہ کو اپنے پاک مزار سے ہمیشہ کے لئے فخر بخشا۔ کیا ہی **خوش قسمت ہے سری نگر** اور انموزہ اور خان یار کا محلّہ جس کی خاک پاک میں اس ابدی شہزادہ خدا کے مقدس نبی نے اپنا مطہر جسم ودیعت کیا اور بہت سے کشمیر کے رہنے والوں کو حیاتِ جاودانی اور حقیقی نجات سے حصہ دیا ہمیشہ خدا کا جلال اس کے ساتھ ہو آمین۔ سو جیسا کہ وہ نبی شہزادہ دنیا میں غربت اور مسکینی سے آیا اور غربت اور مسکینی اور حلم کا دنیا کو نمونہ دکھلایا اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ اس کے نمونہ پر مجھے بھی جو امیری اور حکومت کے خاندان سے ہوں اور ظاہری طور پر بھی اس شہزادہ نبی اللہ کے حالات سے مشابہت رکھتا ہوں ان لوگوں میں کھڑا کرے جو ملکوتی اخلاق سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ سو اس نمونہ پر میرے لئے خدا نے یہی چاہا ہے کہ میں غربت اور مسکینی سے دنیا میں رہوں۔ خدا کے کلام میں قدیم سے وعدہ تھا کہ ایسا انسان دنیا میں پیدا ہو۔ اسی لحاظ سے خدا نے میرا نام مسیح موعود رکھا۔ یعنی ایک شخص جو عیسیٰ مسیح کے اخلاق کے ساتھ ہمرنگ ہے۔ خدا نے مسیح علیہ السلام کو رومی سلطنت کے ماتحت جگہ دی تھی اور اس سلطنت نے اُن کے حق میں عمداً کوئی ظلم نہیں کیا ﴿۱۲﴾
مگر یہودیوں نے جو اُن کی قوم تھے بہت ظلم کیا اور بڑی توہین کی اور کوشش کی کہ سلطنت کی نظر میں اس کو باغی ٹھہراویں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ہماری یہ سلطنت جو سلطنت برطانیہ ہے خدا اس کو سلامت رکھے رومیوں کی نسبت قوانینِ معدلت بہت صاف اور اس کے حکام پیلاطوس سے زیادہ تر زیرکی اور فہم اور عدالت کی روشنی اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اور اس سلطنت کی عدالت کی چمک رومی سلطنت کی نسبت اعلیٰ درجہ پر ہے۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل کا شکر ہے کہ اس نے ایسی سلطنت کے ظلِّ حمایت کے نیچے مجھے رکھا ہے جس کی تحقیق کا پلہ شبہات کے پلہ سے بڑھ کر ہے۔

غرض مسیح موعود کا نام جو آسمان سے میرے لئے مقرر کیا گیا ہے اس کے معنے

اس سے بڑھ کراور کچھ نہیں کہ مجھے تمام اخلاقی حالتوں میں خدائے قیوم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا نمونہ ٹھہرایا ہے تا امن اور نرمی کے ساتھ لوگوں کو روحانی زندگی بخشوں۔ میں نے اس نام کے معنے یعنی مسیح موعود کے صرف آج ہی اس طور سے نہیں کئے بلکہ آج سے انیس۱۹ برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں بھی یہی معنے کئے ہیں۔

ممکن ہے کہ کئی لوگ میری ان باتوں پر ہنسیں یا مجھے پاگل اور دیوانہ قرار دیں کیونکہ یہ باتیں دنیا کی سمجھ سے بڑھ کر ہیں اور دنیا ان کو شناخت نہیں کرسکتی خاص کر قدیم فرقوں کے مسلمان جن کے ایسی پیشگوئیوں کی نسبت خطرناک اصول ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک ایسے مہدی کی انتظار ہے جو فاطمہ مادر حسین کی اولاد میں سے ہوگا اور نیز ایسے مسیح کی بھی انتظار ہے جو اس مہدی سے مل کر مخالفانِ اسلام سے لڑائیاں کرے گا۔ مگر میں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ سب خیالات لغو اور باطل اور جھوٹ ہیں اور ایسے خیالات کے ماننے والے سخت غلطی پر ہیں۔ ایسے مہدی کا وجود ایک فرضی وجود ہے جو نادانی اور دھوکا سے مسلمانوں کے دلوں میں جما ہوا ہے اور سچ یہ ہے کہ بنی فاطمہ سے کوئی مہدی آنے والا نہیں اور ایسی تمام حدیثیں موضوع اور بے اصل اور بناوٹی ہیں جو غالباً عباسیوں کی سلطنت کے وقت میں بنائی گئی ہیں اور صحیح اور راست صرف اس قدر ہے کہ ایک شخص عیسٰی علیہ السلام کے نام پر آنے والا بیان کیا گیا ہے کہ جو نہ لڑے گا اور نہ خون کرے گا اور غربت اور مسکینی اور حلم اور براہین شافیہ سے دلوں کو حق کی طرف پھیرے گا۔ سو خدا نے کھلے کھلے کلام اور نشانوں کے ساتھ مجھے خبر دی ہے کہ وہ شخص تو ہی ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے آسمانی نشان ﴿۱۳﴾ نازل کئے ہیں اور غیب کے بھید اور آنے والی باتیں میرے پر ظاہر فرمائی ہیں اور وہ معارف مجھ کو عطا کئے ہیں کہ دنیا ان کو نہیں جانتی۔ اور یہ میرا عقیدہ کہ کوئی خونی مہدی دنیا میں آنے والا نہیں تمام مسلمانوں سے الگ عقیدہ ہے اور میں نے اس عقیدہ کو اپنی تمام جماعت اور لاکھوں انسانوں میں شائع کیا ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی امیدوں کے

برخلاف ہے۔ بلا شبہ ان کے عقیدے ایسے تھے کہ جو وحشیانہ جوشوں کو پیدا کرتے اور تہذیب اور شائستگی سے دور ڈالتے تھے اور غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ ایسے عقیدوں کا انسان ایک خطرناک انسان ہوتا ہے سو خدا نے جو رحیم کریم ہے میرے ظہور سے صلح کاری کی بنیاد ڈالی اور میری جماعت کے دلوں کو ان بیہودہ عقیدوں سے ایسا دھو دیا ہے جیسے ایک کپڑا صابون سے دھویا جائے۔ پس یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ مجھ سے عداوت رکھتے ہیں اور جس طرح یہود کی امیدوں کے موافق حضرت مسیح علیہ السلام بادشاہ ہو کر نہ آئے اور نہ غیر قوموں سے لڑے آخر یہود نے ان پر ظلم کرنا شروع کیا اور کہا کہ یہ وہ نہیں ہے جس کا ہمیں انتظار تھا۔ یہی سبب اس جگہ پیدا ہو گیا۔ ہاں اس کے ساتھ دوسرے اختلاف بھی ہیں چنانچہ ان لوگوں کا ایک یہ بھی مذہب ہے کہ حتی المقدور غیر قوموں سے کینہ رکھا جائے اور اگر موقعہ ملے تو ان کا نقصان بھی کیا جائے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ہرگز کوئی آدمی مسلمان نہیں بنتا جب تک کہ دوسروں کی ایسی ہمدردی نہیں کرتا جیسا کہ اپنے نفس کے لئے اور میری یہی نصیحت ہے کہ دلوں کو صاف کرو اور تمام بنی نوع کی ہمدردی اختیار کرو اور کسی کی بدی مت چاہو کہ اعلیٰ تہذیب یہی ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ دوسری قوموں سے انتقام لینے کیلئے سخت حریص ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ عفو اور درگذر کرو اور کینہ ور اور منافق طبع مت بنو۔ زمین پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ اور میں نے نہ صرف کہا بلکہ عملی طور پر دکھلایا اور میں نے ہرگز پسند نہیں کیا کہ جو شخص شر کا ارادہ کرتا ہے اس کے لئے میں بھی شر کا ارادہ کروں۔ مثلاً ڈاکٹر کلارک نے اقدامِ قتل کا الزام میرے پر لگایا تھا جو عدالت میں ثابت نہ ہوا بلکہ اس کے برخلاف قرائن پیدا ہوئے۔ تب کپتان ڈگلس صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ ڈاکٹر کلارک پر نالش کرنا چاہتے ہیں؟ تو میں نے انشراح صدر سے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے ان عیسائیوں پر نالش کرنے سے بھی اعراض کیا جو عدالت کی تحقیق کے رو سے ملزم ٹھہرے تھے ﴿۱۴﴾ اگر عفو اور درگذر میرا مذہب نہ ہوتا تو اس قدر دکھ اٹھانے کے بعد میں ضرور نالش کرتا۔

پھر جب انجمن حمایت اسلام لاہور کے ذریعہ سے اس نواح کے مسلمانوں نے رسالہ امہات المومنین کے مصنف پر مؤاخذہ کرانا چاہا اور اس مطلب کیلئے بحضور صاحب لیفٹیننٹ گورنر بہادر کئی میموریل بھیجے اور بہت جوش ظاہر کیا تو اس وقت بھی میں نے ان کے برخلاف میموریل بھیجا۔ اور صاف لکھا کہ ہم مؤلّف امہات المومنین سے ہرگز انتقام نہیں چاہتے۔ ہاں معقول طور پر ردّ لکھنا ہمارا فرض ہے۔ سو ان امور میں ہمیشہ سے ان لوگوں اور ان کے مولویوں سے میرا اختلاف رہا ہے جس سے ان کو بڑا رنج ہے۔ مگر میں ان سے کچھ دشمنی نہیں رکھتا☆ اور بہرحال ان کو قابل رحم جانتا ہوں اور اس شخص سے زیادہ قابل رحم کون شخص ہوسکتا ہے جو سچائی اور راستی کی راہ کو چھوڑتا ہے۔ ایک اختلاف عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کی نسبت ہے جس سے یہ لوگ ہمیشہ افروختہ رہے۔ میں نے ایک وسیع تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور مجھے بڑے پختہ ثبوت اس بات کے ملے ہیں کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے صلیب سے نجات دے کر ہندوستان کی طرف ان یہودیوں کی دعوت کے لئے روانہ کیا جو بخت نصر کے ہاتھ سے متفرق ہو کر فارس اور تبت اور کشمیر میں آ کر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان ملکوں میں ایک مدت تک رہ کر اور پیغام الٰہی پہنچا کر آخر سری نگر میں وفات پائی اور آپ کا مزار مقدس سری نگر محلہ خان یار میں موجود ہے جو شہزادہ **نبی یوز آسف** کی مزار کہلاتی ہے۔۞

☆ ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں جب مولوی محمد حسین ڈاکٹر کلارک کی طرف سے گواہ ہو کر آیا تو میرے وکیل مولوی فضل دین صاحب نے محمد حسین کی نسبت ایک ایسے سوال کی مجھ سے اجازت چاہی جس سے عدالت میں محمد حسین کی بہت ذلت ہوتی تھی تب میں نے ان کو ایسے سوال سے منع کر دیا اور روک دیا۔ اگر میں دنیا میں کسی سے دشمنی رکھتا تو کیوں ایسا کرتا۔ منہ

۞ کشمیریوں کی بعض معزز قوموں کے نام کے ساتھ جیو کا لفظ ایک ابدی قومی یادگار ہے جو ان کو بنی اسرائیل ثابت کرتی ہے کیونکہ جیو کے معنے یہودی ہی کے ہیں۔ اور یہ لفظ جیو بمعنے یہودی انگریزی میں بھی اسی طرح بنایا گیا ہے۔ اس زبردست ثبوت قومی ناموں کی طرز مشابہت کے علاوہ ڈاکٹر برنیر مشہور فرانسیسی سیاح نے اپنے سفرنامہ میں زبردست دلائل اور نیز بڑے بڑے محققوں کی شہادت سے ثابت کیا ہے کہ اہل کشمیر اصل میں بنی اسرائیل ہی ہیں۔ منہ

یسوع کا نام جیزس کے لفظ کی طرح اختلاط زبان کی وجہ سے یوز آسف ہو گیا۔

چوتھی شاخ یہ ہے کہ ان دعووں کے بعد قوم کے علماء نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ میرے دعویٰ مسیح موعود کو سن کر اور اس بات سے اطلاع پا کر کہ میں ان کے اس مہدی کے آنے سے منکر ہوں جس کی نسبت بہت سے وحشیانہ قصے انہوں نے بنا رکھے ہیں اور زمین پر خون کی ندیاں بہانے والا اس کو مانا گیا ہے ان مولویوں میں سے ایک شخص محمد حسین نامی نے جو ایڈیٹر رسالہ اشاعة السنہ اور ساکن بٹالہ ضلع گورداسپورہ ہے میرے پر ایک کفر کا فتویٰ لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ یہ فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے اور ان کا مال لوٹ لینا جائز اور ان کی عورتوں کو جبراً اپنے قبضہ ﴿۱۵﴾
میں لے کر ان کے ساتھ نکاح کر لینا یہ سب باتیں درست ہیں بلکہ موجب ثواب ہیں☆۔ چنانچہ اشتہار مورخہ ۲۹؍ رمضان ۱۳۰۸ھ مطبوعہ مطبع حقانی لودیانہ اور رسالہ سیف مسلول مطبوعہ مطبع ایجرٹن پریس راولپنڈی کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں یہ دونوں فتوے موجود ہیں مگر جب کہ رعب گورنمنٹ انگریزی سے ان فتووں پر عملدرآمد نہ ہو سکا تو محمد حسین نے ایک اور تدبیر سوچی❀ کہ اس شخص کو نہایت سخت گالیوں اور دلآزار کلمات سے ہمیشہ رنج دینا چاہیے۔ جیسا کہ اس نے اپنے رسالہ اشاعة السنہ مطبوعہ ۱۸۹۸ء میں کئی جگہ اس بات کا خود اظہار کیا ہے۔ اس قسم کی گالیوں اور بدزبانیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے ایک چالاک شخص کو جس کا نام محمد بخش جعفر زٹلی ہے اور لاہور میں رہتا ہے مقرر کیا اور ہر ایک قسم کے گندے اشتہار خود لکھ کر اس کے نام پر چھپوائے۔

☆ **نوٹ۔** محمد حسین بٹالوی کا اصل مذہب یہی ہے کہ مہدی لڑائیاں کرنے والا آنے والا ہے مگر وہ گورنمنٹ کو محض جھوٹ کے طور پر یہ کہتا ہے کہ ایسے مہدی کا میں قائل نہیں ہوں حالانکہ وہ بارہا ظاہر کر چکا ہے کہ قائل ہے اگر گورنمنٹ دوسرے مولویوں کو جمع کر کے پوچھے کہ یہ شخص ان کے پاس مہدی کی نسبت کیا عقائد بیان کرتا ہے تو جلد ثابت ہو جائے گا کہ یہ شخص گورنمنٹ کو کیا کہتا ہے اور اپنے بھائیوں یعنی دوسرے علماء کو مہدی کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ منہ

❀ دیگر اشاعة السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ صفحہ ۱۴۶ و ۱۵۴ و ۱۵۵۔ منہ

اور درپردہ وہ سب کارروائی خود محمد حسین نے کی اور اس اپنی کارروائی سے وہ لوگوں کو اطلاع بھی دیتا رہا ہے اور اپنے رسالوں میں بھی شیخی کے طور پر یہ کام اپنی طرف منسوب کرتا رہا ہے اور یہ تمام اشتہارات جو نہایت چالاکی اور بدزبانی سے ایک سال سے یا کچھ زیادہ عرصہ سے محمد حسین شائع کر رہا ہے یہ نہایت اوباشانہ طریق سے گندے سے گندے پیرایہ میں لکھے جاتے ہیں اور ان اشتہاروں میں کوئی پہلو میری بے عزتی اور بے آبروئی کا اٹھا نہیں رکھا اور میرے تمام ننگ و ناموس کو خاک میں ملانا چاہا ہے اور ایسی گندی اور ناپاک تہمتوں پر مشتمل ہیں کہ میں گمان نہیں کرسکتا کہ اس سختی اور بے شرمی کا برتاؤ کبھی ذلیل سے ذلیل قوم کے آدمی نے کسی اپنے مخالف کے ساتھ کیا ہو۔ ان اشتہارات میں سے جو ۱۲؍ اگست ۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو ۲۵؍ ستمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع فخر الدین پریس لاہور میں طبع ہوا ہے اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ ۱۱؍ جون ۱۸۹۷ء کا جو اسی مطبع میں طبع ہوا ہے ان چاروں کا نمونہ کے طور پر کسی قدر مضمون اس جگہ درج کرتا ہوں تا حکام کو معلوم ہو کہ کہاں تک میری ذلت کا ارادہ کیا گیا ہے اور نہ ایک ماہ نہ دو ماہ بلکہ ایک سال سے ایسے گندے اشتہار جاری کر رہے ہیں جن کے متواتر زخموں کے بعد☆ مجھے اشتہار ۲۱؍ نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا۔ جس میں جھوٹے کی ذلت خدا تعالیٰ سے طلب کی ہے اور محمد حسین کے یہ چاروں اشتہار جو جعفر زٹلی کے نام پر نکالے گئے مجھے بے عزت کرنے کے لئے ان میں نہایت سخت اور گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یعنی میری نسبت یہ لکھا ہے کہ ’’اس شخص کی جورو کی اس کے بعض مریدوں سے آشنائی ہے‘‘ اور پھر ٹھٹھے سے اپنے تئیں ملہم قرار دے کر میری نسبت لکھا ہے کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ ’’اس شخص کی جورو محمد بخش جعفر زٹلی سے ﴿۱۶﴾

☆ یہ اشتہار مباہلہ ۲۱؍ نومبر ۱۸۹۸ء اس وقت تک شائع نہیں کیا جب تک کہ کئی اشتہار بدرخواست مباہلہ ان لوگوں کی طرف سے متواتر میرے پاس نہیں پہنچے۔ چنانچہ علاوہ ان اشتہارات کے ایک چٹھی جعفر زٹلی مورخہ ۱۹؍ نومبر ۱۸۹۸ء اور پانچ اشتہارات متواتر یکے بعد دیگرے مباہلہ کی درخواست کے متعلق محمد حسین نے آپ شائع کرائے ہیں۔ منہ

نکاح کرے گی۔‘‘اور پھر میری نسبت ٹھٹھے سے لکھتا ہے کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ ’’قادیانی ایک سخت مقدمہ میں ماخوذ ہوکر پا بجولاں قید فرنگ میں ڈالا جاوے گا اور جلا وطن ہوگا اور حالتِ قید میں بالکل دیوانہ اور مخبط الحواس ہوجائے گا۔ اور اس کے نیچے سے ایک ناسور کا پھوڑا پیدا ہوگا۔ اور اس کو کوڑھ ہوجائے گا۔ اور اس کے جسم میں بے شمار کیڑے پیدا ہوں گے اور اس کی صورت مطلقاً مسخ ہوجائے گی اور اس کی پیاری بیوی بعض مریدوں سے آشنائی کرے گی اور پھر وہ آوارہ ہوکر قادیانی سے طلاق حاصل کرے گی۔ اور پھر محمد بخش جعفر زٹلی سے اس کا نکاح ہوگا اور مولوی ابوسعید محمد حسین نکاح خوان ہوں گے☆ اور آخر کار قادیانی آنکھوں سے اندھا، کانوں سے بہرا، زبان سے گونگا، خودکشی کرکے فی النار و السقر ہوجائے گا یعنی جہنم میں پڑے گا‘‘ اور پھر ٹھٹھے کے طور پر اخیر میں لکھتا ہے کہ ’’یہ سب الہام پورے ہوچکے صرف نکاح باقی ہے‘‘ اور پھر میری نسبت تیسرے اشتہار میں ٹھٹھے سے لکھتا ہے کہ ’’سنا ہے کہ اس شخص کو طاعون ہوگئی اور کتوں نے اس کا گوشت کھایا‘‘۔ اور پھر جولائی ۱۸۹۷ء کے پرچہ میں میری تصویر ریچھ کی بنائی ہے۔

علاوہ اس کے محمد حسین نے اپنے اشاعۃ السنہ ۱۸۹۸ء میں جا بجا مجھے بدکار اور گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور خونی قرار دیا ہے۔ پس جب کہ یہ ظلم محمد حسین اور اس کے گروہ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کا حد سے زیادہ گذر گیا اور مجھے اس حد تک ذلیل کیا گیا کہ کوئی ایسا لفظ ذلت کا نہ چھوڑا جو میری نسبت استعمال نہ کیا اور پھر مباہلہ کے لئے متواتر درخواست بھیجی۔ تو بالآخر میں نے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا جس کا مطلب صرف یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ہم دونوں گروہ میں سے اس کو ذلیل کرے جو جھوٹا ہے اور پھر اس اشتہار کی شرح ۳۰ر نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں اور بھی تصریح سے کردی اور محمد حسین نے میرے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد بھی جا بجا مجھے بدنام کرنا چاہا اور میرے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کے جھوٹے طور پر یہ معنے کئے کہ اس میں میرے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے حالانکہ اسی اشتہار میں

☆ مولوی محمد حسین نے اپنے اشاعۃ السنہ ۱۸۹۸ء میں بڑے تمسخر کے طور پر لکھا ہے کہ ’’ان کی بیوی کا محمد بخش سے میں نکاح پڑھوں گا۔‘‘ منہ

میں نے تین جگہ کھول کر بیان کر دیا تھا کہ یہ اشتہار صرف جھوٹے کی ذلت کے لئے ہے ہم
دونوں فریق میں سے کوئی ہو۔ اور پھر میں نے یہ سن کر کہ محمد حسین میرے اشتہار ۲۱ ؍نومبر کے ﴿۱۷﴾
خلاف واقعہ معنے بیان کرتا ہے ۳۰ ؍نومبر ۱۸۹۸ء کا اشتہار اس غرض سے شائع کیا کہ تا
محمد حسین الٹے معنے کر کے لوگوں کو دھوکا نہ دیوے مگر میں نے سنا ہے کہ بعد اس کے پھر بھی وہ
دھوکہ دیتا رہا۔ ایک بچہ بھی جو ادنیٰ استعداد رکھتا ہو میرے ان دونوں اشتہارات کو دیکھ کر
جو ۲۱ ؍نومبر ۹۸ء اور ۳۰ ؍نومبر ۹۸ء میں جاری ہوئے تھے بدیہی طور پر سمجھ سکتا ہے کہ ان
اشتہارات میں کسی کے قتل کرنے کی پیشگوئی نہیں ہے بلکہ محض جھوٹے کی **ذلت** کے لئے بددعا
اور الہام ہے☆۔ اور یہی غرض تھی جس کی وجہ سے میں نے محمد حسین کا اشتہار جو محمد بخش
اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے جاری کیا گیا تھا۔ اشتہار ۲۱ ؍نومبر ۹۸ء کے ساتھ چھاپ بھی
دیا تھا اس سے میری یہ غرض تھی کہ تا معلوم ہو کہ محمد حسین نے محض بدزبانی سے مجھے ذلیل کرنا
چاہا ہے اور میں خدا سے یہ فیصلہ چاہتا ہوں کہ جو شخص ہم میں سے جھوٹا ہے وہ اسی طرح
ذلیل ہو۔ میں نے اس رسالے کے اخیر پر اپنے دو اشتہار یعنی ۲۱ ؍نومبر ۹۸ء اور ۳۰ ؍نومبر
۹۸ء کا ترجمہ انگریزی میں شامل کر دیا ہے۔ یہ بات کہ میں نے کیوں یہ اشتہار ۲۱ ؍نومبر ۹۸ء
لکھا اور کس صحیح ضرورت کی وجہ سے میں اس کے لکھنے کا مجاز تھا اس کا جواب میں ابھی دے چکا
ہوں کہ میں ایک سال سے زیادہ عرصہ تک گندہ اشتہاروں کا نشانہ رہا یعنی محمد حسین اور اس
کے گروہ کی طرف سے میری نسبت برابر ایک برس تک گالیوں کے اشتہار جاری ہوتے رہے
اور ان اشتہارات میں میری سخت اہانت اور بے عزتی کی گئی اور مجھے ذلیل کرنے میں

☆ الہام جزاء سیئة بمثلھا کہ جو اشتہار ۲۱ ؍نومبر ۹۸ء میں درج ہے یہ ظاہر کرتا ہے کہ جھوٹے
کی ذلت تو ہوگی مگر اسی قسم کی جو اس نے اپنے فعل سے فریق ثانی کو پہنچائی ہو۔ پس اس جگہ ذلت کی قسم
مثل کے لحاظ سے قرار دی گئی ہے۔ منہ

انتہا تک کوشش کی گئی یہاں تک کہ میری مستورات پر محض مفسدانہ شرارت سے بدکاری اور زنا کا الزام لگایا گیا۔اس درجہ کی دل آزاری اور بے حرمتی کے وقت جو انسانی غیرت کو حرکت میں لاتی ہے میرا حق تھا کہ میں عدالت میں نالش کرتا لیکن میں نے اپنے فقیرانہ اور صابرانہ طریق کے لحاظ سے کوئی نالش نہ کی اور ایک سال کے قریب تک ایسے اشتہارات جن کا ایک ایک لفظ میری بے عزتی کے لئے لکھا گیا تھا محمد حسین اور اس کے گروہ نے بذریعہ ڈاک قادیان میں میرے پاس پہنچائے حالانکہ میں ایسے گندے اخباروں اور اشتہاروں کا خریدار نہ تھا۔ پس جب کہ بار بار مجھے اس قسم کی گالیوں اور بہتانوں سے آزار پہنچایا گیا تو آخر میں نے مدت دراز کے صبر کے بعد نہایت نیک نیتی سے اشتہار ۲۱؍نومبر ۹۸ء جو محض اس مضمون پر مشتمل تھا کہ جھوٹے کو خدا ذلیل کرے مگر اسی قسم کی ذلت سے جو اس نے پہنچائی جاری کیا۔

پانچویں شاخ قابلِ بیان یہ ہے کہ میرے ان دعووں سے پہلے میری نسبت ان لوگوں کا کیا ظن تھا ﴿۱۸﴾ اور ان دعووں کے بعد کیوں اس قدر عداوت اختیار کی؟ سو اس جگہ اس قدر لکھنا کافی ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعة السنه** جو مخالفوں کا سرگروہ ہے میرے ان دعاوی سے پہلے میری نسبت نہایت درجہ کا مدح خواں تھا۔ مجھ کو ایک نیک انسان اور ولی اور مسلمانوں کا فخر اور گورنمنٹ انگریزی کا نہایت درجہ کا خیر خواہ سمجھتا تھا چنانچہ وہ اپنے پرچہ **اشاعة السنه** جون۔ جولائی۔ اگست ۱۸۸۴ء میں صفحہ ۱۶۹ میں میری نسبت لکھتا ہے کہ ’’یہ شخص اسلام کی مالی و جانی و قلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔‘‘ پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۱۷۶ میں لکھتا ہے کہ ’’مؤلف براہین احمدیہ (یعنی اس راقم) کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے ہمارے ہم مکتب بھی ہیں۔ ان کے والد بزرگوار مرزا غلام مرتضٰی نے غدر ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کا خیر خواہ، جاں نثار و وفادار ہونا عملاً بھی ثابت کر دکھایا اور پچاس گھوڑے گورنمنٹ کی مدد میں دیئے۔‘‘ اور پھر

صفحہ ۱۷۷ اور ۱۷۸ میں لکھتا ہے کہ ’’مرزا غلام احمد صاحب درویشانہ طور پر گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں ہمیشہ مصروف رہے اور بارہا انہوں نے لکھا ہے کہ یہ گورنمنٹ مسلمانوں کے لئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ اور خداوند رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک بارانِ رحمت بھیجا ہے۔ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا قطعی حرام ہے‘‘ ایسا ہی محمد حسین نے اشاعة السنه کے کئی اور پرچوں میں میری نسبت صاف طور پر گواہی دی ہے کہ ’’یہ شخص غریب طبع اور بے شر اور گورنمنٹ انگلشیہ کا خیر خواہ ہے‘‘ اور اس گواہی پر سالہا سال تک اور اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ میں نے ان لوگوں کے ان اعتقادات سے انکار کیا کہ جو ان لوگوں کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں کہ دنیا میں ایک مہدی آئے گا اور نصاریٰ سے لڑے گا اور اس کی مدد کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور زمین پر کسی کافر کو نہیں چھوڑیں گے اور کافروں کی دولت مولویوں اور دوسرے مسلمانوں کو ملے گی اور اتنی دولت ملے گی کہ وہ اس کے رکھنے سے عاجز آجائیں گے۔ ان بے بنیاد اور بیہودہ قصوں کو میں نے قبول نہیں کیا اور بار بار لکھا کہ یہ خیالات حدیث اور قرآن سے ثابت نہیں اور سراسر لغو اور باطل ہیں اور نہ صرف انکار کیا ﴿۱۹﴾ بلکہ یہ بھی ظاہر کیا کہ میں خدا تعالیٰ کے ارادہ کے موافق اور اس کے الہام سے مسیح موعود کے نام پر آیا ہوں اور میں لوگوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ عام مسلمانوں کے یہ اعتقاد کہ بنی فاطمہ سے ایک مہدی اٹھے گا اور مسیح آسمان سے اس کی مدد کے لئے آئے گا۔ پھر وہ زمین پر کافروں کے ساتھ لڑیں گے اور نصاریٰ کے ساتھ ان کی لڑائیاں ہوں گی اور مولویوں اور ان کے ہم خیال لوگوں کو انعام دینے کے لئے بہت سا مال اکٹھا کیا جائے گا۔ یہ سب جھوٹے اور بے اصل خیالات ہیں بلکہ ایسی لڑائیاں کرنے والا کوئی نہیں آئے گا۔ صرف روحانی طور پر غافل لوگوں کی اصلاح منظور تھی۔ سو اس اصلاح کے لئے میں آیا ہوں سو یہ وعظ میرا ان لوگوں کو نہایت برا معلوم ہوا کیونکہ **کروڑہا خیالی روپئوں کا نقصان ہو گیا**۔ اور

لوٹ کے مالوں سے قطعی نومیدی ہوگئی اور مسیح موعود اور مہدی کی جگہ پر ایک غریب انسان آیا جو لڑائیوں سے منع کرتا اور **بغاوت** کے پلید منصوبوں سے روکتا اور غریبانہ زندگی کی تعلیم دیتا ہے۔ پھر ایسا انسان ان لوگوں کو کیونکر اچھا معلوم ہوتا۔ ناچار اس کے قتل اور صلیب دینے کے لئے فتوے لکھے گئے۔ اس کی بیویوں اور اس کی جماعت کی عورتوں پر جبراً قبضہ☆ کرنا اور ان سے نکاح کرنا دینداری کا اصول ٹھہرایا گیا۔ گالیاں دینا اور جھوٹی تہمتیں لگانا اور اس کی بیوی کا ذکر کر کے پلید تہمتوں سے اس کو متّہم کرنا ثواب کا کام سمجھا گیا اور پھر دوبارہ غیظ و غضب ان لوگوں کا اس بات سے بھی چمکا کہ محمد حسین نے اپنے ایک رسالہ میں سلطان روم کی بہت تعریف کی تھی۔ اس کے مقابلہ پر میں نے ایک سفیر روم کی ملاقات کے بعد یہ اشتہار دیا کہ ہمیں سلطان روم کی نسبت سلطنت انگریزی کے ساتھ زیادہ وفاداری اور اطاعت دکھلانی چاہیئے۔ اس سلطنت کے ہمارے سر پر وہ حقوق ہیں جو سلطان کے نہیں ہو سکتے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اس میری تحریر پر مولویوں نے بہت شور مچایا اور سخت گالیاں دیں اور میرے ساتھ اتفاق رائے صرف **سرسید احمد خان** کے۔سی۔ایس۔آئی نے کیا۔ جیسا کہ میں ان کی کلام کو جس کو انہوں نے اپنے اخبار میں شائع کیا تھا اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ بجز ان وجوہ کے اور کوئی وجہ عداوت ان لوگوں کی میرے ساتھ نہیں ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کے عالی مرتبہ حکام ان لوگوں کے اشتہارات کو غور سے پڑھ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کی درندگی کس حد تک پہنچ گئی ہے۔ اور میری تعلیم جو مدت انیس برس سے اپنی جماعت کو دے رہا ہوں وہ بھی اس محسن گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ میں نے اپنی جماعت کے لئے لازم ﴿۲۰﴾

☆ **نوٹ**:۔ دیکھو کتاب سیف مسلول صفحہ ۳۲ و ۴۰ مطبوعہ ایجرٹین پریس راولپنڈی بلا تاریخ اور اشتہار مولوی محمد وغیرہ مطبوعہ حقانی پریس لدہانہ مورخہ ۲۹؍ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ۔ منہ

کر دیا ہے کہ وہ ان لوگوں کی بدی کا مقابلہ نہ کریں اور غریبانہ طرز پر زندگی بسر کریں اور اپنے نفس پر بھی میں نے یہی لازم کیا ہے کہ ان پلید تہمتوں اور بہتانوں کے مقابل پر خاموش رہوں۔اسی وجہ سے ان لوگوں کی اوباشانہ باتوں کے مقابل پر ہمیشہ میں نے اور میری جماعت نے خاموشی اختیار کی۔ایک منصف غور کرسکتا ہے کہ یہ کس قدر دل دکھانے والا طریق تھا کہ اس محمد حسین مولوی نے محمد بخش جعفر زٹلی اپنے دوست کے ذریعہ سے یہ اشتہار میری نسبت دیا کہ اس شخص کی بیوی اس کی جماعت سے آشنائی یعنی ناجائز تعلق رکھتی ہے مگر میں اس بہتان کے سننے سے خاموش رہا۔پھر ایک دوسرے اشتہار میں لکھا کہ سنا ہے کہ یہ شخص مر گیا اور اس کا گوشت کتوں نے کھایا میں نے پھر بھی صبر کیا۔پھر میری نسبت لکھا کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ اس کی بیوی آوارہ ہو کر محمد بخش جعفر زٹلی سے نکاح کرے گی اور محمد حسین نکاح پڑھے گا۔پھر بھی میں نے صبر کیا۔پھر ایک اور اشتہار میں مجھے ایک ریچھ قرار دے کر ایک تصویر ریچھ کی بنائی اور اس کے گلے میں رسہ ڈالا اور ساتھ اس کے گالیاں لکھیں۔اور پھر ایک اور اشتہار میں یہ الہام ظاہر کیا کہ یہ شخص قید ہو جائے گا اور کوڑھی ہو جائے گا۔اور پھر اسی محمد حسین نے **اشاعة السنہ** میں ایک جگہ لکھا کہ یہ شخص خونی ہے بدکار ہے اور باغی ہے۔ان تمام اشتہارات کے بعد ان لوگوں نے بار بار مباہلہ کی درخواست کی اور ان درخواستوں میں بھی گالیاں دیں۔آخر نرمی اور ملائمت سے میری طرف سے ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کا اشتہار نکلا جس کا صرف یہ مطلب تھا کہ خدا ہم دونوں میں سے جھوٹے کو **ذلیل** کرے۔مگر الہام میں ذلت کے ساتھ مثل کی شرط رکھی گئی ہے۔

غرض جو کچھ مجھ میں اور ان میں آج تک واقع ہوا اس کی یہی کیفیت تھی جو میں نے بیان کی اور محمد حسین اور محمد بخش جعفر زٹلی کے تمام گندے اشتہار میرے پاس موجود ہیں جن کا مضمون بطور خلاصہ اس رسالہ میں لکھ دیا گیا ہے۔اور ان کی تاریخ طبع مع نام مطبع ذیل میں لکھتا ہوں۔

﴿۲۱﴾

تاریخ اشتہار	نام مطبع	کیفیت
۱۱؍جون ۱۸۹۷ء	تاج الہند لاہور تکیہ سادھواں	اس اشتہار کا عنوان ضمیمہ اخبار جعفر زٹلی ہے۔ شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعة السنه کی ایما سے لکھا گیا ہے جیسا کہ شیخ مذکور نے اس بات کو اپنے اشاعة السنه اور نیز گواہوں کے روبروئے قبول کیا ہے۔اس اشتہار میں نہایت گندی پیشگوئیاں لکھی ہیں۔
۲۶؍جون ۱۸۹۷ء	"	یہ بھی شیخ محمد حسین کی ایما سے لکھا گیا ہے۔
۲۳؍جون ۱۸۹۷ء	"	یہ بھی شیخ محمد حسین کی ایما سے لکھا گیا ہے۔
۲۶؍مئی ۱۸۹۷ء	"	......اس اشتہار میں قتل کی بھی دھمکی دی ہے۔
۲۰؍اگست ۱۸۹۷ء	"	یہ بھی محمد حسین کی ایما سے لکھا گیا اور گالیوں سے بھرا ہوا ہے۔
۷؍اپریل ۱۸۹۷ء	"	اس کے صفحہ چار تیسرے کالم میں لکھا ہے کہ مرزا مر گیا اور اس کی لاش عجائب خانہ میں رکھی گئی۔☆
اشاعة السنه محمد حسین بٹالوی ۱۸۹۱عیسوی سے لےکر ۱۸۹۸ء تک		ان تمام رسالوں میں جو ۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۸ء تک ہیں مولوی محمد حسین نے ہر ایک طرح سے میرے پر تہمتیں لگائیں گالیاں دیں اور یہ بھی اقرار کیا کہ محمد بخش زٹلی کے تمام گندے اشتہار میری ایما اور تعلیم سے ہیں اور محمد بخش کی بہت تعریف کی۔

☆ صرف یہی بات نہیں کہ محمد حسین نے اپنے اشاعة السنه میں قبول کیا ہے کہ یہ سب گالیاں اس کی تحریک سے اور اس کی تعلیم سے دی ہوئی ہیں بلکہ اس بات پر چند معزز آدمی گواہ بھی ہیں کہ محمد حسین ان اشتہارات کے بارے میں اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا مسودہ دیتا رہا ہے۔منه

اخیر پر یہ امر قابل غور حکام ہے کہ صدہا معزز اور شریف انسان میری پاک زندگی کے گواہ ہیں اور خود میری جماعت کے معزز عہدہ دار جو گورنمنٹ کی نظر میں خاص اعتبار کے لائق ہیں۔ ایسا ہی جو معزز رئیس اور تاجر ہیں میرے نیک اور شریفانہ چال چلن پر شہادت دے سکتے ہیں اور نہ میں ایسے خاندان سے ہوں کہ جو گورنمنٹ انگریزی کی نظر میں کبھی متہم تھا اور نہ کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی کوئی مجرمانہ حرکت مجھ سے ظہور میں آئی۔ اور میری جماعت میں اکثر معزز عہدہ دار اور رئیس اور شریف تعلیم یافتہ ہیں جو کسی بد چلن کے ساتھ تعلق مریدی نہیں رکھ سکتے اور محمد حسین سے میری کوئی ذاتی عداوت نہیں اور نہ کوئی مالی شراکت۔ صرف مذہبی عقائد کا اختلاف ہے۔ ہاں چونکہ ان لوگوں نے قریباً ایک برس سے گالیاں دینا اور گندے اشتہار نکالنا اپنا طریق بنا لیا ہے۔ اس لئے ان کے بہت سے اشتہارات کے بعد جو قریباً ایک برس تک میرے نام آتے رہے اور ان کی متواتر درخواست مباہلہ کے بعد جو بذریعہ اشتہارات کی گئی میری نیک نیتی اور خدا ترسی اور حلم نے مجھے یہ ہدایت کی کہ ﴿۲۲﴾ بجائے گالیوں کے خدا تعالیٰ سے بطور مباہلہ فیصلہ چاہوں اور یہ طریق مباہلہ میں نے اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیا بلکہ یہ قدیم سے اسلام میں بطور سنت چلا آتا ہے۔ یہ اسلام کا طریق ہے کہ جو فیصلہ خود بخود نہ ہو سکے وہ بذریعہ مباہلہ خدا تعالیٰ پر ڈالا جائے مگر میں نے کسی کی موت یا کسی اور مصیبت کے لئے ہرگز یہ اشتہار نہیں لکھا۔ خلاصہ اشتہار صرف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ دونوں فریق میں سے جو ظالم ہو اس کو مثلی ذلت پہنچائے۔ میری عادت ہرگز نہیں کہ میں کسی کی موت کی نسبت خود بخود پیشگوئی کروں۔ چند آدمی جن کی نسبت اس سے پہلے پیشگوئی کی گئی تھی جیسے ڈپٹی آتھم اور پنڈت لیکھرام۔ ان لوگوں نے خود اصرار کیا تھا اور نہایت اصرار سے اپنی دستی تحریریں دی تھیں اور اس پر زور دیا تھا کہ ان کے حق میں پیشگوئی کی جائے۔ اور لیکھرام نے علاوہ میری پیشگوئی کے میرے حق میں بھی پیشگوئی کی تھی اور اشتہار دیا تھا کہ یہ شخص تین سال تک ہیضہ سے مر جائے گا اور میری پیشگوئی کو اپنی رضامندی سے ہزاروں انسانوں میں اس نے شائع

کر دیا تھا اور بذریعہ اشتہار خود ظاہر کر دیا تھا کہ یہ پیشگوئی میری رضامندی سے ہوئی ہے۔ اور خود ظاہر ہے کہ لیکھرام جیسا مخالف شخص ایسی پیشگوئی کو سن کر بحالت نارضامندی نالش کرنے سے کیونکر رک سکتا تھا۔ یہ واقعہ صدہا آدمیوں کو معلوم ہے کہ وہ اس پیشگوئی کے حاصل کرنے کے لئے قریباً دو ماہ تک قادیان میں رہا تھا۔ پھر پیشگوئی کے بعد پانچ برس برابر زندہ رہا اور کسی کے پاس شکایت نہ کی کہ میرے خلاف مرضی یہ پیشگوئی ہوئی۔ آخر پیشگوئی کی میعاد کے اندر ہی خدا تعالیٰ کی مرضی سے اس جہان سے گذر گیا۔ اس نے موت کے وقت بھی میری نسبت کوئی شک ظاہر نہیں کیا کیونکہ وہ دل سے جانتا تھا کہ میں شریر النفس اور منصوبہ باز نہیں ہوں۔ اور جو شخص روح القدس سے بولتا ہے کیا وہ اس بدمعاش سے مشابہت رکھتا ہے جو شیطانی اور مجرمانہ فریب سے کوئی حرکت بے جا کرتا ہے؟ جو خدا سے بولتا ہے وہ خلقت کے روبروئے کبھی شرمندہ نہیں ہوسکتا۔ یہ ہزار ہا شکر کا محل ہے کہ مہربان اور منصف مزاج اور دانا گورنمنٹ کے سایہ کے نیچے ہم زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر میری قوم کے یہ مولوی مجھ پر دانت پیستے ہیں اور مجھ کو جھوٹا اور بداعمال خیال کرتے ہیں تو میں اس محسن گورنمنٹ کو اپنے اور ان لوگوں کے فیصلہ کے لئے اس طرح پر منصف کرتا ہوں کہ کوئی **آئندہ کی غیب گوئی** جو انسان کی نیکی یا بدی سے کچھ بھی تعلق نہ رکھے اور کسی انسانی فرد پر اس کا اثر نہ ہو اپنے خدا سے حاصل کر کے بتلاؤں اور اپنے صدق یا کذب کا اس کو مدار ٹھہراؤں اور درصورت کاذب ہونے کے ہر ایک سزا اُٹھاؤں مگر ان میں **کون ہے جو اس فیصلہ کو منظور کرے؟**۔ ﴿۲۳﴾

افسوس کہ اس محمد حسین کو خوب معلوم ہے کہ لیکھرام نے نہایت اصرار سے یہ پیشگوئی حاصل کی اور ایک مدت تک قادیاں میں اسی غرض سے میرے پاس رہا تھا۔ اور ڈپٹی عبداللہ آتھم خود سرکاری قوانین سے واقف تھے۔ پس کیونکر ہو سکتا تھا کہ ایسا آدمی جو اکسٹرا اسسٹنٹ بھی رہ چکا تھا میرے خود بخود پیشگوئی کرنے کی حالت میں خاموش رہ سکتا۔ اور ایک دستی تحریر ان کی مسل مقدمہ ڈاکٹر کلارک میں مَیں نے شامل بھی کرائی ہے۔ اور

پھر یہ اشتہار مباہلہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا گیا باوجود اس کے جو کسی کی ذات سے اس کو خصوصیت نہیں بلکہ صرف جھوٹے کی ذلت کے لئے شائع کیا گیا ہے ایسی آہستگی اور احتیاط سے اس کو میں نے شائع کیا ہے کہ جب تک محمد حسین کے گروہ کی طرف سے متواتر اشتہار اور خطوط بطلب مباہلہ میرے پاس نہیں پہنچے اس وقت تک میں نے اس اشتہار کو روک رکھا۔ یہ تمام اشتہار طلب مباہلہ کے میرے پاس موجود ہیں۔ غرض ان تمام واقعات کا صحیح نقشہ جو آج تک مجھ میں اور محمد حسین کے گروہ میں ظہور میں آئے یہی ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔

اور میں اس رسالہ کے اخیر میں اپنے دونوں اشتہار یعنی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کا اشتہار اور ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کا اشتہار ملاحظہ حکّام کے لئے شامل کرتا ہوں۔

بالآخر میں اپنی دانا اور محسن گورنمنٹ کی خدمت میں یہ امر پیش کرنا بہت ضروری سمجھتا ہوں کہ میری قوم کے مولویوں کو محض اس وجہ سے مخالفت ہے کہ میں ان کی امیدوں اور آرزوؤں کے برخلاف اپنی جماعت کو تعلیم کرتا ہوں۔ جس قسم کے مہدی اور مسیح کے وہ منتظر تھے میں ان اعتقادات کا مخالف ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے پر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ یہ تمام باتیں بے اصل اور جھوٹ ہیں کہ کوئی ایسا مہدی یا مسیح دنیا میں آئے گا کہ جو مذہب اور دین کے پھیلانے کے لئے خونریزیاں کرے گا۔ خدا نے ہرگز نہیں چاہا کہ اس طور سے دین کو پھیلاوے۔ اگر ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مخالفوں سے لڑائیاں ہوئی تھیں تو وہ لڑائیاں دین پھیلانے کے لئے ہرگز نہ تھیں صرف بطور مدافعت کے تھیں یعنی محض اس لئے ہوئی تھیں کہ اس وقت کے مخالف جاہلانہ مذہبی تعصب سے مسلمانوں کو روئے زمین سے نابود کرنا چاہتے تھے ان کو قتل کرتے تھے اور بڑی بڑی تکلیفیں دیتے تھے اور نہیں چھوڑتے تھے کہ اسلام کے لئے آزادی سے وعظ کیا جائے۔ سوان مجرمانہ حرکات کے بعد سزا دہی کے طور پر وہ لوگ قتل کئے گئے جنہوں نے ناحق بے گناہ محض مذہبی کینہ سے ﴿۲۴﴾

مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ مگر اب مذہبی کینہ اور تعصب سے مسلمانوں کو کوئی قتل نہیں کرتا اور مذہب کے لئے ان پر کوئی تلوار نہیں چلاتا۔ ہاں دنیا داری کے طور پر دنیا داروں کی باہم لڑائیاں ہوتی ہیں سو ہوا کریں ہمیں ان سے کیا غرض ہے۔ پھر جس حالت میں اسلام کے نابود کرنے کے لئے کوئی تلوار نہیں اٹھاتا تو سخت جہالت اور قرآن کی مخالفت ہے کہ دین کے بہانہ سے تلوار اٹھائی جائے۔ اگر کوئی ایسا شخص خونی مہدی یا مسیح کے نام پر دنیا میں آوے اور لوگوں کو ترغیب دے کہ تم کافروں سے لڑو تو سمجھنا چاہیے کہ وہ کذّاب اور جھوٹا ہے اور قرآن کی تعلیم کے موافق کارروائی نہیں کرتا بلکہ مخالف راہ پر چلتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے اعتقاد والے قرآن کی پیروی نہیں کرتے بلکہ ایک جاہلانہ رسم اور عادت کے بت کی پرستش کرتے ہیں اور یہ پادریوں کی بھی نادانی اور سراسر غلطی ہے کہ ناحق ہمیشہ شور مچاتے رہتے ہیں کہ اسلام میں تلوار سے دین کو بڑھانا قرآن کا حکم ہے اور اس طرح پر نادان جاہلوں کو اور بھی بیہودہ اور باطل خیالات کی طرف رجوع دیتے اور ابھارتے ہیں۔ ان لوگوں کو قرآن کا علم نہیں ہے اور نہ خدا سے الہام پاتے ہیں کہ تا خدا کے کلام کے معنے خدا سے معلوم کریں اور اس طرح پر ناحق ایک خلاف واقعہ بات کی یاددہانی کراتے رہتے ہیں۔ مجھے خدا نے قرآن کا علم دیا ہے۔ اور زبان عرب کے محاورات کے سمجھنے کے لئے وہ فہم عطا کیا ہے کہ میں بلا فخر کہتا ہوں کہ اس ملک میں کسی دوسرے کو یہ فہم عطا نہیں ہوا۔ میں زور سے کہتا ہوں کہ قرآن میں ایسی تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ دین کو تلوار کے ساتھ مدد دی جائے یا اعتراض کرنے والوں پر تلوار اٹھائی جائے۔ قرآن بار بار ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ تم مخالفوں کی ایذا پر صبر کرو۔ پس یقیناً سمجھنا چاہیے کہ ایسا مہدی یا مسیح اسلام میں ہرگز نہیں آئے گا کہ جو دین کے لئے تلوار اٹھائے۔ سچا دین دلائل کے ذریعہ سے دلوں کے اندر جاتا ہے نہ تلوار کے ساتھ بلکہ تلوار تو اور بھی مخالف کو اعتراض کا موقعہ دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہایت فضل کیا ہے کہ ان لوگوں کے ان باطل خیالات

کے دور کرنے کے لئے مسیح موعود کا آسمان سے اترنا خلاف واقعہ ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ خدا
کے فضل سے میری کوششوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اب تمام انسانوں کو بڑے بڑے دلائل ﴿۲۵﴾
اور کھلے کھلے واقعات کی وجہ سے ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز آسمان پر مع جسم
عنصری نہیں گئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اور ان دعاؤں کے قبول ہونے کی وجہ سے
جو تمام رات حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی جان بچانے کے لئے کی تھیں صلیب سے اور
صلیبی لعنت سے بچائے گئے اور ہندوستان میں آئے اور بدھ مذہب کے لوگوں سے بحثیں
کیں آخر کشمیر میں وفات پائی اور محلّہ خان یار میں آپ کا مزار مقدس ہے جو شہزادہ نبی کے
مزار کے نام پر مشہور ہے۔ پھر جب کہ آسمان سے آنے والا ثابت نہ ہو سکا بلکہ اس کے
برخلاف ثابت ہوا تو اس مہدی کا وجود بھی جھوٹ ثابت ہو گیا جس نے ایسے مسیح کے ساتھ مل کر
خونریزیاں کرنا تھا۔ کیونکہ بموجب قاعدہ تحقیق اور منطق کے دو لازمی چیزوں میں سے ایک چیز
کے باطل ہونے سے دوسری چیز کا بھی باطل ہونا لازم آیا۔ لہٰذا ماننا پڑا کہ یہ سب خیالات باطل
اور بے بنیاد اور لغو ہیں اور چونکہ توریت کے رو سے مصلوب لعنتی ہو جاتا ہے اور لعنت کا لفظ عبرانی
اور عربی میں مشترک ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ملعون خدا سے درحقیقت دور جا پڑے اور
خدا اس سے بیزار ہو جائے اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا
دشمن ہو جائے تو پھر نعوذ باللہ خدا کا ایسا پیارا۔ ایسا برگزیدہ۔ ایسا مقدس نبی جو مسیح ہے اس کی
نسبت ایسی بے ادبی کوئی سچی تعظیم کرنے والا ہرگز نہیں کرے گا اور پھر واقعات نے اور بھی
اس پہلو کو ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ اس ملک سے
کفار کے ہاتھ سے نجات پا کر پوشیدہ طور پر ہندوستان کی طرف چلے آئے۔ لہٰذا ان
نادان مولویوں کے یہ سب قصے باطل ہیں اور یہ سب **خطرناک امیدیں** لغو ہیں اور ان کا نتیجہ
بھی بجز مفسدانہ خیالات کے اور کچھ نہیں۔ اگر میرے مقابل پر ان لوگوں کے اعتقادات کا

عدالت میں اظہار لیا جائے تو معلوم ہو کہ کیسے یہ لوگ خطرناک اعتقادات میں مبتلا ہیں کہ نہ صرف راستی سے دور بلکہ امن اور سلامت روشی سے بھی دور ہیں۔

اور میں اخیر پر اس رسالہ کو اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ عیسائی عقیدوں کے لحاظ سے حضرت مسیح کا دوبارہ آنا پولیٹیکل مصالح سے کچھ تعلق نہیں رکھتا مگر جس طور سے حال کے اسلامی مولویوں نے حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اترنا اور مہدی کے ساتھ اتفاق کر کے جہادی لڑائی کرنا غلط طور پر اپنے اعتقاد میں داخل کر لیا ہے یہ عقیدہ نہ صرف جھوٹ ہے بلکہ خطرناک بھی ہے اور جو کچھ حال میں حضرت عیسیٰ کے ہندوستان میں آنے اور کشمیر میں وفات پانے کا مجھے ثبوت ملا ہے وہ ان خطرناک خیالات کو دانشمند دلوں سے بکلی مٹا دیتا ہے۔ اور میری یہ تحقیق عارضی اور سرسری نہیں بلکہ نہایت مکمل ہے۔ چنانچہ ابتدا اس تحقیق کا اُس مرہم سے ہے جو مرہم عیسیٰ کہلاتی ہے اور مرہم حواریین بھی اس کو کہتے ہیں اور طب کی ہزار کتاب سے زیادہ میں اس کا ذکر ہے اور مجوسی اور یہودی اور عیسائی اور مسلمان طبیبوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ میں نے بہت سا حصہ اپنی عمر کا فنِ طبابت کے پڑھنے میں بسر کیا ہے اور ایک بڑا ذخیرہ کتابوں کا بھی مجھ کو ملا ہے اس لئے چشم دید طور پر یہ دلیل مجھ کو ملی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے فضل سے اور اپنی دردمندانہ دعاؤں کی برکت سے صلیب سے نجات پا کر اور پھر عالمِ اسباب کی وجہ سے مرہم حواریین کو استعمال کر کے اور صلیبی زخموں سے شفا پا کر ہندوستان کی طرف آئے تھے۔ صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے کچھ غشی کی صورت ہو گئی تھی جس سے خدا کی مصلحت سے تین دن ایسی قبر میں بھی رہے جو گھر کے دار تھی اور چونکہ یونس کی طرح زندہ تھے آخر اس سے باہر آ گئے۔ ☆ ﴿۲۶﴾

☆ **نوٹ:** ۔ یہ امر یقینی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور انہوں نے خود یونس نبی کے مچھلی کے قصہ کو اپنے قصہ سے جو تین دن قبر میں رہنا تھا مشابہت دے کر ہر ایک دانا کو یہ

اور پھر دوسرا ماخذ اس تحقیق کا مختلف قوموں کی وہ تاریخی کتابیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان اور تبت اور کشمیر میں آئے تھے اور حال میں جو ایک روسی انگریز نے بدھ مذہب کی کتابوں کے حوالہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس ملک میں آنا ثابت کیا ہے وہ کتاب میں نے دیکھی ہے اور میرے پاس ہے وہ کتاب بھی اس رائے کی مؤیّد ہے۔

اور پھر سب سے اخیر شاہزادہ نبی کی قبر جو سری نگر محلّہ خان یار میں ہے جس کو عوام

بقیہ نوٹ

سمجھا دیا ہے کہ وہ یونس نبی کی طرح قبر میں زندہ ہونے کی حالت میں داخل کئے گئے اور جب تک قبر میں رہے زندہ رہے۔ ورنہ مردوں کو زندہ سے کیا مشابہت ہو سکتی ہے اور ضرور ہے کہ نبی کی مثال بے ہودہ اور بے معنی نہ ہو انجیل میں ایک دوسری جگہ بھی اسی امر کی طرف اشارہ ہے جہاں لکھا ہے کہ زندہ کو مردوں میں کیوں ڈھونڈتے ہو۔ بعض حواریوں کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے تھے ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کا قبر سے نکلنا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھلانا اور یونس نبی سے اپنی مشابہت فرمانا یہ سب باتیں اس خیال کو ردّ کرتی ہیں اور اس کے مخالف ہیں۔

پھر حواریوں میں اس مقام میں اختلاف بھی ہے چنانچہ برنباس کی انجیل میں جس کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے حضرت عیسیٰ کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کیا گیا ہے اور انجیل سے ظاہر ہے کہ برنباس بھی ایک بزرگ حواری تھا اور آپ کا آسمان پر جانا ایک روحانی امر ہے۔ آسمان پر وہی چیز جاتی ہے جو آسمان سے آتی ہے اور جو زمین کا ہے وہ زمین میں جاتا ہے۔ توریت اور قرآن نے بھی یہی گواہی دی ہے اور جب کہ یہودی صلیبی کارروائی کی وجہ سے حضرت مسیح کے روحانی رفع سے منکر تھے اس لئے ان کو جتایا گیا کہ حضرت مسیح آسمان پر گئے یعنی خدا نے نجات دے کر لعنت سے جو نتیجہ صلیب تھا ان کو بَری کر لیا اور ان چند حواریوں کی گواہی کیونکر لائق قبول ہو سکتی ہے جو واقعہ صلیب کے وقت حاضر نہ رہے اور جن کے پاس شہادت رویت نہیں ہے۔ منہ

شہزادہ یوز آسف نبی کی قبر اور بعض عیسیٰ صاحب نبی کی قبر کہتے ہیں اس مطلب کی مؤیّد ہے اور اس قبر میں ایک کھڑکی بھی ہے جو برخلاف دنیا کی تمام قبروں کے اب تک موجود ہے۔ کشمیر کے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس قبر کے ساتھ کوئی خزانہ بھی مدفون ہے اس لئے کھڑکی ہے میں کہتا ہوں شاید کچھ جواہرات ہوں مگر میری دانست میں یہ کھڑکی اس لئے رکھی ہے کہ کوئی عظیم الشان کتبہ اس قبر کے اندر ہے۔ یہ اسی طرح کا واقعہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ انہی دنوں میں ضلع پیراکوئی میں جو ممالک شمال مغرب کے ضلع سرحد نیپال میں ایک گاؤں ہے ایک ٹیلہ کے اندر سے ایک بھاری صندوق نکلا ہے جس میں جواہرات اور زیور اور کچھ ہڈی اور راکھ تھی اور صندوق پر یہ کندہ تھا کہ گوتم بدھ ساکی منی کے پھول ہیں اور نبی کا لفظ جو اس صاحب قبر کی نسبت کشمیر کے ہزارہا لوگوں کی زبان پر جاری ہے یہ بھی ہمارے مدعا کے لئے ایک دلیل ہے☆ کیونکہ نبی کا لفظ عبری اور عربی دونوں زبانوں میں مشترک ہے دوسری کسی زبان میں یہ لفظ نہیں آیا اور اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی نبی نہیں آئے گا اس لئے متعین ہوا کہ یہ عبرانی نبیوں میں سے ایک نبی ہے اور پھر شاہزادہ کے لفظ پر غور کر کے اور بھی ہم اصل حقیقت سے نزدیک آجاتے ہیں۔ اور پھر کشمیر کے تمام باشندوں کا اس بات پر اتفاق دیکھ کر کہ یہ نبی جس کی کشمیر میں قبر ہے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے۔ صاف طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو متعین کر رہا ہے اور صفائی سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یہی وہ پاک اور معصوم نبی اور خدا تعالیٰ کے جلال کے تخت سے ابدی شہزادہ ہے جس کو نالائق اور بدقسمت یہودیوں نے صلیب کے ذریعہ سے مارنا چاہا تھا۔

☆ ایک اور دلیل ہمارے اس دعوے پر یہ ہے کہ جس قدر حال تک کتابیں یوز آسف کے سوانح اور تعلیم کے متعلق ہم کو ملی ہیں جس کی قبر سرینگر میں ہے وہ تمام تعلیم انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بشدت مشابہت رکھتی ہے بلکہ بعض فقرات تو بعینہٖ انجیل کے فقرات ہیں۔ منہ

غرض یہ ایسا ثبوت ہے کہ اگر اس کے تمام دلائل یکجائی نظر سے دیکھے جائیں تو ہماری قوم کے غلط کار مولویوں کے خیالات اس سے پاش پاش ہو جاتے ہیں اور امن اور صلح کاری کی مبارک عمارت اپنی چمک دکھلاتی ہے جس سے ضروری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نہ کوئی آسمان پر گیا اور نہ وہ لڑنے کے لئے مہدی کے ساتھ شامل ہو کر شورِ قیامت ڈالے گا بلکہ وہ کشمیر میں اپنے خدا کی رحمت کی گود میں سو گیا۔

اے معزز ناظرین! اب میں نے جو کچھ میرے اصول اور ہدایتیں اور تعلیم تھی سب گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں ظاہر کر دیں میری ہدایتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ صلح کاری اور غریبی سے زندگی بسر کرو اور جس گورنمنٹ کے ہم ماتحت ہیں یعنی گورنمنٹ برطانیہ اس کے سچے خیرخواہ اور تابعدار ہو جاؤ نہ نفاق اور دنیاداری سے۔ آخر دعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا اقبال دن بدن بڑھاوے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم سچے دل سے اس کے تابعدار اور امن پسند انسان ہوں۔ آمین

راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۲۷؍ دسمبر ۱۸۹۸ء

﴿۱﴾

ضمیمہ رسالہ ھٰذا

قابل توجہ گورنمنٹ

مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے بعد محمد حسین بٹالوی صاحب **اشاعۃ السنہ** کا انگریزی میں ایک رسالہ ملا جس کو اس نے مطبع وکٹوریہ پریس لاہور میں چھاپ کر بماہ ۱۴/ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں شائع کیا ہے۔ اس رسالہ کے دیکھنے سے مجھے بہت افسوس ہوا کیونکہ اس نے اس میں میری نسبت اور نیز اپنے اعتقاد مہدی کے آنے کی نسبت نہایت قابل شرم جھوٹ سے کام لیا ہے اور سراسر افتراء سے کوشش کی ہے کہ مجھے گورنمنٹ عالیہ کی نظر میں باغی ٹھہراوے لیکن اس صحیح اور سچے مقولہ کے رو سے کہ کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں جو آخر ظاہر نہ ہو میں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری زیرک اور روشن دماغ گورنمنٹ جلد معلوم کر لے گی کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

اوّل امر جو محمد حسین نے خلاف واقعہ اپنے اس رسالہ میں میری نسبت گورنمنٹ میں پیش کیا ہے یہ ہے کہ وہ گورنمنٹ عالیہ کو اطلاع دیتا ہے کہ یہ شخص گورنمنٹ عالیہ کے لئے خطرناک ہے یعنی بغاوت کے خیالات دل میں رکھتا ہے۔ لیکن میں زور سے کہتا ہوں کہ اگر میں ایسا ہی ہوں تو اس نمک حرامی اور بغاوت کی زندگی سے اپنے لئے موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ میں ادب سے توجہ دلاتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ میری نسبت اور میری تعلیم کی نسبت جہاں تک ممکن ہو کامل تحقیقات کرے اور میری جماعت کے اُن معزز عہدہ داروں اور دیسی افسروں اور رئیسوں اور دوسرے معزز اور تعلیم یافتہ لوگوں سے جن کی کئی سو تک تعداد ہے

حلفاً دریافت کرے کہ میں نے اس محسن گورنمنٹ کی نسبت کیا کیا ہدایتیں ان کو دی ہیں اور کس کس تاکید سے اس گورنمنٹ کی اطاعت کے لئے وصیتیں کی ہیں اور نیز گورنمنٹ اس مولوی یعنی محمد حسین کی اس شہادت کو غور سے دیکھے جو اس نے اپنی اشاعۃ السنہ میں جس کا ذکر اس رسالہ میں ہو چکا ہے میری کتاب براہین احمدیہ کے ریویو کی تقریب پر میرے خیالات اور میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰی کے خیالات کی نسبت جو گورنمنٹ انگریزی کے متعلق ہیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہے اور نیز میری ان تحریروں کو جو برابر انیس سال سے گورنمنٹ عالیہ کی تائید میں شائع ہو رہی ہیں غور سے ملاحظہ فرماوے اور ہر ایک پہلو سے میری نسبت تحقیقات کرے۔ پھر اگر میرے حالات گورنمنٹ کی نظر میں مشتبہ ہوں تو میں بدل چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ سخت سے سخت سزا مجھ کو دیدے لیکن اگر میرے اصل حالات کے برخلاف یہ تمام رپورٹیں گورنمنٹ میں محمد حسین مذکور نے پہنچائی ہیں تو میں ایک وفادار اور خیر خواہ جان نثار رعیت ہونے کی وجہ سے گورنمنٹ عالیہ میں بتمام تر ادب دادخواہ ہوں کہ محمد حسین سے مطالبہ ہو کہ کیوں اس نے ان صحیح واقعات کے برخلاف گورنمنٹ کو خبر دی جن کو وہ اپنے ریویو براہین احمدیہ میں تسلیم کر چکا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے بارہ سال تک برابر اس پہلی رائے کے برخلاف کوئی رائے ظاہر نہ کی اور اب دشمنی کے ایام میں مجھے باغی قرار دیتا ہے حالانکہ میں نے اس محسن گورنمنٹ کی خیر خواہی میں انیس سال تک اپنی قلم سے وہ کام لیا ہے اور ایسے طور سے ممالک دور دراز تک گورنمنٹ کی انصاف منشی کی تعریفوں کو پہنچایا ہے کہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس کارروائی کی نظیر دوسروں کے کارناموں میں ہرگز نہیں ملے گی۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں اپنی عاجزانہ عرض گورنمنٹ پر ظاہر کروں کہ مجھے اس شخص کے ان خلاف واقعہ کلمات سے کس قدر صدمہ پہنچا ہے اور کیسے درد رسان زخم لگے ہیں۔ افسوس کہ اس شخص نے عمداً اور دانستہ گورنمنٹ کی خدمت میں میری نسبت نہایت ظلم سے بھرا ہوا جھوٹ بولا ہے اور میری تمام خدمات کو برباد کرنا چاہا ہے۔ اس دعوے کی میرے پاس پختہ وجوہات اور کامل شہادتیں اور گواہ موجود ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ بوجہ اس کے کہ میں ایک

﴿ب﴾

وفادار خاندان میں سے ہوں جنہوں نے اپنے مال سے اور جان سے گورنمنٹ پر اپنی اطاعت ثابت کی ہے۔ میری اس دردناک فریاد کو یہ محسن گورنمنٹ غور سے توجہ فرماوے گی اور جھوٹ بولنے والے کو تنبیہ کرے گی۔

دوسرا امر جو اسی رسالہ میں محمد حسین نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ گویا میں نے کوئی الہام اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی سلطنت آٹھ سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گی۔ میں اس بہتان کا جواب بجز اس کے کیا لکھوں کہ خدا جھوٹے کو تباہ کرے، میں نے ایسا الہام ہرگز شائع نہیں کیا۔ میری تمام کتابیں گورنمنٹ کے سامنے موجود ہیں میں بادب گذارش کرتا ہوں کہ گورنمنٹ اس شخص سے مطالبہ کرے کہ **کس کتاب** یا خط یا اشتہار **میں مَیں نے ایسا الہام شائع کیا ہے؟** اور میں امید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ اس کے اس فریب سے خبردار رہے گی کہ یہ شخص اپنے اس جھوٹے بیان کی تائید کے لئے یہ تدبیر نہ کرے کہ اپنی جماعت اور اپنے گروہ میں سے ہی جو مجھ سے اختلاف مذہب کی وجہ سے دلی عناد رکھتے ہیں جھوٹے بیان بطور شہادت گورنمنٹ تک پہنچاوے۔ اس شخص اور اس کے ہم خیال لوگوں کی میرے ساتھ کچھ آمدورفت اور ملاقات نہیں تا میں نے ان کو کچھ زبانی کہا ہو۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اپنی کتابوں میں اور اشتہاروں میں شائع کرتا ہوں۔ اور میرے خیالات اور میرے الہامات معلوم کرنے کے لئے میری کتابیں اور اشتہارات متکفل ہیں اور میری ﴿ت﴾ جماعت کے معززین گواہ ہیں۔ غرض میں بادب التماس کرتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ اس خلاف واقعہ مخبری کا اس شخص سے مطالبہ کرے۔ کپتان ڈگلس صاحب سابق ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپورہ مقدمہ ڈاکٹر کلارک میں جو میرے پر دائر ہوا تھا لکھ چکے ہیں کہ یہ شخص مجھ سے عداوت رکھتا ہے اسی لئے جھوٹ بولنے سے کچھ بھی پرہیز نہیں کرتا۔

تیسرا امر جو اسی رسالہ میں محمد حسین نے لکھا ہے یہ ہے کہ یہ شخص مسیح موعود ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کے جواب میں اتنا لکھنا کافی ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام

کی نبوت ثابت ہوتی رہی ہے اسی طرح میرے اس دعوے کو میرے خدا نے ثابت کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے آسمانی نشانوں نے میری گواہی دی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ محمد حسین اور اس کے دوسرے ہم جنس مولوی کیوں مجھے جھوٹا کہتے ہیں اور کیوں اس قدر دشمنی کرتے ہیں؟ سو ابھی میں اس رسالہ میں لکھ چکا ہوں کہ یہ عداوت اس وجہ سے ہے کہ میری تعلیم ان کے اغراض اور مقاصد کے برخلاف ہے یعنی اس عقیدہ کے برخلاف کہ مسیح موعود آسمان سے اترے گا اور مہدی کے ساتھ شامل ہو کر نصاریٰ سے لڑائیاں کرے گا☆ اور مہدی کا وجود ان لوگوں کی نظر میں اس لئے ضروری ہے کہ مسیح موعود خلیفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں ہے جیسا کہ محمد حسین نے خود اپنے رسالہ جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۳۸۰ میں سلطان روم کی خلافت کی تقریب میں اس بات کو اپنا اعتقاد ظاہر کیا ہے۔ سو ان لوگوں نے اسی دلیل سے مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت مہدی قرشی کی ضرورت ٹھہرائی ہے اور پھر بہت سی لڑائیوں کا ذکر کیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ عقائد نہایت خطرناک ہیں کیونکہ اس عقیدہ کا آدمی ہمیشہ اپنے دل میں خلافِ امن منصوبے رکھتا ہے۔ مگر میں ان عقائد کے برخلاف ہوں میں ایسے کسی مسیح اور مہدی کو نہیں مانتا جو کافروں سے لڑائیاں کرے گا اور ان کے مال مولویوں اور ان کے گروہ کو دے گا۔

☆ نوٹ:۔ مولوی محمد حسین نے جو حال میں ایک انگریزی رسالہ گورنمنٹ کو دکھلانے کے لئے اکتوبر ۱۸۹۸ء میں شائع کیا ہے تا اس کو سرکار انگریزی کچھ زمین دے اس میں اُس نے برخلاف اپنے عقیدہ کے لکھا ہے کہ وہ مہدی موعود کے آنے کا قائل نہیں ہے حالانکہ اسی انکار کی وجہ سے اس نے مجھے ملحد اور دجال ٹھہرایا ہے۔ سو اُس نے گورنمنٹ کے سامنے یہ نہایت قابل شرم جھوٹ بولا ہے۔ اپنے ہم جنس مولویوں کو ہمیشہ یہ سبق دیتا ہے کہ مہدی موعود آئے گا اور نصاریٰ کے ساتھ لڑائیاں کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی مدد کے لئے آسمان سے اتریں گے اور گورنمنٹ کے آگے برخلاف اس کے بیان کرتا ہے میں بادب عرض کرتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ مولویوں کے روبرو اس بارے میں اس کا اظہار لے تا وہ حقیقت کھل جائے جس کو وہ ہمیشہ چھپاتا ہے۔ منہ

سو میں اس لئے ان کی نظر میں جھوٹا ہوں کہ میرے عقیدے سے ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ میری اس تعلیم سے ان کے خیالی منافع کا بڑا ہی نقصان ہوا ہے مگر یہ میرا قصور نہیں ہے۔ اُن کی خود غلط کاریوں اور غلط فہمیوں کا قصور ہے۔ **اور محمد حسین کا اس رسالہ میں یہ لکھنا کہ میں** اس مہدی کو نہیں مانتا جس کی اُس کے تمام ہم جنس مولوی انتظار کرر ہے ہیں اور جس کی تائید کے لئے حسب خیال ان کے مسیح آسمان سے نازل ہوگا۔ یہ سراسر منافقانہ تحریر ہے جو اس کے دل میں نہیں ہے اور صدہا مولوی پنجاب اور ہندوستان کے گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ ایسے خونی مہدی کو مانتا ہے مگر منافقانہ طور پر گورنمنٹ کے پاس اس عقیدہ کے برخلاف بیان کرتا ہے اگر اس کے ہم جنس مولویوں سے جیسے مولوی احمد اللہ امرتسری۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ مولوی عبد الجبار امرتسری۔ مولوی محمد بشیر بھوپالی۔ مولوی عبدالحق دہلوی۔ مولوی ابراہیم آرہ۔ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی اور خاص کر مولوی نذیر حسین دہلوی استاد محمد حسین سے حلفاً پوچھا جائے کہ تم لوگ مہدی موعود کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو وہ لڑائیوں کے لئے آنے والا ہے یا نہیں؟ اور نیز یہ کہ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعة السنه** تم میں سے ہے اور تمہارے عقیدہ پر ہے یا وہ الگ ہے اور کیا وہ اس وقت کی خلافت کو قریش کے سوا کسی اور کے لئے تجویز کرتا ہے تو ان گواہیوں سے یہ تمام منافقانہ کارروائی محمد حسین کی گورنمنٹ پر ایسی ظاہر ہو جائے گی جیسا کہ ایک سفید کی ہوئی اور خوبصورت بنائی ہوئی قبر میں سے کھودنے کے وقت اندر کی ہڈیاں اور آلائشیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ﴿ث﴾

میں اپنی زیرک اور روشن دماغ گورنمنٹ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ شخص مہدی کی نسبت وہی عقیدہ رکھتا ہے جو اس کے ہم جنس دوست یعنی دوسرے مولوی پنجاب اور ہندوستان کے عقیدہ رکھتے ہیں۔ گورنمنٹ سمجھ سکتی ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ محمد حسین اتنے بڑے اجماعی عقیدہ میں دوسرے مولویوں سے اختلاف رکھ کر پھر ان کا دوست

اور سرگروہ رہ سکے اور اس پر ایک اور دلیل بھی ہے کہ یہ شخص اپنے اشاعة السنه جلد نمبر۱۲ صفحہ ۳۸۰ میں صاف لکھ چکا ہے کہ ”خلافت صرف قریش کے لئے مسلّم ہے دوسری قوم کا کوئی شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا۔“ اب سوچنا چاہیے کہ یہ کیونکر تجویز کرسکتا ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ آویں گے تو وہ بادشاہ ہوں گے کیونکہ وہ تو قریش میں سے نہیں ہے بلکہ بنی اسرائیل میں سے ہے تو پھر بغیر وجود خلیفہ کے لڑائیاں کیونکر ہوں گی اس لئے ان تمام مولویوں کو ماننا پڑا ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت ایک قرشی خلیفہ ہونا ضروری ہے جو وقت کا بادشاہ ہو۔ اسی وجہ سے مہدی معہود کے انکار کرنے سے تمام عقائد ان لوگوں کے درہم برہم ہو جاتے ہیں اور پھر مسیح کا آسمان سے اترنا بھی لغو ٹھہر جاتا ہے۔ کیونکہ زمین پر کوئی خلیفہ برحق نہیں جس کے ہم رکاب ہو کر مسیح علیہ السلام کافروں سے لڑیں۔ اسی وجہ سے محمد حسین بدل یقین رکھتا ہے کہ ضرور مسیح کے اترنے کے وقت قریش میں سے مہدی موعود آئے گا جو خلیفہ وقت ہوگا اور مسیح موعود اس کی بیعت کرنے والوں کے ساتھ مل کر حقِ خدمت ادا کرے گا اسی وجہ سے صحیح بخاری کی یہ حدیث ﴿ج﴾ کہ اِمَامُکُم مِنکُم ان لوگوں کے نزدیک بقرینہ لفظ امام اور نیز بقرینۂ لفظ مِنکُم کے مہدی موعود کی طرف اشارہ کرتی ہے مگر ہمارے نزدیک اس جگہ امام سے مراد مسیح ہے جو روحانی امامت رکھتا ہے۔ اور یہ رائے ہماری برخلاف محمد حسین اور اس کے تمام ہم جنس مولویوں کے ہے جو پنجاب اور ہندوستان میں رہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ امام کے لفظ سے جو حدیث میں ہے مہدی معہود مراد لیتے ہیں جو قریش میں سے ہوگا اور لڑائیاں کرے گا اور مسیح موعود اس کا مشیر اور صلاح کار ہو کر آئے گا مگر خلیفہ وقت مہدی ہوگا۔ غرض یہ لوگ حدیث اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ کے رو سے جس کے غلط معنے ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آخرکار خلافت قریش میں آجائے گی اور اس خلیفہ کا نام محمد مہدی ہوگا جو بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور مذہب کے لئے بہت خونریزیاں کرے گا۔

اگر محمد حسین کو اتنا ہی پوچھا جائے کہ تمہارے اعتقاد کے موافق جب مسیح آسمان سے نازل ہوگا تو بقول تمہارے مسیح خلیفہ تو نہیں ہوسکتا کیونکہ قریش میں سے نہیں تو پھر کون خلیفہ ہوگا جو کفار سے جہاد کرے گا؟ اور بخاری کی حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ سے کون امام مراد ہے تو یہ لوگ ہرگز نہیں کہیں گے کہ امام سے مراد مسیح موعود ہے بلکہ یہی کہیں گے کہ مہدی مراد ہے یعنی وہ شخص جو قریش میں سے ہوگا۔ سو اس سوال سے ان لوگوں کی ساری قلعی کھل جاتی ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ جس حالت میں محمد حسین لَامَھْدِیَّ اِلَّاعِیْسٰی کی حدیث کو صحیح خیال نہیں کرتا اور بخاری کی حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کے یہ معنے کرتا ہے کہ اس امام سے مراد مسیح موعود نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جو قریش میں سے خلیفہ وقت ہوگا تو کیا اس تقریر سے صاف طور پر نہیں کھلتا کہ مہدی کو مانتا ہے اور اس کا منتظر ہے؟ تو اس صورت میں اس شخص کا کس قدر قابلِ شرم جھوٹ ہے کہ **سرکار انگریزی کو کچھ سناتا ہے اور اپنے گھر میں اعتقاد کچھ رکھتا ہے۔**

اگر حکّام والا جاہ اس بارے میں مجھ سے اس شخص کی گفتگو کراویں اور گفتگو کے وقت اس کے ہم جنس دوسرے مولوی بھی پاس کھڑے کرائے جائیں تو فی الفور کھل جائے گا کہ اب تک یہ شخص برخلاف اپنے دلی اعتقاد کے گورنمنٹ کو دھوکا دیتا رہا ہے۔ ﴿ح﴾

میرے پاس اس کی ایسی تحریریں موجود ہیں جن کی وجہ سے اس سوال کے وقت اس کی وہ ذلت ہوگی جو اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں جھوٹے کے لئے خدا تعالیٰ سے درخواست کی گئی ہے۔

کسی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ حضور گورنمنٹ میں **اس قدر جھوٹ بولے**۔ اگر یہ شخص قریشی خلیفہ کے آنے سے منکر ہوتا جس کو عام لفظوں میں مہدی کہتے ہیں اور میری طرح اسی مسیح کو مانتا کہ جو نہ لڑے گا اور نہ خونریزیاں کرے گا تو بلاشبہ میری طرح اس کے لئے بھی کفر کا فتویٰ لکھا جاتا۔

میں گورنمنٹ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اس شخص کے کھانے کے دانت اور اور دکھانے کے اور ہیں۔ اپنے **ہم جنس** مولویوں پر اُن کے خیال کے موافق اپنا عقیدہ ظاہر کرتا ہے اور پھر جب گورنمنٹ کے دکھلانے کے لئے تحریر کرتا ہے تو وہاں گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے یہ عقیدہ بیان کر دیتا ہے کہ ’’**میں نہیں مانتا** کہ کوئی مہدی آئے گا اور لڑائیاں کرے گا‘‘۔ لیکن اگر یہ مہدی کو نہیں مانتا تو دوسرے مولویوں کا جو مانتے ہیں کیونکر سرگروہ اور ایڈوکیٹ کہلاتا ہے؟ ان باتوں کا انصاف گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ میں ہے۔ میرے نزدیک گورنمنٹ ہم دونوں کی اصلیت تک اس صورت میں بآسانی پہنچے گی کہ ہم دونوں کے اپنے روبرو اور دوسرے مولویوں کے روبرو اس مقدمہ میں اظہار لے۔ اس وقت جو منافقانہ طرز کا آدمی ہوگا اس کی تمام حقیقت کھل جائے گی۔ لہٰذا

بادب التماس ہے

کہ یہ فیصلہ ضرور کیا جائے جب کہ یہ فاش جھوٹ اس نے اختیار کیا ہے تو کیونکر اطمینان ہو کہ **جو دوسری باتیں گورنمنٹ تک پہنچاتا ہے ان میں سچ بولتا ہے؟ منہ**

تمّت

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی

میری وہ پیشگوئی جو الہام ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں فریق کاذب کے بارے میں تھی یعنی اس الہام میں جس کی عربی عبارت یہ ہے کہ جزاء سیئۃ بمثلہا وہ مولوی محمد حسین بٹالوی پر

پوری ہوگئی

میری التماس ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس اشتہار کو توجہ سے دیکھے

مندرجہ عنوان امر کی تفصیل یہ ہے کہ ہم دو فریق ہیں ایک طرف تو میں اور میری جماعت اور دوسری طرف مولوی محمد حسین اور اس کی جماعت کے لوگ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی وغیرہ........ محمد حسین نے مذہبی اختلاف کی وجہ سے مجھے دجّال اور کذّاب اور مُلحد اور کافر ٹھہرایا تھا اور اپنی جماعت کے تمام مولویوں کو اس میں شریک کر لیا تھا۔ اور اسی بنا پر وہ لوگ میری نسبت بدزبانی کرتے تھے اور گندی گالیاں دیتے تھے۔ آخر میں نے تنگ آ کر اسی وجہ سے مباہلہ کا اشتہار ۲۱؍نومبر ۹۸ء جاری کیا جس کی الہامی عبارت جزاء سیئۃ بمثلہا میں یہ ایک پیشگوئی تھی کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق ظلم اور زیادتی کرنے والا ہے اس کو اُسی قسم کی ذلت پہنچے گی جس قسم کی ذلت فریق مظلوم کی کی گئی۔ سو آج وہ پیشگوئی پوری ہوگئی کیونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی تحریروں کے ذریعے سے مجھے یہ ذلت پہنچائی تھی کہ مجھے مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کا مخالف ٹھہرا کر ملحد اور کافر اور دجّال قرار دیا اور مسلمانوں کو اپنی اس قسم کی تحریروں سے میری نسبت بہت اکسایا کہ اس کو مسلمان اور اہل سنت مت سمجھو کیونکہ اس کے عقائد تمہارے عقائد سے مخالف ہیں۔ اور اب اس شخص کے **رسالہ ۱۴؍اکتوبر ۱۸۹۸ء** کے پڑھنے سے

جس کو محمد حسین نے اس غرض سے انگریزی میں شائع کیا ہے کہ تا گورنمنٹ سے زمین لینے کے لئے اس کو ایک ذریعہ بناوے مسلمانوں اور مولویوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ شخص خود ان کے اجماعی عقیدہ کا مخالف ہے۔ کیونکہ وہ اس رسالہ میں مہدی موعود کے آنے سے قطعی منکر ہے جس کی تمام مسلمانوں کو انتظار ہے جو ان کے خیال کے موافق حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے پیدا ہوگا اور مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا اور نیز ان کے مذہب کا پیشوا اور دوسرے فرقوں کے مقابل پر مذہبی لڑائیاں کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی مدد اور تائید کے لئے آسمان سے اتریں گے اور ان دونوں کا ایک ہی مقصد ہوگا اور وہ یہ کہ تلوار سے دین کو پھیلاویں گے۔ اور اب مولوی محمد حسین ﴿۲﴾ نے ایسے مہدی کے آنے سے صاف انکار کر دیا ہے اور اس انکار سے نہ صرف وہ مہدی کے وجود کا منکر ہوا بلکہ ایسے مسیح سے بھی انکار کرنا پڑا جو اس مہدی کی تائید کے لئے آسمان سے اترے گا اور دونوں باہم مل کر مخالفین اسلام سے لڑائیاں کریں گے۔ اور یہ وہی عقیدہ ہے جس کی وجہ سے محمد حسین نے مجھے دجّال اور ملحد ٹھہرایا تھا اور اب تک مسلمانوں کو یہی دھوکا دے رہا تھا کہ وہ اس عقیدہ میں ان سے اتفاق رکھتا ہے اور **اب یہ پردہ کھل گیا** کہ وہ دراصل میرے عقیدہ سے اتفاق رکھتا ہے۔ یعنی ایسے مہدی اور ایسے مسیح کے وجود سے انکاری ہے اس لئے مسلمانوں کی نظر میں اور ان کے تمام علماء کی نظر میں ملحد اور دجّال ہو گیا۔ سو آج پیشگوئی **جزآء سیّئة بمثلها** اس پر پوری ہوگئی کیونکہ اس کے یہی معنی ہیں کہ فریق ظالم کو اُسی بدی کی مانند سزا ہوگی جو اس نے اپنے فعل سے فریق مظلوم کو پہنچائی۔

رہی یہ بات کہ اس نے مجھے گورنمنٹ انگریزی کا باغی قرار دیا۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں کہ عنقریب گورنمنٹ پر بھی یہ بات کھل جائے گی کہ ہم دونوں میں سے کس کی باغیانہ کارروائیاں ہیں۔ ابھی سلطان روم کے ذکر میں اس نے میرے پر حملہ کر کے اپنے رسالہ **اشاعة السنہ** نمبر۳ جلد ۱۸ صفحہ ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ میں ایک خطرناک اور باغیانہ مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’سلطان روم کو خلیفہ برحق سمجھنا چاہیے اور اُس کو

دینی پیشوا مان لینا چاہیے۔اور اس مضمون میں میرے کافر ٹھہرانے کے لئے یہ ایک وجہ پیش کرتا ہے کہ یہ شخص سلطان روم کے خلیفہ ہونے کا قائل نہیں ہے۔‘‘ سو اگرچہ یہ درست ہے کہ میں سلطان روم کو اسلامی شرائط کے طریق سے خلیفہ نہیں مانتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں ہے اور ایسے خلیفوں کا قریش میں سے ہونا ضروری ہے لیکن یہ میرا قول اسلامی تعلیم کے مخالف نہیں بلکہ حدیث اَلْاَئِـمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ سے سراسر مطابق ہے۔مگر افسوس کہ محمد حسین نے باغیانہ طرز کا بیان کر کے پھر اسلام کی تعلیم کو بھی چھوڑا حالانکہ پہلے خود بھی یہی کہتا تھا کہ سلطان خلیفہ مسلمین نہیں ہے اور نہ ہمارا دینی پیشوا ہے اور اب میری عداوت سے سلطان روم اس کا خلیفہ اور دینی پیشوا بن گیا۔ اور اس جوش میں اس نے انگریزی سلطنت کا بھی کچھ پاس نہیں کیا اور جو کچھ دل میں پوشیدہ تھا وہ ظاہر کر دیا اور سلطان روم کی خلافت کے منکر کو کافر ٹھہرایا۔اور یہ تمام جوش اس کو اس لئے پیدا ہوا کہ میں نے انگریزی سلطنت کی تعریف کی اور یہ کہا کہ یہ گورنمنٹ نہ محض مسلمانوں کی دنیا کے لئے بلکہ ان کے دین کیلئے بھی حامی ہے۔اب وہ بغاوت پھیلانے کے لئے اس بات سے انکار کرتا ہے ﴿۳﴾
کہ کوئی دینی حمایت انگریزوں کے ذریعہ سے ہمیں پہنچی ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ دین کا حامی فقط سلطانِ روم ہے۔مگر یہ سراسر خیانت ہے۔اگر یہ گورنمنٹ ہمارے دین کی محافظ نہیں تو پھر کیونکر شریروں کے حملوں سے ہم محفوظ ہیں۔کیا یہ امر کسی پر پوشیدہ ہے کہ سکھوں کے وقت میں ہمارے دینی امور کی کیا حالت تھی اور کیسے ایک بانگ نماز کے سننے سے ہی مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے۔کسی مسلمان مولوی کی مجال نہ تھی کہ ایک ہندو کو مسلمان کر سکے۔اب محمد حسین ہمیں جواب دے کہ اُس وقت سلطان روم کہاں تھا اور اس نے ہماری اس مصیبت کے وقت ہماری کیا مدد کی تھی؟ پھر وہ ہمارا دینی پیشوا اور خدا کا سچا خلیفہ کیونکر ہوا۔آخر انگریز ہی تھے جنہوں نے ہم پر یہ احسان کیا کہ پنجاب میں آتے ہی یہ ساری روکیں اٹھا دیں ہماری مسجدیں آباد ہوگئیں۔ہمارے مدرسے کھل گئے اور عام طور پر ہمارے وعظ ہونے لگے اور ہزارہا غیر قوموں کے لوگ مسلمان ہوئے۔

پس اگر ہم محمد حسین کی طرح یہ اعتقاد رکھیں کہ ہم صرف پولیٹیکل طور پر اور ظاہری مصلحت کے لحاظ سے یعنی منافقانہ طور پر انگریزوں کے مطیع ہیں ورنہ دل ہمارے سلطان کے ساتھ ہیں کہ وہ خلیفہ اسلام اور دینی پیشوا ہے اس کے خلیفہ ہونے کے انکار سے اور اس کی نافرمانی سے انسان کافر ہو جاتا ہے تو اس اعتقاد سے بلاشبہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے چھپے باغی اور خداتعالیٰ کے نافرمان ٹھہریں گے۔ تعجب ہے کہ گورنمنٹ ان باتوں کی تہ تک کیوں نہیں پہنچتی اور ایسے منافق پر کیوں اعتبار کیا جاتا ہے کہ جو گورنمنٹ کو کچھ کہتا ہے اور مسلمانوں کے کانوں میں کچھ پھونکتا ہے۔ میں گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں ادب سے عرض کرتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ غور سے اس شخص کے حالات پر نظر کرے کہ یہ کیسے منافقانہ طریقوں پر چل رہا ہے، اور جن باغیانہ خیالات میں آپ مبتلا ہے وہ میری طرف منسوب کرتا ہے۔

بالآخر یہ بھی لکھنا ضروری ہے کہ جس قدر اس شخص نے مجھے گندی گالیاں دیں اور محمد بخش جعفر زٹلی سے دلائیں اور طرح طرح کے افترا سے میری ذلت کی اس میں میری فریاد جناب الٰہی میں ہے جو دلوں کے خیالات کو جانتا ہے اور جس کے ہاتھ میں ہر ایک کا انصاف ہے میں خدا سے یہی چاہتا ہوں کہ جس قسم کی میری ذلت جھوٹے بہتانوں سے اس شخص نے کی یہاں تک کہ گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں مجھے باغی ٹھہرانے کے لئے خلاف واقعہ باتیں بیان کیں وہی ذلت اس کو پیش آوے۔ میرا ہرگز یہ مدعا نہیں ہے کہ بجز طریق جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا کے کسی اور ذلت میں یہ مبتلا ہو بلکہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں یہی چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرے لئے اس نے ذلت کے سامان کئے ہیں اگر میں ان تہمتوں سے پاک ہوں تو وہ ذلتیں اس کو پیش آویں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ بہت حلیم اور حتی المقدور چشم پوشی کرنے والی ہے لیکن اگر میں بقول محمد حسین باغی ہوں یا جیسا کہ میں نے معلوم کیا ہے خود محمد حسین کے ہی باغیانہ خیالات ہیں تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کامل تحقیقات کر کے جو شخص ہم دونوں میں سے درحقیقت مجرم ہے ﴿۴﴾

اس کو قرار واقعی سزا دے تا ملک میں ایسی بدی پھیلنے نہ پاوے۔ حفظ امن کے لئے نہایت سہل طریق یہی ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے نامی مولویوں سے دریافت کیا جائے کہ یہ شخص جوان کا سرگروہ اور ایڈووکیٹ کہلاتا ہے اس کے کیا اعتقاد ہیں؟ اور کیا جو کچھ یہ گورنمنٹ کو اپنے اعتقاد بتلاتا ہے اپنے گروہ کے مولویوں پر بھی ظاہر کرتا ہے؟ کیونکہ ضرور ہے کہ جن مولویوں کا یہ سرگروہ اور ایڈووکیٹ ہے ان کے اعتقاد بھی یہی ہوں جو سرگروہ کے ہیں۔

بالآخر ایک اور ضروری امر گورنمنٹ کی توجہ کے لئے یہ ہے کہ محمد حسین نے اپنے **اشاعة السنه** جلد ۱۸ نمبر ۳ صفحہ ۹۵ میں میری نسبت اپنے گروہ کو اکسایا ہے کہ یہ شخص **واجب القتل** ہے پس جب کہ ایک قوم کا سرگروہ میری نسبت **واجب القتل** ہونے کا فتویٰ ☆ دیتا ہے تو مجھے گورنمنٹ عالیہ کے انصاف سے امید ہے کہ جو کچھ ایسے شخص کی نسبت قانونی سلوک ہونا چاہیے وہ بلا توقف ظہور میں آوے تا اس کے معتقد ثواب حاصل کرنے کے لئے اقدامِ قتل کے منصوبے نہ کریں۔ فقط

راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیاں

۲۷؍دسمبر ۱۸۹۸ء

☆☆☆

تعداد ۷۰۰

☆**نوٹ:** محمد حسین نے اس قتل کے فتوے کے وقت یہ جھوٹا الزام میرے پر لگایا ہے کہ گویا میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے اس لئے میں قتل کرنے کے لائق ہوں مگر یہ سراسر محمد حسین کا افترا ہے جس حالت میں مجھے دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجھے مشابہت ہے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ میں اگر نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُرا کہتا تو اپنی مشابہت ان سے کیوں بتلاتا؟ کیونکہ اس سے تو خود میرا بُرا ہونا لازم آتا ہے۔ منه

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیاں

ٹائیٹل بار اول

الحمد للّٰہ والمنۃ کہ یہہ رسالہ

موسومہ

ایّام الصُّلح

قیمت مجلد عمر

تعداد اشاعت ۷۰۰

مطبع ضیاء الاسلام قادیاں میں باہتمام حکیم حافظ فضل الدین صاحب بھیروی مالک مطبع کے مطبوع ہوا

یکم جنوری سنہ ۱۸۹۹ء

اشتہار عام اِطلاع کے لئے

اگر چہ یہ کتاب بعض متفرق مقامات میں عیسائیوں کے حملوں کا جواب دیتی اور ان کو مخاطب کرتی ہے لیکن یاد رہے کہ باوجود اس بات کے کہ عیسائیوں کی کتاب امہات المومنین نے دلوں میں سخت اشتعال پیدا کیا ہے مگر پھر بھی ہم نے اس کتاب میں جہاں کہیں عیسائیوں کا ذکر آیا ہے بہت نرمی اور تہذیب اور لطفِ بیان سے ذکر کیا ہے اور گو ایسی صورت میں کہ دل دکھانے والی گالیاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں ہمارا حق تھا کہ ہم مدافعت کے طور پر سختی کا سختی سے جواب دیتے لیکن ہم نے محض اس حیا کے تقاضا سے جو مومن کی صفت لازمی ہے ہر ایک تلخ زبانی سے اعراض کیا اور وہی امور لکھے ہیں جو موقعہ اور محل پر چسپاں تھے اور قطع نظر ان سب باتوں کے ہماری اس کتاب میں اور رسالہ فریاد درد میں وہ نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی مخاطب نہیں ہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کرتے ہیں اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے اور نہ ان کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوئی ہیں۔ ایسے لوگوں کو بلاشبہ ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہماری کسی تقریر کے مخاطب نہیں ہیں بلکہ صرف وہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں خواہ وہ بگفتن مسلمان کہلاتے یا عیسائی ہیں جو حدِّ اعتدال سے بڑھ گئے ہیں اور ہماری ذاتیات پر گالی اور بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین اور ہتک آمیز باتیں مُنہ پر لاتے اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔

ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور اُن کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو اُن کی شان بزرگ کے برخلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے۔ والسّلام علٰی من اتّبع الھُدیٰ۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیاں

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

پندے ست گوش کن کہ رہی از عذاب و درد
فرخندہ کس کہ پند خردمند گوش کرد

ہمارے پہلے اشتہار مورخہ ۶؍فروری ۱۸۹۸ء طاعون کے متعلق

ایک اور ضروری بیان

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض صاحبوں کے دلوں میں میرے اوّل اشتہار کے پڑھنے سے یہ ایک اعتراض پیدا ہؤا ہے کہ لوگوں کو اوّل یہ بتانا کہ اس مرض کے استیصال کے لئے فلاں تدبیر یا دوا ہے اور پھر یہ کہنا کہ شامتِ اعمال سے یہ مرض پھیلتی ہے اِن دونوں باتوں میں تناقض ہے۔ اور تعجب کہ اس اعتراض کے کرنے والے بعض مسلمان ہی ہیں۔ سو ایسے سب صاحبوں کو واضح رہے کہ قانونِ قدرت اور صحیفۂ فطرت پر نظر ڈالنے سے ان تمام اوہام کا بڑی صفائی سے جواب ملتا ہے۔ خدا کا قانونِ قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے ہمیں بتلا رہا ہے کہ سلسلہ تدابیر اور معالجات کا طلب اور استدعا سے وابستہ ہے یعنی جب ہم فکر کے ذریعہ سے یا کسی اور طریقِ جستجو کے ذریعہ سے کسی تدبیر اور علاج کو طلب کرتے ہیں یا اگر ہم طلب کرنے میں احسن طریق کا ملکہ نہ رکھتے ہوں یا اگر اس میں کامل نہ ہوں تو مثلاً اس غور اور فکر کے لئے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرتے ہیں اور وہ ہمارے لئے اپنی فکر اور غور کے وسیلہ سے کوئی احسن طریق ہماری شفا کا سوچتا ہے تب اس کو قانونِ قدرت کی حد کے اندر کوئی طریق سُوجھ جاتا ہے جو کسی درجہ تک ہمارے لئے مفید ہوتا ہے سو وہ طریق جو ذہن میں آتا ہے وہ درحقیقت اس خوض اور غور اور فکر اور توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

جس کو ہم دوسرے لفظوں میں دُعا کہہ سکتے ہیں کیونکہ فکر اور غور کے وقت جب کہ ہم ایک مخفی امر کی تلاش میں نہایت عمیق دریا میں اُتر کر ہاتھ پَیر مارتے ہیں تو ہم ایسی حالت میں بہ زبانِ حال اُس اعلیٰ طاقت سے فیض طلب کرتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ غرض جب کہ ہماری رُوح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدء فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پا کر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے تو درحقیقت ہماری وہ حالت بھی دُعا کی ایک حالت ہوتی ہے۔ اُسی دُعا کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک بیت العلم کی کُنجی دُعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو۔ ہمارا سوچنا ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امر مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا **یہ سب امور دُعا ہی میں داخل ہیں**۔ صرف فرق یہ ہے کہ عارفوں کی دُعا آدابِ معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور اُن کی روح مبدء فیض کو شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور محجوبوں کی دُعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ سے ربط معرفت نہیں اور نہ اس پر یقین ہے وہ بھی فکر اور غور کے وسیلہ سے یہی چاہتے ہیں کہ **غیب** سے کوئی کامیابی کی بات اُن کے دل میں پڑ جائے اور ایک عارف دُعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے یہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اس پر کھلے لیکن محجوب جو خدا تعالیٰ سے ربط نہیں رکھتا وہ مبدء فیض کو نہیں جانتا اور عارف کی طرح اس کی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے اور اسی مدد کے پانے کے لئے وہ فکر کرتا ہے۔ مگر عارف اُس مبدء کو دیکھتا ہے اور یہ تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ جو کچھ فکر اور خوض کے بعد بھی دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ **متفکر کے فکر کو بطور دُعا قرار دے کر** بطور قبولِ دُعا اس علم کو فکر کرنے والے کے دل میں ڈالتا ہے۔ غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا سے ہی آتا ہے اور فکر کرنے والا اگرچہ نہ سمجھے مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے۔ ﴿۲﴾

سو آخر وہ خدا سے اس مطلب کو پاتا ہے اور جیسا کہ مَیں نے ابھی بیان کیا ہے یہ طریق طلبِ روشنی اگر علیٰ وجہ البصیرت اور ہادیٔ حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو تو یہ عارفانہ دُعا ہے اور اگر صرف فکر اور خوض کے ذریعہ سے یہ روشنی لامعلوم مبدء سے طلب کی جائے اور منورِ حقیقی کی ذات پر کامل نظر نہ ہو تو وہ محجوبانہ دُعا ہے۔ ﴿۳﴾

اب اس تحقیق سے تو یہی ثابت ہوا کہ تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلا مرتبہ دُعا کا ہے جس کو قانونِ قدرت نے **ہر ایک بشر کے لئے ایک امرِ ابدی** اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے اور ہر ایک طالبِ مقصود کو طبعاً اس پُل پر سے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر جائے شرم ہے کہ کوئی ایسا خیال کرے کہ دُعا اور تدبیر میں کوئی تناقض ہے۔ دُعا کرنے سے کیا مطلب ہوتا ہے؟ یہی تو ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جس کو دقیق در دقیق تدبیریں معلوم ہیں کوئی احسن تدبیر **دل میں ڈالے** یا بوجہ خالقیت اور قدرت **اپنی طرف سے پیدا کرے** پھر دُعا اور تدابیر میں تناقض کیونکر ہوا؟

علاوہ اس کے جیسا کہ تدبیر اور دُعا کا باہمی رشتہ قانونِ قدرت کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے ایسا ہی صحیفہ فطرت کی گواہی سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ انسانی طبائع کسی مصیبت کے وقت جس طرح تدبیر اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں۔ ایسا ہی طبعی جوش سے دُعا اور صدقہ اور خیرات کی طرف جھک جاتی ہیں۔ اگر دُنیا کی تمام قوموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اب تک **کسی قوم کا کانشنس** اس متفق علیہا مسئلہ کے برخلاف ظاہر نہیں ہوا۔ پس یہی ایک رُوحانی دلیل اس بات پر ہے کہ انسان کی شریعت باطنی نے بھی قدیم سے تمام قوموں کو یہی فتویٰ دیا ہے کہ وہ دُعا کو اسباب اور تدابیر سے الگ نہ کریں **بلکہ دعا کے ذریعہ سے تدابیر کو تلاش کریں**۔ غرض دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو۲ طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں اور تدبیر دُعا کے لئے بطور نتیجہ ضروریہ کے اور دُعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے اور انسان کی سعادت اِسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دُعا کے ساتھ مبدء فیض سے مدد طلب کرے

تا اُس چشمۂ لازوال سے روشنی پاکر عمدہ تدبیریں میسر آسکیں۔☆

﴿۴﴾ ایکؔ اور اعتراض ہے جو پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ’’کوئی تقدیر معلّق نہیں ہو سکتی اور کوئی الہامی پیشگوئی جو شرطی طور پر ہو خدا تعالیٰ کی عادت کے برخلاف ہے۔‘‘ سو واضح رہے کہ یہ اعتراض بھی ایسا ہی دھوکا ہے جیسا کہ پہلا دھوکا تھا۔ انسانوں کی طبیعتیں ہمیشہ سے اس طرف مائل ہیں کہ اگر وہ

☆ حاشیہ

﴿۳﴾ آجؔ کل مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ بھی پایا جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ دعا کچھ چیز نہیں ہے اور قضا و قدر بہرحال وقوع میں آتی ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ باوجود سچائی مسئلہ قضا و قدر کے پھر بھی خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں بعض آفات کے دور کرنے ﴿۴﴾ کے لئے بعض چیزوں کو سبب ٹھہرا رکھا ہے جیسا کہ پانی پیاس کے بجھانے کے لئے اور روٹی بھوک کے دور کرنے کے لئے قدرتی اسباب ہیں پھر کیوں اس بات سے تعجب کیا جائے کہ دُعا بھی حاجت براری کے لئے خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں ایک سبب ہے جس میں قدرتِ حق نے فیوض الٰہی کے جذب کرنے کے لئے ایک قوت رکھی ہے۔ ہزاروں عارفوں راستبازوں کا **تجربہ** گواہی دے رہا ہے کہ درحقیقت دُعا میں ایک قوتِ جذب ہے اور ہم بھی اپنی کتابوں میں اس بارے میں اپنے ذاتی تجارب لکھ چکے ہیں اور **تجربہ سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں**۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ قضا و قدر میں پہلے سب کچھ قرار پا چکا ہے مگر جس طرح یہ قرار پا چکا ہے کہ فلاں شخص بیمار ہوگا اور پھر یہ دوا استعمال کرے گا تو وہ شفا پا جائے گا اسی طرح یہ بھی قرار پا چکا ہے کہ فلاں مصیبت زدہ اگر دعا کرے گا تو قبولیت دعا سے اسباب نجات اس کے لئے پیدا کئے جائیں گے۔ اور تجربہ گواہی دے رہا ہے کہ جس جگہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ اتفاق ہو جائے کہ **بہمہ شرائط** دعا ظہور میں آوے وہ کام ضرور ہو جاتا ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ فرما رہی ہے۔ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ[1] یعنی تم میرے حضور میں دُعا کرتے رہو آخر میں قبول کرلوں گا۔ تعجب کہ جس حالت میں باوجود قضا و قدر کے مسئلہ پر یقین رکھنے کے تمام لوگ بیماریوں میں ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پھر دُعا کا بھی کیوں دوا پر قیاس نہیں کرتے؟ **منہ**

[1] المؤمن: ۶۱

قبل نزول بلا اطلاع دی جائیں کہ فلاں وقت تک بَلا آنے والی ہے تو وہ دُعا اور صدقہ سے ردّ بلا چاہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی باطنی شریعت نے نوع انسان کے صحیفہ فطرت پر یہی نقش لکھا ہے اور یہی فتویٰ دیا ہے کہ دعاؤں اور صدقات کے ساتھ بلائیں دفع ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام قومیں طبعًا اس بات کی طرف مائل ہیں کہ کسی بلا کے نزول کے وقت یا خوف نزول کے وقت دعاؤں پر زور مارتے ہیں۔ ایک جہاز پر سوار ہونے والے جب غرق ہونے کے آثار پاتے ہیں تو کس طرح گڑگڑاتے اور روتے ہیں۔ قرآن شریف میں حضرت نوح سے لے کر ہمارے سیّد و مولیٰ **محمد مصطفٰی** صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر نافرمانوں کے حق میں انذاری پیشگوئیاں ذکر فرمائی گئی ہیں وہ سب شرطی طور پر ہیں جن کے یہی معنے ہیں کہ فلاں عذاب تم پر آنے والا ہے پس اگر تم توبہ کرو اور نیک ﴿۵﴾
کام بجالاؤ تو وہ موقوف رکھا جائے گا ورنہ تم ہلاک کئے جاؤ گے۔ ایسی پیشگوئیوں سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے☆ پھر تعجب کہ بعض لوگ مسلمان کہلا کر ایسے اعتراض کرتے ہیں جو قرآنی تعلیم

☆ **حاشیہ**

ان آیات پر نظر غور ڈالو اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ[1] یعنی جو شخص صبر کرے گا اور ڈرے گا خدا اس کا اجر ضائع نہیں کرے گا۔ یہ عام پیشگوئی ہے جو تقویٰ اور صبر کے ساتھ مشروط ہے اور پھر ایک اور پیشگوئی میں عذاب کا ذکر فرما کر آخر یہ فرمایا مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ[2] یعنی خدا تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار اور مومن بن جاؤ گے۔ اس پیشگوئی میں ظاہر فرمایا کہ آنے والا عذاب شکر اور ایمان کے ساتھ دُور ہو جائے گا۔ پھر ایک اور جگہ فرمایا فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ[3] یعنی مَیں کافروں پر عذاب شدید نازل کروں گا کیا دنیا میں اور کیا آخرت میں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو میں انہیں ان کا پورا بدلہ دوں گا۔ دیکھو اس جگہ بھی ایمان کی شرط کے ساتھ عذاب کا ٹل جانا بیان فرمایا ہے۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ

[1] یوسف:۹۱ [2] النساء : ۱۴۸ [3] اٰل عمران : ۵۸،۵۷

کے بھی مخالف ہیں۔ اس کا یہی سبب ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ دن رات دنیا کی مشغولیوں میں غرق رہ کر اسلامی تعلیم سے سخت غافل ہوگئے ہیں۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جو کچھ ہم نے دفع طاعون کے بارے میں بطور حفظِ ماتقدّم اپنے پہلے اشتہار میں ایک تدبیر لکھی تھی اس تدبیر کے بیان کرنے سے ہرگز ہمارا یہ منشا نہ تھا کہ وہ یقینی اور قطعی علاج ہے اور ایسا لازوال اور تسلی بخش ہے کہ اس کے بعد دعا کی بھی حاجت نہیں بلکہ منشا صرف اس قدر تھا کہ گمانِ غالب ہے کہ اُس سے فائدہ ہو۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ کسی مرض کے متعلق ڈاکٹروں اور طبیبوں کے ہاتھ میں کوئی ایسی دوا نہیں جس پر دعویٰ کرسکیں کہ وہ قضا وقدر کے ساتھ پوری لڑائی کر کے تمام قسم کی طبائع کو ضرور کسی مرض سے حکماً نجات دے دے گی بلکہ ہمارا یقین ہے کہ اب تک طبیبوں کو ایسی دوا میسّر ہی نہیں آئی اور نہ آ سکتی ہے کہ جو حکماً ہر ایک طبیعت اور عمر اور ہر ایک ملک کے آدمی کو مفید پڑے اور ہرگز خطا نہ جائے۔ لہٰذا باوجود تدبیر کے بہر حال دُعا کا خانہ خالی ہے اور طاعون تو تمام امراضِ مہلکہ میں سے اوّل درجہ پر ہے۔ پھر کیونکر ایسی مہلک مرض کے بارے میں کوئی دعویٰ کرسکتا ہے کہ کوئی تدبیر یا دوا اس کے حملہ قاتلہ سے تمام جانوں کو بچاسکتی ہے۔ پھر جب کہ ﴿۶﴾

بقیہ حاشیہ

ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ [1] یعنی اگر یہ لوگ تکذیب پر کمر بستہ ہوں تو ان کو کہہ دے کہ اگر تم ایمان لاؤ تو خدا کی وسیع رحمت سے تمہیں حصہ ملے گا اور اگر تکذیب سے باز نہ آؤ تو اس کا عذاب ایسا نہیں کہ کسی حیلہ اور تدبیر سے ٹل سکے۔ سو یہ پیشگوئی بھی شرطی ہے اور قرآن شریف میں ایسا ہی انبیاء علیہم السلام کے قصّوں میں جابجا شرطی پیشگوئیاں ہیں ان سے انکار کرنا گویا اسلام سے انکار کرنا ہے بلکہ حضرت یونس کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انذاری پیشگوئی بغیر کسی شرط کے بھی صرف توبہ اور استغفار سے ٹل سکتی ہے کیونکہ ازل سے خدائے تعالیٰ کی صفات میں سے یہ صفت ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کر کے وعید کی پیشگوئی کو تاخیر میں ڈال دیتا ہے۔ **منہ**

[1] الانعام: ۱۴۸

قانونِ قدرت ہی بتلا رہا ہے کہ علمِ طب ظنّی ہے اور تمام تدابیر اور معالجات بھی ظنّی تو اس صورت میں کس قدر بدنصیبی ہے کہ ایسے ظنّیات پر بھروسہ کر کے مبدء فیض اور رحمت سے بذریعہ دُعا طلب فضل نہ کیا جائے۔ دُعا سے ہم کیا چاہتے ہیں؟ یہی تو چاہتے ہیں کہ وہ عالم الغیب جس کو اصل حقیقت مرض کی بھی معلوم ہے اور دوا بھی معلوم ہے وہ ہماری دستگیری فرماوے اور چاہے تو وہ دوائیں ہمارے لئے میسر کرے جو نافع ہوں اور یا اپنے فضل اور کرم سے وہ دن ہی ہم کو نہ دکھلاوے کہ ہمیں دواؤں اور طبیبوں کی حاجت پڑے۔ کیا اِس میں شک ہے کہ ایک اعلیٰ ذات تمام طاقتوں والی موجود ہے جس کے ارادہ اور حکم سے ہم جیتے اور مرتے ہیں۔ اور جس طرف اس کا ارادہ جھکتا ہے تمام نظام زمین اور آسمان کا اسی طرف جھک جاتا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ کسی ملک کی حالت صحت کسی وقت عمدہ ہو تو ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے پانی اُس ملک کا ہر ایک عفونت سے محفوظ رہے اور ہوا میں کوئی تغیّر غیر طبعی پیدا نہ ہو اور غذائیں صالحہ میسر آویں۔ اور دوسرے تمام مخفی اسباب کیا ارضی اور کیا سماوی جو مضر صحت ہیں ظہور اور بروز نہ کریں۔ اور اگر وہ کسی ملک کے لئے وبا اور موت کو چاہتا ہے تو وباء کے پیدا کرنے والے اسباب پیدا کر دیتا ہے کیونکہ تمام ملکوت السماوات والارض اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ اور ہر ایک ذرّہ دوا اور غذا اور اجرام اور اجسام کا اُس کی آواز سُنتا ہے یہ نہیں کہ وہ دنیا کو پیدا کر کے معطّل اور بے اختیار کی طرح الگ ہو کر بیٹھ گیا ہے بلکہ اب بھی وہ دنیا کا خالق ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ چند سال میں ہمارے جسم کے پہلے اجزا تحلیل پا جاتے ہیں اور دوسرے اجزا اُن کی جگہ آ جاتے ہیں۔ سو یہ سلسلہ خَلق اور آفرینش ہے جو برابر جاری رہتا ہے ایک عالم فنا پذیر ہوتا ہے اور دوسرا عالم اُس کی جگہ پکڑتا ہے۔ ایسا ہی ہمارا خدا **قیّومُ العَالَم** بھی ہے جس کے سہارے سے ہر ایک چیز کی بقا ہے۔ یہ نہیں کہ اُس نے کسی رُوح اور جسم کو پیدا نہیں کیا یا پیدا کر کے الگ ہو گیا بلکہ وہ فی الواقع **ہر ایک جان کی جان ہے** اور ہر ایک موجود محض اس سے فیض پا کر قائم رہ سکتا ہے اور فیض پا کر ابدی زندگی حاصل کرتا ہے جیسا کہ ہم بغیر اس کے جی نہیں سکتے ایسا ہی بغیر اس کے ہمارا وجود بھی پیدا نہیں ہوا۔ پس جب کہ وہ ایسا {۷}

خدا ہے کہ ہماری حیات اور زندگی اُسی کے ہاتھ میں ہے اور اُسی کے حکم سے ہمارے وجود کے ذرّات ملتے اور علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں تو پھر اُس کے مقابل پر یہ کہنا کہ بغیر اُس کی امداد اور فضل کے ہم محض اپنی تدبیروں پر بھروسہ کر کے جی سکتے ہیں کس قدر فاش غلطی ہے۔ نہیں بلکہ ہماری تدبیریں بھی اُسی کی طرف سے آتی ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں تبھی روشنی پیدا ہوتی ہے جب وہ بخشتا ہے۔ پانی اور ہوا پر بھی ہمارا تصرف نہیں۔ بہت سے اسباب ہیں جو ہمارے اختیار سے باہر اور صرف قبضہ قدرت خدائے تعالیٰ میں ہیں جو ہماری صحت یا عدم صحت پر بڑا اثر ڈالنے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانُہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَ تَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ[1] یعنی ہواؤں اور بادلوں کو پھیرنا یہ خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے اور اس میں عقل مندوں کو خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے اختیارِ کامل کا پتہ لگتا ہے۔ اور یہ پھیرنا دو قسم پر ہے ایک ظاہری طور پر اور وہ یہ ہے کہ ہواؤں اور بادلوں کو ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف پھیرا جائے۔ دوسری قسم پھیرنے کی باطنی طور پر ہے۔ اور وہ یہ کہ ہواؤں اور بادلوں میں ایک کیفیت تریاقی یا سمّی پیدا کر دی جائے تا موجب امن و آسائشِ خلق ہوں یا امراضِ وبائیہ کا موجب ٹھہریں۔ سو ان دونوں قسموں کے پھیرنے میں انسان کا دخل نہیں اور بکلّی انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ اور با ایں ہمہ ایک یہ مشکل بھی پیش ہے کہ ہماری صحت یا عدم صحت کا مدار صرف اِن ہی دو چیزوں پر نہیں بلکہ ہزار در ہزار اسباب ارضی و سماوی اَور بھی ہیں جو دقیق در دقیق اور انسان کی فکر اور نظر سے مخفی ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمام اسباب اُس کی جد و جہد سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ پس اِس میں کیا شک ہے کہ انسان کو اس خدا کی طرف رجوع کرنے کی حاجت ہے جس کے ہاتھ میں یہ تمام اسباب اور اسباب در اسباب ہیں۔ اور جس طرح خدا تعالیٰ کی کتابوں میں نیک انسان اور بد انسان میں فرق کیا گیا ہے اور اُن کے جُدا جُدا مقام ٹھہرائے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں ان دو انسانوں میں بھی فرق ہے جن میں سے ایک خدا تعالیٰ کو چشمۂ فیض ﴿۸﴾

[1] البقرة : ۱۶۵

سمجھ کر بذریعہ حالی اور قالی دُعاؤں کے اس سے قوت اور امداد مانگتا اور دوسرا صرف اپنی تدبیر اور قوت پر بھروسہ کر کے دُعا کو قابل مضحکہ سمجھتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور متکبّرانہ حالت میں رہتا ہے۔ جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دُعا کرتا اور اس سے حلِ مشکلات چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دُعا کو کمال تک پہنچاوے خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے اور اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اَور قسم کی تسلّی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے اور وہ ہرگز ہرگز نامراد نہیں رہتا اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے لیکن جو شخص دُعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف مُنہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا اور اندھا مرتا ہے اور ہماری اس تقریر میں اُن نادانوں کا جواب کافی طور پر ہے جو اپنی نظرِ خطا کار کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ بہتیرے ایسے آدمی نظر آتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے حال اور قال سے دُعا میں فنا ہوتے ہیں پھر بھی اپنے مقاصد میں نامُراد رہتے اور نامُراد مرتے ہیں اَور بمقابل ان کے ایک اَور شخص ہوتا ہے کہ نہ دُعا کا قائل نہ خدا کا قائل وہ اُن پر فتح پاتا ہے اور بڑی بڑی کامیابیاں اُس کو حاصل ہوتی ہیں۔ سو جیسا کہ ابھی مَیں نے اشارہ کیا ہے اصل مطلب دُعا سے اطمینان اور تسلّی اور **حقیقی خوشحالی** کا پانا ہے۔ اور یہ ہرگز صحیح نہیں کہ ہماری حقیقی خوشحالی صرف اُسی امر میں میسّر آ سکتی ہے جس کو ہم بذریعہ دُعا چاہتے ہیں بلکہ وہ خدا جو جانتا ہے کہ ہماری حقیقی خوشحالی کس امر میں ہے وہ کامل دُعا کے بعد ہمیں عنایت کر دیتا ہے جو شخص رُوح کی سچائی سے دُعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت سے اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس پیرایہ میں چاہے وہ عنایت کر سکتا ہے ہاں وہ کامل دعاؤں سے عنایت کی جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو **ایک مخلص صادق** کو عین مصیبت کے وقت میں دُعا کے بعد وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تختِ شاہی پر حاصل نہیں ہوسکتی۔ سو اسی کا نام حقیقی مراد یابی ہے جو آخر دُعا کرنے والوں کو ملتی ہے۔ اور

﴿۹﴾

اُن کی آفات کا خاتمہ بڑی خوشحالی کے ساتھ ہوتا ہے۔لیکن اگر اطمینان اور سچی خوشحالی حاصل نہیں ہوئی تو ہماری کامیابی بھی ہمارے لئے ایک دُکھ ہے۔سو یہ اطمینان اور رُوح کی سچی خوشحالی تدابیر سے ہرگز نہیں ملتی بلکہ محض دُعا سے ملتی ہے۔مگر جو لوگ خاتمہ پر نظر نہیں رکھتے وہ ایک ظاہری مُرادیابی یا نامرادی کو دیکھ کر **مدارِ فیصلہ** اسی کو ٹھہرا دیتے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ خاتمہ بالخیر اُن ہی کا ہوتا ہے جو خدا سے ڈرتے اور دُعا میں مشغول ہوتے ہیں اور وہی بذریعہ حقیقی اور مبارک خوشحالی کے سچی مرادیابی کی دولتِ عظمٰی پاتے ہیں۔

یہ بڑی بے انصافی اور سخت تاریکی کے نیچے دبا ہوا خیال ہے کہ اُس فیض سے انکار کیا جائے جو محض دُعا کی نالی کے ذریعہ سے آتا ہے اور ان پاک نبیوں کی تعلیم کو بنظرِ استخفاف دیکھا جائے جس کا عملی طور پر نمونہ اُن ہی کے زمانہ میں کھل گیا ہے۔کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اُن مقدسوں کی بددُعا سے ہمیشہ وہ سرکش اور نافرمان ذلیل اور ہلاک ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اُن کا مقابلہ کیا۔ ﴿۱۰﴾
حضرت نوح علیہ السلام کی بددُعا کا اثر دیکھو جس کے جوش سے پہاڑ بھی پانی کے نیچے آ گئے تھے اور کروڑہا انسان ایک دم میں دارالفنا میں پہنچ گئے۔پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددُعا پر غور کرو جس نے فرعون کو اُس کے تمام لشکروں کے ساتھ ہلاک کیا۔پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بددُعا کی قوت اور اثر کو سوچو جس کے ذریعہ سے یہودیوں کا استیصال رُومی سلطنت کے ہاتھ سے ہوا۔پھر ہمارے سیّد و مولیٰ کی بددُعا میں ذرہ فکر کرو کہ کیونکر اس بددُعا کے بعد شریر ظالموں کا انجام ہوا۔

اب کیا یہ تسلی بخش ثبوت نہیں ہے کہ قدیم سے خدا تعالیٰ کا ایک روحانی قانونِ قدرت ہے کہ دُعا پر حضرتِ احدّیت کی توجہ جوش مارتی ہے اور سکینت اور اطمینان اور حقیقی خوشحالی ملتی ہے اگر ہم ایک مقصد کی طلب میں غلطی پر نہ ہوں تو وہی مقصد مل جاتا ہے اور اگر ہم اس خطاکار بچہ کی طرح جو اپنی ماں سے سانپ یا آگ کا ٹکڑہ مانگتا ہے اپنی دُعا اور سوال میں غلطی پر ہوں تو خدا تعالیٰ وہ چیز جو ہمارے لئے بہتر ہو عطا کرتا ہے۔اور باایں ہمہ دونوں صورتوں میں ہمارے ایمان کو بھی ترقی دیتا ہے کیونکہ ہم دُعا کے ذریعہ سے پیش از وقت خدا تعالیٰ سے علم پاتے ہیں اور ایسا یقین بڑھتا ہے کہ گویا

ہم اپنے خدا کو دیکھ لیتے ہیں اور دُعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے کہ ابتدا سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا برابر چلا آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنے کے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنّت اللہ یہ ہے کہ اُس کا **کوئی مخلص بندہ** اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دُعا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اس امر کے ہو جانے کے لئے مصروف کرتا ہے۔ تب اُس **مردِ فانی** کی دُعائیں فیوضِ الٰہی کو آسمان سے کھینچتی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے کام بن جائے۔ یہ دُعا اگرچہ بعالم ظاہر انسان کے ہاتھوں سے ہوتی ہے مگر درحقیقت وہ انسان **خدا میں فانی ہوتا ہے** اور دُعا کرنے کے وقت میں حضرتِ احدیّت وجلال میں ایسے فنا کے قدم سے آتا ہے کہ اُس وقت وہ ہاتھ اُس کا ہاتھ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہی دُعا ہے جس سے خدا پہچانا جاتا ہے اور اُس ذوالجلال کی ہستی کا پتہ لگتا ہے جو ہزاروں پردوں میں مخفی ہے۔ دُعا کرنے والوں کے لئے آسمان زمین سے نزدیک آجاتا ہے اور دُعا قبول ہو کر مشکل کشائی کے لئے نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں اور اُن کا علم **پیش از وقت** دیا جاتا ہے اور کم سے کم یہ کہ میخ آہنی کی طرح قبولیتِ دُعا کا یقین غیب سے دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ سچ یہی ہے کہ اگر یہ دُعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خدا شناسی کے بارے میں **حق الیقین** تک نہ پہنچ سکتا۔ دُعا سے الہام ملتا ہے۔ دُعا سے ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دُعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اُس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے دُعا کی ضرورت نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے دنیوی مطالب کو پاویں بلکہ کوئی انسان بغیر ان قدرتی نشانوں کے ظاہر ہونے کے جو دُعا کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اُس سچے ذوالجلال خدا کو پا ہی نہیں سکتا جس سے بہت سے دل دور پڑے ہوئے ہیں۔ نادان خیال کرتا ہے کہ دعا ایک لغو اور بیہودہ امر ہے مگر اُسے معلوم نہیں کہ صرف ایک دُعا ہی ہے جس سے خداوند ذوالجلال ڈھونڈنے والوں پر تجلّی کرتا اور **اَنَـا الْقَـادِر** کا الہام اُن کے دلوں پر ڈالتا ہے۔ ہر ایک یقین کا بھوکا اور پیاسا یاد رکھے کہ اس زندگی میں رُوحانی

﴿۱۱﴾

روشنی کے طالب کے لئے صرف دعا ہی ایک ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین بخشتا اور تمام شکوک وشبہات دُور کر دیتا ہے۔ کیونکہ جو مقاصد بغیر دعا کے کسی کو حاصل ہوں وہ نہیں جانتا کہ کیونکر اور کہاں سے اس کو حاصل ہوئے۔ بلکہ صرف تدبیروں پر زور مارنے والا اور دعا سے غافل رہنے والا یہ خیال نہیں کرسکتا کہ یقیناً وحقاً خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے اُس کے مقاصد کو اس کے دامن میں ڈالا ہے یہی وجہ ہے کہ جو شخص دُعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر کسی کامیابی کی بشارت دیا جاتا ہے وہ اس کام کے ہو جانے پر خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت اور محبت میں آگے قدم بڑھاتا ہے اور اس قبولیت دُعا کو اپنے حق میں ایک عظیم الشان نشان دیکھتا ہے اور اسی طرح وقتاً فوقتاً یقین سے پُر ہو کر جذباتِ نفسانی اور ہر ایک قسم کے گناہ سے ایسا مجتنب ہو جاتا ہے کہ گویا صرف ایک رُوح رہ جاتا ہے۔ لیکن جو شخص دُعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے رحمت آمیز نشانوں کو نہیں دیکھتا وہ باوجود تمام عمر کی کامیابیوں اور بے شمار دولت اور مال اور اسبابِ تنعم کے دولت حق الیقین سے بے بہرہ ہوتا ہے اور وہ کامیابیاں اس کے دل پر کوئی نیک اثر نہیں ڈالتیں بلکہ جیسے جیسے دولت اور اقبال پاتا ہے غرور اور تکبر میں بڑھتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر اگر اس کو کچھ ایمان بھی ہو تو **ایسا مُردہ ایمان** ہوتا ہے جو اُس کو نفسانی جذبات سے روک نہیں سکتا اور حقیقی پاکیزگی بخش نہیں سکتا۔ ﴿۱۲﴾

یہ بات یاد رہے کہ اگرچہ قضا وقدر میں سب کچھ مقرر ہو چکا ہے مگر قضا وقدر نے علوم کو ضائع نہیں کیا۔ سو جیسا کہ باوجود تسلیم مسئلہ قضا وقدر کے ہر ایک کو علمی تجارب کے ذریعہ سے ماننا پڑتا ہے کہ بے شک دواؤں میں خواص پوشیدہ ہیں اور اگر مرض کے مناسب حال کوئی دوا استعمال ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بے شک مریض کو فائدہ ہوتا ہے سو ایسا ہی علمی تجارب کے ذریعہ سے ہر ایک **عارف** کو ماننا پڑا ہے کہ دُعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس **راز** کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑ ہا راستبازوں کے **تجارب** نے اور **خود ہمارے تجربہ** نے اس **مخفی حقیقت** کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ

کہ ہمارا دعا کرنا ایک قوتِ مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمت الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ **نماز کا مغز** اور رُوح بھی دعا ہی ہے جو سورۂ فاتحہ میں ہمیں تعلیم دی گئی ہے جب ہم اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ[1] کہتے ہیں تو اس دعا کے ذریعہ سے اس نور کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے اُترتا اور دلوں کو یقین اور محبت سے منور کرتا ہے۔

بعض لوگ جلدی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم دعا سے منع نہیں کرتے مگر دعا سے مطلب صرف ﴿۱۳﴾ عبادت ہے جس پر ثواب مترتب ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ ہر ایک عبادت جس کے اندر خدا تعالیٰ کی طرف سے **رُوحانیت** پیدا نہیں ہوتی اور ہر ایک ثواب جس کی **محض خیال** کے طور پر کسی آئندہ زمانہ پر اُمید رکھی جاتی ہے **وہ سب** خیالِ باطل ہے حقیقی عبادت اور حقیقی ثواب وہی ہے جس کے **اِسی دُنیا** میں انوار اور برکات **محسوس** بھی ہوں۔ ہماری پرستش کی قبولیت کے آثار یہی ہیں کہ ہم **عین دُعا کے وقت میں** اپنے دل کی آنکھ سے **مشاہدہ** کریں کہ ایک تریاقی نور خدا سے اُترتا اور ہمارے دل کے زہریلے مواد کو کھوتا اور ہمارے پر ایک شعلہ کی طرح گرتا اور فی الفور ہمیں ایک پاک کیفیتِ انشراح صدر اور یقین اور محبت اور لذّت اور اُنس اور ذوق سے پُر کر دیتا ہے۔ اگر یہ امر نہیں ہے تو پھر دُعا اور عبادت بھی ایک **رسم** اور **عادت** ہے۔ ہر ایک دُعا گو ہماری دنیوی مشکل کشائی کے لئے ہو مگر ہماری ایمانی حالت اور عرفانی مرتبت پر گزر کر آتی ہے۔ یعنی اوّل ہمیں ایمان اور عرفان میں ترقی بخشتی ہے اور ایک پاک سکینت اور انشراح صدر اور اطمینان اور حقیقی خوشحالی ہمیں عطا کر کے پھر ہماری دنیوی مکروہات پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور جس پہلو سے مناسب ہے اس پہلو سے ہمارے غم کو دُور کر دیتی ہے۔ پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ دُعا اُسی حالت میں دعا کہلا سکتی ہے کہ جب درحقیقت اس میں ایک قوّتِ کشش ہو اور واقعی طور پر دُعا کرنے کے بعد آسمان سے **ایک نور** اُترے جو ہماری گھبراہٹ کو دور کرے اور ہمیں انشراح صدر بخشے اور سکینت اور اطمینان عطا کرے۔ ہاں حکیم مطلق ہماری دعاؤں کے بعد دو طور سے نصرت اور امداد کو نازل کرتا ہے۔

[1] الفاتحۃ : ۶

(۱) ایک یہ کہ اُس بلا کو دُور کر دیتا ہے جس کے نیچے ہم دَب کر مرنے کو تیار ہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ بلا کی برداشت کے لئے ہمیں **فوق العادت قوت** عنایت کرتا ہے بلکہ اُس میں لذّت بخشتا ہے اور انشراح صدر عنایت فرماتا ہے۔ پس ان دونوں طریقوں سے ثابت ہے کہ دُعا سے ضرور نُصرت الٰہی نازل ہوتی ہے۔

یہؔ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دُعا جو خدا تعالیٰ کی پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے۔ اس کی فرضیّت کے چار۴ سبب ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو۔ کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ **مُرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے**۔ (۲) دوسرے یہ کہ تا دُعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر **ایمان قوی ہو** (۳) تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایتِ الٰہی شامل حال ہو تو **علم اور حکمت زیادت پکڑے**۔ (۴) چوتھے یہ کہ اگر دُعا کی قبولیت کا الہام اور رؤیا کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اُسی طرح ظہور میں آوے تو **معرفت الٰہی** ترقی کرے اور معرفت سے **یقین** اور یقین سے **محبت** اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے **انقطاع** حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے۔ «۱۴»
لیکن اگر کسی کو بطور خود مرادیں ملتی جائیں اور خدا تعالیٰ سے دوری اور مجوبی ہو تو وہ تمام مرادیں انجام کار **حسرتیں** ہیں اور وہ تمام مقاصد جن پر فخر کیا جاتا ہے آخر الامر **جائے افسوس** اور تاسّف ہیں۔ دنیا کے تمام عیش آخر رنج سے بدل جائیں گے اور تمام راحتیں دُکھ اور درد دکھائی دیں گی۔ مگر وہ بصیرت اور معرفت جو انسان کو دعا سے حاصل ہوتی ہے اور وہ **نعمت** جو دعا کے وقت آسمانی خزانہ سے ملتی ہے وہ **کبھی کم نہ ہوگی** اور نہ اُس پر زوال آئے گا بلکہ روز بروز معرفت اور محبت الٰہی میں ترقی ہو کر انسان اس زینہ کے ذریعہ سے جو دُعا ہے فردوسِ اعلیٰ کی طرف چڑھتا چلا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی چار۴ اعلیٰ درجہ کی صفتیں ہیں جو **اُمّ الصِّفات** ہیں اور ہر ایک صفت ہماری بشریت سے ایک امر مانگتی ہے اور وہ چار صفتیں یہ ہیں۔

ربوبیّت۔ رحمانیّت۔ رحیمیّت۔ مالکیّت یوم الدّین۔

(۱) ربوبیّت اپنے فیضان کے لئے عدم محض یا مشابہ بالعدم کو چاہتی ہے اور تمام انواع مخلوق کی جاندار ہوں یا غیر جاندار اسی سے پیرایہ وجود پہنتے ہیں۔

(۲) رحمانیّت اپنے فیضان کے لئے صرف عدم کو ہی چاہتی ہے۔ یعنی اُس عدمِ محض کو جس کے وقت میں وجود کا کوئی اثر اور ظہور نہ ہو اور صرف جانداروں سے تعلق رکھتی ہے اور چیزوں سے نہیں۔ ﴿۱۵﴾

(۳) رحیمیّت اپنے فیضان کے لئے موجود ذوالعقل کے مُنہ سے نیستی اور عدم کا اقرار چاہتی ہے اور صرف نوع انسان سے تعلق رکھتی ہے۔

(۴) مالکیّت یوم الدّین اپنے فیضان کے لئے فقیرانہ تضرع اور الحاح کو چاہتی ہے اور صرف اُن انسانوں سے تعلّق رکھتی ہے جو گداؤں کی طرح حضرت احدیّت کے آستانہ پر گِرتے ہیں اور فیض پانے کے لئے دامنِ افلاس پھیلاتے ہیں اور سَچ مُچ اپنے تئیں تہی دست پاکر خدا تعالیٰ کی مالکیّت پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ چار الٰہی صفتیں ہیں جو دنیا میں کام کر رہی ہیں اور ان میں سے جو رحیمیّت کی صفت ہے وہ دُعا کی تحریک کرتی ہے اور مالکیّت کی صفت خوف اور قلق کی آگ سے گداز کر کے سچا خشوع اور خضوع پیدا کرتی ہے کیونکہ اس صفت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ مالکِ جزا ہے کسی کا حق نہیں جو دعوے سے کچھ طلب کرے اور مغفرت اور نجات محض فضل پر ہے۔

اب خلاصۂ کلام یہ کہ خدا تعالیٰ کی یہ چار صفتیں ہیں جو قرآنی تعلیم اور تحقیق عقل سے ثابت ہوتی ہیں۔ اور منجملہ ان کے رحیمیّت کی صفت ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ کوئی انسان دعا کرے تا اس دعا پر فیوض الٰہی نازل ہوں۔ ہم نے براہین احمدیہ اور کرامات الصادقین میں بھی یہ ذکر لکھا ہے کہ کیونکر یہ چاروں صفتیں لفّ ونشر مرتب کے طور پر سورہ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں اور کیونکر صحیفۂ فطرت پر نظر ڈال کر ثابت ہوتا ہے کہ اِسی ترتیب سے جو سورہ فاتحہ میں ہے یہ چاروں صفتیں خدا کی فعلی کتاب قانونِ قدرت میں پائی جاتی ہیں۔ اب دعا سے انکار کرنا یا

اس کو بے سود سمجھنا یا جذب فیوض کے لئے اس کو ایک **محرّک** قرار نہ دینا گویا خدا تعالیٰ کی تیسری صفت سے جو **رحیمیّت** ہے انکار کرنا ہے۔ مگر یہ انکار در پردہ **دہریّت** کی طرف ایک حرکت ہے کیونکہ **رحیمیّت** ہی ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعہ سے باقی تمام صفات پر یقین بڑھتا اور کمال تک پہنچتا ہے۔ وجہ یہ کہ جب ہم خدا تعالیٰ کی رحیمیّت کے ذریعہ سے اپنی دعاؤں اور تضرّعات پر الٰہی فیضوں کو پاتے ہیں اور ہر ایک قسم کی مشکلات حل ہوتی ہیں تو ہمارا ایمان خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی قدرت اور رحمت اور دوسری صفات کی نسبت بھی حق الیقین ﴿۱۶﴾ تک پہنچتا ہے اور ہمیں چشم دید ماجرا کی طرح سمجھ آ جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ درحقیقت حمد اور شکر کا مستحق ہے اور درحقیقت اس کی **ربوبیّت** اور **رحمانیّت** اور دوسری صفات سب درست اور صحیح ہیں لیکن بغیر **رحیمیّت** کے ثبوت کے دوسری صفات بھی مشتبہ رہتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ امر مقدّم اور ایک بھاری مرحلہ جو ہمیں طے کرنا چاہیئے وہ **خداشناسی** ہے اور اگر ہماری خداشناسی ہی ناقص اور مشتبہ اور دُھندلی ہو تو ہمارا ایمان ہرگز منوّر اور چمکیلا نہیں ہوسکتا۔ اور یہ خداشناسی جب تک کہ **رحیمیّت** کی صفت کے ذریعہ سے ہمارا **چشم دید واقعہ** نہ بن جائے تب تک ہم کسی طرح سے اپنے ربّ کریم کی **حقیقی معرفت** کے چشمہ سے آب زلال نہیں پی سکتے۔ اگر ہم **اپنے تئیں دھوکا نہ دیں** تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ ہم تکمیل معرفت کے لئے اس بات کے محتاج ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفتِ رحیمیت کے ذریعہ سے تمام شکوک وشبہات ہمارے دور ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل اور قدرت کی صفات **تجربہ** میں آ کر ہمارے دل پر ایسا قوی اثر پڑے کہ ہمیں اُن نفسانی جذبات سے چھڑائے جو محض کمزوریٔ ایمان اور یقین کی وجہ سے ہمارے پر غالب آتے اور دوسری طرف رُخ کر دیتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ انسان اِس چند روزہ دنیا میں آ کر بوجہ اس کے کہ خداشناسی کی پُرزور کرنیں اُس کے دل پر نہیں پڑتیں ایک خوفناک تاریکی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جس قدر دُنیا اور دنیا کی املاک اور دنیا کی ریاستیں اور حکومتیں اور دولتیں اس کو پیاری معلوم ہوتی ہیں اس قدر

عالمِ معاد کی لذّات اور خوشحالی حقیقی کی جستجو اُس کو نہیں ہوتی۔ اور اگر کوئی نسخہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کا نکلے تو اپنے مُنہ سے اِس بات کے کہنے کے لئے طیّار رہے کہ مَیں بہشت اور عالمِ آخرت کی نعمتوں کی خواہش سے باز آیا۔ پس اس کا کیا سبب ہے؟ یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت اور رحمت اور وعدوں پر **حقیقی ایمان** نہیں۔ پس حق کے طالب کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس حقیقی ایمان کی تلاش میں لگا رہے اور اپنے تئیں یہ دھوکا نہ دے کہ **مَیں مسلمان ہوں** اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا ہوں۔ قرآن شریف پڑھتا ہوں شرک سے بیزار ہوں۔ نماز کا پابند ہوں اور ناجائز اور بد باتوں سے اجتناب کرتا ہوں۔ کیونکہ مرنے کے بعد کامل نجات اور سچی خوشحالی اور حقیقی سرور کا وہ شخص مالک ہوگا جس نے وہ زندہ اور حقیقی نور اس دنیا میں حاصل کرلیا ہے جو انسان کے مُنہ کو اس کی تمام قوتوں اور طاقتوں اور ارادوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف پھیر دیتا ہے اور جس سے اس سفلی زندگی پر ایک موت طاری ہو کر انسانی رُوح میں ایک سچی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ زندہ اور حقیقی نور کیا چیز ہے؟ وہی خداداد طاقت ہے جس کا نام **یقین** اور **معرفتِ تامّہ** ہے۔ یہ وہی طاقت ہے جو اپنے زور آور ہاتھ سے ایک خوفناک اور تاریک گڑھے سے انسان کو باہر لاتی اور نہایت روشن اور پُر امن فضا میں بٹھا دیتی ہے اور قبل اس کے جو یہ روشنی حاصل ہو **تمام اعمال صالحہ رسم اور عادت** کے رنگ میں ہوتے ہیں اور اس صورت میں ادنیٰ ادنیٰ ابتلاؤں کے وقت انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے۔ بجز اس مرتبہ یقین کے خدا سے **معاملہ صافی** کس کا ہوسکتا ہے؟ جس کو یقین دیا گیا ہے وہ **پانی** کی طرح خدا کی طرف بہتا ہے اور **ہوا** کی طرح اُس کی طرف جاتا ہے اور **آگ** کی طرح غیر کو جلا دیتا ہے اور مصائب میں **زمین** کی طرح ثابت قدمی دکھلاتا ہے۔ خدا کی معرفت دیوانہ بنا دیتی ہے مگر لوگوں کی نظر میں دیوانہ اور خدا کی نظر میں عقلمند اور فرزانہ۔ یہ شربت کیا ہی شیریں ہے کہ حلق سے اُترتے ہی تمام بدن کو شیریں کر دیتا ہے اور یہ دودھ کیا ہی لذیذ ہے کہ ایک دم میں تمام نعمتوں سے فارغ اور لاپرواہ کر دیتا ہے۔ مگر ان **دعاؤں** سے

﴿۱۷﴾

سے حاصل ہوتا ہے جو **جان کو ہتھیلی** پر رکھ کر کی جاتی ہیں۔ اور کسی دوسرے کے خون سے نہیں بلکہ اپنی سچی قربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ کیسا **مشکل** کام ہے۔ **آہ صد آہ!**

مَیں مناسب دیکھتا ہوں کہ صفائی بیان کے لئے صفاتِ اربعہ مذکورہ کی تشریح بذیل تفسیر سورۂ فاتحہ اس جگہ لکھ دوں تا معلوم ہو کہ کیونکر اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی کتاب کی پہلی سُورۃ میں ہی دعا کے لئے ترغیب دی ہے۔ اور وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ ﴿۱۸﴾
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔[1] آمین۔

ترجمہ: خدا جس کا نام اللہ ☆ ہے تمام اقسام تعریفوں کا مستحق ہے۔ اور ہر ایک تعریف اُسی کی شان کے لائق ہے کیونکہ وہ ربّ العالمین ہے۔ وہ رحمان ہے، وہ رحیم ہے، وہ مالک یوم الدین ہے۔ ہم (اے صفات کاملہ والے) تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور مدد بھی تجھ سے ہی چاہتے ہیں۔ ہمیں وہ سیدھی راہ دکھلا جو اُن لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا انعام ہے۔ اور اُن راہوں سے بچا جو اُن لوگوں کی راہیں ہیں جن پر تیرا غضب طاعون وغیرہ عذابوں سے دُنیا ہی میں وارد ہوا اور نیز اُن لوگوں کی راہوں سے بچا کہ جن پر اگرچہ دنیا میں کوئی عذاب وارد نہیں ہوا۔ مگر اُخروی نجات کی راہ سے وہ دور جا پڑے ہیں اور آخر عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

اب واضح رہے کہ یہ سورۃ قرآن شریف کی پہلی سورۃ ہے جس کا نام سورۃ فاتحہ ہے کیونکہ ابتدا اس سے ہے اور اس کا نام **اُمّ الکتاب** بھی ہے کیونکہ قرآن شریف کی تمام تعلیم کا اِس میں

☆**نوٹ**: ان آیاتِ سورۃ فاتحہ سے **معلوم** ہوتا ہے کہ وہ خدا جس نے اللہ کے نام سے قرآن میں اپنے تئیں ظاہر کیا وہ **ربّ العالمین** ہو کر مبدء ہے تمام فیضوں کا اور رحمان ہو کر مُعطی ہے تمام انعاموں کا۔ اور رحیم ہو کر قبول کرنے والا ہے تمام سُود مند دعاؤں اور کوششوں کا اور **مالک یوم الدّین** ہو کر بخشنے والا ہے کوششوں کے تمام آخری ثمرات کا۔ **منہ**

[1] الفاتحۃ: ۱تا۷

خلاصہ اور عطر موجود ہے۔ اور اس سورۃ میں ہدایت پانے کے لئے ایک دُعا سکھلائی گئی ہے تا معلوم ہو کہ فیوض ربّانی حاصل کرنے کے لئے دُعا کرنا ضروری ہے اور اس سورۃ کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع کیا گیا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک حمد اور تعریف اس ذات کے لئے مسلّم ہے جس کا نام اللہ ہے۔ اور اس فقرہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے اس لئے شروع کیا گیا کہ اصل مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت رُوح کے جوش اور طبیعت کی کشش سے ہو اور ایسی کشش جو عشق اور محبت سے بھری ہوئی ہو ہرگز کسی کی نسبت پیدا نہیں ہوسکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ وہ شخص ایسی کامل خوبیوں کا جامع ہے جن کے ملاحظہ سے بے اختیار دل تعریف کرنے لگتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ کامل تعریف دو قسم کی خوبیوں کے لئے ہوتی ہے۔ ایک کمال **حُسن** اور ایک کمال **احسان** اور اگر کسی میں دونوں خوبیاں جمع ہوں تو پھر اُس کے لئے دل فدا اور شیدا ہو جاتا ہے۔ اور ﴿۱۹﴾
قرآن شریف کا بڑا مطلب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی دونوں قسم کی خوبیاں حق کے طالبوں پر ظاہر کرے تا اُس بے مثل و مانند ذات کی طرف لوگ کھینچے جائیں اور رُوح کے جوش اور کشش سے اُس کی بندگی کریں۔ اس لئے پہلی سورۃ میں ہی یہ نہایت لطیف نقشہ دکھلانا چاہا ہے کہ وہ خدا جس کی طرف قرآن بُلاتا ہے وہ کیسی خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ سو اسی غرض سے اس سورۃ کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع کیا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ سب تعریفیں اس کی ذات کے لئے لائق ہیں جس کا نام اللہ ہے۔ اور قرآن کی اصطلاح کی رُو سے اللہ اُس ذات کا نام ہے جس کی تمام خوبیاں حُسن واحسان کے کمال کے نقطہ پر پہنچی ہوئی ہوں اور کوئی مَنقصت اُس کی ذات میں نہ ہو۔ قرآن شریف میں تمام صفات کا موصوف صرف اللہ کے اسم کو ہی ٹھہرایا ہے تا اِس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اللہ کا اسم تب متحقق ہوتا ہے کہ جب تمام صفات کاملہ اس میں پائی جائیں۔ پس جبکہ ہر ایک قسم کی خوبی اُس میں پائی گئی تو حسن اس کا ظاہر ہے۔ اِسی حُسن کے لحاظ سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا نام نور ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[۱] یعنی اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا نُور ہے۔ ہر ایک نور اُسی کے نور کا پرتوہ ہے۔

[۱] النّور: ۳۶

اور احسان کی خوبیاں اللہ تعالیٰ میں بہت ہیں جن میں سے چار[۴] بطور اصل الاصول ہیں اور ان کی ترتیب طبعی کے لحاظ سے **پہلی خوبی** وہ ہے جس کو سُورہ فاتحہ میں **ربّ العالمین** کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی **ربوبیّت** یعنی پیدا کرنا اور کمال مطلوب تک پہنچانا تمام عالموں میں جاری و ساری ہے۔ یعنی عالمِ سماوی اور عالم ارضی اور عالمِ اجسام اور عالم ارواح اور عالمِ جواہر اور عالمِ اعراض اور عالمِ حیوانات اور عالمِ نباتات اور عالمِ جمادات اور دوسرے تمام قسم کے عالم اس کی ربوبیت سے پرورش پا رہے ہیں یہاں تک کہ خود انسان پر ابتدا نطفہ ہونے کی حالت سے یا اس سے پہلے بھی جو جو عالم موت تک یا دوسری زندگی کے زمانہ تک آتے ہیں وہ سب چشمۂ ربوبیّت سے فیض یافتہ ہیں۔ پس ربوبیّت الٰہی بوجہ اس کے کہ وہ تمام ارواح و اجسام و حیوانات و نباتات و جمادات وغیرہ پر مشتمل ہے فیضان اَعَم سے موسوم ہے کیونکہ ہر ایک موجود اس سے فیض پاتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہر ایک چیز وجود پذیر ہے ہاں البتہ ربوبیتِ الٰہی اگرچہ ہر ایک موجود کی موجد اور ہر ایک ظہور پذیر چیز کی مربی ہے لیکن بحیثیت احسان کے سب سے زیادہ فائدہ اس کا انسان کو پہنچتا ہے کیونکہ **خدا تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے انسان فائدہ اُٹھاتا ہے**۔ اِس لئے انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ تمہارا خدا **ربّ العالمین** ہے تا انسان کی اُمید زیادہ ہو اور یقین کرے کہ ہمارے فائدہ کے لئے خدا تعالیٰ کی قدرتیں وسیع ہیں اور طرح طرح کے عالمِ اسباب ظہور میں لاسکتا ہے۔ **دوسری خوبی** خدا تعالیٰ کی جو دوسرے درجہ کا احسان ہے جس کو فیضانِ عام سے موسوم کر سکتے ہیں رحمانیت ہے جس کو سورۃ فاتحہ میں **الرّحمٰن** کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے اور قرآن شریف کی اصطلاح کی رُو سے خدا تعالیٰ کا نام رحمٰن اس وجہ سے ہے کہ اُس نے ہر ایک جاندار کو جن میں انسان بھی داخل ہے اُس کے **مناسب حال** صورت اور سیرت بخشی یعنی جس طرز کی زندگی اس کے لئے ارادہ کی گئی اس زندگی کے مناسب حال جن قوتوں اور طاقتوں کی ضرورت تھی یا جس قسم کی بناوٹ جسم اور اعضاء کی حاجت تھی وہ سب اس کو عطا کئے اور پھر اس کی بقا کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ اس کے لئے مہیّا کیں۔ پرندوں کے لئے پرندوں کے مناسب حال اور

﴿۲۰﴾

چرندوں کے لئے چرندوں کے مناسب حال اور انسان کے لئے انسان کے مناسب حال طاقتیں عنایت کیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ان چیزوں کے وجود سے ہزارہا برس پہلے بوجہ اپنی صفت رحمانیت کے اجرام سماوی و ارضی کو پیدا کیا تا وہ ان چیزوں کے وجود کی محافظ ہوں۔ پس اِس تحقیق سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت میں کسی کے عمل کا دخل نہیں بلکہ وہ رحمت محض ہے جس کی بنیاد ان چیزوں کے وجود سے پہلے ڈالی گئی۔ ہاں انسان کو خدا تعالیٰ کی رحمانیت سے سب سے زیادہ حصہ ہے کیونکہ ہر ایک چیز اس کی کامیابی کے لئے قربان ہو رہی ہے اس لئے انسان کو یاد دلایا گیا کہ تمہارا خدا رحمٰن ہے۔

تیسری خوبی خدا تعالیٰ کی جو تیسرے درجہ کا احسان ہے رحیمیّت ہے جس کو سورۂ فاتحہ میں الـرّحیم کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے اور قرآن شریف کی اصطلاح کے رُو سے خدا تعالیٰ رحیم اس حالت میں کہلاتا ہے جبکہ لوگوں کی دُعا اور تضرع اور اعمال صالحہ کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور تضییع اعمال سے ان کو محفوظ رکھتا ہے۔ یہؔ احسان دوسرے لفظوں میں فیض خاص سے موسوم ہے اور صرف انسان ﴿۲۱﴾ کی نوع سے مخصوص ہے۔ دوسری چیزوں کو خدا نے دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ کا ملکہ نہیں دیا مگر انسان کو دیا ہے۔ انسان حیوان ناطق ہے اور اپنی نُطق کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا فیض پا سکتا ہے۔ دوسری چیزوں کو نُطق عطا نہیں ہوا۔ پس اس جگہ سے ظاہر ہے کہ انسان کا دعا کرنا اس کی انسانیت کا ایک خاصہ ہے جو اس کی فطرت میں رکھا گیا ہے اور جس طرح خدا تعالیٰ کی صفات ربوبیّت اور رحمانیّت سے فیض حاصل ہوتا ہے اسی طرح صفت رحیمیّت سے بھی ایک فیض حاصل ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ ربوبیت اور رحمانیت کی صفتیں دُعا کو نہیں چاہتیں کیونکہ وہ دونوں صفات انسان سے خصوصیت نہیں رکھتیں اور تمام پرند چرند کو اپنے فیض سے مستفیض کر رہی ہیں بلکہ صفت ربوبیّت تو تمام حیوانات اور نباتات اور جمادات اور اجرامِ ارضی اور سماوی کو فیض رسان ہے اور کوئی چیز اُس کے فیض سے باہر نہیں۔ برخلاف صفت رحیمیّت کے کہ وہ انسان کے لئے ایک خلعتِ خاصہ ہے۔ اور اگر انسان ہو کر اس صفت سے فائدہ نہ اُٹھاوے تو گویا ایسا انسان حیوانات بلکہ جمادات کے برابر ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے فیض رسانی کی چار صفت اپنی

ذات میں رکھی ہیں اور رحیمیّت کو جو انسان کی دعا کو چاہتی ہے خاص انسان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ میں **ایک قسم** کا وہ فیض ہے **جو دُعا کرنے سے وابستہ ہے** اور بغیر دعا کے کسی طرح مل نہیں سکتا۔ یہ سنّت اللہ اور قانونِ الٰہی ہے جس میں تخلف جائز نہیں یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام اپنی اپنی اُمتوں کے لئے ہمیشہ دُعا مانگتے رہے۔ توریت میں دیکھو کہ کتنی دفعہ بنی اسرائیل خدا تعالیٰ کو ناراض کر کے عذاب کے قریب پہنچ گئے اور پھر کیونکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور تضرع اور سجدہ سے وہ عذاب ٹل گیا حالانکہ بار بار وعدہ بھی ہوتا رہا کہ مَیں ان کو ہلاک کروں گا۔

اب اِن تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ دعا محض لغو امر نہیں ہے۔ اور نہ صرف ایسی عبادت جس پر کسی قسم کا فیض نازل نہیں ہوتا۔ یہ ان لوگوں کے خیال ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کا وہ قدر نہیں کرتے جو حق قدر کرنے کا ہے اور نہ خدا کی کلام کو نظرِ عمیق سے سوچتے ہیں اور نہ قانونِ قدرت پر نظر ڈالتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دعا پر ضرور فیض نازل ہوتا ہے جو ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اِسی کا نام **فیض رحیمیّت** ہے۔ جس سے انسان ترقی کرتا جاتا ہے۔ اِسی فیض سے انسان ولایت کے مقامات تک پہنچتا ہے اور **خدا تعالیٰ پر ایسا یقین لاتا ہے کہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے**۔ مسئلہ شفاعت بھی صفت رحیمیّت کی بناء پر ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحیمیّت نے ہی تقاضا کیا کہ اچھے آدمی بُرے آدمیوں کی شفاعت کریں۔ ﴿۲۲﴾

چوتھا احسان خدا تعالیٰ کا جو قسم چہارم کی خوبی ہے جس کو فیضان اخص سے موسوم کر سکتے ہیں مالکیّت یوم الدّین ہے جس کو سورۃ فاتحہ میں فقرہ مالک یوم الدّین میں بیان فرمایا گیا ہے اور اس میں اور صفت رحیمیّت میں یہ فرق ہے کہ رحیمیّت میں دعا اور عبادت کے ذریعہ سے کامیابی کا استحقاق قائم ہوتا ہے اور صفت مالکیّت یوم الدّین کے ذریعہ سے وہ ثمرہ عطا کیا جاتا ہے۔ اِس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک انسان گورنمنٹ کا ایک قانون یاد کرنے میں محنت اور جدوجہد کر کے امتحان دے اور پھر اس میں پاس ہو جائے۔ پس رحیمیّت کے اثر سے کسی کامیابی کے لئے استحقاق

پیدا ہو جانا پاس ہو جانے سے مشابہ ہے اور پھر وہ چیز یا وہ مرتبہ میسّر آ جانا جس کے لئے پاس ہوا تھا اُس حالت سے مشابہ انسان کے فیض پانے کی وہ حالت ہے جو پرتوہ صفت مالکیّت یوم الدین سے حاصل ہوتی ہے۔ ان دونوں صفتوں رحیمیّت اور مالکیّت یوم الدّین میں یہ اشارہ ہے کہ فیض رحیمیّت خدا تعالیٰ کے رحم سے حاصل ہوتا ہے۔ اور فیض مالکیّت یوم الدّین خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اور مالکیّت یوم الدین اگرچہ وسیع اور کامل طور پر عالمِ معاد میں متجلّی ہوگی مگر اس عالم میں بھی اس عالم کے دائرہ کے موافق یہ چاروں صفتیں تجلّی کر رہی ہیں۔ ربوبیّت عام طور پر ایک فیض کی بنا ڈالتی ہے اور رحمانیّت اس فیض کو جانداروں میں کُھلے طور پر دکھلاتی ہے اور رحیمیّت ظاہر کرتی ہے کہ **خط ممتد فیض کا انسان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے** اور انسان وہ جانور ہے جو فیض کو نہ صرف حال سے بلکہ منہ سے مانگتا ہے اور مالکیّت یوم الدّین ﴿۲۳﴾ فیض کا آخری ثمرہ بخشتی ہے۔ یہ چاروں صفتیں دنیا میں ہی کام کر رہی ہیں مگر چونکہ دُنیا کا دائرہ نہایت تنگ اور نیز جہل اور بے خبری اور کم نظری انسان کے شامل حال ہے اس لئے یہ نہایت وسیع دائرے صفاتِ اربعہ کے اس عالم میں ایسے چھوٹے نظر آتے جیسے بڑے بڑے گولے ستاروں کے دُور سے صرف نقطے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن عالم معاد میں پورا نظارہ ان صفاتِ اربعہ کا ہوگا۔ اس لئے حقیقی اور کامل طور پر یوم الدّین وہی ہوگا جو عالمِ معاد ہے۔ اُس عالم میں ہر ایک صفت ان صفاتِ اربعہ میں سے دوہری طور پر اپنی شکل دکھائے گی یعنی ظاہری طور پر اور باطنی طور پر اِس لئے اس وقت یہ چار صفتیں آٹھ صفتیں معلوم ہوں گی۔ اِسی کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا گیا ہے کہ اِس دنیا میں چار فرشتے خدا تعالیٰ کا عرش اُٹھا رہے ہیں اور اُس دن آٹھ فرشتے خدا تعالیٰ کا عرش اٹھائیں گے۔ یہ استعارہ کے طور پر کلام ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کی ہر صفت کے مناسب حال ایک فرشتہ بھی پیدا کیا گیا ہے اس لئے چار صفات کے متعلق چار فرشتے بیان کئے گئے۔ اور جب آٹھ صفات کی تجلّی ہوگی تو اُن صفات کے ساتھ آٹھ فرشتے ہوں گے۔ اور چونکہ یہ صفات الوہیت کی ماہیّت کو ایسا اپنے پر لئے ہوئے ہیں کہ گویا اُس کو اُٹھا رہے ہیں اس لئے استعارہ کے طور پر

اُٹھانے کا لفظ بولا گیا ہے۔ ایسے اِستعارات لطیفہ خدا تعالیٰ کی کلام میں بہت ہیں جن میں رُوحانیت کو جسمانی رنگ میں دکھایا گیا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ میں یہ چارؔ صفاتِ عظیمہ ہیں جن پر ہر ایک مسلمان کو ایمان لانا چاہیئے اور جو شخص دعا کے ثمرات اور فیوض سے انکار کرتا ہے گویا وہ بجائے چار صفتوں کے صرف تین صفتوں کو مانتا ہے۔

اب واضح رہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے سورۃ فاتحہ میں الحمد للہ کے بعد ان صفاتِ اربعہ کو چار سرچشمۂ فیض قرار دے کر اس سورۃ کے مابعد کی آیتوں میں بطور لفّ ونشر مرتب ہر ایک چشمہ سے فیض مانگنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ فقرہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے فقرہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تک پانچ جدا جدا امر ہیں۔ (۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (۲) دوسرے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۳) تیسرے اَلرَّحْمٰنِ (۴) چوتھے اَلرَّحِيْمِ (۵) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور مابعد کے پانچ فقرے ان پانچوں کے لحاظ سے بصورت **لفّ ونشر مرتب** ان کے مقابل پر واقع ہیں۔ ﴿۲۴﴾
جیسا کہ فقرہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ فقرہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے مقابل پر ہے۔ جس سے یہ اشارہ ہے کہ عبادت کے لائق وہی ذات کامل الصّفات ہے جس کا نام اللہ ہے اور فقرہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ فقرہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے مقابل پر واقع ہے جس سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ سرچشمۂ ربوبیّت سے جو ایک نہایت عام سرچشمہ ہے ہم مدد طلب کرتے ہیں کیونکہ بغیر خدا تعالیٰ کے فیض ربوبیت کے ظاہری یا باطنی طور پر نشوونما پانا یا کوئی پاک تبدیلی حاصل کرنا اور روحانی پیدائش سے حصّہ لینا امر محال ہے۔ اور فقرہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ فقرہ اَلرَّحْمٰن کے مقابل پر واقع ہے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا ورد کرنے والا الرَّحْمٰن کے چشمہ سے فیض طلب کرتا ہے۔ کیونکہ **ہدایت پانا کسی کا حق نہیں ہے** بلکہ محض رحمانیّت الٰہی سے یہ دولت حاصل ہوتی ہے۔ اور فقرہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فقرہ اَلرَّحِيْمِ کے مقابل پر واقع ہے۔ اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا ورد کرنے والا چشمہ الرّحیم سے فیض طلب کرتا ہے کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ اے دعاؤں کو رحم خاص سے قبول کرنے والے ان رسولوں اور صدّیقوں اور شہیدوں کی راہ ہمیں دکھلا جنہوں نے دُعا اور مجاہدات میں مصروف ہو کر تجھ سے

انواع اقسام کے معارف اور حقائق اور کشوف اور الہامات کا انعام پایا اور دائمی دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ سے معرفتِ تامہ تک پہنچ گئے۔ اور فقرہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فقرہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے مقابل پر واقع ہے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کا ورد کرنے والا چشمہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے فیض طلب کرتا ہے۔ اور اس کے یہ معنے ہیں کہ اے جزا و سزا کے دن کے مالک ہمیں اس سزا سے بچا کہ ہم دنیا میں یہودیوں کی طرح طاعون وغیرہ بلاؤں میں تیرے غضب کی وجہ سے مبتلا ہوں یا نصاریٰ کی طرح نجات کی راہ گُم کر کے آخرت میں عذاب کے مستحق ہوں۔ اس آیت میں نصاریٰ کا نام ضالّین اس لئے رکھا ہے کہ دنیا میں ان پر کوئی غضب الٰہی کا عذاب نازل نہیں ہوا صرف وہ لوگ اُخروی نجات کی راہ گم کر بیٹھے ہیں اور آخرت میں قابلِ مواخذہ ہیں۔ مگر یہود کا نام مغضوب علیھم اس واسطے رکھا ہے کہ یہود پر دنیا میں ہی اُن کی شامتِ اعمال سے بڑے بڑے عذاب نازل ہوئے ہیں۔ منجملہ اُن کے عذابِ طاعون ہے ﴿۲۵﴾ چونکہ یہود نے خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں اور راستباز بندوں کی صرف تکذیب نہیں کی بلکہ بہتوں کو ان میں سے قتل کیا یا قتل کا ارادہ کیا اور بدزبانی سے بھی بہت تکلیفیں پہنچاتے رہے اس لئے غیرت الٰہی نے بعض اوقات جوش میں آ کر اُن کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا۔ بسا اوقات لاکھوں یہودی طاعون کے عذاب سے مارے گئے اور کئی دفعہ ہزاروں اُن میں سے قتل کئے گئے اور یا اسیر ہو کر دوسرے ملکوں میں نکالے گئے۔ غرض وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ہمیشہ مغضوب علیہم رہے چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ ایک ٹیڑھی قوم ہے اس لئے توریت میں اکثر دنیا کے عذابوں سے ان کو ڈرایا گیا تھا۔ غرض اُن پر ہولناک طور پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا رہا کیونکہ وہ لوگ خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کو ہاتھ اور زبان سے دکھ دیتے تھے اِسی وجہ سے دنیا میں ہی ان پر غضب بھڑکا تا وہ ان لوگوں کے لئے **نمونہ عبرت** ہوں کہ جو آئندہ کسی زمانہ میں خدا کے ماموروں اور راست باز بندوں کو عمداً دُکھ دیں اور اُن کو ستاویں اور اُن کے قتل کرنے یا ذلیل کرنے کے لئے بد ارادے دل میں رکھیں۔ سو اس دعا کے سکھلانے میں دَرپَردہ اس بات کی طرف

بھی اشارہ ہے کہ تم یہودیوں کے خُلق اور خُو سے باز رہو اور اگر کوئی مامور من اللہ تم میں پیدا ہو تو یہودیوں کی طرح اُس کی ایذا اور توہین اور تکفیر میں جلدی نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم سچے کو جھوٹا ٹھہرا کر اور پھر طرح طرح کے دُکھ اس کو دے کر اور بدزبانی سے اس کی آبروریزی کر کے یہودیوں کی طرح موردِ غضب الٰہی ہو جاؤ لیکن افسوس کہ اس امت کے لوگ بھی ہمیشہ ٹھوکر کھاتے رہے اور انہوں نے بدقسمت یہودیوں کے قصوں سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ یہ کیسی عبرت پکڑنے کی بات تھی کہ یہودیوں کو ایلیا نبی کے واپس آنے کا وعدہ دیا گیا تھا اور لکھا گیا تھا کہ جب تک ایلیا نہ آوے مسیح نہیں آئے گا لیکن یہود نے کتبِ مقدسہ کے نصوص کے ظاہر معنے پر زور دے کر یہ عقیدہ اجماعی قائم کیا کہ درحقیقت ایلیا نبی کا ہی دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے۔ اسی عقیدہ کے رُو سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبول نہ کر سکے اور یہ حُجّت پیش کی کہ ایلیا اب تک وعدہ کے موافق دوبارہ دنیا میں نہیں آیا پھر مسیح کیسے آ گیا۔ اس ظاہر پرستی سے وہ بڑی مصیبت میں پڑے اور درحقیقت ان کی تمام بدبختی کی یہی جڑ تھی کہ انہوں نے کتاب مقدس کے ایک استعارہ کو حقیقت پر حمل کیا اور اُن کے تمام علماء کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ﴿۲۶﴾ مسیح نبی اللہ سے پہلے ایلیا کا دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے اور اس تاویل پر انہوں نے ٹھٹھا کیا کہ ایلیا سے مراد یوحنا یعنی یحیٰ نبی ہے جو اپنے اندر ایلیا کی خُو اور طبیعت رکھتا ہے۔ اور کہا کہ اگر یہ مطلب تھا کہ ایلیا نبی دنیا میں واپس نہیں آئے گا بلکہ اس کا مثیل آئے گا تو خدا نے پیشگوئی میں یوں کیوں نہ فرمایا کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا مثیل آئے گا۔☆ غرض اس طرح پر اُن کے دل سخت ہو گئے اور ایک راستباز کو کذّاب اور کافر اور ملحد قرار دیا۔ اِسی شامت سے وہ غضبِ الٰہی کے مورد ہو کر سخت سخت عذابوں میں مبتلا ہوئے۔ اسلام میں بھی یہودی صفت لوگوں نے یہی طریق اختیار کیا اور اپنی غلط فہمی پر اصرار کر کے ہر ایک زمانہ میں خدا کے مقدس لوگوں کو تکلیفیں دیں۔ دیکھو کیسے امام حسین رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ہزاروں نادان یزید کے ساتھ ہو گئے اور

☆ **نوٹ:** یہ سب باتیں اس کتاب میں لکھی ہیں جو ایک یہودی فاضل نے تالیف کی ہے جو میرے پاس موجود ہے۔ منه

اس امام معصوم کو ہاتھ اور زبان سے دُکھ دیا آخر بجز قتل کے راضی نہ ہوئے اور پھر وقتاً فوقتاً ہمیشہ اس اُمت کے اماموں اور راستبازوں اور مجدّدوں کو ستاتے رہے اور کافر اور بے دین اور زندیق نام رکھتے رہے۔ ہزاروں صادق ان کے ہاتھ سے ستائے گئے اور نہ صرف یہ کہ ان کا نام کافر رکھا بلکہ جہاں تک بس چل سکا قتل کرنے اور ذلیل کرنے اور قید کرانے سے فرق نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اب ہمارا زمانہ پہنچا اور تیرھویں صدی میں جابجا خود وہ لوگ یہ وعظ کرتے تھے کہ چودھویں صدی میں امام مہدی یا مسیح موعود آئے گا اور کم سے کم یہ کہ ایک بڑا مجدّد پیدا ہوگا لیکن جب چودھویں صدی کے سر پر وہ مجدّد پیدا ہوا اور نہ صرف خدا تعالیٰ کے الہام نے اس کا نام مسیح موعود رکھا بلکہ زمانہ کے فتن موجودہ نے بھی بزبانِ حال یہی فتویٰ دیا کہ اس کا نام مسیح موعود چاہئیے تو اس کی سخت تکذیب کی اور جہاں تک ممکن تھا اس کو ایذا دی اور طرح طرح کے حیلوں اور مکروں سے اس کو ذلیل اور نابود کرنا چاہا اور اگر خدا تعالیٰ کے فضل سے **گورنمنٹ برطانیہ** کی اس ملک ہند میں سلطنت نہ ہوتی تو مدت سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے معدوم کر دیتے۔

اور یہ بات ظاہر تھی کہ یہ زمانہ ایمانی اور اعتقادی فتنوں کا زمانہ تھا اور لاکھوں انسانوں کے اعتقاد توحید سے برگشتہ ہو کر مخلوق پرستی کی طرف جُھک گئے تھے اور زیادہ تر حصّہ مخلوق پرستی کا جس پر زور دیا جاتا ﴿۲۷﴾
تھا وہ یہی تھا کہ صلیبی نجات کی حمایت میں قلموں اور زبانوں سے وہ کام لیا گیا تھا کہ اگر نسخہ عالم کے تمام صفحات میں تلاش کریں تو تائید باطل میں یہ سرگرمی کسی اَور زمانہ میں کبھی ثابت نہیں ہوگی۔ اور جبکہ صلیبی نجات کے حامیوں کی تحریریں انتہا درجہ کی تیزی تک پہنچ گئی تھیں اور اسلامی توحید اور نبی عربی خیر الرسل علیہ السلام کی عفّت اور عزّت اور حقانیت اور کتاب اللہ قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے پر کمال ظلم اور تعدی سے حملے کئے گئے تھے اور وہ بیجا حملے جن کتابوں اور رسالوں اور اخباروں میں کئے گئے تھے ان کی تعداد کی سات کروڑ تک نوبت پہنچ گئی تھی اور یہ سب کچھ تیرھویں صدی کے ختم ہونے تک

ظہور میں آ چکا تھا تو کیا ضرور نہ تھا کہ وہ خدا جس نے فرمایا تھا کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ[1] وہ اِن بے جا حملوں کے فرو کرنے کے لئے چودھویں صدی کے سر پر اپنی قدیم سنّت کے موافق کوئی آسمانی سلسلہ قائم کرتا؟ پس اگر یہ سچ ہے کہ ہر ایک مجدّد فتن موجودہ کے مناسب حال آنا چاہیے تو یہ دوسری بات بھی سچی ہے کہ چودھویں صدی کا مجدّد کسرِ فتن صلیبیہ کے لئے آنا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہی وہ فتن ہیں جن کے لاکھوں دلوں پر خطرناک اثر پڑے ہیں اور یہی وہ فتن ہیں جن کو اس زمانہ کے تمام فتنوں کی نسبت عظیم الشان کہنا چاہیے اور جبکہ ثابت ہوا کہ چودھویں صدی کے مجدّد کا کام صلیبی فتنوں کا توڑنا اور اس کے حامیوں کے حملوں کا جواب دینا ہے☆ تو اب طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس مجدّد کا یہ کام ہو کہ وہ صلیبی فتنوں کو توڑے اور کسر صلیب کا منصب اپنے ہاتھ میں لے کر حقیقی نجات کی راہ دکھلاوے۔ اور وہ نجات جو صلیب کی طرف منسوب کی گئی ہے اُس کا بطلان ثابت کرے۔ اس مجدد کا کیا نام ہونا چاہیے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مجدّد کا نام مسیح موعود رکھا ہے؟ پس جبکہ زمانہ کی حالت موجودہ ہی بتلا رہی ہے کہ چودھویں صدی کے مجدّد کا نام مسیح موعود ہونا چاہیے یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ ایسی صدی کا مسیح موعود ہی مجدّد ہوگا جس میں فتنہ صلیبیہ کا جوش وخروش ہو تو پھر کیوں انکار ہے۔ بہر حال جب فتن صلیبیہ اپنے کمال کو پہنچ گئے اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کروڑ ہا کتابیں صلیبی نجات کی تائید اور اسلام کی توہین اور ابطال میں شائع کی گئیں اور اِس پُر فتن صدی کے سر پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ اِن فتنوں کی اصلاح ﴿۲۸﴾

☆نوٹ: ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ چودھویں صدی کا مجدد جو مسیح موعود ہے اس کا منصب یہ نہیں ہے کہ سختیوں اور ہنگامہ پردازیوں سے کام لے بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حِلم اور خُو کے موافق بُردباری اور نرمی سے اتمام حُجّت کرے اور امن کے ساتھ حق کو پھیلاوے۔ منہ

[1] الحجر: ۱۰

کے لئے مَیں مامور ہوں تو کیا ایسا دعویٰ غیر محل پر تھا؟ اور کیا ضرور نہ تھا کہ ان خطرناک فتنوں کے وقت میں وہ خدا جو اسلام کو ذلّت کی حالت میں دیکھ نہیں سکتا آسمان سے کوئی سلسلہ قائم کرتا اور اس مجروح اور زخمی کے لئے کوئی آسمانی مرہم نازل فرماتا؟ کیا یہ تعجب کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کے رحم نے تقاضا کیا کہ ایسے ضعف اور ذلّت کے وقت میں اسلام کی خبر لے؟ کیا اس سے بڑھ کر کسی اور وقت کا انتظار کرو گے؟ اور اس چودھویں صدی کو کسی مجدّد کے آنے سے بے نصیب قرار دے کر کسی اور نامعلوم صدی کی انتظار میں رہو گے؟ کیا یہ تقویٰ کا طریق ہے کہ باوجودیکہ صدی میں سے چودہ سال بھی گذر گئے اور صلیبی فتنے دائرے کی طرح محیط ہو گئے مگر پھر بھی اعتقاد یہ ہو کہ آنے والا اب تک نہ آیا اور بدقسمت چودھویں صدی کسی معمولی مجدّد سے بھی خالی رہی اور اگر آیا تو ایک دجّال آیا؟ کیا یہی امانت ہے کہ ایسے خیالات رکھے جائیں کہ چودھویں صدی تو مجدد سے خالی گئی اور کسوف خسوف رمضان کا مہدی کے ظہور سے خالی گیا۔ اور صلیبی فتنوں کا زمانہ مسیح موعود کے ظہور سے خالی رہا گویا نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تینوں پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں یہ بھی تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں اونٹ بیکار ہو جائیں گے یہ ریل کی طرف اشارہ تھا۔ سو ریل کے جاری ہونے پر بھی پچاس سال گذر گئے مگر ہمارے مخالفوں کا فرضی مسیح اب تک نہیں آیا۔ اللہ اکبر۔ یہ لوگ کیسے دل کے سخت ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں سے یُوں انکار کیا اور میری پیشگوئیوں میں سے وہ پیشگوئیاں جو نظری طور پر پوری ہوئیں اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ جھوٹی نکلیں اور جو بدیہی طور پر پوری ہوئیں اُن کی نسبت یہ خیال ہے کہ نجوم یا رَمل سے کام لیا گیا۔ اور یا کسی مجرمانہ سازش سے پوری کی گئیں☆۔

☆ یہ دونوں طریق پیشگوئیوں کے پوری ہونے کے قدیم سے سنّت الٰہی ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں کبھی تو نظری طور پر یعنی استعارات کے پیرایہ میں یا کسی اور دقیق التزام سے پوری ہوئیں اور یا بدیہی طور پر پوری ہوئیں۔ **منہ**

غرض ہمارے اندرونی مخالفوں نے کسی پہلو سے فائدہ نہ اٹھایا اور وہ سب کام کر دکھائے جو یہودیوں نے کئے تھے۔ وہ اعتراض جو بار بار ہم پر کیا گیا وہ یہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کا ذہنی مہدی یا مسیح خونریزوں کے طور پر آئے گا مگر یہ شخص لڑائیوں اور خونریزیوں سے منع کرتا ہے۔ اس کا بار بار جواب دیا گیا کہ یہ خیال سراسر غلط ہے بلکہ **یَضَعُ الْحَرب** کی حدیث سے بکمال وضوح ثابت ہے کہ مسیح موعود خونریزوں کے رنگ میں ہرگز نہیں آئے گا اور صرف معارف اور حقائق اور نشانوں سے اتمام **حجت** کرے گا اور امن کے ساتھ حق کو پھیلائے گا☆۔ یہ باتیں ایسی صاف تھیں کہ قرآن اور حدیث پر غور کرنے سے کمال آسانی سے سمجھ آ سکتی تھیں۔ مگر پُرانے خیالات جو عادات راسخہ ہو گئے تھے غافل دلوں سے نکل نہ سکے۔ یہ تو سچ ہے کہ ہمارا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ نرمی اور ملائمت سے لوگوں کے دھوکے دور کریں اور نوعِ انسان سے خواہ وہ عیسائی ہوں یا ہندو یا یہودی ہمدردی سے پیش آویں اور دلائل عقلیّہ اور آیاتِ سماویہ کی روشنی سے اُن کو دکھلاویں کہ وہ اپنے اعتقادات میں غلطی پر ہیں۔ اگر ہمارے اس طریق اور طرز سے ہمارے مخالف مسلمان ناراض ہیں اور کسی سخت گیر خونریز کا انتظار کرتے ہیں تو یہ اُن کی غلطی ہے اور ایسے خیال سے وہ قرآن اور حدیث سے دُور جا پڑے ہیں۔ اب یہ زمانہ ہے کہ ہم ہر ایک قوم کو اپنی **اخلاقی حالت** دکھلاویں اور اُن کے ظلم برداشت کریں اور آپ ظالمانہ حملہ ان پر نہ کریں۔ اخلاقی حالت بھی ایک معجزہ ہے اور بُردباری سے زندگی بسر کرنا ایک آسمانی نشان ہے۔ اور جب ہم کسی دوسری قوم سے احسان دیکھیں تب تو زیادہ تر فرض ہو جاتا ہے کہ ہم احسان کے عوض میں

﴿۲۹﴾

☆ ہمارے علماء کا اِس پر اتفاق ہے کہ مہدی کے ہاشمی یا سیّد ہونے کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں وہ سب مجروح ہیں اور خود جب وقت آ جائے اور صاحبِ وقت نہ آئے تو یہی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ قصہ صحیح نہیں ہے یا اس کے اور معنی ہیں جو منصف کو ماننے پڑتے ہیں جیسا کہ ہم ایک قبر کو کھود کر نہ بہشت کی کھڑکی اس کے پاس دیکھتے ہیں نہ دوزخ کی، ناچار ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ اس پیشگوئی کے اَور معنے ہیں جو عالمِ ظاہر سے تعلق نہیں رکھتے۔ **منہ**

احسان کریں اور نیکی کے عوض میں نیکی بجالاویں۔ جیسا کہ اب ہم **عیسائی گورنمنٹ** سے بہر طرح امن اور راحت دیکھ رہے ہیں۔ کیا اس کا عوض یہ ہے کہ ہم منافقانہ زندگی اُن سے بسر کریں اور دل میں کچھ **اور زبان پر کچھ** ہو؟ ہاں جس طرح مادرِمہربان یہ چاہتی ہے کہ اس کا بیٹا کسی ایسی حالت میں گرفتار نہ ہو جس کا خطرناک نتیجہ ہے۔ اسی طرح ہم عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ شفقت اور رحمت سے معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ دلی آرزو ہے کہ **کوئی محبت اور آرام سے ہماری باتیں سنے** اور دلائل میں غور کرے اور پھر اپنے نفس کا خیرخواہ ہو کر اپنے عقائد کی اصلاح کرے۔

یہ تفسیر سورۃ فاتحہ محض اس غرض سے یہاں لکھی گئی ہے کہ یہ قرآن شریف کی تمام تعلیم کا مغز ہے اور جو شخص قرآن سے اس کے برخلاف کچھ نکالنا چاہتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اس سورہ فاتحہ میں ﴿۳۰﴾
جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ دُعا میں مشغول رہیں بلکہ دُعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سکھلائی گئی ہے☆۔ اور فرض کیا گیا ہے کہ پنج وقت یہ دعا کریں پھر کس قدر غلطی ہے کہ کوئی شخص دُعا کی رُوحانیت سے انکار کرے۔ قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ دُعا اپنے اندر ایک رُوحانیت رکھتی ہے اور دُعا سے ایک فیض نازل ہوتا ہے جو **طرح طرح کے پیرایوں میں** کامیابی کا ثمرہ بخشتا ہے۔

ہماری تقریر مذکورہ بالا سے ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ جس طرح باوجود تسلیم مسئلہ قضاوقدر کے صدہا امور میں یہی سنّت اللہ ہے کہ جدوجہد سے ثمرہ مترتب ہوتا ہے اسی طرح دعا میں بھی جو جدوجہد کی جائے وہ بھی ہرگز ضائع نہیں جاتی۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک جگہ پر اپنی شناخت کی یہ علامت ٹھہرائی ہے کہ تمہارا خدا وہ خدا ہے جو بے قراروں کی دعا سُنتا ہے۔

☆ یہ دعا نوعِ انسان کی عام ہمدردی کے لئے ہے۔ کیونکہ دُعا کرنے میں تمام نوع انسان کو شامل کر لیا ہے اور سب کے لئے دعا مانگی ہے کہ خدا دنیا کے دکھوں سے انہیں بچاوے اور آخرت کے ٹوٹے سے محفوظ رکھے اور سب کو سیدھی راہ پر لاوے۔ **منہ**

جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ [1] پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے دُعا کی قبولیت کو اپنی ہستی کی علامت ٹھہرائی ہے تو پھر کس طرح کوئی عقل اور حیا والا گمان کر سکتا ہے کہ دُعا کرنے پر کوئی آثار صریحہ اجابت کے مترتب نہیں ہوتے اور محض ایک رسمی امر ہے جس میں کچھ بھی روحانیت نہیں؟ میرے خیال میں ہے کہ ایسی بے ادبی کوئی سچے ایمان والا ہرگز نہیں کرے گا جبکہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کہ جس طرح زمین وآسمان کی صفت پر غور کرنے سے سچا خدا پہچانا جاتا ہے اسی طرح دُعا کی قبولیت کو دیکھنے سے خدا تعالیٰ پر یقین آتا ہے۔ پھر اگر دُعا میں کوئی رُوحانیت نہیں اور حقیقی اور واقعی طور پر دُعا پر کوئی نمایاں فیض نازل نہیں ہوتا تو کیونکر دُعا خدا تعالیٰ کی شناخت کا ایسا ذریعہ ہو سکتی ہے جیسا کہ زمین وآسمان کے اجرام واجسام ذریعہ ہیں؟ بلکہ قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اعلیٰ ذریعہ خدا شناسی کا دُعا ہی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی اور صفات کاملہ کی معرفتِ تامّہ یقینیہ کاملہ صرف دُعا سے ہی حاصل ہوتی ہے اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ وہ امر جو ایک بجلی کی چمک کی طرح یک دفعہ انسان کو تاریکی کے گڑھے سے کھینچ کر روشنی کی کھلی فضا میں لاتا اور خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیتا ہے وہ دعا ہی ہے۔ دعا کے ذریعہ سے ہزاروں بدمعاش صلاحیت پر آجاتے ہیں۔ ہزاروں بگڑے ہوئے درست ہو جاتے ہیں۔ ہاں دعا کی راہ میں دوؔ بڑے مشکل امر ہیں جن کی وجہ سے اکثر دلوں سے عظمت دعا کی پوشیدہ رہتی ہے (۱) اوّل تو شرط تقویٰ اور راستبازی اور خداترسی ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ [2] یعنی اللہ تعالیٰ پرہیزگار لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ [3] یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ مَیں بہت نزدیک ہوں یعنی کچھ بڑے دلائل کی حاجت نہیں۔ میرا وجود نہایت اقرب طریق سے سمجھ آسکتا ہے اور نہایت آسانی سے میری ہستی پر دلیل پیدا ہوتی ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب کوئی ﴿۳۱﴾

[1] النّمل: ۶۳ [2] المآئدۃ: ۲۸ [3] البقرۃ: ۱۸۷

دُعا کرنے والا مجھے پکارے تو مَیں اُس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں جس سے نہ صرف میری ہستی پر یقین آتا ہے بلکہ میرا قادر ہونا بھی بپایہ یقین پہنچتا ہے لیکن چاہئیے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خداترسی کی پیدا کریں کہ مَیں اُن کی آواز سنوں۔ اور نیز چاہئیے کہ وہ مجھ پر ایمان لاویں اور قبل اس کے جو اُن کو معرفتِ تامّہ ملے اس بات کا اقرار کریں کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے اُسی کو عرفان دیا جاتا ہے۔

ایمان کی تعریف۔ ایمان اس بات کو کہتے ہیں کہ اُس حالت میں مان لینا کہ جبکہ ابھی علم کمال تک نہیں پہنچا اور شکوک وشبہات سے ہنوز لڑائی ہے۔ پس جو شخص ایمان لاتا ہے یعنی باوجود کمزوری اور نہ مہیّا ہونے کل اسباب یقین کے اس بات کو **اغلب احتمال** کی وجہ سے قبول کرلیتا ہے وہ حضرت احدیّت میں صادق اور راستباز شمار کیا جاتا ہے اور پھر اس کو مَوہبت کے طور پر معرفتِ تامّہ حاصل ہوتی ہے اور ایمان کے بعد عرفان کا جام اس کو پلایا جاتا ہے۔ اسی لئے ایک مردِ متّقی رسولوں اور نبیوں اور مامورین من اللہ کی دعوت کو سن کر ہر ایک پہلو پر ابتداء امر میں ہی حملہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ حصہ جو کسی مامور من اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر بعض صاف اور کھلے کھلے دلائل سے سمجھ آجاتا ہے اُسی کو ﴿۳۲﴾ اپنے اقرار اور ایمان کا ذریعہ ٹھہرا لیتا ہے اور وہ حصہ جو سمجھ نہیں آتا اُس میں سنّتِ صالحین کے طور پر استعارات اور مجازات قرار دیتا ہے۔ اور اس طرح تناقض کو درمیان سے اُٹھا کر صفائی اور اخلاص کے ساتھ ایمان لے آتا ہے تب خداتعالیٰ اُس کی حالت پر رحم کرکے اور اس کے ایمان پر راضی ہوکر اور اُس کی دعاؤں کو سُن کر معرفتِ تامّہ کا دروازہ اُس پر کھولتا ہے اور الہام اور کشوف کے ذریعہ سے اور دوسرے آسمانی نشانوں کے وسیلہ سے یقین کامل تک اُس کو پہنچاتا ہے لیکن متعصب آدمی جو عناد سے پُر ہوتا ہے ایسا نہیں کرتا اور وہ ان اُمور کو جو حق کے پہچاننے کا ذریعہ ہوسکتے ہیں تحقیر اور توہین کی نظر سے دیکھتا ہے اور ٹھٹھے اور ہنسی میں اُن کو اُڑا دیتا ہے اور وہ امور جو ہنوز اس پر مشتبہ ہیں اُن کو اعتراض کرنے کی دستاویز بناتا ہے اور ظالم طبع لوگ ہمیشہ ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔

چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر ایک نبی کی نسبت جو پہلے نبیوں نے پیشگوئیاں کیں اُن کے ہمیشہ دو حصے ہوتے رہے ہیں ایک **بیّنات** اور **محکمات** جن میں کوئی استعارہ نہ تھا اور کسی تاویل کی محتاج نہ تھیں۔ اور ایک **متشابہات** جو محتاج تاویل تھیں اور بعض استعارات اور مجازات کے پَردے میں محجوب تھیں۔ پھر ان نبیوں کے ظہور اور بعثت کے وقت جو اُن پیشگوئیوں کے مصداق تھے دو فریق ہوتے رہے ہیں۔ ایک فریق سعیدوں کا جنہوں نے بیّنات کو دیکھ کر ایمان لانے میں تاخیر نہ کی اور جو حصّہ متشابہات کا تھا اس کو استعارات اور مجازات کے رنگ میں سمجھ لیا یا آئندہ کے منتظر رہے☆ اور اس طرح پر حق کو پالیا اور ٹھوکر نہ کھائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوا۔ پہلی کتابوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت دو طور کی پیشگوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ وہ مسکینوں اور عاجزوں کے پیرایہ میں ظاہر ہوگا اور غیر سلطنت کے زمانہ میں آئے گا اور داؤد کی نسل سے ہوگا اور حلم اور نرمی سے کام لے گا اور نشان دکھلائے گا۔ اور دوسری قسم کی یہ پیشگوئیاں تھیں کہ وہ بادشاہ ہوگا اور بادشاہوں کی طرح لڑے گا اور یہودیوں کو غیر سلطنت کی ماتحتی سے چھڑادے گا۔ اور اس سے پہلے ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ اور جب تک ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آوے وہ نہیں آئے گا۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ظہور فرمایا تو یہود دو ﴿۳۳﴾
فریق ہو گئے۔ ایک فریق جو بہت ہی کم اور قلیل التعداد تھا۔ اس نے حضرت مسیح کو داؤد کی نسل سے پاکر اور پھر اُس کی مسکینی اور عاجزی اور راستبازی دیکھ کر اور پھر آسمانی نشانوں کو ملاحظہ کر کے اور نیز زمانہ کی حالتِ موجودہ کو دیکھ کر کہ وہ ایک نبی مصلح کو چاہتی ہے اور پہلی پیشگوئیوں کے قراردادوقتوں کا مقابلہ کر کے یقین کر لیا کہ یہ وہی نبی ہے جس کا اسرائیل کی قوم کو

☆ پیشگوئیوں میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ تمام باتیں ان کی ایک ہی وقت میں پوری ہو جائیں بلکہ تدریجاً پوری ہوتی رہتی ہیں اور ممکن ہے کہ بعض باتیں ایسی بھی ہوں کہ اس مامور کی زندگی میں پوری نہ ہوں اور کسی دوسرے کے ہاتھ سے جو اس کے متبعین میں سے ہو پوری ہو جائیں۔ منہ

وعدہ دیا گیا تھا۔ سو وہ حضرت مسیح پر ایمان لائے اور اُن کے ساتھ ہو کر طرح طرح کے دُکھ اُٹھائے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اپنا صدق ظاہر کیا۔ لیکن جو بدبختوں کا گروہ تھا اُس نے کھلی کھلی علامتوں اور نشانوں کی طرف ذرہ التفات نہ کیا یہاں تک کہ زمانہ کی حالت پر بھی ایک نظر نہ ڈالی اور شریرانہ حجّت بازی کے ارادے سے دوسرے حصے کو جو متشابہات کا حصّہ تھا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور نہایت گستاخی سے اس مقدس کو گالیاں دینی شروع کیں اور اس کا نام ملحد اور بے دین اور کافر رکھا اور یہ کہا کہ یہ شخص پاک نوشتوں کے اُلٹے معنے کرتا ہے اور اس نے ناحق ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کی تاویل کی ہے اور نصِّ صریح کو اس کے ظاہر سے پھیرا ہے اور ہمارے علماء کو مکّار اور ریاکار کہتا ہے اور کتبِ مقدسہ کے الٹے معنے کرتا ہے اور نہایت شرارت سے اس بات پر زور دیا کہ نبیوں کی پیشگوئیوں کا ایک حرف بھی اس پر صادق نہیں آتا۔ وہ نہ بادشاہ ہو کر آیا اور نہ غیر قوموں سے لڑا اور نہ ہم کو ان کے ہاتھ سے چھڑایا اور نہ اس سے پہلے ایلیا نبی نازل ہوا۔ پھر وہ مسیح موعود کیونکر ہو گیا۔ غرض ان بدقسمت شریروں نے سچائی کے انوار اور علامات پر نظر ڈالنا نہ چاہا اور جو حصّہ متشابہات کا پیشگوئیوں میں تھا اس کو ظاہر پر حمل کر کے بار بار پیش کیا۔ یہی ابتلا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اکثر یہودیوں کو پیش آیا۔ انہوں نے بھی اپنے اسلاف کی عادت کے موافق نبیوں کی پیشگوئیوں کے اس حصّہ سے فائدہ اٹھانا نہ چاہا جو بیّنات کا حصّہ تھا۔ اور متشابہات جو استعارات تھے اپنی آنکھ کے سامنے رکھ کر یا تحریف شدہ پیشگوئیوں پر زور دے کر اس نبی کریم کی دولت اطاعت سے جو **سیّد الکونین** ہے محروم رہ گئے اور اکثر عیسائیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ انجیل کی کھلی کھلی پیشگوئیاں جس قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تھیں اُن کو تو ہاتھ تک نہ لگایا اور جو سنّت اللہ کے موافق پیشگوئیوں کا دوسرا حصّہ یعنی استعارات اور مجازات تھے اُن پر گر پڑے اس لئے حقیقت کی طرف راہ نہ پا سکے۔ لیکن ان میں سے وہ لوگ جو حق کے طالب تھے اور جو پیشگوئیوں کی تحریر میں طرزِ عادتِ الٰہی ہے اس سے واقف تھے انہوں نے انجیل کی ان پیشگوئیوں سے جو آنے والے بزرگ نبی کے بارے میں تھیں فائدہ اُٹھایا اور مشرف باسلام ہوئے اور جس طرح یہود میں سے ﴿۳۴﴾

اُس گروہ نے جو حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے تھے پیشگوئیوں کے بیّنات سے دلیل پکڑی تھی اور متشابہات کو چھوڑ دیا تھا ایسا ہی اُن بزرگ عیسائیوں نے بھی کیا اور ہزارہا نیک بخت انسان اُن میں سے اسلام میں داخل ہوئے۔ غرض ان دونوں قوموں یہود اور نصاریٰ میں سے جس گروہ نے متشابہات پر جم کر انکار پر زور دیا اور بیّنات پیشگوئیوں سے جو ظہور میں آئیں فائدہ نہ اٹھایا اُن دونوں گروہ کا قرآن شریف میں جابجا ذکر ہے اور یہ ذکر اس لئے کیا گیا کہ تا اُن کی بدبختی کے ملاحظہ سے مسلمانوں کو سبق حاصل ہو اور اس بات سے متنبّہ رہیں کہ یہود و نصاریٰ کی مانند بیّنات کو چھوڑ کر اور متشابہات میں پڑ کر ہلاک نہ ہو جائیں۔ اور ایسی پیشگوئیوں کے بارے میں جو مامورین من اللہ کے لئے پہلے سے بیان کی جاتی ہیں اُمید نہ رکھیں کہ وہ اپنے تمام پہلوؤں کے رُو سے ظاہری طور پر ہی پوری ہوں گی بلکہ اِس بات کے ماننے کے لئے تیار رہیں کہ قدیم سنّت اللہ کے موافق بعض حصّے ایسی پیشگوئیوں کے استعارات اور مجازات کے رنگ میں بھی ہوتے ہیں۔ اور اسی رنگ میں وہ پوری بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر غافل اور سطحی خیال کے انسان ہنوز انتظار میں لگے رہتے ہیں کہ گویا ابھی وہ باتیں پوری نہیں ہوئیں بلکہ آئندہ ہوں گی۔ جیسا کہ ابھی تک یہود اِسی بات کو روتے ہیں کہ ایلیا نبی دوبارہ دُنیا میں آئے گا اور پھر ان کا مسیح موعود بڑے بادشاہ کی طرح ظاہر ہوگا اور یہودیوں کو امارت اور حکومت بخشے گا۔ حالانکہ یہ سب باتیں پوری ہو چکیں اور اس پر انیس سو برس کے قریب گذر گیا اور آنے والا آ بھی گیا۔ اور اِس دنیا سے اُٹھایا بھی گیا۔

یہ بات نہایت کارآمد اور یاد رکھنے کے لائق تھی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے مامور ہو کر آتے ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی یا محدّث اور مجدد ان کی نسبت جو پہلی کتابوں میں یا رسولوں کی معرفت پیشگوئیاں کی جاتی ہیں اُن کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک وہ علامات جو ظاہری طور پر وقوع میں آتی ہیں اور بیّنات کا حکم رکھتی ہیں۔ اور ایک وہ متشابہات جو استعارات اور مجازات کے رنگ میں ہوتی ہیں پس جن کے دلوں میں زیغ اور کجی ہوتی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور طالب صادق بیّنات اور مُحکمات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ یہود اور عیسائیوں کو یہ ابتلا پیش آ چکے ہیں۔ پس ﴿۳۵﴾

مسلمانوں کے اولوالابصار کو چاہیے کہ ان سے عبرت پکڑیں اور صرف متشابہات پر نظر رکھ کر تکذیب میں جلدی نہ کریں اور جو باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے کُھل جائیں اُن سے اپنی ہدایت کے لئے فائدہ اُٹھاویں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ **شک یقین کو رفع نہیں کرسکتا**۔ پس پیشگوئیوں کا وہ حصہ جو ظاہری طور پر ابھی پورا نہیں ہوا وہ ایک امر شکی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کی طرح وہ حصّہ استعارہ یا مجاز کے رنگ میں پورا ہوگیا ہو مگر انتظار کرنے والا اِس غلطی میں پڑا ہو کہ وہ ظاہری طور پر کسی دن پورا ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض احادیث کے الفاظ محفوظ نہ رہے ہوں کیونکہ احادیث کے الفاظ وحی متلو کی طرح نہیں اور اکثر احادیث احاد کا مجموعہ ہیں۔ اعتقادی امر تو الگ بات ہے۔ جو چاہو اعتقاد کرو مگر واقعی اور حقیقی فیصلہ یہی ہے کہ احاد میں عندالعقل امکان تغیر الفاظ ہے۔ چنانچہ ایک ہی حدیث جو مختلف طریقوں اور مختلف راویوں سے پہنچتی ہے اکثر ان کے الفاظ اور ترتیب میں بہت سا فرق ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ہی وقت میں ایک ہی منہ سے نکلی ہے۔ پس صاف سمجھ آتا ہے کہ چونکہ اکثر راویوں کے الفاظ اور طرز بیان جُدا جُدا ہوتے ہیں اس لئے اختلاف پڑ جاتا ہے۔ اور نیز پیشگوئیوں کے متشابہات کے حصہ میں یہ بھی ممکن ہے کہ بعض واقعات پیشگوئیوں کے جن کا ایک ہی دفعہ ظاہر ہونا امید رکھا گیا ہے وہ تدریجاً ظاہر ہوں یا کسی اور شخص کے واسطہ سے ظاہر ہوں جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ قیصر وکسریٰ کے خزانوں کی کُنجیاں آپ کے ہاتھ پر رکھی گئی ہیں۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے ظہور سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے اور آنجنابؐ نے نہ قیصر اور کسریٰ کے خزانہ کو دیکھا اور نہ کُنجیاں دیکھیں۔ مگر چونکہ مقدّر تھا کہ وہ کُنجیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود ظلّی طور پر گویا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی تھا۔ اس لئے عالمِ وحی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ قرار دیا گیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ دھوکا کھانے والے اسی مقام پر دھوکا کھاتے ہیں وہ اپنی بدقسمتی سے پیشگوئی کے ہر ایک حصہ کی نسبت یہ امید رکھتے ہیں کہ

وہ ظاہری طور پر ضرور پورا ہوگا اور پھر جب وقت آتا ہے اور کوئی مامور من اللہ پیدا ہوتا ہے تو جو جو علامتیں اُس کے صدق کی نسبت ظاہر ہو جائیں اُن کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور جو علامتیں ظاہری صورت میں پوری نہ ہوں یا ابھی اُن کا وقت نہ آیا ہو اُن کو بار بار پیش کرتے ہیں۔ ہلاک شدہ اُمتیں جنہوں نے سچے نبیوں کو نہیں مانا اُن کی ہلاکت کا اصل موجب یہی تھا اپنے زعم میں تو وہ لوگ اپنے تئیں ﴿۳۶﴾ بڑے ہوشیار جانتے رہے ہیں مگر اُن کے اس طریق نے حق کے قبول سے اُن کو بے نصیب رکھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ پیشگوئیوں کی نافہمی کے بارے میں جو کچھ پہلے زمانہ میں یہود اور نصاریٰ سے وقوع میں آیا اور انہوں نے سچوں کو قبول نہ کیا۔ ایسا ہی میری قوم مسلمانوں نے میرے ساتھ معاملہ کیا۔ یہ تو ضروری تھا کہ قدیم سنت اللہ کے موافق وہ پیشگوئیاں جو مسیح موعود کے بارے میں کی گئیں وہ بھی دو حصوں پر مشتمل ہوتیں۔ ایک حصّہ بیّنات کا جو اپنی ظاہر صورت پر واقع ہونے والا تھا اور ایک حصّہ متشابہات کا جو استعارات اور مجازات کے رنگ میں تھا۔ لیکن افسوس کہ اس قوم نے بھی پہلے خطا کار لوگوں کے قدم پر قدم مارا اور متشابہات پر اَڑ کر اُن بیّنات کو ردّ کر دیا جو نہایت صفائی سے پوری ہوگئی تھیں۔ حالانکہ شرطِ تقویٰ یہ تھی کہ پہلی قوموں کی ابتلاؤں کو یاد کرتے متشابہات پر زور نہ مارتے اور بیّنات سے یعنی ان باتوں اور اُن علامتوں سے جو روز روشن کی طرح کھل گئی تھیں فائدہ اُٹھاتے۔ مگر وہ ایسا نہیں کرتے بلکہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی وہ پیشگوئیاں پیش کی جاتی ہیں جن کے اکثر حصے نہایت صفائی سے پورے ہو چکے ہیں تو نہایت لاپرواہی سے اُن سے مُنہ پھیر لیتے ہیں اور پیشگوئیوں کی بعض باتیں جو استعارات کے رنگ میں تھیں پیش کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حصّہ پیشگوئیوں کا کیوں ظاہری طور پر پورا نہیں ہوا؟ اور بایں ہمہ جب پہلے مکذّبوں کا ذکر آوے جنہوں نے بعینہٖ اُن ہی لوگوں کی طرح واقع شدہ علامتوں پر نظر نہ کی اور متشابہات کا حصہ جو پیشگوئیوں میں تھا اور استعارات کے رنگ میں تھا اس کو دیکھ کر کہ وہ ظاہری طور پر پورا نہیں ہوا حق کو قبول نہ کیا۔ تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اُن کے زمانہ میں ہوتے تو ایسا نہ کرتے حالانکہ اب یہ لوگ ایسا ہی کر رہے ہیں جیسا کہ اُن پہلے مکذّبوں

نے کیا۔ جن ثابت شدہ علامتوں اور نشانوں سے قبول کرنے کی روشنی پیدا ہو سکتی ہے۔ ان کو قبول نہیں کرتے اور جو استعارات اور مجازات اور متشابہات ہیں اُن کو ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں اور عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ باتیں پوری نہیں ہوئیں حالانکہ سنّت اللہ کی تعلیم، طریق کے موافق ضرور تھا کہ وہ باتیں اس طرح پوری نہ ہوتیں جس طرح اُن کا خیال ہے یعنی ظاہری اور جسمانی صورت پر بے شک ایک حصّہ ظاہری طور پر اور ایک حصہ مخفی طور پر پورا ہو گیا۔ لیکن اس زمانہ کے متعصب لوگوں کے دلوں نے ﴿۳۷﴾ نہیں چاہا کہ قبول کریں۔ وہ تو ہر ایک ثبوت کو دیکھ کر مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ وہ خدا کے نشانوں کو انسان کی مکّاری خیال کرتے ہیں۔ جب خدائے قدوس کے پاک الہاموں کو سُنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ انسان کا افترا ہے مگر اس بات کا جواب نہیں دے سکتے کہ کیا کبھی خدا پر افترا کرنے والے کو مفتریات کے پھیلانے کے لئے وہ مہلت ملی جو سچّے ملہموں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی؟ کیا خدا نے نہیں کہا کہ الہام کا افترا کے طور پر دعویٰ کرنے والے ہلاک کئے جائیں گے اور خدا پر جھوٹ باندھنے والے پکڑے جائیں گے؟ یہ تو توریت میں بھی ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور انجیل میں بھی ہے کہ جھوٹا جلد فنا ہوگا اور اس کی جماعت متفرق ہو جائے گی۔ کیا کوئی ایک نظیر بھی ہے کہ جھوٹے ملہم نے جو خدا پر افترا کرنے والا تھا ایّامِ افترا میں وہ عمر پائی جو اِس عاجز کو ایّامِ دعوتِ الہامِ الٰہی میں ملی؟ بھلا اگر کوئی نظیر ہے تو پیش تو کرو۔ مَیں نہایت پُر زور دعوے سے کہتا ہوں کہ دُنیا کی ابتدا سے آج تک ایک نظیر بھی نہیں ملے گی۔ پس کیا **کوئی ایسا ہے** کہ اِس محکم اور قطعی دلیل سے فائدہ اُٹھاوے اور خدا تعالیٰ سے ڈرے؟ مَیں نہیں کہتا کہ بُت پرست عمر نہیں پاتے یا دہریہ اور اَنَا الْحَق کہنے والے جلد پکڑے جاتے ہیں کیونکہ ان غلطیوں اور ان ضلالتوں کی سزا دینے کے لئے دوسرا عالم ہے لیکن مَیں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا تعالیٰ پر الہام کا افترا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ الہام مجھ کو ہوا حالانکہ جانتا ہے کہ وہ الہام اُس کو نہیں ہوا وہ جلد پکڑا جاتا ہے اور اس کی عمر کے دن بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ قرآن اور انجیل اور توریت نے یہی گواہی دی ہے۔ عقل بھی یہی گواہی دیتی ہے اور اس کے مخالف کوئی منکر کسی تاریخ کے حوالہ سے

ایک نظیر بھی پیش نہیں کر سکتا اور نہیں دکھلا سکتا کہ کوئی جھوٹا الہام کا دعویٰ کرنے والا پچیس (۲۵) برس تک یا اٹھارہ (۱۸) برس تک جھوٹے الہام دنیا میں پھیلاتا رہا اور جھوٹے طور پر خدا کا مقرب اور خدا کا مامور اور خدا کا فرستادہ اپنا نام رکھا اور اُس کی تائید میں سالہائے دراز تک اپنی طرف سے الہامات تراش کر مشہور کرتا رہا اور پھر وہ باجود ان مجرمانہ حرکات کے پکڑا نہ گیا کیا اُمید کی جاتی ہے کہ کوئی ہمارا مخالف اس سوال کا جواب دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اُن کے دل جانتے ہیں کہ وہ اِن سوالات کے جواب دینے سے عاجز ہیں مگر پھر بھی انکار سے باز نہیں آتے بلکہ بہت سے دلائل سے اُن پر حجت وارد ہوگئی مگر وہ خوابِ غفلت میں سو رہے ہیں۔

اہلِ حق کے نزدیک اس امر میں اتمام حجت اور کامل تسلّی کا ذریعہ چار طریق ہیں ﴿۳۸﴾ (۱) اوّل نصوصِ صریحہ کتاب اللہ یا احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصلہ جو آنے والے شخص کی ٹھیک ٹھیک علامات بتلاتی ہوں اور بیان کرتی ہوں کہ وہ کس وقت ظاہر ہوگا اور اس کے ظاہر ہونے کے نشان کیا ہیں اور نیز حضرت عیسیٰ کی وفات یا عدمِ وفات کا جھگڑا فیصلہ کرتی ہوں (۲) دوم وہ دلائل عقلیّہ اور مشاہدات حسّیہ جو علوم قطعیہ پر مبنی ہوں جن سے گریز کی کوئی راہ نہیں (۳) وہ تائیدات سماویہ جو نشانوں اور کرامات کے رنگ میں مدعی صادق کے لئے اُس کی دعا اور کرامت سے ظہور میں آئی ہوں تا اس کی سچائی پر نشان آسمانی کی زندہ گواہی کی مہر ہو۔ (۴) چہارم اُن ابرار اور اخیار کی شہادتیں جنہوں نے خدا سے الہام پا کر ایسے وقت میں گواہی دی ہو کہ جبکہ مدعی کا نشان نہ تھا کیونکہ وہ گواہی بھی ایک غیب کی خبر ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا نشان ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ یہ چاروں طریق اتمام حجت اور کامل تسلّی کے اس جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ مگر پھر بھی ہمارے اندرونی مخالفوں کو اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں۔ ہم ذیل میں اِن چاروں اتمام حجت کے طریقوں کو لکھتے ہیں اور حق کے طالبوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان مخالفوں سے پوچھیں کہ اِن دلائلِ بیّنہ سے کیوں روگردانی کرتے ہیں؟ کیا ضرور نہ تھا کہ وہ ان سے فائدہ اٹھاتے یہ تو ظاہر ہے کہ جو امر وقوع میں آ جائے وہ یقینی ہے اور جو

وقوع میں نہیں آیا وہ ہنوز ظنّی ہے اور معلوم نہیں کہ کس پہلو سے وقوع میں آوے آیا ظاہری طور پر یا مجازات کے رنگ میں۔ کیونکہ پیشگوئیوں میں دونوں احتمال ہوتے ہیں لیکن جو حصّہ وقوع میں آ کر یقینی مرتبہ تک پہنچ گیا ہے۔ وہ یہی چاہتا ہے کہ جو اموراس کے نقیض واقع ہوں وہ استعارات کے رنگ میں ظاہر ہوں۔ تا خدا کی پیشگوئیوں میں تناقض لازم نہ آوے۔ اور وہ دلائل یہ ہیں:۔

(۱) حق کے طالبوں کے لئے سب سے پہلے میں یہ امر پیش کرتا ہوں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو گا کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي [1] نے صاف اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ عیسائی عقیدہ میں جس قدر بگاڑ اور فساد ہوا ہے وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوا۔ اب اگر حضرت عیسٰی کو زندہ مان لیں اور کہیں کہ اب تک وہ فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ نصارٰی نے بھی اب تک ﴿۳۹﴾
اپنے عقائد کو نہیں بگاڑا کیونکہ آیت موصوفہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نصارٰی کے عقیدوں کا بگڑنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوگا۔ رہی یہ بات کہ توفّی کے اس جگہ کیا معنے ہیں؟ اس کا فیصلہ نہایت صفائی سے صحیح بخاری میں ہوگیا ہے کہ توفّی مارنے کو کہتے ہیں۔ یہ قول ابن عباسؓ ہے جس کو حدیث کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِح کے ساتھ بخاری میں اَور بھی تقویت دی گئی ہے اور شارح عینی نے اس قول کا اسناد بیان کیا ہے۔ اب ایک تسلّی ڈھونڈنے والا سمجھ سکتا ہے کہ قرآن شریف اور اس کتاب میں جو اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ ہے صاف گواہی دی گئی ہے کہ حضرت عیسٰی فوت ہو گئے اور اس شہادت میں صرف امام بخاری رضی اللہ عنہ متفرد نہیں بلکہ امام ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہما بھی موت عیسٰی علیہ السلام کے قائل ہیں اور ان کا قائل ہونا گویا اُمت کے تمام اکابر کا قائل ہونا ہے کیونکہ اس زمانہ کے اکابر علماء سے مخالفت منقول نہیں اور اگر مخالفت کرتے تو البتہ کسی کتاب میں اُس کا ذکر ہوتا۔

اس جگہ یاد رہے کہ ہمارے دعوٰی کی بنیاد حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات ہے۔ اب دیکھو یہ بنیاد کس قدر مضبوط اور محکم ہے جس کی صحت پر قرآن [1] شریف گواہی دے رہا ہے۔

[1] المآئدة: ۱۱۸

حدیث[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دے رہی ہے۔ قول ابن[3] عباس رضی اللہ عنہ گواہی دے رہا ہے۔ اور ائمہ[4] اسلام گواہی دے رہے ہیں اور ان سب کے بعد عقل[5] بھی گواہی دیتی ہے۔ اور ایلیا[6] نبی کے دوبارہ آنے کا قصہ یہی گواہی دے رہا ہے جس کی تاویل خود حضرت مسیح کے مُنہ سے یہ ثابت ہوئی کہ ایلیا سے مراد یوحنّا یعنی یحییٰ ہے اور اس تاویل نے یہود کے اس اجماعی عقیدہ کو خاک میں ملا دیا کہ درحقیقت ایلیا نبی جو دنیا سے گذر گیا تھا پھر دنیا میں آئے گا۔ حق کے طالب اس مقام میں خوب سوچیں کہ نصوصِ قرآنیہ سے نصوصِ حدیثیہ سے پہلی کتابوں کی شہادت سے ائمہ کی گواہی سے دلائل عقلیہ سے یہی مذہب سچا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور اب ان کے دوبارہ آنے کی اُمید اسی قسم کی اُمید ہے جس اُمید کے سہارے پر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا۔ ہم ثالثوں کے آگے یہ مقدمہ پیش کرتے ہیں وہ جواب دیں کہ اب اس فیصلہ میں کون سی کسر باقی رہ گئی ہے۔ تمام قرآن یہ گواہی دے رہا ہے کہ توفّی کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی انسان کی رُوح کو اپنے قبضہ میں لے لے نہ یہ کہ جسم کو اپنے قبضہ میں لے لے۔ ہاں رُوح کو اپنے قبضہ میں لے لینا دو طور سے ہوسکتا ہے ایک ﴿۴۰﴾ یہ کہ خواب کی حالت میں رُوح کو اپنے قبضہ میں لے اور پھر اس کو بدن میں واپس بھیج دے۔ اور یا یہ کہ موت کی حالت میں روح کو اپنے قبضہ میں لے اور پھر اُس کو بدن میں واپس نہ بھیجے۔ یہی دو صورتیں ہیں جو قرآن شریف میں بیان فرمائی گئی ہیں مگر جسم کو قبضہ میں لینا کہیں بیان نہیں فرمایا گیا اور نہ کسی لُغت والے نے لکھا کہ توفّی کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی جسم کو اپنے قبضہ میں لے لے بلکہ بالاتفاق تمام اہلِ لُغت یہی کہتے ہیں کہ جب یہ مثلاً کہا جائے کہ تَوَفَّی اللّٰہُ زَیْدًا تو اس کے یہی معنے ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے زید کی رُوح کو قبض کرلیا۔ ہاں محاورہ قرآنی میں یہ دونوں باتیں آ گئی ہیں کہ خواہ اللہ تعالیٰ کسی کے جسم کو نیند کی حالت میں اس کے بستر پر چھوڑ کر رُوح کو قبض کرلے اور پھر واپس جسم میں لاوے اور خواہ موت کی حالت میں ہمیشہ کے لئے قبض کرے اور حشر تک واپس نہ لاوے۔ مگر قبض کا فعل ہمیشہ رُوح سے تعلق رکھے گا نہ کہ جسم سے۔ ہمارے مخالف علماء یہ بھی غلطی کرتے ہیں کہ توفّی کے معنے نیند بھی لیتے ہیں۔ خدا اُن کی حالت پر رحم کرے۔

ان کو سمجھنا چاہیے کہ توفّی نیند کو ہرگز نہیں کہتے اور کبھی یہ لفظ نیند پر اطلاق نہیں کیا گیا اور نہ قرآن میں نہ کسی لُغت کی کتاب میں نہ حدیث کی کتابوں میں نیند کے معنے لئے گئے۔ بلکہ توفّی کے دو ہی معنے ہیں جیسا کہ ابھی میں نے ذکر کیا۔ یعنی اوّل یہ کہ ہمیشہ کے لئے رُوح کو قبض کرنا اور یہ معنے موت سے متعلق ہیں اور دوسرے یہ معنے کہ تھوڑے عرصہ کے لئے روح کو قبض کرنا اور پھر بدن کی طرف واپس بھیج دینا اور یہ قبض رُوح کی صورت نیند کی حالت سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ قبض روح کی صورت اس وقت کسی پر صادق آئے گی جب خدا تعالیٰ کسی شخص کی نیند کی حالت میں اُس کی رُوح کو قبض کرے جیسا کہ ہر روز رات کو اسی طرح ہماری رُوح قبض کی جاتی ہے۔ ہمارا جسم کسی چارپائی یا چٹائی پر پڑا ہوا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ ہماری رُوح کو تمام رات یا جس وقت تک چاہے اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے۔ تب رُوح کے افعال میں ہماری خود اختیاری معطل پڑ جاتی ہے۔ پھر رات گذرنے کے بعد یا جس وقت خدا تعالیٰ چاہے ہماری رُوح پھر ہمارے بدن کی طرف پھیری جاتی ہے گویا ہم رات کو مرتے اور دن کو زندہ کئے جاتے ہیں۔ پس نیند کی حالت میں جو قبض رُوح ہوتا ہے اس کی یہی مثال ہے جو ہم تمام لوگوں کا چشم دید ماجرا ہے۔ مگر ہم اور ہمارے تمام مخالف جانتے ہیں کہ جب رات کو ہماری رُوح قبض کی جاتی ہے تب اگرچہ خدا تعالیٰ جہاں چاہتا ہے ہماری رُوح کو لے جاتا ہے مگر ہمارا جسم اپنی جگہ سے ایک بالشت بھی حرکت نہیں کرتا۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ نیند کی حالت میں ہمارا جسم آسمان پر چلا جاتا ہے یا اپنی قرارگاہ سے کچھ حرکت کرتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ غرض یہ فیصلہ نہایت صفائی سے ہو گیا ہے کہ توفّی کے معنے رُوح کا قبض کرنا ہے خواہ نیند کے عالم کی طرح تھوڑی مدّت تک ہو یا موت کے عالم کی طرح حشر کے وقت تک۔ ﴿۴۱﴾

اِس جگہ یاد رہے کہ مَیں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفّی کے معنے ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے الہامی غلطی نہیں۔ مَیں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں گو مَیں جانتا ہوں کہ

کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا مگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ مَیں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کرسکتا۔ خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہو ونسیان لازمہ بشریت ہے۔ مَیں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر واپس آئیں گے مگر یہ بھی میری غلطی تھی جو اس الہام کے مخالف تھی جو براہین احمدیہ میں ہی لکھا گیا۔ کیونکہ اس الہام میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور مجھے اس قرآنی پیشگوئی کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خاص تھی☆۔ اور آنے والے مسیح موعود کے تمام صفات مجھ میں قائم کئے سو خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت تھی جو مَیں باوجود ان الہامی تصریحات کے ان الہامات کے منشاء پر اطلاع نہ پا سکا اور ایسے عقیدہ کو جو ان الہامات کے مخالف تھا براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ اس تحریر سے میری بریّت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ الہامات براہین احمدیہ کے میری بناوٹ ہوتے جن میں واقعی طور پر مجھے مسیح موعود قرار دیا گیا تھا تو مَیں اپنے بیان میں ان الہامات سے اختلاف نہ کرتا بلکہ اُسی وقت مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیتا لیکن ظاہر ہے کہ میرا اپنا عقیدہ جو مَیں نے براہین احمدیہ میں لکھا ان الہامات کی منشا سے جو براہین احمدیہ میں درج ہیں صریح نقیض پڑا ہوا ہے۔ جس سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ وہ الہامات میری بناوٹ اور منصوبہ سے مبرّا اور منزہ ہیں۔ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ یہ انسان کا کام نہیں کہ بارہ۱۲ برس پہلے ایک دعویٰ سے الہامی عبارت لکھ کر اس دعوے کی تمہید قائم کرے اور پھر سالہا سال کے بعد ایسا دعویٰ کرے جس کی بنیاد ایک مدت دراز پہلے قائم کی گئی ہے۔ ایسا باریک مکر نہ انسان کرسکتا ہے نہ خدا اس کو ایسے افتراؤں میں اس قدر مہلت دے سکتا ہے۔ ﴿۴۲﴾

اِس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات کی بحث میں

☆وہ یہ آیت ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ[1] ۔منہ

[1] الصّف: ۱۰

حق میری طرف ہے۔ پھر اس ثبوت کے ساتھ اور بہت سے دلائل ہیں کہ اس مسئلہ موتِ مسیح کو حق الیقین تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس[۱۲۰] برس کی عمر پائی۔ اور حضرت[2] ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[1] کو اس استدلال کی غرض سے عام صحابہ کے مجمع میں پڑھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام نبی فوت ہو چکے ہیں☆[3] اور اللہ جلّ شانہٗ کا قرآن شریف میں فرمانا فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ[2] جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کرّہ زمین کے سوا دوسری جگہ نہ زندگی بسر کر سکتا ہے اور نہ مر سکتا ہے اور حضرت[4] عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح یعنی نبی سیّاح ہونا بھی اُن کی موت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سیاحت زمین تقاضا کرتی ہے کہ وہ صلیب سے نجات پا کر زمین پر ہی رہے ہوں۔ ورنہ بجز اس زمانہ کے جو صلیب سے نجات پا کر ملکوں کا سیر کیا ہو اور کوئی زمانۂ سیاحت ثابت نہیں ہو سکتا صلیب کے زمانہ تک نبوت کا زمانہ صرف ساڑھے تین برس تھے۔ یہ زمانہ تبلیغ کے لئے بھی تھوڑا تھا چہ جائیکہ اس میں تمام ملک کی سیاحت کرتے۔ ایسا ہی مرہم[5] عیسیٰ جو قریباً طبّ کی ہزار کتاب میں لکھی ہے ثابت کرتی ہے کہ صلیب کے واقعہ کے وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ اپنے زخموں کا اس مرہم کے ساتھ علاج کراتے رہے۔ اس کا نتیجہ بھی یہی نکلا کہ زمین پر ہی رہے اور زمین پر ہی فوت ہوئے۔ معراج[6] کی رات میں بھی اُن کی روح وفات شدہ ارواح میں پائی گئی۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر موسےٰ وعیسےٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے اب اس قدر دلائل موت کے بعد کوئی خدا ترس اُن کے زندہ ہونے کا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔

(۲) اَب جب وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوگئی تو مسیح موعود کی پیشگوئی کے بجز ﴿۴۳﴾

☆ اس استدلال کو سن کر تمام صحابہ خاموش رہے اور کسی نے مخالفت ظاہر نہ کی اور یہ نہ کہا کہ تمام انبیاء فوت نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں لہٰذا اس سے حضرت عیسیٰ کے فوت پر اجماع صحابہ ثابت ہوا اور اگر اِس سے پہلے کسی کا اس کے مخالف خیال بھی تھا جو حدیثوں میں روایت کیا گیا ہو کالعدم ہو گیا۔ **منہ**

[1] اٰل عمران: ۱۴۵ [2] الاعراف: ۲۶

اس کے اَور کوئی معنے نہ ہوئے کہ جناب موصوف کی خو اور طبیعت پر کوئی اور شخص اس امت میں سے پیدا ہو۔ جیسا کہ حضرت ایلیا کے نام پر حضرت یحییٰ علیہ السلام آ گئے۔ اس بات کے ماننے سے مسیح موعود کی پیشگوئی میں کچھ بھی دقتیں اور مشکلات پیدا نہیں ہوئیں بلکہ ایک ذخیرہ غیر معقول باتوں کا معقولی رنگ میں آ گیا۔ اب کچھ ضرورت نہ رہی کہ نزول کے لفظ سے یہ سمجھا جائے کہ آسمان سے کوئی نازل ہوگا بلکہ لفظ نزول اپنے عام معنوں میں رہا کہ مسافروں کے لئے بولا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ہر ایک آنے والا عظمت کی نگاہ سے نازل سمجھا جاتا ہے اور نـزیـل جو مسافر کو کہتے ہیں۔ اور اگر فرض کے طور پر حدیث میں آسمان کا لفظ بھی ہو تب بھی حرج نہیں کیونکہ تمام مامور من اللہ آسمانی کہلاتے ہیں اور آسمانی نور ساتھ لاتے ہیں اور جھوٹے آدمی زمینی کہلاتے ہیں۔ یہ عام محاورہ خدا تعالیٰ کی کتابوں کا ہے لیکن اس جگہ یہ ضروری بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ قصہ نزول مسیح جو مسلم میں ایک لمبی حدیث میں جو نواس بن سَمعان سے ہے لکھا ہے جس کے معنے ہمارے مخالف یہ کرتے ہیں کہ گویا آسمان سے کوئی نازل ہوگا یہ معنے ثبوت مذکورہ بالا سے جو ہم نے قرآن اور حدیث اور دیگر شواہد سے دیا ہے بالکل کالعدم ہو کر ان کا بُطلان ظاہر ہو گیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ معنے کئے جائیں تو ان معنوں اور بیان قرآن شریف اور دوسری احادیث میں سخت تناقض لازم آتا ہے اس صورت میں بجز اس بات کے ماننے کے چارہ نہیں ہے کہ یہ حدیث اور اس کے امثال استعارات کے رنگ میں ہیں۔ کیونکہ اگر اس مضمون کو ظاہر پر حمل کیا جائے تو بوجہ تناقض یہ تمام حدیث ردّ کرنے کے لائق ٹھہرے گی۔ مگر الحمد للہ یہ بات فیصلہ پا چکی ہے کہ پیشگوئیوں میں یہی اصول ہے کہ ایک حصہ ان کا ظاہر پر حمل کیا جاتا ہے اور ایک حصّہ استعارات کا ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث کو ردّ کرنے کی حاجت نہیں بلکہ گنجائش تاویل وسیع ہے۔ چونکہ وہ عقیدہ باطلہ جس کے ابطال کے لئے مسیح موعود نے آنا تھا دمشق سے ہی پیدا ہوا ہے یعنی عقائد تثلیث و نجات صلیبی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے علم میں دمشق کو مسیح سے ایک تعلق تھا اور مسیح کی رُوحانیت کا ازل سے دمشق کی طرف رُخ تھا۔ پس جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ کشف میں

دجّال کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور وہ طواف چوروں کی طرح اس نیّت سے تھا کہ تا موقعہ پا کر خانہ کعبہ کو منہدم کرے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ کشف میں مسیح موعود کو دمشق کے منارہ مشرقی پر نازل ہوتے☆ دیکھا سو یہ ایسا ہی ایک کشفی امر تھا جیسا کہ دجّال کا طواف کرنا ایک کشفی امر تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ دجّال فی الحقیقت مسلمان ہو جائے گا اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گا بلکہ ہر ایک دانا اس وحی کے یہی معنے لے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عالمِ کشف میں دجّال کی روحانیت منکشف ہوئی اور یہ تمثیل کشفی نظر میں آنکھوں کے سامنے آئی کہ گویا دجّال ایک شخص کی صورت میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے اور اس کی تاویل یہ تھی کہ دجّال دینِ اسلام کا سخت دشمن ہوگا اور اُس کی نظر بدنیتی سے خانہ کعبہ کے گرد پھرتی رہے گی جیسا کہ کوئی اس کا طواف کرتا ہے ظاہر ہے کہ جیسا کہ رات کے وقت چوکیدار گھروں کا طواف کرتا ہے ویسا ہی چور بھی کرتا ہے لیکن چوکیدار کی نیّت گھر کی حفاظت اور چوروں کا گرفتار کرنا ہوتا ہے ایسا ہی چور کی نیت نقب زنی اور نقصان رسانی ہوتی ہے۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف میں دجّال کی روحانیت جو طوافِ کعبہ میں پائی گئی اس سے یہی مطلب تھا کہ دجّال اس فکر میں لگا رہے گا کہ خانہ کعبہ کی عزّت کو دُور کرے۔ اور مسیح موعود جو خانہ کعبہ کا طواف کرتا دیکھا گیا اس سے یہ مطلب ہے کہ مسیح موعود کی روحانیت بیت اللہ کی حفاظت اور دجّال کی گرفتاری میں مصروف پائی گئی۔ یہی تشریح اس مقام کی ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو دمشق کے منارہ شرقی میں نازل ہوتے دیکھا۔ چونکہ مبدء تثلیث اور مخلوق پرستی اور صلیبی نجات کا دمشق ہی ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی مبارک میں یہ ظاہر کیا گیا کہ مسیح موعود منارہ شرقی دمشق کے پاس نازل ہوا۔ اور نیز جبکہ مسیح موعود کی رُوحانیت اس طرف متوجہ تھی کہ تثلیث کی بنیاد کو ﴿۴۴﴾

☆ اسی وجہ سے دوسری حدیث میں جو ابن عساکر میں ہے رَئَیْتُ کا لفظ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ مسیح ابن مریم منارہ شرقی دمشق کے قریب نازل ہوا ہے۔ **منہ**

درہم برہم کرے اور ظاہری مثال میں تثلیث کی بنیاد دمشق سے شروع ہوئی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ کشف میں یہ دکھایا گیا کہ گویا مسیح موعود دمشق کے منارہ مشرقی کے قریب نازل ہوا☆۔ یہ بعینہٖ ایسا ہی تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کا طواف کرنا کشفی عالم میں دکھایا گیا۔ اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ظاہر کیا گیا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج میں سے وہ بیوی پہلے فوت ہوگی جس کے لمبے ہاتھ ہوں گے اور دراصل لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت تھی۔ دراصل بات یہ ہے کہ بسا اوقات انبیاء علیہم السلام اور دوسرے ملہمین پر ایسے امور ظاہر کئے جاتے ہیں کہ وہ سراسر استعارات کے رنگ میں ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام ان کو اسی طرح لوگوں پر ظاہر کردیتے ہیں جس طرح وہ سُنتے ہیں یا دیکھتے ہیں۔ اور ایسا بیان کرنا غلطی میں داخل نہیں ﴿۴۵﴾ ہوتا کیونکہ اُسی رنگ اور طرز سے وحی نازل ہوتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ الہامی اور کشفی پیشگوئیوں کے تمام استعارات کا نبی کو علم دیا جائے کیونکہ بعض ابتلا جو پیشگوئیوں کے ذریعہ سے کسی زمانہ کے لئے مقدّر ہوتے ہیں وہ علم کی اشاعت کی وجہ سے قائم نہیں رہ سکتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ پیشگوئیوں کے بعض اسرار سے نبیوں کو اطلاع تو دی جائے مگر اُن کو اُن اسرار کے افشا سے منع کیا جائے۔ بہرحال یہ امور نبوت کی شان سے ہرگز منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ کامل اور غیر محدود علم خدا تعالیٰ کی ذات سے خاص ہے اور نزول مسیح موعود میں یہ احتمال بھی ہے کہ ایسی جگہ اُس موعود کا ظہور ہوگا جو دمشق سے شرق کی طرف واقع ہوگی اور بموجب تحقیق جغرافیہ کے وہ **قادیاں** ہے کیونکہ دمشق سے اگر ایک خط مستقیم مشرق کی طرف کھینچا جائے تو ٹھیک ٹھیک مشرقی طرف اس کی وہ نقطہ ہے جہاں لاہور ہے جو صدر مقام پنجاب کا ہے اور قادیاں لاہور کے مضافات میں سے ہے۔ کیونکہ دائرہ پنجاب کا مرکز حکومت قدیم سے لاہور ہی ہے اور قادیاں لاہور سے تقریباً ستّر میل

☆ یعنی چونکہ مسیح موعود کی توجہ خاص اسی طرف تھی کہ وہ تثلیث کو براہین قطعیہ سے معدوم کرے اس لئے عالم کشف میں دمشق کے قریب اس کا اُترنا مشہود ہوا کیونکہ اس کا آنا دمشقی بنیاد کی قلع قمع کے لئے تھا۔ منہ

کے فاصلہ پر ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ نصوص صریحہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو چکی ہے اور حق کھل گیا ہے اور اس کے مقابل پر یہ دوسرا حصّہ احادیث کا جس میں نزولِ مسیح کی خبر دی گئی ہے یہ سب استعارات لطیفہ ہیں جو از قبیل وحی وراء الحجاب ہیں جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور وحی وراء الحجاب کی خدا تعالیٰ کی کلام میں ہزاروں مثالیں ہیں اِس سے انکار کرنا منصف کا کام نہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دو جھوٹے نبیوں کو دو کڑوں کی شکل میں دیکھنا اسی قسم کی وحی تھی۔ گائیں ذبح ہوتے دیکھنا بھی اِسی قسم کی وحی تھی لمبے ہاتھوں والی بیوی کا سب بیویوں سے پہلے فوت ہونا دیکھنا بھی اسی قسم کی وحی تھی اور ملاکی نبی کی وحی میں یہ ظاہر کیا جانا کہ ایلیا نبی دوبارہ آئے گا اور یہود کی بستیوں میں سے فلاں مقام میں نازل ہوگا یہ بھی اِسی قسم کی وحی تھی اور مدینہ کی وبا کا عورت پراگندہ شکل کے طور پر نظر آنا یہ بھی اِسی قسم کی وحی تھی۔ اسی طرح دجّال بھی جو ایک دجل کرنے والا گروہ ہے ایک شخص مقرر کی طرح نظر آیا۔ یہ بھی اسی قسم کی وحی ہے۔ نبیوں کی وحیوں میں ہزاروں ایسے نمونے ہیں جن میں روحانی امور جسمانی رنگ میں نظر آئے یا ایک جماعت ایک شخص کی صورت میں نظر آئی۔ تمام نوع انسان کے لئے جس میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں خدا تعالیٰ کی یہ سنّت ہے کہ الہام اور وحی اور رؤیا اور کشف پر اکثر استعارات غالب ہوتے ہیں۔ مثلاً دو چار سو آدمی جمع کر کے اُن کی خوابیں سنو تو اکثر اُن میں استعارات ہوں گے۔ کسی نے سانپ دیکھا ہوگا اور کسی نے بھیڑیا اور کسی نے سیلاب اور کسی نے باغ اور کسی نے پھل اور کسی نے آگ اور تمام یہ امور قابلِ تاویل ہوں گے۔ حدیثوں میں ہے کہ قبر میں عمل صالح اور غیر صالح انسان کی صورت پر دکھائی دیتے ہیں۔ سو یہ ایک ایسا نکتہ ہے جس سے تمام تناقض دُور ہوتے ہیں اور حقیقت کھلتی ہے۔ مبارک وہ جو اِس میں غور کریں۔ ﴿۴۶﴾

اور جبکہ کامل تحقیقات سے یہ فیصلہ ہو چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں اور ہر ایک پہلو سے اُن کی وفات بپایۂ ثبوت پہنچ گئی بلکہ حدیث صحیح سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ انہوں نے ایک سو بیس ۱۲۰ برس عمر پائی اور واقعہ صلیب کے بعد ستاسی ۸۷ برس اَور زندہ رہے تو

یہ سوال باقی رہا کہ پھر ان حدیثوں کے کیا معنے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم آخری زمانہ میں نازل ہو گا؟ اس کا جواب ہم ابھی دے چکے ہیں کہ یہ حدیثیں ظاہری معنوں پر ہر گز محمول نہیں ہو سکتیں کیونکہ قرآن شریف میں یعنی آیت قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا[1] میں صاف فرمایا گیا ہے کہ عادت اللہ میں یہ امر داخل نہیں کہ کوئی انسان اِسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلا جائے اور پھر آسمان سے نازل ہو اور نہ اب تک کسی زمانہ میں یہ عادت اللہ ثابت ہوئی کہ کوئی شخص دنیا سے جا کر پھر واپس آیا ہو۔ اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی آج تک ایک بھی نظیر اس قسم کی واپسی کی پائی نہیں گئی۔ مگر اس بات کی نظیر پہلی کتابوں میں موجود ہے کہ جس شخص کے پھر دوبارہ دنیا میں آنے کا وعدہ دیا گیا وہ وعدہ اس طرح پر پورا ہوا کہ کوئی اور شخص اُس کی خُو اور طبیعت پر آ گیا۔ جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا یہود کو وعدہ دیا گیا تھا بلکہ لکھا گیا تھا کہ ضرور ہے کہ مسیح سے پہلے ایلیا دوبارہ دنیا میں آ جائے مگر وہ وعدہ اپنی ظاہری صورت میں آج تک پورا نہیں ہوا حالانکہ مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس کے آنے کا وعدہ تھا وہ دنیا میں آ کر دنیا سے اُٹھایا بھی گیا۔ پس کچھ شک نہیں کہ وہ وعدہ جیسا کہ حضرت مسیح نے اس پیشگوئی کے معنے ﴿۴۷﴾
کئے باطنی طور پر پورا ہو گیا یعنی حضرت یوحنا جس کا نام یحیٰی بھی ہے ایلیا کی خُو اور طبیعت پر دنیا میں آیا گویا ایلیا آ گیا۔ اب نظیر مذکورہ بالا کے لحاظ سے ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا وعدہ بھی اسی رنگ اور طرز سے ظہور پذیر ہو جیسا کہ ایلیا کے دوبارہ آنے کا وعدہ ظہور پذیر ہوا اور نہ یہودیوں کی طرز پر مسیح کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کو ظاہری معنوں پر محمول کرنا گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرنا ہے۔ کیونکہ اگر کسی کا دوبارہ دنیا میں آنا سنت اللہ میں داخل تھا تو اس صورت میں یہودیوں کا یہ اعتراض نہایت درست اور بجا ہو گا کہ ایلیا نبی حسب وعدہ ملاکی نبی کے کیوں مسیح سے پہلے دوبارہ دنیا میں نہ آیا؟ اور جس صورت میں سنّت الٰہی میں یہ داخل تھا کہ کوئی شخص دنیا سے گیا ہوا پھر دنیا میں آوے تو گویا نعوذ باللہ اللہ جلّ شانہٗ نے دانستہ یہودیوں کے سامنے حضرت مسیح کو خفیف اور نادم کیا کہ اُن سے پہلے ایلیا نبی کو دوبارہ

[1] بنی اسرائیل: ۹۴

دنیا میں نہ بھیجا اور تاویلوں کی حاجت پڑی اور ظاہر الفاظ کے رو سے یہودیوں کا یہ عذر بہت معقول تھا کہ جس حالت میں سچے مسیح کے آنے کے لئے یہ شرط تھی کہ پہلے ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آ جائے تو پھر بغیر ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے کیونکر مسیح ابن مریم دنیا میں آ گیا۔ اب جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہودیوں کو یہ جواب ملا ہے کہ ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے یوحنّا نبی یعنی یحییٰ کا آنا مراد تھا تو ایک دیندار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کا دوبارہ آنا بھی اِسی طرز سے ہوگا کیونکہ یہ وہی سنّت اللہ ہے جو پہلے گذر چکی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا [1]

علاوہ ان باتوں کے مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [2] اور ایسا ہی یہ حدیث بھی کہ لَانَبِیَّ بَعْدِی ۔ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آ جائے اور وحیٔ نبوت شروع ہو جائے؟ کیا یہ سب امور حکم نہیں کرتے کہ اس حدیث کے معنے کرنے کے وقت ضرور ہے کہ الفاظ کو ظاہر سے پھیرا جائے۔ ماسوا اس کے ایک بڑا قرینہ اس بات پر کہ آنے والا مسیح موعود غیر اس مسیح کا ہے جو گذر چکا اختلاف حلیوں کا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں جو اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہ ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا حلیہ سُرخ رنگ لکھا ہے۔ جیسا کہ بلادِ شام کے لوگوں کا ﴿۴۸﴾ رنگ ہوتا ہے اور جیسا کہ تصویروں میں دکھایا گیا ہے اور گھنگریالے بال لکھے ہیں۔ لیکن مسیح موعود جس کی اِس اُمت میں آنے کی خبر دی گئی ہے اُس کا حلیہ گندم گوں اور سیدھے بالوں والا بیان کیا ہے اور علاوہ اس کے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اِسی اُمّت میں سے ہوگا بخاری کے یہ لفظ ہیں کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور مسلم کے یہ لفظ ہیں فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ دونوں سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ آنے والا مسیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ہے اور اگر یہ کہو کہ ’’کیوں جائز نہیں کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہوں اور آنے والا کوئی بھی نہ ہو۔‘‘ تو مَیں کہتا ہوں کہ ایسا خیال بھی سراسر ظلم ہے۔ کیونکہ یہ حدیثیں ایسے تواتر کی حد تک پہنچ گئی ہیں کہ عند العقل ان کا کذب محال ہے اور ایسے متواترات بدیہیات کے رنگ میں ہو جاتے ہیں۔ ماسوا اس کے ان حدیثوں میں جو بڑی بڑی

[1] الاحزاب : ۶۳ [2] الاحزاب : ۴۱

پیشگوئیاں تھیں جو امورِ غیبیہ پر مشتمل تھیں وہ ہمارے اس زمانہ میں پوری ہوگئی ہیں۔ پس اگر یہ حدیثیں جھوٹی اور انسان کا افترا ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اُن کی وہ غیب کی باتیں پوری ہوسکتیں جو انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ دیکھو یہ پیشگوئی جو یعلٰی اور حاکم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قیامت کے قریب یعنی مسیح موعود کے وقت میں لوگ حج سے روکے جائیں گے کیسی صفائی سے ان دنوں میں پوری ہو رہی ہے جو بباعث طاعون ہر ایک سلطنت نے حج کے ارادہ کرنے والوں کو سفرِ مکّہ معظّمہ سے روک دیا۔☆ کیا ایسا واقعہ پہلے بھی کبھی وقوع میں آیا؟ پھر دیکھو کہ یہ دوسری پیشگوئی جس کا یہ مضمون ہے کہ اس مہدی موعود کے زمانہ میں رمضان میں خسوف کُسوف ہوگا اور چاند اپنے گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات میں اور سورج اپنے خسوف کے دنوں میں سے بیچ کے دنوں میں منخسف ہوگا۔ یہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ دارقطنی میں آج سے گیارہ سو برس پہلے مندرج ہو کر تمام دنیا میں شائع ہوگئی تھی اور اب نہایت وضاحت سے پوری ہوگئی۔ ایسا ہی حاکم وغیرہ میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ ان دنوں میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو رات دن میں صدہا کوس چلی جائے گی اور لوگ اس پر رات اور دن میں سفر کریں گے۔ اور ان دنوں میں اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ دیکھو یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی ہے جو مسیح موعود کے زمانہ کے بارے میں کی گئی۔ کیا کسی انسان کی طاقت ہے کہ صدہا برس پہلے افترا کے طور پر ان پیشگوئیوں کو لکھ لے؟ ایسا ہی حدیثوں میں یہ بھی مندرج تھا کہ ان دنوں میں طاعون بھی پھوٹے گی۔ اب آنکھ کھول کر دیکھو کہ یہ وہی دن ہیں اور طاعون روز بروز زور مار رہی ہے اور حدیثوں میں یہ پیشگوئی بھی لکھی گئی تھی کہ اُن دنوں میں سورج میں بھی ایک نشان ظاہر ہوگا اور سب کو معلوم ہے کہ ان ایّام میں کیسے کامل اور عجیب طور پر سورج گرہن ہوا۔ یہاں تک کہ اس کے عجیب نظارہ کے ﴿۴۹﴾

☆**نوٹ**: سلطان روم نے اب کے سال حج کرنے سے روک دیا۔ گورنمنٹ پنجاب نے اعلان کیا کہ اب کے موسم میں کوئی جہاز مکّہ کو نہ جاوے گا کوئی عزم حج نہ کرے۔ روسی گورنمنٹ نے حج کے جانے سے ممانعت کر دی دیکھو اخبار عام مارچ و اخبارِ عام ۴؍ اپریل ۱۸۹۸ء۔ منہ

دیکھنے کے لئے یورپ اورامریکہ سے لوگ آئے۔کیا یہ امورغیبیہ انسان کی طاقت میں ہیں؟ایک یہ بھی پیشگوئی تھی کہ اُن دنوں میں ذو السنین ستارہ بھی نکلے گا جو مسیح کے وقت اور اُس سے پہلے نوح کے وقت میں نکلا تھا۔اب سب کو معلوم ہے کہ وہ ستارہ نکل آیا۔اور انگریزی اور اردو اخباروں میں اُس کا نکلنا شائع کیا گیا۔اورحدیثوں میں جاوا کی آگ کی نسبت بھی خبر دی گئی تھی کہ مسیح موعود کے زمانہ میں نکلے گی۔اب سب کو معلوم ہے کہ وہ آگ بھی نکل آئی اور کسی واقف کار کو اس سے انکار نہیں۔اورحدیثوں میں عدن میں طاعون پیدا ہونے کا بھی اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ یہ سب باتیں اب پوری ہوگئیں۔پھرایسی حدیثیں جن میں اس قدر امورغیبیہ بھرے پڑے ہیں جو اپنے وقت پر پورے ہوگئے کیونکر جھوٹی ٹھہر سکتی ہیں؟ یہ ہم قبول کرتے ہیں کہ اِن حدیثوں کے درمیانی زمانہ کے بعض علماء نے غلط معنے کئے ہیں اوراُن کی غلط فہمیوں کا عوام پر بہت ہی بُرا اثر ہوا۔اور جولوگ معقول پسند تھے مثلاً معتزلہ وہ ایسے غیر معقول معنے سن کر سرے سے حدیثوں کی صحت سے ہی انکاری ہو گئے۔لیکن اس انکار سے جو کسی تاریخی جرح پر مبنی نہ تھا بلکہ محض اس خیال پر مبنی تھا کہ مضمون غیر معقول ہے حدیثوں کی صحت میں فرق نہیں آ سکتا بلکہ باوجود انکار کے پھر بھی اس قسم کی حدیثیں اس درجۂ تواتر پر تھیں کہ وہ لوگ بھی تواتر کو ردّ نہ کر سکے اور سراسیمہ رہ گئے۔اگر اسی زمانہ میں ان حدیثوں کے وہ معنے کئے جاتے جو اَب کئے جاتے ہیں تو اسلام کا ایک بھی فرقہ اُن سے منکر نہ ہوتا۔لیکن افسوس کہ ہر ایک استعارہ کو حقیقت پر حمل کر کے اور ہر ایک مجاز کو واقفیت☆ کا پیرایہ پہنا کر ان حدیثوں کو ایسے دشوار گزار راہ کی طرح بنایا گیا جس پر کسی محقق معقول پسند کا قدم ٹھہر نہ سکے۔سو حدیثوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کا قصور فہم ہے جنہوں نے ایسے معنے کئے اور عوام کو افسوس ناک غلطیوں میں مبتلا کیا اور بعض حال کے زمانہ کے معقول پسند بھی جو ان حدیثوں کی صحت سے انکار کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں بجز اس کے کوئی وجہ انکار نہیں کہ وہ ان معنوں کو جو اِس زمانہ کے علماء کرتے ہیں معقولیت اور سنّت اللہ اور قانون قدرت سے خارج پاتے ہیں۔ ﴿۵۰﴾

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔’’ واقعیت ‘‘ہونا چاہیے۔(ناشر)

لیکن ایسے منکر اُسی وقت تک معذور تھے جب تک کہ صحیح معنے جو سراسر سنّت اللہ میں داخل ہیں اُن پر ظاہر نہیں کئے گئے تھے۔ اور اب تو یہ بہت شرمناک اور ناانصافی کا طریق ہے کہ باوجود معقول اور قریب قیاس معنوں کے اور باوجود اعلیٰ درجہ کے تواتر احادیث اور باوجود اتفاقِ اسلام اور نصرانیت کے اِن حدیثوں کو ردّ کیا جائے۔ جو لوگ اِن حدیثوں سے جو مسیح موعود کے ظہور کی خبر دے رہی ہیں انکار کرتے ہیں ان کا فرض ہے کہ پہلے وہ اُس تواتر اور ہر ایک پہلو کے ثبوت سے واقفیت حاصل کریں جو ان حدیثوں کو حاصل ہے اور اس بات کو سوچیں کہ یہ خبر صرف حدیث کی کتابوں میں نہیں بلکہ اول یہودیوں کی کتب مقدسہ میں پھر انجیل میں پھر قرآن میں اس کی خبر دی گئی ہے اور پھر سب کے بعد حدیثوں میں اس کی تفصیل آئی ہے اور تین قومیں اس خبر کو قطعی اور یقینی مانتی آئی ہیں۔ اور خدا کا قانونِ قدرت جس کا منشاء یہ ہے کہ ہر ایک فساد کے وقت اس فساد کے مناسب حال کوئی مصلح آنا چاہیئے اس خبر کی تصدیق کرتا ہے۔ اور وہ دین کی رہزن بلائیں اور آفتیں جو قدم قدم پر پیش آرہی ہیں جن کے مقابلہ میں تیرہ سو برس کی تمام بدعات اور آفات اور فتن کا مجموعہ ہیچ محض ہے۔ وہ بھی اس بات کو چاہتی ہیں کہ خدا تعالیٰ آسمانی اسباب سے حمایت دین کرے۔ پھر بجز تعصّب اور ناحق کی نفسانیت کے کونسی مشکلات ہیں جو اس پیشگوئی کے قبول کرنے سے روکتی ہیں؟ کیا اس بات کا باور کرنا مشکل ہے کہ اگر خدا برحق ہے اور دین کچھ چیز ہے تو ان دنوں میں غیرتِ الٰہی ضرور اس بات کے لئے جوش زن ہونی چاہیئے کہ جس قدر کفر اور شرک کے پھیلانے اور توحید کے ذلیل کرنے کے لئے زور لگایا گیا ہے اُسی قدر یا اس سے بڑھ کر اُس زندہ خدا کی طرف سے بھی زور آور حملے ہوں؟ تا لوگ یقین کریں کہ وہ موجود ہے اور اُس کا دین سچا ہے۔ کیا اب تک اس بات کے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا کہ درحقیقت دین اسلام نہایت غربت کی حالت میں ہے؟ اندرونی طور پر عملی حالت کی یہ صورت ہے کہ گویا قرآن آسمان پر اُٹھ گیا ہے اور بیرونی طور پر مخالفوں نے غلط فہمیوں سے ہزارہا اعتراض اسلام پر کئے ہیں اور لاکھوں دلوں کو سیاہ کر دیا ہے۔ پس اب اس بات سے کس طرح انکار ہو سکتا ہے

کہ ایک مصلح عظیم الشان کی ضرورت ہے جس سے اسلام کی روحانیت بحال ہو اور بیرونی حملے کرنے والے پسپا ہوں۔ ہاں اس قدر ہم ضرور کہیں گے کہ یہ دن دین کی حمایت کے لئے لڑائی ﴿۵۱﴾
کے دن نہیں ہیں۔ کیونکہ ہمارے مخالفوں نے بھی کوئی حملہ اپنے دین کی اشاعت میں تلوار اور بندوق سے نہیں کیا بلکہ تقریر اور قلم اور کاغذ سے کیا ہے اِس لئے ضروری ہے کہ ہمارے حملے بھی تحریر اور تقریر تک ہی محدود ہوں جیسا کہ اسلام نے اپنے ابتدائی زمانہ میں ہی کسی قوم پر تلوار سے حملہ نہیں کیا جب تک پہلے اس قوم نے تلوار نہ اٹھائی۔ سو اِس وقت دین کی حمایت میں تلوار اٹھانا نہ صرف بے انصافی ہے بلکہ اس بات کو ظاہر کرنا ہے کہ ہم تقریر اور تحریر کے ساتھ اور دلائل شافیہ کے ساتھ دشمن کو ملزم کرنے میں کمزور ہیں۔ کیونکہ یہ جھوٹوں اور کمزوروں کا کام ہے کہ جب جواب دینے سے عاجز آ جائیں تو لڑنا شروع کر دیں۔ پس اس وقت ایسی لڑائی سے خدا تعالیٰ کے سچے اور روشن دین کو بدنام کرنا ہے۔ دیکھو کس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں تیرہ برس تک کفّار کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھاتے رہے اور دلائل شافیہ سے اُن کو لاجواب کرتے رہے اور ہرگز تلوار نہ اٹھائی جب تک دشمنوں نے تلوار اٹھا کر بہت سے پاک لوگوں کو شہید نہ کیا۔ سو جنگ لِسَانی کے مقابل پر جنگ سِنَانی شروع کر دینا اسلام کا کام نہیں ہے کمزوروں اور کم حوصلہ لوگوں کا کام ہے۔ اور جیسا کہ ابھی مَیں نے بیان کیا ہے مسیح موعود کی پیشگوئی صرف حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ قرآن شریف نے نہایت لطیف اشارات میں آنے والے مسیح کی خوشخبری دی ہے جیسا کہ اُس نے وعدہ فرمایا ہے کہ جس طرز اور طریق سے اسرائیلی نبوتوں میں سلسلۂ خلافت قائم کیا گیا ہے وہی طرز اسلام میں ہوگی۔☆ یہ وعدہ مسیح موعود کے آنے کی خوشخبری اپنے اندر رکھتا ہے۔ کیونکہ جب سِلسلۂ خلافت انبیاء بنی اسرائیل میں غور کی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ سِلسلہ

☆ دیکھو آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الآیة[1]

[1] النور: ۵۶

حضرت موسیٰ سے شروع ہوا اور پھر چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو گیا۔ اور اِس نظامِ خلافت پر نظر ڈال کر معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا مسیح موعود جس کے آنے کی یہود کو خوشخبری دی گئی تھی چودہ سو برس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آیا اور غریبوں اور مسکینوں کی شکل میں ظاہر ہوا اور اس مماثلت کے پورا کرنے کے لئے جو قرآن شریف میں دونوں سلسلۂ خلافت اسرائیلی اور خلافت محمدی میں قائم کی گئی ہے ضروری ہے کہ ہر ایک منصف اِس بات کو مان لے کہ سلسلۂ خلافتِ محمدیہ کے آخر میں بھی ایک مسیح موعود کا وعدہ ہو جیسا کہ سِلسلۂ خلافت موسویہ کے آخر میں ایک مسیح موعود کا وعدہ تھا اور نیز تکمیل مشابہت دونوں سِلسلوں کے لئے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جیسا کہ خلافت موسویہ کے چودہ ﴿۵۲﴾
سو برس کی مدت پر مسیح موعود بنی اسرائیل کے لئے ظاہر ہوا تھا ایسا ہی اور اسی مدّت کے مشابہ زمانہ میں خلافتِ محمدؐیہ کا مسیح موعود ظاہر ہو۔ اور نیز تکمیل مشابہت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جیسا کہ یہودیوں کے علماء نے خلافت موسویہ کے مسیح موعود کو نعوذ باللہ کافر اور ملحد اور دجّال قرار دیا تھا ایسا ہی خلافتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو اسلامی قوم کے علماء کافر اور ملحد اور دجّال قرار دیں۔ اور نیز تکمیل مشابہت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جیسا کہ خلافتِ موسویہ کا مسیح موعود ایسے وقت میں آیا تھا کہ جبکہ یہودیوں کی اخلاقی حالت نہایت ہی خراب ہو گئی تھی اور دیانت اور امانت اور تقویٰ اور طہارت اور باہمی محبت اور صلح کاری میں بہت فتور پڑ گیا تھا اور اُن کی اس ملک کی بھی سلطنت جاتی رہی تھی جس ملک میں مسیح موعود اُن کی دعوت کے لئے ظاہر ہوا تھا۔ ایسا ہی خلافتِ محمدیہ کا مسیح موعود قوم کی ایسی حالت اور ایسے ادبار کے وقت ظاہر ہو۔

اور ایک وجہ تکمیل مشابہت کی یہ بھی ہے کہ سِلسلہ موسویہ کی آخری خلافت کے بارے میں توریت میں لکھا تھا کہ وہ سِلسلہ مسیح موعود پر ختم ہوگا۔ یعنی اس مسیح پر جس کا یہودیوں کو وعدہ دیا گیا تھا کہ وہ اس سِلسلہ کے آخر میں چودہ سو برس کی مدت کے سر پر آئے گا۔ اور اس کے آنے کا یہ نشان لکھا تھا کہ اس وقت یہودیوں کی سلطنت جاتی رہے گی۔ جیسا کہ توریت پیدائش باب ۴۹ آیت دسؔ میں لکھا تھا کہ یہودا سے ریاست کا عصا جُدا نہ ہوگا اور نہ حکم اُس کے

پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا جب تک سیلا نہ آوے یعنی عیسیٰ علیہ السلام۔ اور قومیں اُس کے پاس اکٹھی ہوں گی۔ اس آیت کا یہی مطلب تھا کہ یہودیوں کی سلطنت جو خدا تعالیٰ کی بہت نافرمانی کریں گے مسیح موعود تک بہرحال قائم رہے گی اور اُن کا عصائے حکومت نہیں ٹوٹے گا جب تک ان کا مسیح موعود یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ آوے اور جب وہ آجائے گا تو وہ عصا ٹوٹے گا اور دنیا میں ان کی سلطنت باقی نہیں رہے گی۔ اِسی طرح سلسلۂ خلافت محمدیہ کے مسیح موعود کو صحیح بخاری میں عیسائی مذہب کی انتہا اور شروع انحطاط کا نشان قرار دیا ہے۔ چنانچہ بخاری کے لفظ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کا یہ مطلب ہے کہ عیسائی مذہب کی ترقی کم نہ ہوگی☆۔ اور نہ اس کا قدم آگے بڑھنے سے ضعیف ہوگا اور نہ وہ گھٹے گا جب تک خلافتِ محمدیہ کا مسیح موعود نہ آوے۔ اور وہی ہے جو صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو ہلاک کرے گا۔ جب وہ آئے گا تو وہی زمانہ صلیبی مذہب ﴿۵۳﴾ کے تنزل کا ہوگا اور وہ اگرچہ اس دجّال کو یعنی دجالی خیالات کو اپنے حربہ براہین سے معدوم بھی نہ کرے۔ تب بھی وہ زمانہ ایسا ہوگا کہ خود بخود وہ خیالات دُور ہوتے چلے جائیں گے۔ اور اُس کے ظہور کے وقت تثلیثی مذہب کے زوال کا وقت پہنچ جائے گا اور اس کا آنا اس مذہب کے گُم ہونے کا نشان ہوگا۔ یعنی اس کے ظہور کے ساتھ وہ ہَوا چلے گی جو دلوں اور دماغوں کو تثلیثی مذہب کے مخالف کھینچے گی۔۞ اور ہزاروں دلائل اس مذہب کے بطلان کے لئے پیدا ہو جائیں گے اور بجز عقلی اور آسمانی

☆ **نوٹ:** دونوں پیشگوئیوں میں صرف فرق یہ ہے کہ پہلی پیشگوئی میں مسیح موعود کے ظہور کا نشان یہودیوں کا زوالِ سلطنت تھا اور دوسری پیشگوئی میں مسیح موعود کے ظہور کا نشان تثلیثی مذہب کے انحطاط کے آثار ہیں۔ غرض دوسری پیشگوئی کو سلطنت سے کچھ تعلق نہیں جیسا کہ پہلی پیشگوئی کو مذہب سے کچھ تعلق نہ تھا۔ **منہ**

۞ **نوٹ:** یہ ہوا اب ہمارے زمانہ میں کئی پہلو سے چل رہی ہے۔ یورپ میں لاکھوں اعلیٰ تعلیم یافتہ صرف نام کے عیسائی اور دراصل منکرِ تثلیث ہیں۔ پہلے زمانوں میں طبائع کا یہ انقلاب کہاں تھا۔ **منہ**

نشانوں کے مذہب کے لئے اَور کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔ خود زمانہ ہی اس تبدیلی کو چاہے گا۔ اگر وہ مسیح موعود آیا بھی نہ ہوتا تب بھی زمانہ کی نئی ہوا ہی اُس دجّالی ترقی کو پگھلا پگھلا کر نابود کر دیتی۔ مگر یہ عزّت اس کو دی جائے گی۔ کام سب خدا تعالیٰ کا ہوگا۔ قومیں ہلاک نہیں ہوں گی بلکہ ایک نئی تبدیلی سے جو دلوں میں پیدا ہوگی باطل ہلاک ہوگا۔ یہی تفسیر لفظ **یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ** اور **یَضَعُ الْحَرْبَ** کی ہے۔ یہ غلط اور جھوٹا خیال ہے کہ جہاد ہوگا۔ بلکہ حدیث کے معنے یہ ہیں کہ آسمانی حربہ جو مسیح موعود کے ساتھ نازل ہوگا یعنی آسمانی نشان[۱] اور نئی[۲] ہوا یہ دونوں باتیں دجّالیّت کو ہلاک کریں گی اور سلامتی اور امن کے ساتھ حق اور توحید اور صدق اور ایمان کی ترقی ہوگی اور عداوتیں اُٹھ جائیں گی۔ اور صلح کے ایّام آئیں گے۔ تب دنیا کا اخیر ہوگا۔ اِسی وجہ سے ہم نے اس کتاب کا نام بھی **ایّام الصُّلح** رکھا۔

غرض فقرہ حدیث **یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ** کا اِسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس مسیح موعود کے ظہور تک عیسائی مذہب خوب ترقی کرتا جائے گا اور ہر طرف پھیلے گا اور بڑی قوت اور شوکت اُس میں پیدا ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ مذاہب کے حصّوں میں سے ایک بڑا حصہ ٹھہر جائے گا۔ لیکن جب مسیح موعود کا ظہور ہوگا تب وہ دن عیسائی مذہب کے لئے تنزل کے ہوں گے اور خدا تعالیٰ ایک ایسی ہوا چلائے گا اور ایسا فہم و فراست دلوں میں پیدا کرے گا جس سے تمام سلیم دل سمجھ جائیں گے کہ انسان کو خدا بنانا غلطی اور کسی کی پھانسی سے حقیقی نجات ڈھونڈنا خطا ہے۔ اور ان دنوں میں یہ امر ثابت بھی ہوگیا کیونکہ بڑے بڑے پادری صاحبوں نے یہ اشتہار شائع کر دیئے ہیں کہ اِس زمانہ میں یکدفعہ عیسائی مذہب تنزل کی صورت میں آ گیا ہے اور اسلام کے مقابل پر اگر دیکھا جائے تو باوجود کروڑہا روپیہ خرچ کرنے کے اسلام دن بدن ترقی میں بڑھا ہوا ہے اور یورپ کے روشن دماغ لوگ تثلیثی مذہب سے نفرت کرتے جاتے ہیں۔ اِسی وجہ سے اس ملک میں بھی چوہڑوں چماروں کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ اور حدیثوں میں جو ہے کہ مسیح موعود صلیب کو توڑے گا اِس سے ﴿۵۴﴾

یہ مطلب نہیں کہ وہ درحقیقت صلیب کی صورت کو توڑ دے گا بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ ایسے دلائل اور براہین ظاہر کرے گا جن سے صلیبی اصول کی غلطیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ اور دانشمند لوگ اِس مذہب کا کذب یقین کر جائیں گے۔ اوراس حدیث میں یہ صاف اشارہ ہے کہ اس مسیح موعود کا زمانہ ہی ایسا زمانہ ہوگا کہ صلیبی مذہب کا بطلان دن بدن کھلتا جائے گا اور خود بخود لوگوں کے خیال اس طرف منتقل ہوتے جائیں گے کہ مذہب تثلیث باطل ہے۔ ایسا اعتقاد سچائی کا خون کرنا ہے کہ اس وقت عیسائیوں کے ساتھ لڑائیاں ہوں گی۔ اسلام اور قرآن نے کبھی اور کہیں اجازت نہیں دی کہ جو لوگ صرف زبان سے اور مال سے اپنے دین کو ترقی دیتے ہیں اور مذہب کے لئے لڑائی نہیں کرتے اُن سے لڑائی کی جائے۔ یہ خیالات قرآنی تعلیم کے سخت مخالف ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے علماء کے حال پر رحم کرے وہ کیسی غلطی پر ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ مسیح کے وقت اسلام محض اپنی روحانی طاقت سے ترقی کرے گا۔ اور اپنی تریاقی قوت سے زہریلے مواد کو دور کر دے گا اور مسیح موعود کے ظہور کے ساتھ آسمان سے ایسے فرشتے دلوں میں سچائی کا القا کرنے والے نازل ہوں گے کہ جو خیالات کو تبدیل کریں گے۔ اِسی لئے لکھا ہے کہ مسیح موعود دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوگا۔ اِس کا یہی مطلب ہے کہ اس کے ظہور کے ساتھ ملائک کے تصرفات شروع ہو جائیں گے اور لوگ رفتہ رفتہ خواب غفلت سے جاگتے جائیں گے۔ اور چونکہ یہ سب کچھ مسیح کے ظہور کے ساتھ شروع ہو جائے گا۔ اِس لئے یہ تمام کارروائی کسر صلیب کی مسیح موعود کی طرف منسوب ہوگی اور کفر کے مقابلہ پر مثلاً زید یا بکر یا خالد یا کوئی اَور شخص جو کچھ عمدہ معارف بیان کرے گا وہ سب معارف مسیح موعود کے طفیل ہوں گے اور اُس کی طرف منسوب کئے جائیں گے کیونکہ وہی ہے جس کے ساتھ فرشتے آئے اور وہی ہے جو رُوحانی انوار کے لحاظ سے آسمان سے نازل ہوا اور وہی ہے جو باز کی طرح دمشقی تثلیث کے شکار کے لئے اُترا☆ لیکن نہ سختی سے بلکہ امن اور

☆**نوٹ:-** یہ سنّت اللہ ہے کہ جب ایک مامور آتا ہے تو آسمان سے اس کے ساتھ فرشتے یا یوں کہوں کہ نور اترتا ہے اور وہ نور مستعد دلوں پر پڑتا اور ان کو روشن کرتا اور ان کو قوت دیتا ہے اور ہر ایک شخص قوت پاکر روحانی امور کو سمجھنے لگتا ہے۔ چونکہ اس نزول نور کا اصل سبب وہ مامور ہی ہوتا ہے اس لئے اس زمانہ کے تمام دینی معارف اُسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ **منہ**

صلح کاری سے۔ خدا تعالیٰ جو ارحم الراحمین اور ماں باپ سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے ہرگز ممکن
نہیں کہ وہ اپنے غافل اور کمزور بندوں کے لئے یہ پہلو اختیار نہ کرے کہ اُن کو تیرہ سو برس سے غافل ﴿۵۵﴾
پاکر دلائل اور براہین سے سمجھاوے اور آسمانی نشانوں سے تسکین بخشے اور یہ پہلو اختیار کرے کہ کسی کو بھیج کر
غافل بندوں کو فنا کرنے کے لئے طیار ہو جائے۔ یہ عادت اس کی ان صفات کے مخالف ہے جن کی
قرآن شریف میں تعلیم دی گئی ہے۔ اور قرآن شریف میں یہ وعدہ تھا کہ خدا تعالیٰ فتنوں اور خطرات کے وقت
میں دین اسلام کی حفاظت کرے گا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [1] سو
خدا تعالیٰ نے بموجب اس وعدہ کے چار قسم کی حفاظت اپنی کلام کی کی۔ **اوّل** حافظوں کے ذریعہ سے
اُس کے الفاظ اور ترتیب کو محفوظ رکھا۔ اور ہر ایک صدی میں لاکھوں ایسے انسان پیدا کئے جو اُس کی
پاک کلام کو اپنے سینوں میں حفظ رکھتے ہیں۔ ایسا حفظ کہ اگر ایک لفظ پوچھا جائے تو اس کا اگلا پچھلا
سب بتا سکتے ہیں۔ اور اس طرح پر قرآن کو تحریف لفظی سے ہر ایک زمانہ میں بچایا۔ **دوسرے** ایسے ائمہ
اور اکابر کے ذریعہ سے جن کو ہر ایک صدی میں فہم قرآن عطا ہوا ہے جنہوں نے قرآن شریف کے
اجمالی مقامات کی احادیثِ نبویہ کی مدد سے تفسیر کر کے خدا کی پاک کلام اور پاک تعلیم کو ہر ایک زمانہ
میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھا۔ **تیسرے** متکلّمین کے ذریعہ سے جنہوں نے قرآنی تعلیمات کو عقل
کے ساتھ تطبیق دے کر خدا کی پاک کلام کو کوتہ اندیش فلسفیوں کے استخفاف سے بچایا ہے۔ **چوتھے**
رُوحانی انعام پانے والوں کے ذریعہ سے جنہوں نے خدا کی پاک کلام کو ہر ایک زمانہ میں معجزات اور
معارف کے منکروں کے حملہ سے بچایا ہے۔

سو یہ پیشگوئی کسی نہ کسی پہلو کی وجہ سے ہر ایک زمانہ میں پوری ہوتی رہی ہے اور جس زمانہ
میں کسی پہلو پر مخالفوں کی طرف سے زیادہ زور دیا گیا تھا اُسی کے مطابق خدا تعالیٰ کی غیرت اور
حمایت نے مدافعت کرنے والا پیدا کیا ہے۔ لیکن یہ زمانہ جس میں ہم ہیں یہ ایک ایسا زمانہ تھا
جس میں مخالفوں نے ہر چہار پہلو کے رُو سے حملہ کیا تھا۔ اور یہ ایک سخت طوفان کے دن تھے

[1] الحجر: ۱۰

کہ جب سے قرآن شریف کی دنیا میں اشاعت ہوئی ایسے خطرناک دن اسلام نے کبھی نہیں دیکھے بد بخت اندھوں نے قرآن شریف کی لفظی صحت پر بھی حملہ کیا اور غلط ترجمے اور تفسیریں شائع کیں۔ بہتیرے عیسائیوں اور بعض نیچریوں اور کم فہم مسلمانوں نے تفسیروں اور ترجموں کے بہانہ سے تحریف معنوی کا ارادہ کیا☆۔ اور بہتوں نے اس بات پر زور دیا کہ قرآن اکثر جگہ میں ﴿۵۶﴾
علوم عقلیہ اور مسائلِ مسلّمہ مثبتہ طبعی اور ہیئت کے مخالف ہے اور نیز یہ کہ بہت سے دعاوی اس کے عقلی تحقیقاتوں کے برعکس ہیں اور نیز یہ کہ اس کی تعلیم جبر اور ظلم اور بے اعتدالی اور ناانصافی کے طریقوں کو سکھاتی ہے۔ اور نیز یہ کہ بہت سی باتیں اس کی صفاتِ الٰہیہ کے مخالف اور قانون قدرت اور صحیفۂ فطرت کے منافی ہیں۔ اور بہتوں نے پادریوں اور آریوں میں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور قرآن کریم کے نشانوں اور پیشگوئیوں سے نہایت درجہ کے اصرار سے انکار کیا اور خدا تعالیٰ کی پاک کلام اور دین اسلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی صورت کھینچ کر دکھلائی اور اس قدر افترا سے کام لیا جس سے ہر ایک حق کا طالب خواہ نخواہ نفرت کرے۔ لہٰذا اب یہ زمانہ ایسا زمانہ تھا کہ جو طبعاً چاہتا تھا کہ جیسا کہ مخالفوں کے فتنہ کا سیلاب بڑے زور سے چاروں پہلوؤں پر حملہ کرنے کے لئے اُٹھا ہے ایسا ہی مدافعت بھی چاروں پہلوؤں کے لحاظ سے ہو۔ اور اس عرصہ میں چودھویں صدی کا آغاز بھی ہو گیا۔ اِس لئے خدا نے چودھویں صدی کے سر پر اپنے وعدہ کے موافق جو اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[1] ہے اس فتنہ کی اصلاح کے لئے ایک مجدّد بھیجا۔ مگر چونکہ ہر ایک مجدّد کا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک خاص نام ہے اور جیسا کہ ایک شخص جب ایک کتاب تالیف کرتا ہے تو اس کے مضامین کے مناسب حال اس کتاب کا نام رکھ دیتا ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اس مجدد کا نام خدماتِ مفوّضہ کے مناسب حال **مسیح** رکھا۔ کیونکہ یہ بات مقرر ہو چکی تھی کہ آخر الزمان کے

☆**نوٹ**: بہتوں نے اپنی تفسیروں میں اسرائیلی بے اصل روایتیں لکھ کر ایک دنیا کو دھوکا دیا ہے۔ منہ

[1] الحجر: ۱۰

صلیبی فتنوں کی مسیح اصلاح کرے گا۔ پس جس شخص کو یہ اصلاح سپرد ہوئی ضرور تھا کہ اس کا نام **مسیح موعود** رکھا جائے۔ پس سوچو کہ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کی خدمت کس کو سپرد ہے؟ اور کیا اب یہ وہی زمانہ ہے یا کوئی اور ہے؟ سوچو خدا تمہیں تھام لے۔

اس تمام تحقیقات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا ذکر نہیں ہے وہ نہایت غلطی پر ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ مسیح موعود کا ذکر نہایت اکمل اور اتم طور پر قرآن شریف میں پایا جاتا ہے۔ دیکھو اوّل قرآن شریف نے آیت کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا[1] میں صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسیٰ ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ ہم نے اس نبی کو اُس نبی کی مانند بھیجا ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اور واقعات نے ظاہر کر دیا کہ یہ بیان اللّٰہ جلّ شانہٗ کا بالکل سچا ہے۔ وجہ یہ کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیج کر آخر فرعون کو بنی اسرائیل کی نظر کے سامنے ہلاک کیا اور نہ خیالی اور وہمی طور پر بلکہ واقعی اور مشہود اور محسوس طور پر فرعون کے ظلم سے بنی اسرائیل کو نجات بخشی اِسی طرح یعنی بنی اسرائیل کی مانند خدا تعالیٰ کے راستباز بندے مکّہ معظّمہ میں تیرہ برس تک کفّار کے ہاتھ سے سخت تکلیف میں رہے اور یہ تکلیف اُس تکلیف سے بہت زیادہ تھی جو فرعون سے بنی اسرائیل کو پہنچی۔ آخر یہ راستباز بندے اُس برگزیدۂ راستبازوں کے ساتھ اور اس کی اِیما سے مکّہ سے بھاگ نکلے اُسی بھاگنے کی مانند جو بنی اسرائیل مصر سے بھاگے تھے۔ پھر مکّہ والوں نے قتل کرنے کے لئے تعاقب کیا اُسی تعاقب کی مانند جو فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کے قتل کے لئے کیا گیا تھا۔ آخر وہ اُسی تعاقب کی شامت سے بدر میں اُس طرح پر ہلاک ہوئے جس طرح فرعون اور اس کا لشکر دریائے نیل میں ہلاک ہوا تھا اِسی رمز کے کھولنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی لاش بدر کے مُردوں میں دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ شخص اِس اُمت کا فرعون تھا۔ غرض جس طرح فرعون اور اس کا لشکر دریائے نیل میں ہلاک ہونا امورِ مشہودہ محسوسہ میں سے تھا جس کے وقوع میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا اِسی طرح ابوجہل ﴿۵۷﴾

[1] المزّمل: ۱۶

اور اُس کے لشکر کا تعاقب کے وقت بدر کی لڑائی میں ہلاک ہونا امورِ مشہودہ محسوسہ میں سے تھا جس سے انکار کرنا حماقت اور دیوانگی میں داخل ہے۔

سو یہ دونوں واقعات اپنے تمام سوانح کے لحاظ سے باہم ایسی مشابہت رکھتے ہیں کہ گویا دو توام بھائیوں کی طرح ہیں۔ اور عیسائیوں کا یہ قول کہ یہ مثیل موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں بالکل مردود اور قابلِ شرم ہے کیونکہ مماثلت امورِ مشہودہ محسوسہ یقینیہ قطعیہ میں ہونی چاہیئے نہ ایسے فضول اور وہمی دعوے کے ساتھ جو خود جائے بحث اور سخت انکار کی جگہ ہے۔ یہ دعویٰ کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے منجی تھے اور ایسا ہی یسوع بھی عیسائیوں کا منجی تھا کس قدر بودہ اور بے ثبوت خیال ہے۔ کیونکہ یہ محض اپنے دل کے بے اثر تصوّرات ہیں جن کے ساتھ کوئی بدیہی اور روشن علامت نہیں ہے۔ اور اگر نجات دینے کی کوئی علامت ہوتی تو یہود بکمال شکر گذاری اُسی ﴿۵۸﴾ طرح حضرت عیسیٰ کو قبول کرتے اور اُن کے منجی ہونے کا اُسی قدر شکر کے ساتھ اقرار کرتے جیسا کہ دریائے نیل کے واقعہ کے بعد انہوں نے شکر گزاری کے گیت گائے تھے۔ لیکن ان کے دلوں نے تو کچھ بھی محسوس نہ کیا کہ یہ کیسی نجات ہے کہ یہ شخص ہمیں دیتا ہے۔ مگر وہ اسرائیلی یعنی خدا کے بندے جن کو ہمارے سیّد و مولیٰ نے مکّہ والوں کے ظلم سے چھڑایا انہوں نے بدر کے واقعہ کے بعد اسی طرح گیت گائے جیسے کہ بنی اسرائیل نے دریائے مصر کے سر پر گائے تھے اور وہ عربی گیت اب تک کتابوں میں محفوظ چلے آتے ہیں جو بدر کے میدان میں گائے گئے۔

ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اِس پیشگوئی کی رُوح تو یہی مماثلت ہے۔ پھر اگر یہ مماثلت امورِ مشہودہ محسوسہ میں سے نہ ہو اور مخالف کی نظر میں ایک امر ثابت شدہ اور بدیہیات اور مسلّمات کے رنگ میں نہ ہو تو کیونکر ایسا بیہودہ دعویٰ ایک طالب حق کے ہدایت پانے کے لئے رہبر ہو سکتا ہے۔ اِس میں کیا شک ہے کہ یسوع کا منجی ہونا عیسائیوں کا صرف ایک دعویٰ ہے جس کو وہ دلائلِ عقلیہ کے رُو سے ثابت نہیں کر سکے اور نہ بدیہیات کے رنگ میں دکھلا سکے اور پوچھ کر دیکھ لو کہ وہ لوگ عیسائیت اور دوسری قوموں میں کوئی مابہ الامتیاز

دکھلا نہیں سکتے جس سے معلوم ہو کہ صرف یہ قوم نجات یافتہ اور دوسرے سب لوگ نجات سے محروم ہیں۔ بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ یہ قوم روحانیت اور فیوضِ سماوی اور نجات کی روحانی علامات اور برکات سے بالکل بے بہرہ ہے۔ پھر مماثلت کیونکر اور کس صورت سے ثابت ہو مماثلت تو امور بدیہیہ اور محسوسہ اور مشہودہ میں ہونی چاہیئے تا لوگ اُس کو یقینی طور پر شناخت کر کے اس سے شخصِ مثیل کو شناخت کریں۔ کیا اگر آج ایک شخص مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ کرے اور مماثلت یہ پیش کرے کہ میں رُوحانی طور پر قوم کا منجی ہوں اور نجات دینے کی کوئی محسوس اور مشہود علامت نہ دکھلاوے تو کیا عیسائی صاحبان اُس کو قبول کر لیں گے کہ درحقیقت یہی مثیلِ موسیٰ ہے؟ پس سچا فیصلہ اور ایمان کا فیصلہ اور انصاف کا فیصلہ یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثیلِ موسیٰ ہرگز نہیں ہیں اور خارجی واقعات کا نمونہ کوئی انہوں نے ایسا نہیں دکھلایا جس سے مومنوں کی نجات دہی اور کفار کی سزا دہی میں حضرت موسیٰ سے اُن کی مشابہت ثابت ہو بلکہ برعکس اس کے اُن کے وقت میں مومنوں کو سخت تکالیف پہنچیں☆ جن تکالیف سے ﴿۵۹﴾ خود حضرت عیسیٰ بھی باہر نہ رہے۔ پس ہم ایمان کو ضائع کریں گے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک خائن ٹھہریں گے اگر ہم یہ اقرار نہ کریں کہ وہ مثیل جس کا توریت کتاب استثنا میں ذکر ہے وہ وہی نبی مؤیدِ الٰہی ہے جو معہ اپنی جماعت کے تیرہ برس برابر دکھ اٹھا کر اور ہر ایک قسم کی تکلیف دیکھ کر آخر معہ اپنی جماعت کے بھاگا۔ اور اس کا تعاقب کیا گیا آخر بدر کی لڑائی میں چند گھنٹوں میں فیصلہ ہو کر ابوجہل اور اس کا لشکر تلوار کی دھار سے ایسے ہی مارے گئے جیسا کہ دریائے نیل کی دھار سے فرعون اور اس کے لشکر کا کام تمام کیا گیا۔ دیکھو کیسی صفائی اور کیسے مشہود اور محسوس طور پر یہ دونوں واقعات مصر اور مکّہ اور دریائے نیل اور بدر کے آپس میں مماثلت رکھتے ہیں۔

☆ **نوٹ**: اگر عیسائیوں کا یہ خیال ہو کہ یسوع نے روحانی طور پر لوگوں کو گناہوں سے نفرت دلائی تو اس بات میں یسوع کی کچھ خصوصیت نہیں تمام نبی اسی غرض سے آیا کرتے ہیں کہ حتی الوسع لوگوں کی اخلاقی اور عملی اور اعتقادی حالت کی اصلاح کریں اور ان کی کوششوں کے اثر بھی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ دعویٰ ہے کہ گناہوں کی سزا صرف یسوع کے ذریعہ سے ٹلی تو اس پر کوئی دلیل نہیں۔ **منہ**

غرض جبکہ یہ ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت مثیلِ موسیٰ ہیں تو تکمیلِ مماثلت کا یہ تقاضا تھا کہ اُن کے پَیرووٴں اور خلفاء میں بھی مماثلت ہو۔ اور یہ بات ضروری تھی کہ جیسا کہ موسیٰ اور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک اَشدّ اور اَکمل مشابہت مومنوں کے نجات دینے اور کافروں کو عذاب دینے کے بارے میں پائی گئی ان دونوں بزرگ نبیوں کے آخری خلیفوں میں بھی کوئی مشابہت باہم پائی جائے۔ سو جب ہم سوچتے ہیں تو جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے نہ صرف ایک مشابہت بلکہ کئی مشابہتیں ثابت ہوتی ہیں جو مجھ میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں۔☆

اس جگہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ برگزیدہ انسان جس کا یہودیوں کو توریت میں وعدہ دیا گیا تھا کہ وہ اُن کے زوالِ سلطنت کے وقت میں ظاہر ہوگا اور وہ سِلسلہ خلافتِ موسویہ کا آخری خلیفہ ہوگا ایسا ہی وہ انسان جس کا قرآن شریف اور حدیثوں میں وعدہ دیا گیا تھا کہ وہ آخری زمانہ میں غلبۂ صلیب کے وقت ظاہر ہوگا اِن دونوں انسانوں کا مسیح کیوں نام رکھا گیا؟

☆نوٹ:۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس زمانہ میں مبعوث ہوئے ہیں اُس زمانہ میں سلطنت کی طرف سے کوئی مذہبی سختی نہیں تھی۔ بعینہٖ انگریزی سلطنت کی طرح ہر ایک کو آزادی دی گئی تھی سلطنت رومیہ ہرگز تلوار کے ساتھ اپنے مذہب کو نہیں پھیلاتی تھی جیسا کہ آج کل سلطنت برطانیہ ہے۔ ہاں رومی گورنمنٹ میں بباعث عام آزادی اور یونانی فلسفہ کے پھیلنے کے مذہبی تقویٰ اور طہارت بہت کم ہوگئی تھی۔ یونانی فلسفہ کی تعلیم نے لوگوں کو قریب قریب دہریہ کے بنا دیا تھا۔ سو اُس وقت ایسے نبی کی ضرورت نہ تھی جو تلوار کے ساتھ آتا جیسا کہ اب ضرورت نہیں کیونکہ مقابل پر مذہب کے لئے تلوار اٹھانے والا نہ تھا اس لئے خدا نے ایک نبی جس کا نام عیسیٰ تھا محض رُوح القدس کی برکت کے ساتھ بھیجا تا دلوں کو روحانی تاثیر سے خدا تعالیٰ کی طرف پھیرے اور دوبارہ خدا کا جلال دنیا میں قائم کرے۔ اور مقدر تھا کہ اِسی طرح مثیلِ موسیٰ کے سلسلہ کے آخر میں روحانی طاقت کے ساتھ ایک شخص آئے گا جو اس سلسلہ کا مسیح موعود ہوگا کیونکہ وہ بھی نہ لڑے گا نہ تلوار نکالے گا اور محض روحانی طاقت سے سچائی کو پھیلائے گا کیونکہ وہ سلطنت بھی امن اور آزادی کی سلطنت ہوگی اور اُسی قسم کا روحانی فساد ہوگا جو رومی سلطنت کے وقت میں تھا۔ **منہ**

اِس کا جواب یہ ہے کہ دراصل مسیح اس صدیق کو کہتے ہیں جس کے مَسح یعنی چُھونے میں خدا نے برکت رکھی ہو اور اُس کے اَنفاس اور وعظ اور کلام زندگی بخش ہوں۔ اور پھر یہ لفظ خصوصیّت کے ساتھ اس نبی پر اطلاق پا گیا جس نے جنگ نہ کیا اور محض رُوحانی برکت سے اصلاحِ خلائق کی۔ اور اس کے مقابل پر مسیح اس معہود دجّال کو بھی کہتے ہیں جس کی خبیث طاقت اور تاثیر سے آفات اور دہریّت اور بے ایمانی پیدا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ سچائی کے نابود کرنے کے لئے کوئی اور ﴿۶۰﴾ جابرانہ وسائل استعمال کرے صرف اس کی توجہ باطنی یا تقریر یا تحریر یا مخالطت سے محض شیطانی رُوح کی تاثیر سے نیکی اور محبتِ الٰہی ٹھنڈی ہوتی چلی جائے۔ اور بدکاری، شراب خوری۔ دروغگوئی۔ اباحت۔ دُنیا پرستی۔ مکر۔ ظلم۔ تعدّی۔ قحط اور وبا پھیلے۔ یہی معنے ہیں جو لسان العرب وغیرہ اعلیٰ درجہ کی لُغت کی کتابوں سے اُن کے بیان کو یکجائی نظر سے دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہی معنے ہیں جو **خدا تعالیٰ** نے میرے دل میں القا کئے ہیں اور اگرچہ دوسرے انبیاء بھی مسیحیت کی صفت اپنے اندر رکھتے ہیں مگر جس نبی نے ایسا زمانہ پایا اور جہاد وغیرہ وسائل کو اُس نے استعمال نہ کیا اور صرف دعا اور روحانی طاقت سے کام لیا اس کا بالخصوصیت یہ نام ہے۔ سو ایسا مسیح اعلیٰ درجہ کا بنی اسرائیل میں صرف ایک ہی گذرا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چودہ سو برس بعد تشریف لائے۔ اور سلسلہ خلافتِ موسویہ کے آخری خلیفہ ٹھہرے اور بموجب توریت کی پیشگوئی اور قرآن شریف کی پیشگوئی کے خدا تعالیٰ کو منظور ہوا جو اُسی کی مانند سِلسلہ خلافتِ محمدیہّ کے اخیر پر ایک مسیح پیدا کرے سو اُس نے اسی مدّت کی مانند اس مسیح کو بھی چودھویں صدی کے سر پر پیدا کیا۔ اور پہلے مسیح کی طرح دوسرے مسیح کی نسبت بھی احادیثِ صحیحہ میں حضرت سیّد الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی گئی کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جب قرآن آسمان پر اُٹھ جائے گا یعنی لوگ طرح طرح کے شکوک اور شبہات میں مبتلا ہوں گے اور اکثر روز جزاء کی نسبت نہایت ضعیف الاعتقاد اور دہریہ کی طرح ہو جائیں گے اور وہ اپنی کلام اور معجزات اور نشانوں اور روحانی طاقت سے دوبارہ ان میں ایمان قائم کرے گا اور شبہات سے نجات دے گا۔ اور اپنے آسمانی حربہ سے بغیر کسی ظاہری جہاد کے

مسیح الدّجال کی رونق کو مٹا دے گا اور روح القدس کی پاک تاثیریں بغیر وسیلہ ہاتھوں کے دنیا میں پھیلیں گی۔ اور حق بینی کی ٹھنڈی ہوا دلوں پر چلے گی اور صلح کاری اور امن اور بنی نوع کی محبت کے ساتھ ایک بھاری تبدیلی ظہور میں آئے گی۔ اور شیطان شکست کھائے گا اور رُوح القدس غالب ہو گا۔ اس آخری زمانہ کے لئے بہت سے نبیوں نے پیشگوئی کی ہے۔ مگر افسوس کہ ہمارے نادان مولویوں نے جہاد کا مسئلہ خواہ نخواہ اس میں گھسیڑ دیا۔ خدا تعالیٰ کے پاک نبی کا ہرگز یہ منشا نہ تھا۔ ﴿۶۱﴾
یاد رہے کہ اگر کوئی جہاد کرے تو وہ مسیح موعود ہی نہیں بلکہ تریاقی ہَوا کا زہریلی ہوا سے ایک رُوحانی جنگ ہوگا۔ آخر تریاقی ہوا فتح پائے گی اور مسیح موعود صرف اس جنگ روحانی کی تحریک کے لئے آیا۔ ضرور نہیں کہ اُس کے روبروئی اس کی تکمیل بھی ہو۔ بلکہ یہ تخم جو زمین میں بویا گیا آہستہ آہستہ نشوونما پائے گا یہاں تک کہ خدا کے پاک وعدوں کے موافق ایک دن یہ ایک **بڑا درخت** ہو جائے گا۔ اور تمام سچائی کے بھوکے اور پیاسے اس کے سایہ کے نیچے آرام کریں گے۔ دلوں سے باطل کی محبت اُٹھ جائے گی گویا باطل مر جائے گا اور ہر ایک سینہ میں سچائی کی روح پیدا ہوگی اس روز وہ سب نوشتے پورے ہو جائیں گے جن میں لکھا ہے کہ زمین سمندر کی طرح سچائی سے بھر جائے گی۔☆ مگر یہ سب کچھ جیسا کہ سنّت اللہ ہے تدریجاً ہوگا۔ اس تدریجی ترقی کے لئے مسیح موعود کا زندہ ہونا ضروری نہیں بلکہ خدا کا زندہ ہونا کافی ہوگا۔ یہی خدا تعالیٰ کی قدیم سنّت ہے اور الٰہی سنتوں میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ پس ایسا آدمی سخت جاہل ہوگا کہ جو مسیح موعود کی وفات کے وقت اعتراض کرے کہ وہ کیا کر گیا۔ کیونکہ اگرچہ یکدفعہ نہیں مگر انجام کار وہ **تمام بیج** جو مسیح موعود نے بویا تدریجی طور پر بڑھنا شروع کرے گا اور دلوں کو اپنی طرف کھینچے گا یہاں تک کہ ایک دائرہ کی طرح دنیا میں پھیل جائے گا۔ وہ وقت اور گھڑی خدا تعالیٰ کے علم میں ہے جب یہ اَکمل اوراتم تبدیلی ظہور میں آئے گی۔ جس طرح تم دیکھتے ہو کہ دجّالیّت بھی یکدفعہ زمین میں نہیں پھیلی بلکہ اس کا بیج آہستہ آہستہ بڑھتا اور پھولتا گیا ایسا ہی آہستہ آہستہ سچائی کی طرف دنیا اپنی

☆ شاید وہ سَت جُگ جس کی ہندو انتظار کرتے ہیں وہ بھی اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے۔ **منہ**

کروٹ بدلے گی۔ تماشا بینوں کی طرح یہ خیال نہیں رکھنا چاہیے کہ یکدفعہ دنیا اُلٹ پلٹ ہو جائے گی بلکہ جس طرح پر کھیت اور درخت بڑھتے ہیں ایسا ہی ہوگا۔!!!

یاد رہے کہ جس مسیح یعنی روحانی برکات والے کی مسلمانوں کو آخری زمانہ میں بشارت دی گئی ہے اُسی کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دجّال معہود کو قتل کرے گا۔ لیکن یہ قتل تلوار یا بندوق سے نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دجّالی بدعات اس کے زمانہ میں نابود ہو جائیں گی۔

حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل دجّال شیطان کا نام ہے پھر جس گروہ سے شیطان اپنا کام لے گا اُس گروہ کا نام بھی استعارہ کے طور پر دجّال رکھا گیا کیونکہ وہ اُس کے اعضاء کی طرح ہے۔ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ [1] یعنی انسانوں کی صنعتوں سے خدا کی صنعتیں ﴿۶۲﴾
بہت بڑی ہیں یہ اشارہ ان انسانوں کی طرف ہے جن کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ آخری زمانہ میں بڑی بڑی صنعتیں ایجاد کریں گے اور خدائی کاموں میں ہاتھ ڈالیں گے۔ اور مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس جگہ انسانوں سے مراد دجّال ہے اور یہ قول دلیل اس بات پر ہے کہ دجّال معہود ایک شخص نہیں ہے ورنہ نَاس کا نام اُس پر اطلاق نہ پاتا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ نَاس کا لفظ صرف گروہ پر بولا جاتا ہے سو جو گروہ شیطان کے وساوس کے نیچے چلتا ہے وہ دجّال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ اِسی کی طرف قرآن شریف کی اس ترتیب کا اشارہ ہے کہ وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [2] سے شروع کیا گیا اور اِس آیت پر ختم کیا گیا ہے۔ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ [3]۔ پس لفظ نَـاس سے مراد اس جگہ بھی دجّال ہے۔ ماحصل اِس سورۃ کا یہ ہے کہ تم دجّال کے فتنہ سے خدا تعالیٰ کی پناہ پکڑو۔ اس سورۃ سے پہلے سورۃ اخلاص ہے جو عیسائیت کے اصول کے ردّ میں ہے۔ بعد اس کے سورۃ فَلَق ہے جو ایک تاریک زمانہ اور عورتوں کی مکّاری کی خبر دے رہی ہے اور پھر آخر ایسے گروہ سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جو شیطان کے زیر سایہ چلتا ہے اس ترتیب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی گروہ ہے جس کو دوسرے لفظوں میں شیطان کہا ہے

[1] المؤمن: ۵۸ [2] الفاتحة: ۲ [3] النّاس: ۶، ۷

اور اخیر میں اس گروہ کے ذکر سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ **آخری زمانہ میں** اس گروہ کا غلبہ ہوگا جن کے ساتھ نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدْ ہوں گی۔ یعنی ایسی عیسائی عورتیں جو گھروں میں پھر کر کوشش کریں گی کہ عورتوں کو خاوندوں سے علیحدہ کریں اور عقد نکاح کو توڑیں۔ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تینوں سورتیں قرآن شریف کی دجّالی زمانہ کی خبر دے رہی ہیں اور حکم ہے کہ اِس زمانہ سے خدا کی پناہ مانگو تا اس شر سے محفوظ رہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ شرور صرف آسمانی انوار اور برکات سے دور ہوں گے جن کو آسمانی مسیح اپنے ساتھ لائے گا۔

غرض یہ نہایت عجیب بات ہے کہ جیسے ایک مسیح یعنی محض رُوحانی طاقت سے دین کو قائم کرنے والا اور محض روح القدس سے **یقین** اور **ایمان** کو پھیلانے والا موسوی سِلسلہ کے آخر میں آیا ایسا ہی اوراسی مدّت کی مانند مثیلِ موسیٰ کے سِلسلہ خلافت کے آخر میں آیا۔ اور یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسیٰ ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ نے یہودیوں کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی اور نہ صرف نجات بلکہ ایمان لانے کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی قوم کو ﴿۶۳﴾ سلطنت اور بادشاہی بھی مل گئی۔ اِسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں آئے کہ جب یہودی لوگ سخت ذلّت میں پڑے ہوئے تھے۔ اور آپ نے جیسا کہ دوسرے ایمان لانے والوں پر آزادی اور نجات کا دروازہ کھولا اور کفار کے ظلم اور تعدّی سے چھڑایا اور آخر خلافت اور بادشاہت اور حکومت تک پہنچایا۔☆ ایسا ہی یہودیوں پر بھی آپ نے آزادی اور نجات کا دروازہ کھولا ﴿۶۴﴾

☆ حاشیہ: اِس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ تمام افغان یوسف زئی۔ داؤدزئی۔ لودی۔ سروانی۔ اورک زئی۔ سدّوزئی۔ بارک زئی وغیرہ دراصل بنی اسرائیل ہیں۔ اور ان کا مورث اعلیٰ قیس ہے۔ اور چونکہ یہ بھی ایک مشہور واقعہ افغانوں میں ہے کہ والدہ کی طرف سے ان کے سِلسلہ کی ابتدا سارہ بنت خالد ابن ولید سے ہے۔ یعنی قیس اُن کے مورث نے سارہ سے شادی کی تھی اس لئے اور اِن معنوں سے وہ خالد کی آل بھی ٹھہرے۔ لیکن بہرحال یہ متفق علیہ افغانوں میں تاریخی امر ہے کہ قیس مورث اعلیٰ اُن کا بنی اسرائیل میں سے تھا۔ یہ بات یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں یعنی تینوں فرقوں نے بالاتفاق تسلیم کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریباً سات سو برس پہلے بخت نصر بابلی نے بنی اسرائیل کو گرفتار کرکے بابل میں پہنچا دیا تھا اور اس حادثہ کے بعد بنی اسرائیل کی بارہ قوموں میں سے ﴿۶۳﴾

اور پھر حکومت اور امارت تک پہنچایا۔ یہاں تک کہ چند صدیوں کے بعد ہی وہ رُوئے زمین کے

بقیہ حاشیہ

صرف دو قومیں یہودا اور بن یامین کی اپنے ملک میں واپس آئیں اور دس قومیں اُن کی مشرق میں رہیں اور چونکہ اب تک یہود پتہ نہیں بتلا سکے کہ وہ قومیں کہاں ہیں اور نہ انہوں نے اُن سے خط و کتابت اور رشتہ کا تعلق رکھا۔ اس لئے اس واقعہ سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ انجام کار وہ قومیں **مسلمان** ہو گئی ہوں گی۔ پھر جب ہم اس قصہ کو اسی جگہ چھوڑ کر افغانوں کے سوانح پر نظر کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادوں سے قدیم سے یہ سُنتے آئے ہیں کہ دراصل وہ اسرائیلی ہیں جیسا کہ کتاب ’’مخزنِ افغانی‘‘ میں مفصّل لکھا ہے تو اس امر میں کچھ بھی شک وشبہ نہیں رہتا کہ یہ لوگ انہی دس قوموں میں سے ہیں جو مشرق میں ناپیدا نشان بتلائی جاتی ہیں اور ان ہی اسرائیلیوں میں سے کشمیری بھی ہیں جو اپنی شکل اور پیرایہ میں افغانوں سے بہت کچھ ملتے ہیں۔ اور تاریخ برنیر میں کئی اور انگریزوں کے حوالہ سے ان کی نسبت بھی یہ ثبوت دیا ہے کہ وہ اسرائیلی الاصل ہیں۔ اور ایسے امر کے بحث کے وقت جس کو ایک قوم پشت بہ پشت اپنے خاندان اور نسب کی نسبت تسلیم کرتی چلی آئی ہو یہ بالکل نامناسب ہے کہ ہم چند بیہودہ قیاسوں کو ہاتھ میں لے کر اُن کی مسلّمات کو ردّ کر دیں۔ اگر ایسا کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں کوئی قوم بھی اپنی صحتِ قومیّت کو ثابت نہیں کر سکتی۔ ہمیں اس بات کو اوّل درجہ کی دلیل قرار دینا چاہیئے کہ ایک قوم باوجود ہزاروں اور لاکھوں اپنے افراد کے پھر ایک بات پر متفق ہو پھر جبکہ کل افغان ہندوستان اور کابل اور قندھار وغیرہ سرحدی زمینوں کے اپنے تئیں اسرائیلی ظاہر کرتے ہیں تو سخت بیوقوفی ہوگی کہ خواہ نخواہ ان کی مسلّمات قدیمہ سے انکار کیا جائے۔ قوموں کی جانچ پڑتال میں یہی کافی ثبوت اور اطمینان کے لئے وضع استقامت ہے کہ جو کسی قوم میں ان کے خاندان اور قومیت کی نسبت مشہور واقعات ہوں اُن کو مان لیا جائے اور ایسے امور میں اس سے زیادہ ثبوت ممکن ہی نہیں کہ ایک قوم باوجود اپنی کثرت برادری اور کثرت انتشار نطفہ کے ایک قول پر متفق ہو اور اگر یہ ثبوت قابلِ اعتبار نہ ہو تو پھر اس زمانہ میں مسلمانوں کی جس قدر قومیں ہیں مثلاً سیّد اور قریشی اور مغل وغیرہ یہ سب بے ثبوت اور صرف زبانی دعویٰ ٹھہریں گی۔ لیکن یہ ہماری سخت غلطی ہوگی کہ ہم ان اخبار مشہورہ متواترہ کو نظر انداز کریں جو ہر ایک قوم اپنی صحتِ قومیت کے بارے میں بطور تاریخی امر کے اپنے پاس رکھتی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کوئی قوم اپنے خاندان کے بیان کرنے میں حد سے زیادہ مبالغات کر دے مگر ہمیں نہیں چاہیے کہ مبالغات کو دیکھ کر یا کئی فضول اور بے ربط باتیں پا کر اصل امر کو بھی ردّ کر دیں۔ بلکہ مناسب تو یہ ہے کہ وہ زوائد جو درحقیقت فضول معلوم ہوں چھوڑ دیئے جائیں اور نفس امر کو جس پر قوم کا اتفاق ہے لیا جائے۔ پس اس طریق سے ہر ایک محقق کو ماننا پڑے گا کہ قوم افغان ضرور بنی اسرائیل ہے۔ ہر ایک کو خود اپنے نفس کو اور اپنی قوم کو زیر بحث رکھ کر سوچنا چاہیے کہ اگر وہ قوم جس میں وہ اپنے تئیں داخل سمجھتا ہے کوئی دوسرا شخص محض چند قیاسی باتیں مدّنظر رکھ کر اس قوم سے اس کو خارج کر دے اور تسلیم نہ کرے کہ وہ اس قوم میں سے ہے اور اس کے ان ثبوتوں کو جو پشت بہ پشت کے بیانات سے معلوم ہوئے ہیں نظر انداز کرے اور مجمع عظیم کے اتفاق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھے تو ایسا آدمی کیسا فتنہ انگیز

﴿۶۴﴾

بادشاہ ہو گئے کیونکہ یہ قوم افغان جنؔ کی اب تک افغانستان میں بادشاہت پائی جاتی ہے۔ ﴿۶۵﴾

بقیہ حاشیہ

معلوم ہوتا ہے۔ پس بقول شخصے کہ ’’ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے نہ پسند‘‘ یہ بھی نامناسب ہے کہ دوسروں کی قسم قومیت پر جو ایک بڑی قومی اتفاق سے مانی گئی ہے ناحق کا جرح کیا جائے۔ ہمیں کیا حق پہنچتا ہے اور ہمارے پاس کیا دلیل ہے کہ ہم ایک قوم کے مسلّمات اور متفق علیہ امر کو یوں ہی زبان سے ردّ کر دیں۔ جب ایک امر منقولی اتفاق سے صحیح قرار دیا گیا ہے تو اس کے بعد قیاس کی گنجائش نہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بہت سی باتیں فضولی اور شیخی کے طور پر بعض قوموں کے لوگ اپنی قومیّت کی نسبت بیان کیا کرتے ہیں۔ لیکن محقق لوگ فضول باتوں کی وجہ سے اصل واقعات کو ہرگز نہیں چھوڑتے بلکہ خُذْ مَا صَفَا وَ دَعْ مَا کَدَرْ پر عمل کر لیتے ہیں مثلاً گوتم بدھ کے سوانح میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ وہ منہ کی راہ سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن جب ہم گوتم کے سوانح لکھنا چاہیں تو ہمیں نہیں چاہیے کہ منہ کی راہ کی پیدائش پر نظر ڈال کر بدھ کے اصل وجود سے ہی انکار کر دیں۔ تاریخ نویسی کا امر بڑا نازک امر ہے۔ اس میں وہ شخص جادۂ استقامت پر رہتا ہے کہ جو افراط اور تفریط دونوں سے پرہیز کرے۔ یہ اعتراض بھی ٹھیک نہیں کہ ’’اگر افغان لوگ عبرانی الاصل تھے تو ان کے ناموں میں کیوں عبرانی الفاظ نہیں اور ان کا شجرہ پیش کردہ توریت کے بعض مقامات سے کیوں اختلاف رکھتا ہے۔‘‘ یہ سب قیاسی باتیں ہیں جو قومی تاریخ اور تواتر کو مٹا نہیں سکتیں۔ دیکھو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے اس شجرہ کو صحیح نہیں قرار دیا جو وہ لوگ حضرت اسمٰعیل تک پہنچایا کرتے تھے اور بجز چند پشت کے باقی کذب کا ذہین قرار دیا ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ قریش بنی اسمٰعیل نہیں ہیں۔ پھر جب کہ قریش جو علم انساب میں بڑے حریص تھے تفصیل وار سلسلہ یاد نہ رکھ سکے تو یہ قوم افغان جن میں اکثر غفلت میں زندگی بسر کرنے والے گذرے ہیں اگر انہوں نے اپنے سلسلہ کی تفاصیل بیان کرنے میں غلطی کی یا کچھ جھوٹ ملایا تو اصل مقصود میں کیا فرق آ سکتا ہے۔ اور اب توریت بھی کونسی ایسی محفوظ ہے جو نصِ قطعی کا حکم رکھتی ہو۔ ابھی ہم نے معلوم کیا ہے کہ یہود کے نسخوں اور عیسائیوں کے نسخوں میں بہت فرق ہے۔ غرض یہ نکتہ چینی خوب نہیں ہے اور یہ بات بھی صحیح نہیں کہ افغانوں کے نام عبرانی طرز پر نہیں۔ بھلا بتاؤ کہ یوسف زئی، داؤد زئی اور سلیمان زئی یہ عبرانیوں کے نام ہیں یا کچھ اور ہے۔ ہاں جب یہ لوگ دوسرے ملکوں میں آئے تو ان ملکوں کا رنگ بھی ان کی بول چال میں آ گیا۔ دیکھو سادات کے نام بھی ہمارے ملک میں چنن شاہ اور مگھن شاہ اور نتّھو شاہ اور متّو شاہ وغیرہ پائے جاتے ہیں تو اب کیا اُن کو سیّد نہیں کہو گے؟ کیا یہ عربی نام ہیں؟ غرض یہ بیہودہ نکتہ چینیاں اور نہایت قابل شرم خیالات ہیں۔ ہم قوم کی متواترات سے کیوں انکار کریں۔ اس سے عمدہ تر اور صاف تر ذریعہ حقیقت شناسی کا ہمارے ہاتھ میں کون سا ہے؟ کہ خود قوم جس کی اصلیت ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں ایک امر پر اتفاق رکھتی ہے۔ ﴿۶۵﴾

ماسوا اس کے دوسرے قرائن بھی صاف بتلا رہے ہیں کہ حقیقت میں یہ لوگ اسرائیلی ہیں۔ مثلاً کوہ سلیمان جو اوّل افغانوں کا مسکن تھا خود یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس پہاڑ کا یہ نام اسرائیلی یادگار کے لحاظ سے رکھا گیا ہے۔

دوسرے ایک بڑا قرینہ یہ ہے کہ قلعہ خیبر جو افغانوں نے بنایا کچھ شک نہیں کہ یہ خیبر کا نام بھی محض اسرائیلی

یہ لوگ دراصل یہودی ہی ہیں۔ اور برنیر صاحب اپنی کتاب وقائع عالمگیر میں یہ بھی ثابت کرتے ہیں

بقیہ حاشیہ

یادگار کے لئے اُس خیبر کے نام پر جو عرب میں ہے جہاں یہودی رہتے تھے رکھا تھا۔

تیسرا قرینہ ایک یہ بھی ہے کہ افغانوں کی شکلیں بھی اسرائیلیوں سے بہت ملتی ہیں۔ اگر ایک جماعت یہودیوں کی ایک افغانوں کی جماعت کے ساتھ کھڑی کی جائے تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن کا مُنہ اور ان کا اونچا ناک اور چہرۂ بیضاوی ایسا باہم مشابہ معلوم ہوگا کہ خود دل بول اُٹھے گا کہ یہ لوگ ایک ہی خاندان میں سے ہیں۔ ﴿۶۶﴾

چوتھا قرینہ افغانوں کی پوشاک بھی ہے افغانوں کے لمبے کُرتے اور جُبّے یہ وہی وضع اور پیرایہ اسرائیلیوں کا ہے جس کا انجیل میں بھی ذکر ہے۔

پانچواں قرینہ اُن کے وہ رسوم ہیں جو یہودیوں سے بہت ملتے ہیں مثلاً ان کے بعض قبائل ناطہ اور نکاح میں کچھ چنداں فرق نہیں سمجھتے اور عورتیں اپنے منسوب سے بلا تکلّف ملتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے۔ مگر خوانین سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے۔ حتّٰی کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے جس کو بُرا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ ناطہ کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے۔

چھٹا قرینہ افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے پر یہ ہے کہ افغانوں کا یہ بیان کہ قیسؔ ہمارا مورث اعلیٰ ہے ان کے بنی اسرائیل ہونے کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ یہودیوں کی کتب مقدسہ میں سے جو کتاب پہلی تاریخ کے نام سے موسوم ہے اس کے باب ۹ آیت ۳۹ میں قیس کا ذکر ہے اور وہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ اس سے ہمیں پتہ ملتا ہے کہ یا تو اسی قیس کی اولاد میں سے کوئی دوسرا قیس ہوگا جو مسلمان ہو گیا ہوگا اور یا یہ کہ مسلمان ہونے والے کا کوئی اور نام ہوگا اور وہ اس قیس کی اولاد میں سے ہوگا۔ اور پھر بباعث خطاءِ حافظہ اس کا نام بھی قیس سمجھا گیا۔ بہرحال ایک ایسی قوم کے مُنہ سے قیس کا لفظ نکلنا جو کتب یہود سے بالکل بے خبر تھی اور محض ناخواندہ تھی۔ یقینی طور پر یہ سمجھا تا ہے کہ یہ قیس کا لفظ انہوں نے اپنے باپوں سے سُنا تھا کہ ان کا مورث اعلیٰ ہے۔ پہلی تاریخ آیت ۳۹ کی یہ عبارت ہے۔ ''اور نیر سے قیس پیدا ہوا اور قیس سے ساؤل پیدا ہوا اور ساؤل سے یہونتن۔''

ساتواں قرینہ اخلاقی حالتیں ہیں۔ جیسا کہ سرحدی افغانوں کی زود رنجی اور تلوّن مزاجی اور خود غرضی اور گردن کشی اور کج مزاجی اور کج روی اور دوسرے جذبات نفسانی اور خونی خیالات اور جاہل اور بے شعور ہونا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یہ تمام صفات وہی ہیں جو توریت اور دوسرے صحیفوں میں اسرائیلی قوم کی لکھی گئی ہیں اور اگر قرآن شریف کھول کر سورہ بقر سے بنی اسرائیل کی صفات اور عادات اور اخلاق اور افعال پڑھنا شروع کرو تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا سرحدی افغانوں کی اخلاقی حالتیں بیان ہو رہی ہیں۔ اور یہ رائےؔ یہاں تک صاف ہے کہ ﴿۶۷﴾ اکثر انگریزوں نے بھی یہی خیال کیا ہے۔ برنیر نے جہاں یہ لکھا ہے کہ کشمیر کے مسلمان کشمیری بھی دراصل بنی اسرائیل ہیں۔ وہاں بعض انگریزوں کا بھی حوالہ دیا ہے اور ان تمام لوگوں کو اُن دس فرقوں میں سے ٹھہرایا ہے جو مشرق میں گم ہیں جن کا اب اس زمانہ میں پتہ ملا ہے کہ وہ درحقیقت سب کے سب مسلمان ہو گئے

﴿۶۶﴾ کہ تمام کشمیری بھی دراصل یہودی ہیں اور اُن میں بھی ایک بادشاہ گذرا ہے اور افغانوں کی

بقیہ حاشیہ

ہیں۔ پھر جبکہ افغانوں کی قوم کے اسرائیلی ہونے میں اتنے قرائن موجود ہیں اور خود وہ تعامل کے طور پر اپنے باپ دادوں سے سنتے آئے ہیں کہ وہ قوم اسرائیلی ہیں اور یہ باتیں ان کی قوم میں واقعات شہرت یافتہ ہیں تو سخت ناانصافی ہوگی کہ ہم محض تحکم کے طور سے اُن کے اِن بیانات سے انکار کریں۔ ذرا یہ تو سوچنا چاہیے کہ ان کے دلائل کے مقابلہ پر ہمارے ہاتھ میں انکار کی کیا دلیل ہے؟ یہ ایک قانونی مسئلہ ہے کہ ہر ایک پُرانی دستاویز جو چالیس برس سے زیادہ کی ہو وہ اپنی صحت کا آپ ثبوت ہوتی ہے پھر جبکہ صدہا سال سے دوسری قوموں کی طرح جو اپنی اپنی اصلیت بیان کرتی ہیں افغان لوگ اپنی اصلیت قوم اسرائیل قرار دیتے ہیں تو ہم کیوں جھگڑا کریں اور کیا وجہ کہ ہم قبول نہ کریں؟ یاد رہے کہ یہ ایک دو کا بیان نہیں یہ ایک قوم کا بیان ہے جو لاکھوں انسانوں کا مجموعہ ہے اور پشت بعد پشت کے گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔

اب جبکہ یہ بات فیصلہ پا چکی کہ تمام افغان درحقیقت بنی اسرائیل ہیں تو اب یہ دوسرا امر ظاہر کرنا باقی رہا کہ پیشگوئی توریت استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵ سے ۱۹ تک کی افغانی سلطنت سے بکمال وضاحت پوری ہوگئی۔ یہ پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے یہ مقدر کیا ہے کہ موسیٰ کی طرح دنیا میں ایک اور نبی آئے گا۔ یعنی ایسے وقت میں جب کہ پھر بنی اسرائیل فرعون کے زمانہ کی مانند طرح طرح کی ذلتوں اور دکھوں میں ہوں گے اور وہ نبی ان کو جو اس پر ایمان لائیں گے اُن دُکھوں اور بلاؤں سے نجات دے گا۔ اور جس طرح موسیٰ پر ایمان لانے سے بنی اسرائیل نے نہ صرف دکھوں سے نجات پائی بلکہ ان میں سے بادشاہ بھی ہوگئے ایسا ہی ان اسرائیلیوں کا انجام ہوگا جو اس نبی پر ایمان لائیں گے یعنی آخر ان کو بھی بادشاہی ملے گی اور ملکوں کے حکمران ہو جائیں گے۔ اسی پیشگوئی کو عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر لگانا چاہا تھا جس میں وہ ناکام رہے کیونکہ وہ لوگ اس مماثلت کا کچھ ثبوت نہ دے سکے۔ اور یہ تو ان کے دل کا ایک خیالی پلاؤ ہے کہ یسوع نے گناہوں سے نجات☆ دی۔ کیا یورپ کے لوگ جو عیسائی ہوگئے ہر ایک قسم کی بدکاری اور زناکاری اور شراب خواری سے سخت متنفّر اور موحّدانہ زندگی بسر کرتے ہیں؟ ہم نے تو یورپ دیکھا نہیں۔ جنہوں نے دیکھا ہے اُن سے پوچھنا چاہیے کہ یورپ کی کیا حالت ہے؟ ہم نے تو یہ سنا ہے کہ علاوہ اور باتوں کے ایک لندن میں ہی شراب خواری کی یہ کثرت ہے کہ اگر شراب کی ﴿۶۸﴾ دوکانیں سیدھے خط میں لگائی جائیں تو تخمیناً ستر میل تک اُن کا طول ہوسکتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اوّل تو گناہوں سے نجات پانا ایک ایسا امر ہے جو آنکھوں سے چُھپا ہوا ہے کون کسی کے اندرونی حالات اور

☆حاشیہ در حاشیہ

ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے دوسرے نبیوں کی طرح حتی الوسع قوم کے بعض لوگوں کی اصلاح کی۔ مگر اصلاح کرنا اُن سے کچھ خاص نہیں تمام نبی اصلاح کے لئے ہی آتے ہیں نہ فساد پھیلانے کے لئے۔ ہاں مغفرت کا چشمہ اُن ہی کی ذات کا ہونا اور انسان کی حق تلفیاں ہوں یا خدا کی۔ سب اُن کے طفیل بخشے جانا یہ صرف ایک بیہودہ دعویٰ ہے جو علاوہ عدم ثبوت قانونِ قدرت کے بھی برخلاف ہے۔ منہ

بادشاہت مسلسل کئی صدیوں سے چلی آتی ہے۔ اب جبکہ یہودیوں کی کُتب مقدسہ میں نہایت صفائی سے بیان کیا گیا ہے کہ موسیٰ کی مانند ایک منجی ان کے لئے بھیجا جائے گا یعنی وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جب قوم یہود فرعونؔ کے زمانہ کی طرح سخت ذلّت اور دُکھ میں ہوگی۔ اور پھر اُس منجی پر ایمان ﴿۶۷﴾
لانے سے وہ تمام دُکھوں اور ذلّتوں سے رہائی پائیں گے تو کچھ شک نہیں کہ یہ پیشگوئی جس کی طرف یہود کی ہر زمانہ میں آنکھیں لگی رہی ہیں وہ ہمارے سیّدؔ و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿۶۸﴾

بقیہ حاشیہ

خطرات کے بجز خدا تعالیٰ کے واقف ہوسکتا ہے۔ پھر یورپ جو عیسائیوں کے لئے عیسائیت کی زندگی کا ایک کھلا کھلا نمونہ ہے جو کچھ ظاہر کر رہا ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ ہم محض اس قوم کی معصومانہ زندگی قبول کر سکتے ہیں جس کے بعض افراد معصومانہ زندگی کے نشان اپنے ساتھ رکھتے ہوں اور راستبازوں کے برکات اُن میں پائے جاتے ہوں۔ سو یہ قوم تو **اسلام** ہے جس کی راستبازی کے انوار کسی زمانہ میں کم نہیں ہوئے۔ ورنہ صرف دعویٰ دلیل کا کام نہیں دے سکتا ماسوا اس کے یہ دعویٰ کہ گناہوں کا منجی کسی دوسرے زمانہ میں آنے والا تھا اس وجہ سے بھی نامعقول ہے کہ اگر ایسا منجی بھیجنا منظور تھا تو موسیٰ کے وقت میں ہی اس کی ضرورت تھی کیونکہ بنی اسرائیل طرح طرح کے گناہوں میں غرق تھے۔ یہاں تک کہ بُت پرستی کر کے گناہوں کی معافی کے محتاج تھے۔ پس یہ کس قدر غیر معقول بات ہے کہ گناہ تو اُسی وقت بکثرت ہوں یہاں تک کہ گوسالہ پرستی تک نوبت پہنچی اور گناہوں سے نجات دینے والا چودہ[۱۴۰۰] سو برس بعد آوے جبکہ کروڑہا انسان ان ہی گناہوں کی وجہ سے داخل جہنم ہو چکے ہوں۔ ایسے ضعیف اور بودے خیال کو کون قبول کر سکتا ہے اور اس کے مقابل پر یہ کس قدر صاف بات ہے کہ اس منجی سے مراد بلاؤں سے نجات دینے والا تھا اور وہ درحقیقت ایسے وقت میں آیا کہ جب کہ یہودیوں پر چاروں طرف سے بلائیں محیط ہوگئی تھیں۔ کئی دفعہ غیر قوموں کے بادشاہ ان کو گرفتار کر کے لے گئے۔ کئی دفعہ غلام بنائے گئے اور دو دفعہ ان کی ہیکل مسمار کی گئی۔ ہمارے معنوں کے رُو سے زمانہ ثبوت دیتا ہے کہ درحقیقت بلاؤں سے نجات دینے والا ایسے وقت آنا چاہئے تھا جس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یسوع جو ہیرودوس کے زمانہ میں پیدا ہوا وہی زمانہ گناہوں کے منجی کے بھیجنے کا زمانہ تھا۔ تا گناہوں سے نجات بخشے۔ غرض روحانی منجی ہونا ایسی بات ہے کہ محض تکلف اور بناوٹ سے بنائی گئی ہے۔ یہودی جس حالت کے لئے اب تک روتے ہیں وہ یہی ہے کہ کوئی ایسا منجی پیدا ہو جو اُن کو دوسری حکومتوں سے آزادی بخشے۔ کبھی کسی یہودی کے خواب میں بھی نہیں آیا کہ رُوحانی منجی آئے گا اور نہ توریت کا یہ منشا ہے۔ توریت تو صاف کہہ رہی ہے کہ آخری دنوں میں پھر بنی اسرائیل پر مصیبتیں پڑیں گی اور اُن کی حکومت اور آزادی جاتی رہے گی پھر ایک نبی کی معرفت
خدا اس حکومت اور آزادی کو دوبارہ بحال کرے گا۔ سو یہ پیشگوئی بڑے زور وشور اور وضاحت کے ساتھ ﴿۶۹﴾
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے پوری ہوگئی کیونکہ جب یہود لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

ہیں جن کے ذریعہ سے توریت کی پیشگوئی کمال وضاحت سے پوری ہوگئی۔ کیونکہ جب یہودی ایمان لائے تو اُن میں سے بڑے بڑے بادشاہ ہوئے یہ اس بات پر دلیل واضح ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسلام ﴿۶۹﴾
لانے سے اُن کا گناہ بخشا اور اُن پر رحم کیا جیسا کہ توریت میں وعدہ تھا۔

پھر ہم اپنی پہلی کلام کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ مسیح موعود کے لئے قرآن شریف میں صرف وہی پیشگوئی نہیں جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں بلکہ ایک اور پیشگوئی ہے جو بڑی وضاحت سے آنے والے مسیح کی

بقیہ حاشیہ

ایمان لائے تو اسی زمانہ میں حکومت اور امارت اور آزادی اُن کو مل گئی اور پھر کچھ دنوں کے بعد وہ لوگ بہ برکت قبول اسلام روئے زمین کے بادشاہ ہو گئے اور وہ شوکت اور حکومت اور امارت اور بادشاہت ان کو حاصل ہوئی جو حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے بھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ افغانوں کا عروج جو بنی اسرائیل ہیں شہاب الدین غوری کے وقت سے شروع ہوا۔ اور جب بہلول لودی افغان تخت نشین ہوا تب ہندوستان میں عام طور پر افغانوں کی امارت اور حکومت کی بنیاد پڑی۔ اور یہ افغان بادشاہ یعنی بہلول بہت حریص تھا کہ ہندوستان میں افغانوں کی حکومت اور امارت پھیلاوے اور ان کو صاحبِ املاک اور جاگیر کرے اس لئے اس نے اپنی سلطنت میں جوق جوق افغان طلب کر کے ان کو عہدے اور حکومت اور بڑے بڑے املاک عطا کئے اور جب تک کہ ہندوستان کی سلطنت بہلول اور شیر شاہ افغان سوری کے خاندان میں رہی تب تک افغانوں کی آبادی اور اُن کی دولت اور طاقت بڑی ترقی میں رہی یہاں تک کہ یہ لوگ امارت اور حکومت میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے۔ افغانوں کی سلطنت اور اقبال اور دولت کے تصور کے وقت احمد شاہ ابدالی سدّوزئی کے اقبال پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہیئے۔ جو افغانوں میں سے ایک زبردست بادشاہ ہوا ہے اور پھر تیمور شاہ سدّوزئی اور شاہ زمان اور شجاع الملک اور شاہ محمود اور امیر دوست محمد خان اور امیر شیر علی خان ہوئے۔ اور اب بھی والئ ملک کابل افغان ہے۔ جو اس ملک کا بادشاہ کہلاتا ہے یعنی امیر عبدالرحمٰن۔

ان تمام واقعات سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کو جو دوبارہ آزادی اور شوکت اور سلطنت کا وعدہ دیا گیا تھا وہ
اُن کے مسلمان ہونے کے بعد آخر پورا ہوگیا۔ اس سے توریت کی سچائی پر ایک قوی دلیل پیدا ہوتی ہے کہ کیونکر ﴿۷۰﴾
توریت کے وہ تمام وعدے بڑی قوّت اور شان کے ساتھ انجام کار پُورے ہوگئے اور اس جگہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ نبی جو بنی اسرائیل کی دوبارہ مصیبتوں کے وقت منجی ٹھہرایا گیا تھا وہ سیّدنا **محمد مصطفٰے** صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہاں جس طرح پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف راہ میں بنی اسرائیل کو چھوڑ کر وفات پائی اور قوم اسرائیل کو اُن کے بعد سلطنت ملی اِسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جیسے جیسے بنی اسرائیل اسلام میں داخل ہوتے گئے حکومت اور امارت اُن کو ملتی گئی یہاں تک کہ آخر کار دُنیا کے بڑے بڑے حصّوں کے بادشاہ ہوگئے۔ **منہ**

خبر دیتی ہے اور وہ یہ ہے هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ[1] اِس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ خدا وہ خدا ہے جس نے ایسے وقت میں رسول بھیجا کہ لوگ علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو چکے تھے اور علومِ حکمیہ دینیہ جن سے تکمیل نفس ہو اور نفوس انسانیہ علمی اور عملی کمال کو پہنچیں بالکل گم ہو گئی تھی اور لوگ گمراہی میں مبتلا تھے۔ «۷۰» یعنی خدا اور اس کی صراطِ مستقیم سے بہت دُور جا پڑے تھے۔ تب ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے اپنا رسول اُمّی بھیجا اور اُس رسول نے اُن کے نفسوں کو پاک کیا اور علم الکتاب اور حکمت سے اُن کو مملو کیا یعنی نشانوں اور معجزات سے مرتبہ یقینِ کامل تک پہنچایا اور خدا شناسی کے نُور سے اُن کے دلوں کو روشن کیا اور پھر فرمایا کہ ایک گروہ اَور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ بھی اوّل تاریکی اور گمراہی میں ہوں گے اور علم اور حکمت اور یقین سے دُور ہوں گے تب خدا اُن کو بھی صحابہ کے رنگ میں لائے گا یعنی جو کچھ صحابہ نے دیکھا وہ اُن کو بھی دکھایا جائے گا یہاں تک کہ اُن کا صدق اور یقین بھی صحابہ کے صدق اور یقین کی مانند ہو جائے گا اور حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آیت کی تفسیر کے وقت سلمان فارسی کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ یعنی اگر ایمان ثریّا پر یعنی آسمان پر بھی اُٹھ گیا ہو گا تب بھی ایک آدمی فارسی الاصل اُس کو واپس لائے گا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ایک شخص آخری زمانہ میں فارسی الاصل پیدا ہوگا اس زمانہ میں جس کی نسبت لکھا گیا ہے کہ قرآن آسمان پر اُٹھایا جائے گا یہی وہ زمانہ ہے جو مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ اور یہ فارسی الاصل وہی ہے جس کا نام مسیح موعود ہے کیونکہ صلیبی حملہ جس کے توڑنے کے لئے مسیح موعود کو آنا چاہیئے وہ حملہ ایمان پر ہی ہے اور یہ تمام آثار صلیبی حملہ کے زمانہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں اور لکھا ہے کہ اِس حملہ کا لوگوں کے ایمان پر بہت بُرا اثر ہوگا۔ وہی حملہ ہے جس کو دوسرے لفظوں میں دجّالی حملہ

[1] الجمعة: ۳،۴

کہتے ہیں۔ آثار میں ہے کہ اُس دجّال کے حملہ کے وقت بہت سے نادان خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ دیں گے اور بہت سے لوگوں کی ایمانی محبت ٹھنڈی ہو جائے گی اور مسیح موعود کا بڑا بھاری کام تجدیدِ ایمان ہوگا کیونکہ حملہ ایمان پر ہے اور حدیث لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ سے جو شخص فارسی الاصل کی نسبت ہے یہ ثابت ہے کہ وہ فارسی الاصل ایمان کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے آئے گا۔ پس جس حالت میں مسیح موعود اور فارسی الاصل کا زمانہ بھی ایک ہی ہے اور کام بھی ایک ہی ہے یعنی ایمان کو دوبارہ قائم کرنا اس لئے یقینی طور پر ثابت ہوا کہ مسیح موعود ہی فارسی الاصل ہے اور اُسی کی جماعت کے حق میں یہ آیت ہے وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ[1] اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ کمال ضلالت کے بعد ہدایت اور حکمت پانے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور برکات کو مشاہدہ کرنے والے صرف دو ہی گروہ ہیں اوّل صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے سخت تاریکی میں مبتلا تھے اور پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے زمانہ نبوی پایا اور معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پیشگوئیوں کا مشاہدہ کیا اور یقین نے اُن میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کی کہ گویا صرف ایک رُوح رہ گئے۔ دوسرا گروہ جو بموجب آیت موصوفہ بالا صحابہ کی مانند ہیں مسیح موعود کا گروہ ہے۔ کیونکہ یہ گروہ بھی صحابہ کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھنے والا ہے اور تاریکی اور ضلالت کے بعد ہدایت پانے والا۔ اور آیت اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں جو اس گروہ کو مِنْهُمْ کی دولت سے یعنی صحابہ سے مشابہ ہونے کی نعمت سے حصّہ دیا گیا ہے۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے یعنی جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھے اور پیشگوئیاں مشاہدہ کیں ایسا ہی وہ بھی مشاہدہ کریں گے اور درمیانی زمانہ کو اس نعمت سے کامل طور پر حصّہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ آج کل ایسا ہی ہوا کہ تیرہ سو برس بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا دروازہ کھل گیا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ خسوف کسوف رمضان میں موافق حدیث دارقطنی اور فتاویٰ ابن حجر کے ظہور میں آ گیا یعنی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں ہوا۔ اور جیسا کہ مضمون حدیث تھا۔ اُسی طرح پر چاند گرہن اپنے گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات میں اور سورج گرہن اپنے گرہن کے دنوں میں سے ﴿۷۱﴾

[1] الجمعة: ۴

پیچ کے دن میں وقوع میں آیا۔ **ایسے وقت میں** کہ جب مہدی ہونے کا مدعی موجود تھا اور یہ صورت جب سے کہ زمین اور آسمان پیدا ہوا کبھی وقوع میں نہیں آئی کیونکہ اب تک کوئی شخص نظیر اس کی صفحۂ تاریخ میں ثابت نہیں کر سکا۔ سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا جو لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پھر ذو السنین ستارہ بھی جس کا نکلنا مہدی اور مسیح موعود کے وقت میں بیان کیا گیا تھا۔ ہزاروں انسانوں نے نکلتا ہوا دیکھ لیا۔ ایسا ہی جاوا کی آگ بھی لاکھوں انسانوں نے مشاہدہ کی ایسا ہی طاعون کا پھیلنا اور حج سے روکے جانا بھی سب نے بچشم خود ملاحظہ کر لیا۔ ملک میں ریل کا طیار ہونا اونٹوں کا بے کار ہونا یہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تھے جو اس زمانہ میں اسی طرح دیکھے گئے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے معجزات کو دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ جلّ شانہٗ نے اس آخری گروہ کو مِنْھُمْ کے لفظ سے پکارا تا یہ اشارہ کرے کہ معائنہ معجزات میں وہ بھی صحابہ کے رنگ میں ہی ہیں۔ سوچ کر دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاج نبوت کا اور کس نے پایا۔ اِس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اِس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نُور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اُٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہ نے حاصل کی۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سِلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم

﴿۷۲﴾

خرچ کرتے تھے۔ اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن اُن کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے۔ اور آسمانی نشانوں سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں۔ اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا۔!!!

اور آیت اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جیسا کہ یہ جماعت مسیح موعود کی ﴿۷۳﴾
صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے مشابہ ہے ایسا ہی جو شخص اس جماعت کا امام ہے وہ بھی ظلّی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی موعود کی صفت فرمائی کہ وہ آپ سے مشابہ ہوگا اور دو مشابہت اُس کے وجود میں ہوں گی۔ ایک مشابہت حضرت مسیح علیہ السلام سے جس کی وجہ سے وہ مسیح کہلائے گا اور دوسری مشابہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کی وجہ سے وہ مہدی کہلائے گا۔ اِسی راز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لکھا ہے کہ ایک حصہ اس کے بدن کا اسرائیلی وضع اور رنگ پر ہوگا اور دوسرا حصہ عربی وضع اور رنگ پر۔ حضرت مسیح علیہ السلام ایسے وقت میں آئے تھے جبکہ ملّتِ موسوی یونانی حکماء کے حملوں سے خطرناک حالت میں تھی۔ اور تعلیم توریت اور اُس کی پیشگوئیوں اور معجزات پر سخت حملہ کیا جاتا تھا اور یونانی خیالات کے موافق خدا تعالیٰ کے وجود کو بھی ایک ایسا وجود سمجھا گیا تھا کہ جو صرف مخلوق میں مخلوط ہے اور مدبّر بالارادہ نہیں۔ اور سِلسلہ نبوت سے ٹھٹھا کیا جاتا تھا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ کے مبعوث کرنے سے جو حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد آئے خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تھا کہ موسوی نبوت کی صحت اور اس سِلسلہ کی حقانیت پر تازہ شہادت قائم کرے اور نئی تائیدات اور آسمانی گواہوں سے موسوی عمارت کی دوبارہ مرمت کر دیوے۔ اِسی طرح جو اس اُمّت کے لئے مسیح موعود بھی چودھویں صدی کے سر پر بھیجا گیا اُس کی بعثت سے بھی یہی مطلب تھا کہ جو یورپ کے فلسفہ

اور یورپ کی دجّالیت نے اسلام پر طرح طرح کے حملے کئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور پیشگوئیوں اور معجزات سے انکار اور تعلیم قرآنی پر اعتراض اور برکات اور انوارِ اسلام کو سخت استہزا کی نظر سے دیکھا ہے ان تمام حملوں کو نیست و نابود کرے اور نبوتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف سلام کو تازہ تصدیق اور تائید سے حق کے طالبوں پر چمکاوے اور یہی سّر ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۲ میں آج سے سترہ برس پہلے ایک الہام اسی بارہ میں ہوا وہ الہام خدا تعالیٰ کا لاکھوں انسانوں میں شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے:۔ ’’بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلندتر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب کام درست کرے گا اور تیری ساری مُرادیں تجھے دے گا۔ ربّ الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اس نشان کا مدّعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مُنہ کی باتیں ہیں۔‘‘ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۲۲۔ اور خوب غور کرو کہ میرے نشانوں سے کیا مدعا ٹھہرایا گیا۔ ابھی میں بیان کر چکا ہوں کہ اسی مطلب کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تھے تا تکذیب کی حالت میں نئے نشانوں کے ساتھ توریت کی تصدیق کریں۔ اور اسی مطلب کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا نئے نشانوں کے ساتھ قرآن شریف کی سچائی غافل لوگوں پر ظاہر کی جائے۔ اِسی کی طرف الہامِ الٰہی میں اشارہ ہے کہ پائے محمدیاں برمنار بلندتر محکم افتاد۔ اور یہی اشارہ اِس دوسرے الہام براہین احمدیہ میں ہے۔ الرّحمٰن علّم القراٰن. لتنذر قومًا مّا اُنْذِرَ اٰبآءھم ولتستبین سَبِیْلَ الْمُجرمین. قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ. اگر کوئی کہے کہ ’’حضرت عیسیٰ نبی اللہ ہو کر توریت کی تصدیق کے لئے آئے۔ پس اُن کے مقابل پر تمہاری گواہی کیا قدر رکھتی ہے۔ اس جگہ بھی تصدیق جدید کے لئے کوئی نبی ہی چاہیئے تھا‘‘ سو اِس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے جو اپنا سکّہ جماتی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[1] اور حدیث میں ہے لَانَبِیَّ بَعْدِیْ۔ اور بااین ہمہ حضرت مسیحؑ کی وفات نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکی لہٰذا دنیا میں اُن کے دوبارہ ﴿۷۴﴾

[1] الاحزاب: ۴۱

آنے کی اُمید طمع خام ۔ اور اگر کوئی اَور نبی نیا یا پُرانا آوے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت اور مکالماتِ الٰہیہ کا دروازہ بندنہیں ہے جس حالت میں مطلب صرف یہ ہے کہ نئے نشانوں کے ساتھ دینِ حق کی تصدیق کی جائے اور سچے دین کی شہادت دی جائے تو جو نشان خدا تعالیٰ کے نشان ہیں خواہ وہ نبی کے ذریعہ سے ظاہر ہوں اور خواہ ولی کے ذریعہ سے وہ سب ایک درجہ کے ہیں کیونکہ بھیجنے والا ایک ہی ہے۔ ایسا خیال کرنا سراسر جہالت اور حمق ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نبی کے ہاتھ سے اور نبی کے ذریعہ سے کوئی تائید سماوی کرے تو وہ قوت اور شوکت میں زیادہ ہے۔ اور اگر ولی کی معرفت وہ تائید ہو تو وہ قوّت اور شوکت میں کم ہے بلکہ بعض نشان تو تائید اسلام کے ایسے ظاہر ہوتے ہیں کہ اس وقت نہ کوئی نبی ہوتا ہے اور نہ ولی جیسا کہ اصحاب الفیل کے ہلاک کرنے کا نشان ظاہر ہوا۔ یہ تو مسلّم ہے کہ ولی کی کرامت نبی متبوع کا معجزہ ہے پھر جبکہ کرامت بھی معجزہ ہوئی تو معجزات میں تفریق کرنا ایمانداروں کا کام نہیں۔ ماسوا اس کے حدیثِ صحیح سے ثابت ہے کہ محدّث بھی نبیوں اور رسولوں کی طرح خدا کے مُرسلوں میں داخل ہے۔ بخاری میں وما ارسلنا من رسول ولا نبیّ ولا محدّث کی قراءت غور سے پڑھو۔ اور نیز ایک دوسری حدیث میں ہے کہ علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل ۔ صوفیا نے اپنے مکاشفات سے بھی اس حدیث کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصحیح کی ہے۔ ﴿۷۵﴾

یہ بھی یاد رہے کہ مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز اور استعارہ کے۔ اِسی وجہ سے براہین احمدیہ میں بھی ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے حق میں ہیں۔ دیکھو صفحہ ۴۹۸ میں یہ الہام ہے۔ ھوالّذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ۔ اس جگہ رسول سے مراد یہ عاجز ہے۔ اور پھر دیکھو صفحہ ۵۰۴ براہین احمدیہ میں یہ الہام جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء ۔ جس کا ترجمہ ہے خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں ۔ اس الہام میں میرا نام رسول بھی رکھا گیا اور نبی بھی۔ پس جس شخص کے خود خدا نے یہ نام رکھے ہوں اس کو عوام میں سے سمجھنا کمال درجہ کی شوخی ہے۔ اور خدا کے نشانوں کی شہادتیں کسی طرح کمزور نہیں ہوسکتیں ۔ خواہ نبی کے ذریعہ سے

ہوں یا محدّث کے ذریعہ سے۔ اصل تو یہ ہے کہ خود ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کا فیض ایک مظہر پیدا کر کے اپنی گواہی آپ دلاتا ہے اور ولی کو مفت کا نام حاصل ہوتا ہے۔ سو درحقیقت ولی جو مصدّق ہے وہ آپ سے زینت پاتا ہے آپ اس سے زینت نہیں پاتے۔ وللہ درّ القائل ؎

ہمہ خوبانِ عالم را بہ زیور ہا بیارایند ۔۔۔ تو سیمیں تن چناں خوبی کہ زیورہا بیارائی

ہم بیان کر چکے ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور کی علامات جو پوری ہونے والی تھیں وہ پوری ہو چکیں۔ صحیح بخاری میں ایک بڑی علامت یہی لکھی گئی تھی کہ وہ غلبۂ صلیب کے وقت میں ظاہر ہوگا۔ چنانچہ حدیث **یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ** صریح اس امر پر دلالت کر رہی ہے۔ اَب کس عقلمند کو اِس بات میں کلام ہوسکتا ہے کہ صلیبی عقائد کی اشاعت کمال کو پہنچ گئی۔☆ فقرہ **یکسر الصلیب** کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جن پر کمال وثوق سے یقین کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلے تھے اور جس قدر ہم اِن لفظوں میں غور کریں اُسی قدر ایک روشنی بخش ثبوت اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ اِس امر میں کچھ بھی شک نہیں کہ یہ پیشگوئی بتمام تر صراحت یہی بتلا رہی ہے کہ مسیح آنے والا عیسائی مذہب کے غلبہ میں آئے گا۔ پس طالبِ حق کو یہ امر ایک فیصلہ شدہ مان لینا چاہیئے کہ مسیح موعود کا ظہور عیسائیت کے غلبہ کے وقت سے وابستہ ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ یہ علامت ظہور میں ﴿۷۶﴾ آ چکی ہے اور پادریوں کے حملوں سے اور اُن کی کروڑ ہا کتابوں کی اشاعت سے جس قدر نادانوں اور غافلوں اور بے خبروں کو دھوکے لگے ہیں اور جس قدر ارتداد کے بازار گرم ہوئے ہیں اور جس قدر سیدنا امام الطیبین خیر المرسلین کی توہین کی گئی ہے اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم اور تعلیم اسلام یہاں تک کہ امہات المومنین ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹے الزام لگائے گئے ہیں کیا کوئی مومن یہ رائے ظاہر کرسکتا ہے کہ ابھی یہ ظالمانہ حملے

☆ دیکھو کیسے لوگ پادریوں کے ہاتھ سے رو رہے ہیں۔ کتاب ’’امہات المومنین‘‘ نے کیا کیا مسلمانوں کے دلوں کو زخم پہنچائے جس سے انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے لوگوں کو بھی غیرت آئی اور انہوں نے گورنمنٹ میں میموریل بھیجا جو مدافعت کے لئے حقیقی علاج نہیں ہے۔ کیا اب تک آسمانی مدد کا وقت نہ آیا؟ افسوس! منہ

کمال کو نہیں پہنچے اور ابھی توہین اور جھوٹے الزامات کے لگانے اور **مخلوق کو دھوکا دینے** اور ارتداد کا بازار گرم کرنے میں کچھ کسر باقی رہ گئی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ایسا خیال بجز کسی سیاہ دل نادان کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اور سچا محبّ اللہ رسول کا جس وقت وہ کتابیں دیکھے گا جو صلیب کی تائید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں لکھی گئی ہیں تو بے شک اس کا جگر پاش پاش ہوگا اور وہ ضرور سمجھ لے گا کہ یہ وہ غلو ہے جو توہینِ اسلام اور تائیدِ باطل میں انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ اور جب یہ قبول کرلیا گیا کہ غلو انتہا تک پہنچ گیا ہے تو ساتھ ہی ماننا پڑا کہ کسرِ صلیب کا وقت آ گیا اور جب وقت آ گیا تو ساتھ اس کے یہ بھی ماننا پڑا کہ اب وہ دن ہیں کہ جن میں ضرور ہے کہ مسیح موعود ظاہر ہو چکا ہو کیونکہ خدا کے وعدوں کا ٹلنا محال ہے۔ ہاں ہم بار بار یاد دلاتے ہیں کہ کسرِ صلیب کا وقت تو آ گیا لیکن یہ کسر محض رُوحانی طریق سے ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے یہی ارادہ فرمایا ہے کہ جس طرز پر مخالف کے حملے ہوں اُسی طرز پر اُن حملوں کا ذبّ اور دفع کیا جائے۔ پس جبکہ محض قلم اور تحریر اور تقریر کے رُو سے حملے ہیں اِس لئے مناسب ہے کہ اسلام کی طرف سے بھی تحریر اور تقریر تک حملے محدود ہوں اور کوئی اشتعال اور غضب جہادی لڑائیوں کے رنگ میں ظاہر نہ ہو بلکہ نرمی اور بُردباری سے دشمن کی غلطیوں کو دُور کر دیا جائے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ عیسائیوں کی سخت گوئی سُن کر حکّام کے آگے استغاثہ کریں کیونکہ یہ بھی ضعف کی نشانی ہے۔ مذہبی آزادی سے جیسا کہ عیسائی فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ایسا ہی مسلمان بھی اُٹھا سکتے ہیں مگر تہذیب اور نرمی کے ساتھ۔ یاد رکھو کہ عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے ہزار سختی کی جائے گو وہ کیسی ہی بد گوئی کریں گالیاں نکالیں لیکن اگر نرمی سے کام لوگے اور بُردباری سے سختی کا جواب دوگے تو ایک دن ضرور ایسا آئے گا کہ نادان معترض سمجھ جائیں گے کہ یہ تمام اعتراضات اُن کی اپنی ہی غلط کاریاں تھیں تب ندامت کے ساتھ اپنی شوخیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کریں گے۔

اَبْ ہم پھر اصل مطلب کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ حدیثوں کے رُو سے مسیح موعود کے ظہور کی یہ علامت ہے کہ اُس وقت صلیبی مذہب کی تائید میں بڑی بڑی کوششیں کی جائیں گی ﴿۷۷﴾

اور نادان لوگ اس قدر بدگوئی اور گالیوں اور فحش بولنے کی نجاست کھائیں گے کہ خنزیر بن جائیں گے۔ تب مسیح ظہور کرے گا اور رُوحانی حربہ یعنی اتمام حجت سے اُن خنزیروں کا کام تمام کر دے گا۔ اور اس کے ساتھ فرشتے نازل ہوں گے یعنی سچائی کی تائید میں کچھ ایسی ہوا چلے گی کہ دلوں کو اسلامی توحید کی طرف پھیرے گی اور لوگ باطل عقیدوں سے بالطبع متنفّر ہوتے جائیں گے اور اس طرح مِلل باطلہ پر موت آجائے گی۔ اِن حدیثوں کے یہی معنے واقعی طور پر صحیح ہیں۔ نہ یہ کہ تلوار چلے گی اور تمام دنیا خون میں غرق کی جائے گی۔!!

اب جبکہ صلیبی زور اور صلیبی حمایت اور بدگوئی میں قلم زنی انتہا تک پہنچ گئی تو وہ علامت جو ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہورِ مسیح موعود کے لئے مقرر فرمائی تھی ظاہر ہوگئی۔ اور احادیثِ صحیحہ میں لکھا ہے کہ جب علامات کا ظہور شروع ہوگا تو تسبیح کے دانوں کی طرح جبکہ اُن کا دھاگہ توڑ دیا جائے وہ ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہوتی جائیں گی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ غلبۂ صلیب کی علامت کے ساتھ اور تمام علامتیں بلاتوقف ظاہر ہونی چاہئیں۔ اور جو علامتیں اب بھی ظاہر نہ ہوں اُن کی نسبت قطعی طور پر سمجھنا چاہیے کہ وہ علامتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائیں یا بیان فرمائیں مگر ان سے ان کے ظاہری معنے مراد نہ تھے کیونکہ جب علامات کا تسبیح کے دانوں کی طرح ایک کے بعد دوسرے کا ظاہر ہونا ضروری ہے، تو جو علامت اِس نظام سے باہر رہ جائے اور ظاہر نہ ہو اس کا باطل ہونا ثابت ہوگا۔ دیکھو یہ علامتیں کیسی ایک دوسرے کے بعد ظہور میں آئیں (۱) چودھویں صدی میں سے چودہ برس گذر گئے جس کے سر پر ایک مجدّد کا پیدا ہونا ضروری تھا (۲) صلیبی حملے مع فحش گوئی اسلام پر نہایت زور سے ہوئے جو کسرِ صلیب کرنے والے مسیح موعود کو چاہتے تھے۔☆

☆**نوٹ:** قرآن شریف میں بھی آخری زمانہ میں پادریوں اور مشرکوں کا اسلام پر اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بدگوئی اور فحش گوئیوں کے ساتھ زبان کھولنا بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا[1] یعنی تم اہل کتاب اور مشرکوں سے دلآزار اور دُکھ دینے والی باتیں بہت سنو گے۔ سو جس قدر اس زمانہ میں دلآزار باتیں سُنی گئیں اُن کی نظیر تیرہ سو برس میں نہیں پائی گئی۔ اِس لئے اِس پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہی زمانہ ہے۔ **منه**

[1] ال عمران: ۱۸۷

(۳) ان حملوں کے کمال جوش کے وقت میں ایک شخص ظاہر ہوا جس نے کہا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ (۴) آسمان پر حدیث کے موافق ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا کُسوف خُسوف ہوا۔ (۵) ستارۂ ذوالسّنین نے طلوع کیا وہی ستارہ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وقت میں نکلا تھا جس کی نسبت حدیثوں میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ وہ آخر زمان یعنی مسیح موعود کے وقت میں نکلے گا۔ (۶) ملک میں طاعون پیدا ہوا ابھی معلوم نہیں کہاں تک انجام ہو۔ یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ آخر زمان یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون پھوٹے گی۔ (۷) حج بند کیا گیا۔ یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ آخر زمان یعنی مسیح کے زمانہ میں لوگ حج نہیں کر سکیں گے۔ کوئی روک واقع ہوگی۔ ﴿۷۸﴾ (۸) ریل کی سواری پیدا ہوگئی۔ یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو صبح اور شام اور کئی وقت چلے گی اور تمام مدار اس کا آگ پر ہوگا اور صدہا لوگ اُس میں سوار ہوں گے (۹) بباعث ریل اکثر اونٹ بے کار ہو گئے۔ یہ بھی حدیثوں اور قرآن شریف میں تھا کہ آخری زمانہ میں جو مسیح موعود کا زمانہ ہوگا اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ (۱۰) جاوا میں آگ نکلی اور ایک مدت تک کنارۂ آسمان سُرخ رہا۔ یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایسی آگ نکلے گی۔ (۱۱) دریاؤں میں سے بہت سی نہریں نکالی گئیں۔ یہ قرآن شریف میں تھا کہ آخری زمانہ میں کئی نہریں نکالی جائیں گی۔

ایسا ہی اور بھی بہت سی علامتیں ظہور میں آئیں جو آخری زمانہ کے متعلق تھیں۔ اب چونکہ ضرور ہے کہ تمام علامتیں یکے بعد از دیگرے واقع ہوں اس لئے یہ ماننا پڑا کہ جو علامت ذکر کردہ عنقریب وقوع میں نہیں آئے گی وہ یا تو جھوٹ ہے جو ملایا گیا اور یا یہ سمجھنا چاہئیے کہ وہ اور معنوں سے یعنی بطور استعارہ یا مجاز وقوع میں آ گئی ہے۔ اور طریق عقلی بھی یہی چاہتا ہے کہ مسیح موعود کا اسی طرح ظہور ہو کیونکہ عقل کے سامنے ایسی کوئی سنت اللہ نہیں جس سے عقل اس امر کو شناخت کر سکے کہ آسمان سے بھی لوگ صدہا برس کے بعد نازل ہوا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نئے نشان بھی یہی گواہی دے رہے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ کاروبار

انسان کی طرف سے ہوتا تو بموجب وعدۂ قرآن شریف چاہیے تھا کہ جلد تباہ ہو جاتا۔ لیکن خدا اس کو ترقی دے رہا ہے۔ بہت سے نشان ایسے ظاہر ہو چکے ہیں کہ اگر ایک منصف سوچے تو بدیہی طور پر ان نشانوں کی عظمت اُس پر ظاہر ہو سکتی ہے۔ لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کس معرکہ کی پیشگوئی تھی اور کس زور شور سے پوری ہوئی۔ کس قدر پیشگوئیاں ہیں جو پوری ہو چکیں۔ کہاں ہے آتھم؟ اور کہاں ہے لیکھرام؟ اور کہاں ہے احمد بیگ؟ اگر ذرّہ عقل سے کوئی شخص کام لے تو اُسے معلوم ہوگا کہ یہ تینوں شخص پیشگوئیوں کے مطابق فوت ہوئے ہیں۔ براہین احمدیہ کی پیشگوئیاں جو اس زمانہ سے سترہ سال پہلے لکھی گئیں کس قدر عظمت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ ان میں ان تمام امور کا نقشہ کھینچ کر دکھلایا گیا ہے جو آج تک بعد میں ظہور میں آتے رہے۔ براہین احمدیہ میں قبل از وقت بذریعہ الہام یہ بتلایا گیا ہے کہ دُور دُور سے لوگ آئیں گے اور اِس جماعت میں داخل ہوں گے اور خدا بہت سے مدد و معاون پیدا کرے گا جو اپنے مالوں کے ساتھ مدد دیں گے۔ اور یہ بھی براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ تین فتنے تین قوموں مسلمانوں اور پادریوں اور آریوں کی طرف سے برپا ہوں گے۔ اب دیکھو کہ یہ سب باتیں کس صفائی کے ساتھ پوری ہوئیں اور ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ کی نسبت اور اس کے انجام کے بارے میں دو ماہ پیشتر اپنی جماعت میں قریباً دو سو آدمی کو بتلایا گیا۔ دیکھو وہ جیسا کہ بتلایا گیا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ مہوتسو کے جلسہ کی نسبت الہامی اشتہار دیا گیا تھا کہ ہمارا مضمون بالا رہے گا اور وہ اشتہار قبل از وقت ہندوؤں اور مسلمانوں سب کو پہنچایا گیا تھا۔ دیکھو وہ الہام کیسا سچ نکلا۔ اب خود سوچو کہ کیا اس قدر الہام جو بعض اُن میں سے سترہ سال پہلے بتلائے گئے کیا یہ انسان کا کام ہو سکتا ہے؟ نہیں نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے تا وہ اپنے بندے کی سچائی پر گواہی دے۔ یہ وہی گواہی ہے جس کی نسبت براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۰ میں یہ الہام ہے۔ قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل انتم مومنون. قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل انتم مسلمون۔ ترجمہ: ان کو کہہ کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم مانتے ہو؟ کیا ﴿۷۹﴾

تم اطاعت کرتے ہو؟ دیکھو کس قدر گواہیاں میرے اس دعویٰ پر ہیں۔(۱) نئے نشان جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں الگ گواہیاں ہیں۔(۲) ہمارے سیّد و مولیٰ کی علامات مقرر کردہ کا اس وقت پورا ہونا یہ الگ شہادتیں ہیں۔(۳) اہل کشف کی پیشگوئیوں کا اس زمانہ میں میرے حق میں پورا ہونا۔ جیسے شاہ ولی اللہ کی پیشگوئی اور نعمت اللہ کی پیشگوئی اور گلاب شاہ کی پیشگوئی یہ تمام الگ شہادتیں ہیں۔(۴) اور صدی کے سر کا ایک ایسے مجدّد کو چاہنا جو کسرِ صلیب کے لئے مامور ہو یہ الگ شہادت ہے۔(۵) زمانہ کی حالت موجودہ کا ایسے امام کو چاہنا جو آفاتِ حملہ صلیبیہ کے مناسب حال ہو یہ الگ شہادت ہے۔غرض ہر ایک طریق سے حجت پوری ہوگئی ہے۔اَب جو شخص انکار کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کا مقابلہ کر رہا ہے۔

اگر کوئی شخص تعصب سے الگ ہو کر اور پاک طبیعت لے کر ہمارے ان دلائل کو بامعان نظر دیکھے گا وہ نہ صرف یہی دلائل بلکہ دلائل پر دلائل معلوم کرے گا اور ثبوت پر ثبوت اُسے نظر آئے گا۔جو لوگ اس بات کو نہیں مانتے کہ یہی وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے اُن کو بڑی دقّتیں پیش آئی ہیں اور اُن کا دل ہر وقت انہیں جتلا رہا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے الزام کے نیچے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ زمانہ آ گیا اور بہت سا حصہ اُس میں سے گذر بھی گیا۔ پھر اس وقت مسیح موعود ﴿۸۰﴾ کے ظہور سے انکار گویا خدا اور اُس کے رسول کے فرمودہ سے انکار ہے۔کیا نہیں دیکھتے کہ وہ آفتیں برپا ہیں جن کا برپا ہونا مسیح موعود کے ظہور کے لئے ایک پختہ اور قطعی علامت ٹھہرایا گیا تھا۔کیا انہیں معلوم نہیں ہوا کہ کسوف خسوف رمضان پر بھی کئی سال گذر گئے جو دار قطنی میں امام باقر سے مہدی موعود کا نشان قرار دیا گیا تھا اور اس کا معجزہ سمجھا جاتا تھا۔اور یہ نشان مہدی موعود یعنی خسوف کسوف ماہِ رمضان میں فتاویٰ ابن حجر میں لکھا گیا تھا جو حنفیوں کی ایک نہایت معتبر کتاب ہے۔پھر کیا وجہ کہ زمین کے نشان بھی ظاہر ہو گئے اور آسمان کے بھی۔مگر مسیح موعود ظاہر نہ ہوا؟ کیا ارتداد کی وبا پُھوٹ نہیں پڑی؟ کیا اب تک کئی لاکھ آدمی طعمۂ نہنگ مخلوق پرستی نہیں ہو چکا؟ کیا عیسائیت آگ کے طوفان کی طرح بہت سے گھروں کو کھا نہیں گئی؟ پس کیا اب تک وہ

وقت نہیں پہنچا کہ خدا کی نظر گم گشتہ انسانوں کو رحم کی نظر سے دیکھے اور صلیبی حملوں کی کسر میں مشغول ہو؟ کیا اِسی غرض سے چودھویں صدی کے سر کی انتظار نہیں تھی؟ سچ کہو عام مسلمانوں کا کانشنس بموجب قول مشہور ''**زبانِ خلق نقارۂ خدا**'' چودھویں صدی کی نسبت کیا بول رہا تھا؟ سو بھائیو آؤ! **خدا سے صلح کرو!** سچی پرہیز گاری سے کام لو۔ آسمان اپنے غیر معمولی سماوی حوادث سے ڈرا رہا ہے۔ زمین بیماریوں سے انذار کر رہی ہے۔ مبارک وہ جو سمجھے۔

اور یہ عذر جس کو ہمارے کوتاہ اندیش علماء بار بار پیش کیا کرتے ہیں کہ مسیح کا آسمان سے نازل ہونا اور منارۂ دمشقی کے قریب اُترنا ضروری ہے۔ یہ اُن دلائل اور نشانوں اور ثابت شدہ واقعات کے مقابل پر جو اس کتاب میں لکھے گئے ہیں ایسی فضول بات اور کچا خیال ہے جس پر ایک عقلمند نہایت افسوس کے ساتھ تعجب کرے گا۔ افسوس ان لوگوں کو اب تک یہ خیال نہیں آیا کہ ایسی عبارتیں کہ جو محکمات اور بیّنات کے مقابل میں پڑے ہیں واجب التاویل ہیں۔ کیا خدا کا کلام نعوذ باللہ اختلافات اور تناقضات کا مجموعہ ہے؟ بلکہ اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہے تو ایسی عبارتوں کے جس طور سے چاہو معنے کر سکتے ہو پھر کیا ضرور کہ ان حدیثوں کے ایسے معنے کئے جائیں جو ثابت شدہ نشانوں اور بیّنات کے مقابل پر پڑیں۔ قرآن شریف میں آیت قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا رَّسُوۡلًا[1] میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نازل ہی لکھا گیا ہے مگر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت آسمان سے نازل ہوئے تھے؟ سو اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور تناقض کو درمیان سے اٹھاؤ۔ ایسی عبارتوں کی بہت سادہ طور پر توجیہ ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود دمشق کے مشرقی طرف خدا تعالیٰ کی ﴿۸۱﴾ طرف سے نازل ہوگا اور اِس میں کیا شک ہے کہ قادیاں دمشق کی مشرقی طرف ہے اور ایسا ہی کئی اور توجیہیں ہو سکتی ہیں جو واقعات ثابت شدہ کے منافی نہیں ہیں۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ بعض اقوال صحابہ میں نزول کے ساتھ اِلٰی کا لفظ آیا ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف کے لئے مستعمل ہے مگر وہ نہیں سمجھتے کہ جس حالت میں استعارہ کے طور پر خدا تعالیٰ کے ماموروں کی نسبت توریت اور انجیل اور قرآن میں یہ محاورہ آ گیا ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوتے ہیں تو اس صورت میں استعارہ

[1] الطّلاق: ۱۱، ۱۲

کے طور پر مسیح موعود کے نزول کے ساتھ اِلٰی کا لفظ ملانا کونسی غیر محل بات ہے؟ کیا قرآن میں نہیں ہے اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا رَّسُوۡلًا اور جس حالت میں قرآن شریف سے قطعی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے اور صحیح بخاری میں اِن آیات کے معنے بھی وفات دینا ہی بیان کیا ہے۔ اور بڑے بڑے اماموں جیسے امام مالک اور ابن حزم کا بھی یہی مذہب ہے تو پھر کیوں اسلام کے عقائد میں ناحق تفرقہ اور تناقض پیدا کیا جاتا ہے؟ ہمارے مخالف اِس کا جواب بجز دھوکا اور خیانت کی باتوں کے کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ غایت کار کہتے ہیں کہ بخاری میں جو یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پانے میں اپنے تئیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت دی اور فرمایا کَمَا قَالَ الۡعَبۡدُ الصَّالِحُ اِس سے سمجھا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح فوت نہیں ہوئے کیونکہ مشبّہ اور مشبّہ بہٖ میں فرق چاہیئے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ کس قدر مکر اور دجل ہے کہ یہ لوگ استعمال میں لا رہے ہیں۔ عقلمند سوچیں کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ میں کسی قدر فرق تو ضرور ہوتا ہے۔ مگر کیا یہ فرق کہ ایک زندہ ہو اور دوسرا مُردہ۔ مُردہ کو زندہ سے کیا مشابہت ہے اور زندہ کو مُردہ سے کیا مناسبت۔ بلکہ علم معانی میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ اصل امر میں مشبّہ اور مشبّہ بہٖ اشتراک رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ زید شیر کی مانند ہے تو زید اور شیر دونوں مشبّہ اور مشبّہ بہٖ ٹھہریں گے۔ لیکن اس تشبیہ سے یہ مراد ہرگز نہیں ہوگی کہ زید بُزدل ہے اور شیر شجاع ہے بلکہ اصل امر جو شجاعت ہے دونوں کا اس میں اشتراک ہوگا۔ اور صرف یہ فرق ہوگا کہ وہ ایک درندہ کی شجاعت ہے اور یہ ایک انسان کی شجاعت۔ مگر نفس امر شجاعت دونوں میں پایا جائے گا۔ یا مثلاً یہ جو کہا جاتا ہے کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ ﴿۸۲﴾
تو اس سے ہرگز نہیں سمجھا جاتا کہ مفہوم صلوٰۃ کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ غیر اس مفہوم کا ہے جو حضرت ابراہیم کی نسبت استعمال کیا گیا ہے۔ ایسا خیال کرنا تو سراسر حماقت ہے پس اسی طرح یہ بھی حماقت ہے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے آنجناب کی

وفات مراد لی جائے اور پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اِسی آیت کو منسوب کریں تو اُن کی حیات مُراد لی جائے تو یہ تشبیہ کیونکر ٹھہری؟ یہ دونوں امر تو ایک دوسرے کے ضدّ واقع ہیں۔اِس سے زیادہ اَور کوئی حماقت نہیں ہوگی کہ تشبیہ میں مخالفت اور منافات تلاش کی جائے ہاں جس فرق کا مشبّہ مشبّہ بہٖ میں باوجود اشتراک امر مشابہت کے ہونا ضروری ہے۔اس جگہ وہ فرق اِس طرح پر ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اِس بات کا جواب دینا تھا کہ اُن کے مرنے کے بعد اُن کی پرستش ہوئی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا جواب دینا تھا کہ آپ کی وفات کے بعد بعض لوگ اسلام کی سنتوں اور راہوں پر قائم نہ رہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔اس اختلاف سے جو دو اُمتوں کی ضلالت میں پایا جاتا ہے مشبّہ اور مشبّہ بہٖ کا فرق ظاہر ہوگیا اور یہی ہونا چاہیے تھا نہ یہ کہ مشبّہ اور مشبّہ بہٖ ایک دوسرے کے نقیض ہوں جیسے مردہ اور زندہ اور بزدل اور شجاع۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ مولوی لوگ باوجود عقل رکھنے کے محض غلطی کی وجہ سے ایسی ایسی بیہودہ باتیں مُنہ پر لاتے ہیں بلکہ عمدًا اُن کا یہ ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو دھوکا دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے قبول کرنے سے محروم رکھیں یہاں تک کہ اُن میں سے بعض لوگوں نے عوام میں یہ باتیں مشہور کر رکھی ہیں کہ مہدیٔ موعود کی بڑی بھاری نشانی یہ ہے کہ اُس کے بدن میں بجائے خون کے دودھ ہوگا۔اس افترا کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مہدی موعود کو قتل نہ کرواور اس کی رگوں میں سے دودھ نہ نکلے اس کا سچا ہونا ثابت ہی نہیں ہوسکتا۔اسی لئے عوام میں مشہور ہے کہ انگریز جو چیچک کا ٹیکہ لگاتے ہیں وہ ٹیکہ نہیں بلکہ مہدی کی تلاش کر رہے ہیں اور آزماتے ہیں کہ جس کے بدن میں سے بجائے خون دودھ نکلے گا پس وہی مہدی ہے اس کو پکڑ لو۔حالانکہ اس گورنمنٹ دانشمند کو اِن واہیات باتوں سے کچھ بھی تعلق نہیں کوئی مہدی ہو یا مسیح ہو اس سے ان کو کچھ غرض واسطہ نہیں جب تک کہ وہ بغاوت کے خیالات پھیلانے سے ﴿۸۳﴾
امورِ سلطنت میں خلل انداز نہ ہو اور مَفسَدہ پَردازی نہ کرے۔غرض ان لوگوں نے ایسی ہی

اباطیل اور اکاذیب شائع کر کے بجائے علم اور حکمت کے حمق اور جہالت کو اسلام میں پھیلایا ہے۔ کوئی ان لوگوں کو نہیں پوچھتا کہ اے نیک بختو! اَب تو حضرت مسیح کے دنیا سے جانے پر دو ہزار برس بھی ہونے لگے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو تیرہ سو برس گذر کر چودھویں صدی میں سے بھی چودہ برس گذر گئے۔ کیا اب تک مسیح موعود اور مہدی معہود کی پیشگوئیاں آگے ہی آگے چلی جاتی ہیں؟ مولویوں کی اس حاسدانہ تکذیب اور تکفیر نے جو ہماری نسبت کی گئی اس امر کو پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ وہ درحقیقت تقویٰ اور خدا ترسی سے خالی تھے کیونکہ خدا تعالیٰ متقی کو ہرگز ضائع نہیں کرتا اور گمراہ ہونے نہیں دیتا۔

ایک بڑے افسوس کے لائق ذکر یہ ہے کہ جیسے ایک مسافر وبا کا اثر اپنے ساتھ لے کر اوروں کو بھی اندیشۂ ہلاکت میں ڈالتا ہے اِسی طرح ہمارے علماء کا بھی یہی حال ہے۔ ایک شخص بہت سے اسباب حِقد اور کینہ کی وجہ سے تکفیر اور تکذیب اور سبّ اور شتم پر آمادہ ہوتا ہے اور دوسرا آنکھ بند کر کے اُس کی باتیں سُنتا اور اس کی اکاذیب سے متأثر ہو کر ایسا ہی ایک زہردار جان دار بن جاتا ہے جیسا کہ پہلا شخص تھا۔ اور اس طرح ایک وبا کی طرح ایک سے دوسرے تک یہ مرض پہنچتا ہے یہاں تک کہ لوگ اپنے تمام ایمان اور تقویٰ کو الوداع کہہ کر شخص مفسد کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور جیسا کہ آجکل دریافت کیا گیا ہے کہ مادّہ وباءِ طاعون دراصل کیڑے ہیں جو زمین میں پیدا ہوتے ہیں اور پھر پِسّوؤں کے ذریعہ سے انسان کے خون سے ملتے ہیں۔ ایسا ہی سچائی سے اعراض کرنے کی وبا جو آجکل پھیل رہی ہے اس کا موجب بھی کیڑے ہی معلوم ہوتے ہیں جو مختلف ناموں حسد یا حُمق یا تعصّب یا کِبر سے موسوم ہو سکتے ہیں۔ جس قدر اسلام میں عیسائی مذہب کے باطل عقیدوں نے دخل پایا ہے وہ دخل بھی درحقیقت ان ہی وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی فساد ترکِ تقویٰ اور **جہل** اور نادانی کا اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ بوجہ مناسبت صوری طبائع فاسدہ ایسے عقائد اور طریقوں کو قبول کرنے کے لئے پہلے سے ہی تیار تھیں۔ چونکہ ہر ایک شخص کی حالت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اس لئے ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے

﴿۸۴﴾ ہمارے مقابل پر تقویٰ کو ضائع کیا اور راستی سے دشمنی کی وہ نہایت خطرناک حالت میں ہیں اور اگر وہ اس بدسیرت میں اَور بھی ترقی کریں اور رفتہ رفتہ کھلے کھلے طور پر قرآن شریف سے مُنہ پھیر لیں تو ان سے کیا تعجب ہے!!

حالات موجودہ سخت خوف میں ڈالتے ہیں کیونکہ وہ زیرکی جو زمانہ کے مناسب حال اِن لوگوں میں پیدا ہونی چاہیے تھی وہ ان کو چھو بھی نہیں گئی۔ آج تک یہ لوگ اس قابل بھی نہیں ہوئے کہ ان موٹے اور خائنانہ اعتراضات کا جواب دے سکیں جو پادریوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔ حالانکہ پادریوں کے اعتراض ایسے بیہودہ ہیں کہ گو بظاہر کیسے ہی ملمع کر کے دکھلائے جائیں لیکن اگر پردہ اُٹھا کر دیکھو تو بالکل کمزور اور ہنسی کے لائق ہیں۔ یہ لوگ یعنی عیسائی علوم عربیہ اور ہماری کتب دینیہ سے سخت غافل سخت بے خبر اور قابلِ شرم باتیں پیش کرتے ہیں تاہم ان مولویوں کی حالت پر افسوس جو ہمیں تو کافر اور کاذب قرار دیں لیکن جو واقعی طور پر اُن کو خدمت دینی کرنی چاہیے تھی نہ وہ خدمت کرتے ہیں اور نہ اس لائق ہیں کہ کر سکیں۔ افسوس! نہیں سوچتے کہ ایسے دعوے پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے رُو سے ایک دن ضرور ہی واقع ہونے والا تھا اس قدر تکذیب کا زور دینا پرہیزگاری کی شان سے بہت ہی بعید تھا۔ پھر جس حالت میں وہ دعویٰ مجرد دعویٰ ہی نہ تھا اس کے ساتھ قرآن اور حدیث کی شہادتیں تھیں۔ اس کے ساتھ ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ شہادتیں تھیں۔ اس کے ساتھ آسمانی نشان تھے اس کے ساتھ صدی کا سر بھی تھا اس کے ساتھ علامات قرار دادہ کا وقوع تھا تو یہ شتاب کاریاں کب مناسب تھیں! اے زود رنج اور بد اخلاقی اور بدظنّی میں غرق ہونے والو! وہ پیشگوئی جو بڑے شدّ و مدّ سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور خود اس کا وقت بھی مقرر فرما دیا تھا اور وصیّت کی تھی کہ اس شخص کو قبول کرو تو کیا ایسا دعویٰ جو رسول کریم کی پیشگوئی کی بنا پر اور عین وقت پر تھا جس میں اس پیشگوئی کی تصدیق تھی ایسی چیز تھی کہ ایک معمولی نظر سے اُس کو دیکھا جائے اور اس سے بے پروائی ظاہر کی جائے۔ یہ بات تو کوئی نئی نہ تھی کہ آنے والا خواہ

محدّث ہو یا رسول یا نبی خدا تعالیٰ کی کسی کتاب یا احادیث کے وہ معنے کرے جو اس قوم نے نہیں کئے جن کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ایسا ہی ہوا۔ یہودیوں نے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے یہ معنے کئے کہ درحقیقت وہی یعنی ایلیا ہی دوبارہ آجائے گا۔ مگر ﴿۸۵﴾ عیسیٰ علیہ السلام نے ان آیتوں کے یہ معنے نہ کئے بلکہ دوبارہ آنے کو استعارہ اور مجاز قرار دیا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یہود نے توریت کے بعض مقام کے یہ معنے کئے کہ آخری نبی جو اُن کو غیر حکومتوں سے چھڑائے گا وہ بنی اسرائیل میں سے ہوگا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معنے کئے کہ وہ بنی اسمٰعیل میں سے ہے۔ ایسا ہی اس وقت میں ہوا۔ اور ایک شخص جو ذرّہ عقل اور فہم سے کام لے سمجھ سکتا ہے کہ جو بعض مقامات قرآن شریف مثلاً وفات یا حیات حضرت مسیح علیہ السلام اور دوسرے امور جو ہمارے اور مخالف علماء میں متنازعہ فیہ ہیں اُن میں ہماری طرف سے کیسے شافی دلائل بیان کئے گئے ہیں اور کیسے کامل طور پر حضرت عیسیٰ کی وفات کا ثبوت دیا گیا ہے۔

اور اگر کوئی شخص اس بحث میں نہ پڑے تو اُس کو اس مختصر سوال کا جواب دینا چاہیے کہ کیا مسیح موعود کا فہم زیادہ قابل اعتبار ہے یا اُس کے مخالفوں کا فہم؟ فرض کرو کہ مخالف علماؤں کی آرزوؤں کے موافق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آسمان سے نازل ہوئے اور کئی مقاماتِ قرآن اور حدیث میں علماء سے ان کا جھگڑا ہے جیسا کہ **مجدّد الف ثانی صاحب** اپنے مکتوبات میں لکھتے بھی ہیں کہ ضرور مسیح موعود کا بعض مسائل میں علماء وقت سے اختلاف ہوگا اور سخت نزاع واقع ہوگی اور قریب ہوگا کہ علماء اُن پر حملہ کریں تو میں آپ صاحبوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے وقت میں کس کا فہم صحیح سمجھا جائے گا اور تقویٰ کا طریق کیا ہوگا؟ کیا اس مسیحیت کے مدّعی کا فہم لائق ترجیح اور تقدیم ہوگا یا علماء مخالف کا فہم؟ اگر کہو کہ علماء کا فہم۔ تو یہ امر تو بداہت واضح البطلان ہے اور اگر کہو کہ مسیحیت کے مدعی کا فہم! تو پھر تمام منقولی بحثیں ختم ہوگئیں۔ اس صورت میں تو تمہیں مان لینا چاہیے کہ مسیح موعود جو کچھ قرآن اور حدیث کے معنے کرے وہی ٹھیک ہیں☆۔ اور پھر جب کہ

☆ اصل بات یہ ہے کہ مسیحیت یا نبوت وغیرہ کا دعویٰ کرنے والا اگر درحقیقت سچا ہے تو یہ ضروری امر ہے کہ اس کا فہم اور درایت اور لوگوں سے بڑھ کر ہو تو اس صورت میں اُس میں اور اس کے غیر میں کلامِ الٰہی کے معنے کرنے میں بعض جگہ اختلاف واقع ہونا ضروری ہے۔ سو ایسے اختلاف کی بنا پر واویلا مچانا محرومی اور بدنصیبی کی نشانی ہے۔ **منہ**

آثار میں یہ خبر موجود ہے اور شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی جیسا بزرگوار بھی شہادت دیتا ہے کہ مسیح موعود سے ضرور علماء کا اختلاف ہوگا حتّٰی کہ آمادۂ فساد ہو جائیں گے تو پھر اس جھگڑے کو ذہن میں رکھ کر یہ شہادت دینی ضروری ہے کہ ایسے اختلاف کے وقت مسیح موعود حق پر ہوگا اور اُس کا فہم سند پکڑنے کے لائق ہوگا اور اس کے مقابل پر جو دوسروں نے سمجھا ہے وہ ردّ کرنے کے لائق ہوگا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب پہلی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی ﴿۸۶﴾
نسبت پیشگوئی کی گئی تھی اس میں بھی یہی لکھا گیا تھا کہ یہود اُس مسیح موعود سے بعض مسائل میں اختلاف اور جھگڑا کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور بڑا جھگڑا یہود نے یہ کیا کہ ایلیا دوبارہ دُنیا میں نہیں آیا اور لکھا گیا تھا کہ جب تک ایلیا دوبارہ دنیا میں نہ آوے مسیح موعود نہیں آوے گا پھر یہ شخص کیونکر آ گیا؟ اس وقت نیک دل انسانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ شخص یعنی عیسیٰ جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یہ نشان دکھلاتا ہے اس لئے اس کا فہم مقدم اور قبول کے لائق ہے اور دوسرے جاہل لوگ مولویوں سے متفق ہو گئے اور آثار میں تھا کہ اسلام میں جو مسیح موعود آئے گا اُس کے ساتھ بھی علماء بعض مسائل میں جھگڑا کریں گے اور قریب ہوگا کہ اس پر حملہ کریں۔ سو وہی جھگڑا اور اسی رنگ میں اب بھی شروع ہو گیا۔ مگر یہ جھگڑا ایسے شخص کے ساتھ کرنا کہ جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور نشان دکھلاتا ہے سراسر نادانی ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو اوّل تو یہ مان لینا چاہیے کہ مسیح موعود کے ساتھ ضرور جھگڑا ہوگا اور دوسرے یہ کہ اس وقت مسیح موعود کا فہم اعتبار کے لائق ہوگا نہ دوسروں کا فہم کیونکہ وہ خدا کے فرستادہ کا فہم ہے۔ ہاں اگر یہ شک ہو کہ شاید یہ شخص مسیح موعود نہیں ہے تو اُس کو اسی طرح پرکھنا چاہیے جیسا کہ سچے نبیوں کو نیک نیتی کے ساتھ پرکھا گیا۔ مگر قرآن اور حدیث کی تفسیر کے وقت بہرحال مسیح موعود کا قول قابل قبول ہوگا۔

بالآخر یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقائدِ اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ

جب تک کسی دل میں ایک ذرّہ بھی تقویٰ ہو ایسے افترا نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰه ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصّوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیّدنا حضرت ﴿۸۷﴾
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنّت حق اور جہنّم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعتِ اسلام میں سے ایک ذرّہ کم کرے یا ایک ذرّہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیّبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے اُن سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنّت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں اُن سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اُس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اُس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے

ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلآ اِنَّ لَعْنَةَ اللهِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ وَ الْمُفْتَرِیْنَ۔!!

یاد رہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں بجز اس ایک مسئلہ کے اور کوئی مخالفت نہیں۔ یعنی یہ کہ یہ لوگ نصوصِ صریحہ قرآن اور حدیث کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور ہم بموجب نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ متذکرہ بالا کے اور اجماع ائمہ اہل بصارت کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں اور نزول سے مراد وہی معنے لیتے ہیں جو اس سے پہلے حضرت ایلیا نبی کے دوبارہ آنے اور نازل ہونے کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معنے کئے تھے۔ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[1] اور ہم بموجب نصِّ صریح قرآن شریف کے جو آیت فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ[2] سے ظاہر ہوتی ہے اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو لوگ اس دنیا سے گزر جاتے ہیں پھر وہ دنیا میں دوبارہ آباد ہونے کے لئے نہیں بھیجے جاتے اس لئے خدا نے بھی اُن کے لئے قرآن شریف میں مسائل نہیں لکھے کہ دوبارہ آ کر مال تقسیم شدہ ان کا کیونکر ان کو ملے۔ افسوس کہ ہمارے مخالف اب تک کہے جاتے ہیں کہ ’’حضرت عیسیٰ آسمانوں پر زندہ ہیں اور اُس وقت آئیں گے کہ جب عیسائی مذہب تمام روئے زمین سے اسلام کو نابود کر دے گا اور کہتے ہیں کہ اگرچہ اب تک کروڑہا کتابیں اسلام کے ردّ میں لکھی گئیں اور کئی لاکھ آدمی مرتد ہو گئے اور کئی کروڑ انسان بے قید اور بدخیال اور ناپارسا طبع ہو گیا مگر ابھی تک اسلام بکلّی نابود تو نہیں ہوا اس لئے حضرت عیسیٰ بھی اس صدی کے سر پر نہ آسکے کیونکہ وہ آسمان پر بیٹھے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب پورے طور پر اسلام دنیا سے نابود ہوتا ہے۔‘‘ لیکن ان خیالات کے حامیوں کو سب سے پہلے اس بات پر غور کرنی چاہیئے کہ خدا نے صریح لفظوں میں حضرت عیسیٰ کی وفات کو قرآن کریم میں ظاہر فرما دیا ہے۔ دیکھو کیسی یہ آیت یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ حضرت عیسیٰ کی وفات پر نص صریح ہے اور اب اس آیت کے سننے کے بعد اگر کوئی حضرت عیسیٰ کی وفات سے انکار کرتا ہے تو اُسے ماننا پڑتا ہے کہ عیسائی اپنے عقائد میں حق پر ہیں کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد بگڑیں گے۔ پھر جب

﴿۸۸﴾

[1] الانبیاء: ۸ [2] الزمر: ۴۳

کہ اس آیت سے موت ثابت ہوئی تو آسمان سے نازل کیونکر ہوں گے؟ آسمان پر مُردے تو نہیں رہ سکتے۔

ماسوا اس کے جب کہ مسیح کا کام کسرِ صلیب ہے تو ایسے وقت میں کہ بجائے کسرِ صلیب کے کسر اسلام ہی ہو جائے مسیح کا آنا کیا فائدہ دے گا۔ ''پس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد'' اب جب کہ صرف ساٹھ برس سے پنجاب پر عیسائی مذہب کا تسلّط ہو کر یہ نوبت ارتداد پہنچ گئی ہے۔ اور چودہ برس چودھویں صدی میں سے گزر گئے اور مسیح موعود نہ آیا تو گویا کم سے کم سو برس کی اور پادریوں کو مہلت دی گئی کیونکہ بموجب آثارِ صحیحہ کے مسیح موعود کا صدی کے سر پر آنا ضروری ہے پس اس صورت میں خیال کر لینا چاہیے کہ کیا اس مدت تک اسلام میں سے کچھ باقی رہے گا؟ اس سے تو نعوذ باللہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا خود ارادہ ہے کہ اسلام کو دنیا پر سے اُٹھا دے۔ کیونکہ رحم کرنے کا وقت تو یہی تھا جب ﴿۸۹﴾ کہ اسلام پر سخت حملے کئے گئے سخت بے ادبیاں کی گئیں۔ لاکھوں انسان مرتد ہو چکے جسمانی وباؤں میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ جب مثلاً کسی حصہ ملک میں طاعون پھیلتی ہے تو دانشمند لوگ خیال کرنے لگتے ہیں کہ اب عنقریب ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے عزیز بھی نشانۂ طاعون بننے کو ہیں۔ تب اسی وقت سے تدابیر مناسبہ عمل میں لائی جاتی ہیں۔ حکّام بھی قلع قمع مرض کے لئے پوری توجہ کرتے ہیں۔ طبیب جاگ اُٹھتے ہیں۔ لہٰذا اب انصافاً بتلاؤ کہ کیا ملک میں یہ طاعون نہیں پھیلی؟ کیا اب تک اسلام کی ردّ میں دس کروڑ کے قریب کتاب نہیں لکھی گئی کیا اس طاعون کی اب تک کئی لاکھ وارداتیں نہیں ہوئیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ کئی لاکھ بیمار نیچریّت کے رنگ میں فلسفیت کے رنگ میں اباحت کے رنگ میں مخلوق پرستی کے رنگ میں وساوس اور شبہات کے رنگ میں غفلت اور لا پرواہی کے رنگ میں بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے ہیں؟ پھر کیا سبب کہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ اپنی اس وحی کو یاد نہ کرے کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ[1]

ہماری آخری نصیحت یہی ہے کہ تم اپنے ایمان کی خبر داری کرو۔ نہ ہو کہ تم تکبر اور لا پروائی دکھلا کر خدائے ذوالجلال کی نظر میں سرکش ٹھہرو۔ دیکھو خدا نے تم پر ایسے وقت میں نظر کی جو نظر کرنے کا وقت تھا سو کوشش کرو کہ تا تمام سعادتوں کے وارث ہو جاؤ۔ خدا نے آسمان پر سے

[1] الحجر: ۱۰

دیکھا کہ جس کو عزت دی گئی اس کو پَیروں کے نیچے کچلا جاتا ہے۔ اور وہ رسول جو سب سے بہتر تھا اُس کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ اُس کو بدکاروں اور جھوٹوں اور افترا کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور اُس کی کلام کو جو قرآن کریم ہے بُرے کلموں کے ساتھ یاد کر کے انسان کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ سو اُس نے اپنے عہد کو یاد کیا۔ وہی عہد جو اس آیت میں ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ [1] سو آج اُسی عہد کے پورے ہونے کا دن ہے۔ اُس نے بڑے زور آور حملوں اور طرح طرح کے نشانوں سے تم پر ثابت کر دیا کہ یہ سلسلہ جو قائم کیا گیا اُس کا سلسلہ ہے کیا کبھی تمہاری آنکھوں نے ایسے قطعی اور یقینی طور پر وہ خدا تعالیٰ کے نشان دیکھے تھے جو اب تم نے دیکھے؟ **خدا تمہارے لئے** کُشتی کرنے والوں کی طرح غیر قوموں سے لڑا اور اُن پر فتح پائی۔ دیکھو آتھم کے معاملہ میں بھی ایک کشتی تھی۔ تلاش کرو آج آتھم کہاں ہے؟☆ سنو! آج وہ خاک میں ہے۔ وہ اسی شرط کے موافق جو الہام میں تھی چند روز چھوڑا گیا اور پھر اسی شرط کے موافق جو الہام میں تھی پکڑا گیا۔ **دوسری کشتی** لیکھرام کا معاملہ تھا۔ پس سوچ کر دیکھو کہ اس کشتی میں بھی خدا تعالیٰ کیسے غالب آیا؟ اور تم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جس طرح اُس کی موت کی الہامی پیشگوئیوں میں پہلے سے علامتیں مقرر کی گئی تھیں اُسی طرح وہ سب علامتیں ظہور میں آئیں۔ خدا کے قہری نشان نے ایک قوم پر سخت سوگ وارد کیا۔ کیا کبھی تم نے پہلے اس سے دیکھا کہ تم میں اور تمہارے روبرو اس جلال سے ﴿۹۰﴾

☆ آتھم کے متعلق الہام شرطی تھا اگر کوئی شخص صریح بے ایمانی پر ضد نہ کرے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ آتھم نے اپنے اقوال سے اپنے افعال سے اپنے قسم نہ کھانے سے اور باوجود حملوں کے دعوے کے نالش نہ کرنے سے ثابت کر دیا کہ اُس نے اپنے دل میں رجوع کر کے الہامی شرط کو پورا کیا۔ اور اگر کوئی نادان اب بھی خیال کرے کہ اس کا رجوع کرنا مشتبہ ہے تو خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے فیصلہ سے ہماری تائید میں دوہرا ثبوت دے دیا ہے اور وہ یہ کہ جب آتھم نے قسم کھانے سے انکار کیا تب فیصلہ کے لئے دوسرا الہام یہ ہوا تھا کہ اگر آتھم اس دعوے میں سچا ہے کہ اُس نے رجوع نہیں کیا تو وہ عمر پائے گا اور اگر جھوٹا ہے تو جلد مر جائے گا۔ چنانچہ اب کئی سال اُس کی موت پر بھی گذر گئے پھر اس نشان میں کیا شبہ رہا؟ **منہ**

[1] الحجر: ۱۰

خدا کا نشان ظاہر ہوا ہو؟ سوائے مسلمانوں کی ذرّیت! خدا تعالیٰ کے کاموں کی بے حرمتی مت کرو۔ **تیسری کُشتی** مہوتسو کے جلسہ کا معاملہ تھا۔ دیکھو اس کُشتی میں بھی خدا تعالیٰ نے اسلام کا بول بالا کیا اور تمہیں اپنا نشان دکھلایا اور قبل از وقت اپنے بندے پر ظاہر کیا کہ اُسی کا مضمون بالا رہے گا۔ اور پھر ایسا ہی کر کے دکھلا بھی دیا۔ اور مضمون کے بابرکت اثر سے تمام حاضرین کو حیرت میں ڈال دیا۔ کیا یہ خدا کا کام تھا یا کسی اَور کا؟ پھر **چوتھی کُشتی** ڈاکٹر کلارک کا مقدمہ تھا جس میں تینوں قومیں آریہ اور عیسائی اور مخالف مسلمان متفق ہو گئے تھے تا میرے پر اقدامِ قتل کا مقدمہ ثابت کریں۔ اس میں خدا تعالیٰ نے پہلے سے ظاہر کر دیا کہ وہ لوگ اپنے ارادے میں ناکام رہیں گے۔ اور دو سو کے قریب آدمیوں کو قبل از وقت یہ الہام سُنایا گیا اور آخر ہماری فتح ہوئی۔ **پانچویں کُشتی** مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کا مقدمہ تھا جس کے عزیز اور لواحق اسلام سے ٹھٹھا کرتے تھے اور بعض سخت مُرتد ان میں سے قرآن شریف کی سخت تکذیب کر کے اور اسلام پر زبانِ بد کھول کر مجھ سے تصدیق اسلام کا نشان مانگتے تھے اور اشتہار چھپواتے تھے۔ سو خدا نے انہیں یہ نشان دیا کہ احمد بیگ عزیز اُن کا چند موتوں اور مصیبتوں کے دیکھنے کے بعد تین برس کے اندر فوت ہو جائے گا سو ایسا ہی ہوا اور وہ میعاد کے اندر فوت ہو گیا تا معلوم کریں کہ ہر ایک شوخی کی سزا ہے۔☆

یہ پانچ کُشتیاں اب تک ہوئیں جو ہمارے ذوالجلال خدا کے پُرزور بازو نے دکھلائیں اور بعض اور کُشتیاں بھی آسمان پر ہیں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ بھی عنقریب خدا تعالیٰ تمہیں دکھلائے گا اسی طرح وہ گواہیاں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلی تھیں اور پوشیدہ چلی آتی تھیں اَب بہت سی اُن میں سے تمہارے دیکھتے دیکھتے پوری ہو گئیں۔ اُس دن اور اُس ﴿۹۱﴾
گھڑی کو یاد کرو جب کہ آسمان پر چاند کو اس کے خسوف کی پہلی رات میں رمضان میں

☆ یہ پیشگوئی بھی مشروط بہ شرائط تھی۔ اور ضرور ہے کہ اس وقت تک اس کا دوسرا حصہ معرض توقف میں رہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اسباب نقض شرائط کے جمع ہوں۔ منہ

گرہن لگا تھا۔اور ایسا ہی سورج کا وہ کسوف یاد کرو جو ٹھیک ٹھیک حدیث کے لفظوں کے موافق اس کے گرہن کے دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوا تھا۔اور پھر دار قطنی کھول کر پڑھو کہ یہ وہ علامت تھی جو مہدی موعود کی سچائی کیلئے ایک نشان قرار دیا گیا تھا یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے وعدوں کے موافق ہو گیا۔ مگر کیا تم نے اس سے کچھ بھی فائدہ اٹھایا؟ خدا نے تمہیں کھول کر یہ پتہ بھی دیا کہ وہ آنے والا صلیب کے غلبہ کے وقت میں ظاہر ہوگا۔☆ جب اسلام کے دشمن نبی علیہ السلام کی سخت بے ادبی کرتے ہوں گے اور اُن میں سے گالیاں نکالنے والے توہین اور تحقیر اور دشنام دہی اور افترا اور جھوٹ کی نجاست کھاتے ہوں گے۔سو تم نے اپنی آنکھوں سے ایسی نجاست کھانے والوں کو دیکھ لیا۔کیا پادری عماد الدین نے اس نجاست سے ایک بھاری حصّہ نہیں لیا؟ کیا پادری ٹھاکر داس کے دونوں ہاتھ اس نجاست میں آلودہ نہیں؟ کیا صاحب رسالہ امہات المومنین نے اس بدبو کے ذریعہ سے ہزاروں دماغوں کو پریشان نہیں کیا؟ تو کیا اب تک توہین اور تحقیر میں کچھ کسر باقی ہے؟ اور کیا اب تک وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کہ جو صحیح بخاری میں ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب صلیبی مذہب کا غلبہ ہوگا اور جو سچائی کے دشمن ہیں وہ اسلام اور نبی علیہ السلام کو فحش گالیاں دے کر خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائیں گے۔دیکھو آسمان نے خسوف کسوف کے ساتھ گواہی دی اور تم نے پروا نہیں کی! اور زمین نے غلبۂ صلیب اور نجاست خواروں کے نمونہ سے گواہی دی اور تم نے پرواہ نہیں کی!! اور خدا تعالیٰ کے پاک اور بزرگ نبی کی عظیم الشان پیشگوئیاں گواہوں کی طرح کھڑی ہو گئیں اور تم نے ذرّہ التفات نہیں کی!!! اگر مَیں خود دعویٰ کرتا ہوں تو بے شک مجھے جھوٹا سمجھو۔لیکن اگر خدا کا پاک نبی اپنی پیشگوئیوں کے ذریعہ سے میری گواہی دیتا ہے اور خود خدا میرے لئے نشان دکھلاتا ہے

☆ ہم نے دھوکہ سے بچانے کے لئے بار بار اس بات کا ذکر کر دیا ہے کہ کوئی شخص مسیح موعود کے لفظ سے عام مسلمانوں کا وہ فرضی مسیح خیال نہ کرے جو ان کی نظر میں لڑائیوں کا بانی ہوگا۔بلکہ یہ خیالات سراسر غلط اور بیہودہ ہیں۔اور سچ یہ ہے کہ مسیح موعود گزشتہ مسیح کی طرح غربت اور مسکینی کے رنگ میں ظاہر ہوا ہے۔زمین کی بادشاہت سے اُس کو کچھ غرض نہیں اور اس کے حق میں حدیث صحیح میں یہی ہے کہ یَضَعُ الْحَرب۔یعنی وہ نہیں لڑے گا اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔ **منه**

تو اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ یہ مت کہو کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں کسی مسیح وغیرہ کے قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اُسے قبول کرتا ہے جس نے میرے لئے آج سے تیرہ سو برس پہلے لکھا ہے اور میرے وقت اور زمانہ اور میرے کام کے نشان بتلائے ہیں۔ ﴿۹۲﴾
اور جو مجھے ردّ کرتا ہے وہ اُسے ردّ کرتا ہے جس نے حکم دیا ہے کہ ''اُسے مانو''۔ تم کیا بلکہ تمہارے باپ دادا بھی منتظر تھے کہ مسیح موعود جلد آئے۔ اور سچائی کی رُوح اُن کے اندر یہ پکارتی تھی کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر آئے گا۔ لیکن جب وہ آیا تو تم نے اُس کو کافر اور دجّال ٹھہرایا اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ کیونکہ آثار میں یہ بھی لکھا تھا کہ اُسے کافر اور دجّال ٹھہرایا جائے گا۔ اگر مَیں نہ آیا ہوتا تو تم پر کوئی حجّت نہ تھی لیکن میرے آنے سے خدا تعالیٰ کی تم پر حجّت پوری ہوگئی۔ یہ مت گمان کرو کہ تمہارے نہ قبول کرنے سے اب وہ سلسلہ جو خدا نے اپنے ہاتھ سے برپا کیا ہے ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا بہت سی جماعتیں پیدا کرے گا جو اس کو قبول کریں گی اور پھر اُن کو برکت دے گا یہاں تک کہ ایک دن **اسلام کا عزیز گروہ** وہی گروہ ہوگا۔ مگر جو کچھ تم نے کیا یا جو آئندہ خدا کرے گا وہ سب اس الہام کے موافق ہے جو پہلے براہین احمدیہ میں ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے۔

''دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

اب ہم پھر کسی قدر طاعون کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اکثر ظہور اس مرض کا کانوں کے آگے یا بغل کے نیچے یا کُنج ران میں ہوتا ہے۔ اس طرح پر کہ ان مقامات کی غدودیں سوج جاتی ہیں یا بدن پر بڑے بڑے پھوڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں جو طاعون ملک شام میں پھوٹی تھی اس کی صورتِ ظہور یہ تھی کہ صرف چھوٹی سی پُھنسی ہتھیلی کے اندر نکلتی تھی اور اسی سے چند گھنٹوں میں انسان کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔ مگر توریت میں جہاں جہاں طاعون کا ذکر کیا گیا ہے صرف پھوڑوں کے

نام سے اُس کو پکارا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں میں جو طاعون پھوٹتی رہی تھی وہ پھوڑے تھے ممکن ہے کہ قوم یا ملک یا زمانہ یا مزاج کے لحاظ سے طاعون کی صورتیں جدا جدا ہوں۔ بہرحال اُس کے ساتھ ایک حُمّٰی شدید کا ہونا ایک لازمی امر ہے جو اکثر اوقات ﴿۹۳﴾
پھوڑوں یا غدودوں کے پھیلنے سے پہلے ظاہر ہوتا ہے اور اکثر شدت تپ سے غشی تک نوبت پہنچتی ہے اور قرآن شریف میں اس مرض کا نام رِجز رکھا گیا ہے اور رِجز لُغت عرب میں اُن کاموں کو کہتے ہیں جن کا نتیجہ عذاب ہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بلا اکثر اور اغلب قاعدے پر انسان کی شامتِ اعمال سے ہی آتی ہے اور پھر کبھی نیک انسان بھی اس بلا کے نیچے آجاتے ہیں اور وہ اس مصیبت سے اجر شہادت پاتے ہیں۔ بہرحال مبدء اور موجب اِس کا عذاب الٰہی ہے جس سے ملک میں اس کا آغاز ہوتا ہے۔

اس تقریر سے ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ علمی رنگ پر اس مرض کے اسباب پیدا نہیں کئے جاتے بلکہ علمی سلسلہ یعنی خَلْقِ اسباب کا سلسلہ بجائے خود ہے اور خدا تعالیٰ کے رُوحانی اِرادوں کا سلسلہ بجائے خود ایک سے دوسرا مانع نہیں۔ یہ بڑی بے وقوفی ہے کہ انسان اس حکیم مطلق کے اصل اغراض کو نظر انداز کر دے اور صرف طبعیات کے سلسلہ تک تمام کاروبار اُس ذات جامع الکمالات کا بغیر کسی مطلب اور مقصد اور غرض مطلوب کے محدود سمجھے۔ یہ خود ظاہر ہے کہ وہ ذات مدبّر بالارادہ اور متصرّف بالقصد ہے جس کے تمام کام عمیق در عمیق اسرار اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کیا یہ دونوں باتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں کہ اس عالم میں جو کچھ امر خیر یا شر منصۂ ظہور میں آتا ہے وہ علومِ طبعیہ اور نظامات حکمیہ کے سلسلہ کے نیچے نیچے ہی چلتا ہو اور اسبابِ مُعتادہ سے وابستہ ہو اور بایں ہمہ اس مدبّر بالارادہ نے اس امر کے ظاہر کرنے سے خاص خاص مقاصد اور اغراض بھی اپنے علم میں مقرر کر رکھے ہوں اور اگر ایسا نہ مانا جائے تو پھر خدا تعالیٰ کا وجود نعوذ باللہ عَبث اور اس کے افعال محض بے ہودہ ہوں گے۔ لہٰذا یہی سچا فلسفہ اور واقعی دقیقۂ حکمت ہے کہ یہ تمام تغیرات ارضی و سماوی خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے علمی سلسلوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اور بایں ہمہ ان کا پیدا کرنا اور مٹانا اغراض مطلوبہ کے لئے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر مثلاً طاعون کا اصل علاج ادویہ اور تدابیر جسمانی پر موقوف ہے تو توبہ اور اعمالِ صالحہ کو اس سے کیا تعلق ہے۔ اور اگر مدار تمام کام کا توبہ اور اعمال صالحہ ہیں تو پھر ادویہ اور تدابیر بیہودہ ہیں کیونکہ تدبیر اور دعا میں کوئی منافات نہیں ہے۔ جو کچھ ہم تدبیر یا دوا کر سکتے ہیں اُس کی تمام شرائط تاثیر بھی ہم اپنے ہی اختیار سے پیدا نہیں کر سکتے وہ بھی دعا کی طرح اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ یہ انسانی بیوقوفیاں ہیں جو ایک کو دوسرے کی ضد سمجھا جائے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک پہلو سے ہمارے لئے مبدء فیض ہے۔ اگر ہم نیکی کی راہیں اختیار کریں تو وہ ہمارے علم اور تدبیر کو خطا سے محفوظ رکھ کر اور تدابیر صائبہ کا ہمیں الہام فرما کر ہمیں بلا سے بچا سکتا ہے اور ہماری سرکشی اور شرارت کی حالت میں ہمارے ہی ہاتھ سے ہمیں ہلاک کر سکتا ہے۔ شریر اور خبیث طبع آدمی اس قدر آزادی پسند ہوتا ہے کہ چاہتا ہے کہ خدا سے بھی آزاد ہو جائے مگر ایسا ہونا اس کے لئے ممکن نہیں۔ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے تمام کاموں کو ایک ایک نظام کے رنگ میں رکھا ہے۔ مگر پھر باوجود ان تمام نظامات کے ہر ایک چیز کی کل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿۹۴﴾

اب ہم پھر اپنی پہلی تقریر کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ لفظ رِجز جو قرآن شریف میں طاعون کے معنوں پر آیا ہے وہ فتح کے ساتھ اُس بیماری کو بھی کہتے ہیں جو اونٹ کے بُنِ ران میں ہوتی ہے اور اس بیماری کی جڑ ایک کیڑا ہوتا ہے جو اونٹ کے گوشت اور خون میں پیدا ہوتا ہے۔ سو اس لفظ کے اختیار کرنے سے یہ اشارہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ طاعون کی بیماری کا بھی اصل سبب کیڑا ہے۔ چنانچہ ایک مقام میں صحیح مسلم میں اِسی امر کی کھلی کھلی تائید پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں طاعون کا نام نَغَفْ رکھا ہے اور نَغَفْ لُغتِ عرب میں کیڑے کو کہتے ہیں جو اُس کیڑے سے مشابہ ہوتا ہے جو اونٹ کی ناک سے یا بکری کی ناک سے نکلتا ہے۔ ایسا ہی کلامِ عرب میں رِجز کا لفظ پلیدی کے معنوں پر بھی آتا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ طاعون کی اصل جڑ بھی پلیدی ہے۔ اس لئے بہ رعایتِ اسباب ظاہر ضرور ہے اور وہ

اس طرح پر کہ طاعون کے دنوں میں مکانوں اور کوچوں اور بدرروؤں اور کپڑوں اور بستروں اور بدنوں کو ہر ایک پلیدی سے محفوظ رکھا جائے اور ان تمام چیزوں کو عفونت سے بچایا جائے۔

شریعت اسلام نے جو نہایت درجے پر ان صفائیوں کا **تقیّد** کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ [1] یعنی ’’ہر ایک پلیدی سے جُدا رہ‘‘ یہ احکام اِسی لئے ہیں کہ تا انسان حفظانِ صحت کے اسباب کی رعایت رکھ کر اپنے تئیں جسمانی بلاؤں سے بچاوے۔ عیسائیوں کا یہ اعتراض ہے کہ یہ کیسے احکام ہیں جو ہمیں سمجھ نہیں آتے کہ قرآن کہتا ہے کہ تم غسل کر کے اپنے بدنوں کو پاک رکھو اور مسواک کرو، خلال کرو اور ہر ایک جسمانی پلیدی سے اپنے تئیں اور اپنے گھر کو بچاؤ۔ اور بدبوؤں سے دُور رہو اور مُردار اور گندی چیزوں کو مت کھاؤ۔ اِس کا جواب یہی ہے کہ قرآن نے اُس زمانہ میں عرب کے لوگوں کو ایسا ہی پایا تھا اور وہ لوگ نہ صرف رُوحانی پہلو کے رُو سے خطرناک حالت میں تھے بلکہ جسمانی پہلو کے رُو سے بھی اُن کی صحت نہایت خطرہ میں تھی۔ سو یہ خدا تعالیٰ کا اُن پر اور تمام دنیا پر احسان تھا کہ حفظانِ صحت کے قواعد مقرر فرمائے۔ یہاں تک کہ یہ بھی فرما دیا کہ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا [2] یعنی بے شک کھاؤ پیو مگر کھانے پینے میں بے جا طور پر کوئی زیادت کیفیت یا کمیّت کی مت کرو۔ افسوس پادری اِس بات کو نہیں جانتے کہ جو شخص جسمانی پاکیزگی کی رعایت کو بالکل چھوڑ دیتا ہے وہ رفتہ رفتہ وحشیانہ حالت میں گر کر رُوحانی پاکیزگی سے بھی بے نصیب رہ جاتا ہے۔ مثلاً چند روز دانتوں کا خلال کرنا چھوڑ دو جو ایک ادنیٰ صفائی کے درجہ پر ہے تو وہ فضلات جو دانتوں میں پھنسے رہیں گے اُن میں سے مُردار کی بُو آئے گی۔ آخر دانت خراب ہو جائیں گے اور اُن کا زہریلا اثر معدہ پر گر کر معدہ بھی فاسد ہو جائے گا۔ خود غور کر کے دیکھو کہ جب دانتوں کے اندر کسی بوٹی کا رگ وریشہ یا کوئی جُز پھنسا رہ جاتا ہے اور اُسی وقت خلال کے ساتھ نکالا نہیں جاتا تو ایک رات بھی اگر رہ جائے تو سخت بدبو اُس میں پیدا ہو جاتی ہے اور ایسی بدبُو آتی ہے جیسا کہ چُوہا مرا ہوا ہوتا ہے۔ پس یہ کیسی نادانی ہے کہ ظاہری اور جسمانی پاکیزگی پر اعتراض کیا جائے اور یہ تعلیم دی جائے

﴿۹۵﴾

[1] المدثر : ۶ [2] الاعراف : ۳۲

کہ تم جسمانی پاکیزگی کی کچھ پرواہ نہ رکھو نہ خلال کرو اور نہ مسواک کرو اور نہ کبھی غسل کر کے بدن پر سے میل اتارو اور نہ پاخانہ پھر کر طہارت کرو اور تمہارے لئے صرف روحانی پاکیزگی کافی ہے۔ ہمارے ہی تجارب ہمیں بتلا رہے ہیں کہ ہمیں جیسا کہ روحانی پاکیزگی کی روحانی صحت کے لئے ضرورت ہے ایسا ہی ہمیں جسمانی صحت کے لئے جسمانی پاکیزگی کی ضرورت ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہماری جسمانی پاکیزگی کو ہماری روحانی پاکیزگی میں بہت کچھ دخل ہے۔ کیونکہ جب ہم جسمانی پاکیزگی کو چھوڑ کر اُس کے بدنتائج یعنی خطرناک بیماریوں کو بھگتنے لگتے ہیں تو اُس وقت ہمارے دینی فرائض میں بھی بہت حرج ہو جاتا ہے اور ہم بیمار ہو کر ایسے نکمے ہو جاتے ہیں کہ کوئی خدمت دینی بجا نہیں لا سکتے۔ اور یا چند روز دکھ اٹھا کر دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں بلکہ بجائے اس کے کہ بنی نوع کی خدمت کر سکیں اپنی جسمانی ناپاکیوں اور ترکِ قواعدِ حفظانِ صحت سے اوروں کے لئے وبالِ جان ہو جاتے ہیں اور آخر ان ناپاکیوں کا ذخیرہ جس کو ہم اپنے ہاتھ سے اکٹھا کرتے ہیں وبا کی صورت میں مشتعل ہو کر تمام ملک کو کھاتا ہے۔ اور اس تمام مصیبت کا موجب ہم ہی ہوتے ہیں کیونکہ ہم ظاہری پاکی کے اصولوں کی رعایت نہیں رکھتے پس دیکھو کہ قرآنی اصولوں کو چھوڑ کر اور فرقانی وصایا کو ترک کر کے کیا کچھ بلائیں انسانوں پر وارد ہوتی ہیں اور ایسے بے احتیاط لوگ جو نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے اور عفونتوں کو اپنے گھروں اور کوچوں اور کپڑوں اور منہ سے دور نہیں کرتے اُن کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے نوعِ انسان کے لئے کیسے خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ اور کیسی یک دفعہ وبائیں پھوٹتی اور موتیں پیدا ہوتیں ہیں اور شور قیامت برپا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ مرض کی دہشت سے اپنے گھروں اور مال اور املاک اور تمام اس جائیداد سے جو جان کاہی سے اکٹھی کی تھی دست بردار ہو کر دوسرے ملکوں کی طرف دوڑتے ہیں اور مائیں بچوں سے اور بچے ماؤں سے جدا کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ مصیبت جہنم کی آگ سے کچھ کم ہے؟ ڈاکٹروں سے پوچھو اور طبیبوں سے دریافت کرو کہ کیا ایسی لاپروائی جو جسمانی طہارت کی نسبت عمل میں لائی جائے وبا کے لئے عین موزوں اور مؤید ہے یا نہیں؟ پس قرآن نے کیا بُرا کیا کہ پہلے جسموں اور گھروں اور کپڑوں کی صفائی پر زور دے کر انسانوں کو اس جہنم سے بچانا چاہا جو اسی دنیا میں یکدفعہ

﴿۹۶﴾

فالج کی طرح گرتا اور عدم تک پہنچاتا ہے۔ پھر دوسرے جہنم سے محفوظ رہنے کے لئے وہ صراطِ مستقیم بتلایا جو انسانی فطرت کے تقاضا کے عین موافق اور قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے۔ اور ہمیں نجات کی وہ راہ بتلائی جس میں کسی بناوٹی منصوبہ کی بدبُو نہیں آتی۔ کیا ہم خدا کے ﴿۹۷﴾
قدیم قانون کو جو تمام قوموں پر ظاہر ہوتا آیا ہے ترک کر کے صرف ایک تراشیدہ قصّے پر جو ہزاروں اور بے شمار برسوں کے بعد تراشا گیا ہے بھروسہ کر کے اور ایک عاجز انسان کو خدا قرار دے کر اور پھر لعنتی موت سے اس کو ہلاک کر کے یہ اُمید رکھ سکتے ہیں کہ اس مصنوعی طریق سے ہماری نجات ہو جائے گی اور کیا ایسا آدمی ہمارا منجی ہوسکتا ہے جس کو خود بھی دشمنوں کے ہاتھ سے نجات حاصل نہیں ہوئی اور انہوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک اُس کا کام تمام نہ کر دیا۔ ہم بڑے ہی بدقسمت ہیں اگر ہمارا یہی کمزور اور ضعیف اور عاجز خدا ہے جو خود اپنے تئیں ذلتوں اور ناکامیوں اور دُکھوں سے بچا نہ سکا۔ اور جب کہ اس کے حالات کا اِس دُنیا میں یہ نمونہ ظاہر ہوا تو ہم کیونکر اُمید رکھیں کہ مرنے کے بعد اس کو کوئی نئی قوت اور طاقت حاصل ہوگئی ہوگی۔ جو شخص اپنے تئیں بچا نہ سکا وہ دوسروں کو کیونکر بچا سکتا ہے۔ یہ کیسی نامعقول بات ہے کہ خدا ہمیں نجات نہیں دے سکتا تھا جب تک کہ ایک معصوم کو اپنی جناب سے ردّ نہ کرے اور اس سے بدل بیزار نہ ہو اور اُس کا دشمن نہ ہو جائے اور اس کے دل کو سخت اور اپنی محبت اور معرفت سے دُور اور محروم نہ کر دیوے یعنی جب تک کہ اُس کو لعنتی نہ بناوے اور مجرموں میں اس کو داخل نہ کرے۔ ایسے فرضی خدا سے ہر ایک کو پرہیز کرنا چاہیئے جس کا اپنے ہی بیٹے کے ساتھ یہ معاملہ ہو۔ سچ کہو کیا دنیا میں کوئی عقل قبول کر سکتی ہے کہ جو شخص آپ ہی لعنتی ہو پھر وہ کسی کے لئے خدا تعالیٰ کی جناب میں سفارش کر سکے۔ دیکھو عیسائی مذہب میں کس قدر بے ہودہ اور دُور از عقل و دیانت باتیں ہیں کہ اوّل ایک شخص عاجز مصیبت رسیدہ کو ناحق بے وجہ خدا بنایا جاتا ہے۔ پھر ناحق بے وجہ یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ وہ لعنتی ہو گیا۔ خدا اس سے بیزار ہو گیا وہ خدا سے بیزار ہو گیا۔ خدا اس کا دشمن ہو گیا وہ خدا کا دشمن ہو گیا۔ خدا اُس سے دُور ہو گیا وہ خدا سے دُور ہو گیا پھر ان سب کے بعد یہ اعتقاد بھی ہے

کہ ایسی لعنتی موت پر ایمان لانے سے تمام گناہوں کے مؤاخذہ سے فراغت ہو جاتی ہے۔ چور ہو۔ خونی ہو۔ ڈاکو ہو۔ بدکار زانی ہو دوسروں کے مال خیانت سے یا غبن سے کھانے والا ہو غرض کچھ ہو اور کوئی گناہ کرنے والا ہو سزا سے بچ رہے گا۔ اب دیکھو یہ کیا مذہب ہے اور کیا تعلیم ہے اور کس قدر ایسے عقیدوں سے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ پھر یہ لوگ باوجود اس کے کہ ایسے قابلِ شرم عقائد اُن کے گلے پڑے ہوئے ہیں اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ اسلام نے وہی خدا پیش کیا ہے جس کو زمین آسمان پیش کرتے ہیں جس میں کوئی بناوٹ اور نیا منصوبہ نہیں اور اسی خالق یکتا کی طرف اسلام رہبری کرتا ہے جس کا کوئی ابتدا نہیں اور کسی عورت کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوا اور نہ اُس پر موت آئی اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے تا اُس کی موت سے اُس کو غم پہنچے۔ اور اسلام نے نجات کے طریق بھی وہ سکھلائے ہیں جو ہمیشہ سے اور جب سے کہ دنیا ہے قانونِ قدرت کی شہادتوں کے ساتھ چلے آئے ہیں۔ کوئی بناوٹ کی بات اُن میں نہیں پھر جہالت اور تعصّب ایسی بَلا ہے کہ یہ قوم **انسان پرست** کہ جو غیر خدا کی پرستش میں غرق ہے خدا پرستوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں بجز اس کے کیا ہے کہ خدا کی کتابوں کے غلط معنے کر کے اپنے اصرار کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ وہی کتابیں ان عقائد کا ردّ کرتی ہیں اور یہودی اب تک تصدیق کرتے ہیں کہ اسرائیلی توحید، قرآنی توحید سے متفق ہے اور اس بارے میں ہم اور یہودی اور بعض فرقۂ عیسائیان بھی، اور خدا کا قانون قدرت بھی ان کے مخالف ہیں۔ یہ تمام پرستشیں یعنی مخلوق کی پوجا انسانی غلط کاریوں سے پیدا ہوئی ہیں۔ کسی نے پتھر کی پوجا کی کسی نے انسان کی۔ کسی نے کشلیا کے بیٹے کو خدا سمجھ لیا اور کسی نے مریم کے بیٹے کو خدا قرار دے دیا۔ یہ لوگ مسلمانوں کو کیوں کر جھوٹ کی طرف بلاتے ہیں مسلمانوں کا خدا تو وہ خدا ہے جو زمین آسمان پر نظر ڈال کر ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہمیشہ تازہ نشانوں سے اپنا وجود ظاہر کرتا ہے۔ ایک سچا مسلمان اس کی آواز اب بھی اُسی طرح سُن سکتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ نے کوہ طُور پر سُنی تھی۔ وہ اُس کے زندہ معجزات براہِ راست دیکھ سکتا ہے۔ پھر وہ مُردوں کا

﴿۹۸﴾

نام کیونکر خدا رکھ سکتا ہے۔ یہ لوگ انسان پرست ہونے کی وجہ سے آسمانی تعلقات سے قطعاً محروم ہیں۔اور خدا تعالیٰ کی آسمانی تائیدیں ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہیں۔صرف بیہودہ قصے بجائے نشانوں کے پیش کیئے جاتے ہیں۔نہ عقل کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ آسمانی نشانوں کے ساتھ۔شرک «۹۹» اور مخلوق پرستی کو زمین پر پھیلا رہے ہیں اور پھر قرآن شریف پر اعتراض کرتے ہیں کہ اُس نے انسانوں کو جسمانی طہارت کی طرف کیوں توجہ دلائی۔یہ نہیں جانتے کہ نبی روحانی باپ ہوتا ہے وہ درجہ بدرجہ ہر ایک ناپاکی سے چھڑانا چاہتا ہے اور ہر ایک خطرہ سے بچانا چاہتا ہے۔سواوّل درجہ کی ناپاکی جو انسان کو وحشیانہ حالت میں ڈالتی ہے جسمانی ناپاکی ہے اور اِسی سے خطرناک امراض اور مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔سوضرور تھا کہ خدا کی کامل کتاب اپنی تعلیم کا ابتدا اسی سے کرتی سو خدا نے ایسا ہی کیا۔اوّل جسمانی ناپاکیوں اور دوسری وحشیانہ حالتوں سے چُھڑا کر وحشیوں کو انسان بنانا چاہا پھر اخلاق فاضلہ اور طہارت باطنی کے احکام سکھلا کر انسانوں کو مہذب انسان بنایا۔اور پھر محبت اور فنا فی اللہ کے باریک دقائق تک پہنچا کر مہذّب انسانوں کو باخدا انسان بنا دیا۔ اور پھر یہ سب کچھ کر کے فرمادیا۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا[۱] یعنی جان لو کہ خدا نے زمین کو مرنے کے بعد پھر زندہ کیا۔سوخدا کا کلام حکمت کے طریقوں سے انسان کو ترقی کے منار تک پہنچاتا ہے۔وہ اس سے شرم نہیں کرتا کہ انسان کو جو انسانیت سے گرا ہوا ہے ظاہری ناپاکیوں سے بھی چھڑائے جیسا کہ وہ باطنی ناپاکیوں سے چھڑاتا ہے اُس نے اپنی پاک کلام میں انسانوں کو دونوں قسم کی پاکیزگی کی طرف ترغیب دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ[۲] یعنی خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اُن کو بھی دوست رکھتا ہے جو جسمانی طہارت کے پابند رہتے ہیں۔سو **توّابین** کے لفظ سے خدا تعالیٰ نے باطنی طہارت اور پاکیزگی کی طرف توجہ دلائی اور **متطهّرین** کے لفظ سے ظاہری طہارت اور پاکیزگی کی ترغیب دی۔اور اس آیت سے یہ مطلب نہیں کہ صرف ایسے شخص کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے کہ جو محض ظاہری پاکیزگی کا

[۱] الحدید:۱۸ [۲] البقرۃ:۲۲۳

پابند ہو بلکہ توّابین کے لفظ کو ساتھ ملا کر بیان فرمایا تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ
خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لئے اکمل اور اتم محبت جس سے قیامت میں نجات ہوگی اسی سے ﴿۱۰۰﴾
وابستہ ہے کہ انسان علاوہ ظاہری پاکیزگی کے خدا تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرے۔ لیکن محض
ظاہری پاکیزگی کی رعایت رکھنے والا دنیا میں اس رعایت کا فائدہ صرف اس قدر اٹھا سکتا ہے کہ
بہت سے جسمانی امراض سے محفوظ رہے۔ اور اگرچہ وہ خدا تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی محبت کا نتیجہ نہیں
دیکھ سکتا مگر چونکہ اُس نے تھوڑا سا کام خدا تعالیٰ کی منشا کے موافق کیا ہے یعنی اپنے گھر اور بدن
اور کپڑوں کو ناپاکیوں سے پاک رکھا ہے اس لئے اس قدر نتیجہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ بعض
جسمانی بلاؤں سے بچا لیا جائے بجز اُس صورت کے کہ وہ کثرت گناہوں کی وجہ سے سزا کے
لائق ٹھہر گیا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے یہ حالت بھی خدا تعالیٰ میسر نہیں کرے گا کہ وہ
ظاہری پاکیزگی کو کماحقّہٗ بجالا کر اس کے نتائج سے فائدہ اُٹھا سکے۔ غرض بموجب وعدہ الٰہی
کے محبت کے لفظ میں سے ایک خفیف اور ادنیٰ سے حصہ کا وارث وہ دشمن بھی اپنی دنیا کی زندگی
میں ہو جاتا ہے جو ظاہری پاکیزگی کے لئے کوشش کرتا ہو۔ جیسا کہ تجربہ کے رُو سے یہ مشاہدہ بھی ہوتا
ہے کہ جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے اور اپنی بدرروؤں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اور اپنے کپڑوں
کو دھوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبُو اور عفونت سے
پرہیز کرتے ہیں وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں پس گویا وہ اس طرح پر
یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ کے وعدہ سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پروا نہیں
رکھتے آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں اُن کو آ پکڑتی ہیں۔

اگر قرآن کو غور سے پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا رحم نے یہی چاہا ہے
کہ انسان باطنی پاکیزگی اختیار کر کے رُوحانی عذاب سے نجات پاوے اور ظاہری پاکیزگی
اختیار کر کے دنیا کے جہنم سے بچا رہے جو طرح طرح کی بیماریوں اور وباؤں کی شکل میں نمودار

ہو جاتا ہے اوراس سلسلہ کو قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ مثلاً یہی آیت اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ [1] صاف بتلا رہی ہے کہ تـوّابین سے مراد وہ لوگ ہیں جو باطنی پاکیزگی کے لئے کوشش کرتے ہیں اور مُتَطَهّرِین سے وہ لوگ مراد ہیں جو ظاہری اور جسمانی پاکیزگی کے لئے جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک دوسری جگہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا [2] یعنی پاک چیزیں کھاؤ اور پاک عمل کرو۔ اس آیت میں حکم جسمانی صلاحیت کے انتظام کے لئے ہے جس کے لئے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ کا ارشاد ہے۔ اور دوسرا حکم روحانی صلاحیت کے انتظام کے لئے ہے جس کے لئے وَاعْمَلُوْا صَالِحًا کا ارشاد ہے اور ان دونوں کے مقابلہ سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ بدکاروں کے لئے عالَمِ آخرت کی سزا ضروری ہے۔ کیونکہ جب کہ ہم دنیا میں جسمانی پاکیزگی کے قواعد کو ترک کر کے فی الفور کسی بلا میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ امر بھی یقینی ہے کہ اگر ہم رُوحانی پاکیزگی کے اصول کو ترک کریں گے تو اسی طرح موت کے بعد بھی کوئی عذاب مؤلم ضرور ہم پر وارد ہوگا۔ جو وباء کی طرح ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوگا☆۔ چنانچہ یہی طاعون اس بات کی گواہ ہے کہ جن جن شہروں اور گھروں میں جسمانی پاکیزگی کی ایسی رعایت نہیں کی گئی جیسی کہ چاہیئے تھی آخر وبا نے اُن کو پکڑ لیا۔ اگر چہ یہ عفونتی اجرام کم وبیش ہر وقت موجود تھے لیکن وہ اندازہ غلیان سمیّت کا پہلے دنوں میں اکٹھا نہیں تھا۔ اور بعد میں اوراسباب کے ذریعہ سے پیدا ہو گیا۔ یہ کس قدر مشکل بات ہے کہ جب کہ ہم جسمانی ناپاکی اور عفونتِ مہلکہ کا کوئی اندازہ قائم نہیں کر سکتے جب تک وہ خود ہم پر وارد نہ ہو جائے پس کیونکر روحانی سمیّت کا ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کب اور کس وقت ہمیں ہلاک کر سکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں لازم ہے کہ لاپروائی اور غفلت سے ﴿۱۰۱﴾

☆نوٹ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفّارہ کچھ چیز نہیں بلکہ جیسا کہ ہم اپنے جسمانی بدطریقوں سے وبا کو اپنے پر لے آتے ہیں اور پھر حفظِ صحت کے قواعد کی پابندی سے اُس سے نجات پاتے ہیں۔ یہی قانونِ قدرت ہمارے رُوحانی عذاب اور نجات سے وابستہ ہے۔ **منه**

[1] البقرة :۲۲۳ [2] المؤمنون :۵۲

زندگی بسر نہ کریں اور دعا میں لگے رہیں۔ خدا سے اُس کا فضل مانگنا اور دُعا میں لگے رہنا اِس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔ یہی ایک راہ ہے جو نہایت ضروری اور واجب طریق ہے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف میں عذاب سے بچنے کے لئے دعا ہی ہمیں سکھلائی گئی ہے اور وہ دعا سورۃ فاتحہ کی دعا ہے جو پنج وقت نماز میں پڑھی جاتی ہے یہ دونوں قسم کے عذابوں سے بچنے کے لئے دعا ہے۔ کیونکہ آخری فقرہ دعا کا یہ ہے کہ ’’یا الٰہی اُن لوگوں کی راہ سے بچا جن میں طاعون پھوٹی تھی۔‘‘ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا اِس لئے ہے کہ تا ہم دنیا کے جہنم اور آخرت کے جہنم دونوں سے بچائے جائیں۔ لہٰذا میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یہ دعا یعنی سورۂ فاتحہ دفع طاعون کے لئے ﴿۱۰۲﴾ اخلاص سے نماز میں پڑھتا رہے تو خدا اُس کو اس بَلا سے اور اِس کے بدنتائج سے بچائے گا۔

اور ہم اس وقت تمام مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اب وہ یقینی طور پر یہ نہ سمجھ لیں کہ طاعون دور ہو گئی اور اس خیال سے پھر غفلت اور گناہ اور معصیت کی طرف جھک نہ جائیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم اپنے پہلے اشتہار میں شائع کر چکے ہیں ابھی ہم خطرات کے حدود سے باہر نہیں آئے جب تک دو جاڑے کے موسم خیر سے نہ گزر جائیں۔ اور اِس ملک کے کسی حصہ میں کوئی واردات کا نمونہ پایا نہ جائے اس وقت تک اندیشہ دامنگیر ہے۔ سو اگرچہ طبابت کی تدبیریں نہایت عمدہ چیزیں ہیں اور جو کچھ ہماری گورنمنٹ نے ہدایتیں پیش کی ہیں وہ قابل شکر و غمخواری ہیں مگر تاہم تمام فلاح اور نجات کا مدار اِنہی تدابیر کو نہ سمجھو **اپنے خدائے رحیم وکریم سے بھی صلح کرو۔** دیکھو کس قدر ملک میں گناہ اور فریب اور جھوٹ اور ظلم اور حق تلفی اور بدکاری پھیل گئی ہے۔ یہ وہی معاصی ہیں جن کی وجہ سے پہلی قومیں بھی ہلاک ہوتی رہی ہیں۔ سو اس غیور خدا سے ڈرو جس کی غیرت ہمیشہ بدکاروں کو نابود کرتی رہی ہے۔ اگر خداوندِ ذوالجلال سے خوف کرو گے اور اپنے دلوں میں اُس کی عظمت بٹھا لو گے تو وہ تمہیں ضائع ہونے سے بچالے گا اور تم اور تمہاری اولاد بچ جائے گی اور خدا کا رحم

تمہارا حامی ہوگا اور ایسے اسباب پیدا کردے گا جن سے یہ زہریلا مادہ دُور ہو جائے۔ اور اگر دُنیا میں مست ہو کر خدا تعالیٰ کی پروا نہیں رکھو گے اور گناہوں سے باز نہیں آؤ گے تو وہ قادر ہے کہ تمہاری تمام تدبیریں بے کار کر دیوے اور ایسی راہ سے تمہیں پکڑے کہ تمہیں معلوم نہ ہو۔ دیکھو یہود میں جب طاعون مصر اور کنعان کی راہ میں پھوٹی تو وہ لوگ اُس وقت جنگل میں تھے اور شہر کی عفونتوں سے بالکل الگ تھے۔ ترنجبین اور بٹیر اُن کی غذا تھی۔ وہ یقین کرتے تھے کہ اب کوئی بلا ہم پر نہیں آئے گی مگر جب انہوں نے نافرمانی شروع کی اور فسق اور فجور میں مبتلا ہوئے تو وہی ترنجبین اور بٹیر طاعون کا موجب ہو گئے۔ یہ کیسا باریک بھید خدا کی حکمتوں کا ہے کہ چونکہ اللہ جلّ شانہٗ جانتا تھا ﴿۱۰۳﴾ کہ یہ قوم عنقریب سرکشی اختیار کرے گی اس لئے اُن کے لئے دن رات کی غذا ترنجبین اور بٹیر مقرر کیا گیا۔ یہ دونوں چیزیں طبّ کے قواعد کی رُو سے بالخاصیّت طاعون پیدا کرتی ہیں اسی وجہ سے طبیب لوگ امراضِ جلدیّہ میں جہاں بثور اور پھوڑوں کی بیماریاں ہوں ترنجبین دینے سے پرہیز کیا کرتے ہیں۔ بدبخت یہود ایک طرف تو ارتکاب جرائم کا کرتے رہے اور دوسری طرف دن رات بٹیر اور ترنجبین کھا کر طاعون کا مادہ اپنے اندر جمع کر لیا۔ جب اُن کے مؤاخذہ کا وقت آیا تو ایک طرف تو جرائم انتہا کو پہنچ چکے تھے جو سزا کو چاہتے تھے اور دوسری طرف طاعونی مادہ بٹیر اور ترنجبین کے استعمال سے اِس قدر اُن کے اندر جمع ہو گیا تھا کہ اب وہ تقاضا کرتا تھا کہ اُن میں طاعون پھوٹے۔ سو اس ایک ہی رات میں جب یہودیوں کے لئے آسمان سے سزا کا حکم نازل ہوا ساتھ اس کے مادۂ طاعون کو بھی جو طیّار بیٹھا تھا یہ حکم آیا کہ ہاں اب نکل اور اس شریر قوم کو ہلاک کر۔ تب وہ اس جنگل میں کتوں کی طرح مرے۔ فَاعتبروا یا اُولِی الْاَبصار

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان لوگوں کا بھی یہی حال ہوگا کہ جو ہر ایک قسم کی زناکاری اور چوری اور خونریزی اور مال حرام کھانے اور نوع انسان کے دکھ دینے میں درندوں کی طرح دلیری سے قدم رکھتے ہیں نہ خدا تعالیٰ کے حدود اور قوانین سے ڈرتے ہیں اور نہ گورنمنٹ کے مقرر کردہ قانونوں سے اُن کو خوف ہے۔ یہی بات تھی جو میرے پہلے اشتہار میں بطور الہام طاعون کے بارے میں

مجھے معلوم ہوئی تھی اور وہ یہ ہے کہ ’’انّ اللّٰہ لایغیّر مَابقَومٍ حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم. اِنّہ اَوَی القَرْیَۃَ ۔یعنی خدا تعالیٰ اُس نیکی یا بدی کو جو کسی قوم کے شاملِ حال ہے دور نہیں کرتا جب تک وہ قوم ان باتوں کو اپنے سے دور نہ کرے جو اُس کے دل میں ہیں۔ اُس خدا نے اس قریہ کو جو اس کے علم میں ہے انتشار سے محفوظ رکھا۔‘‘ افسوس کہ بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ الہام آپ بنالیا ہے۔ ان کے جواب میں کیا کہیں اور کیا لکھیں۔ اے بدقسمت بدگمانو! کیا ممکن ہے کہ کوئی خدا پر جھوٹ باندھے اور پھر اُس کے دستِ قہر سے بچ رہے۔ خدا جھوٹوں کو ہلاک کرے گا اور وہ جو اپنے دل سے باتیں ﴿۱۰۴﴾ بناتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کا الہام ہے وہ ہلاک کئے جائیں گے کیونکہ انہوں نے دلیری کرکے خدا پر بہتان باندھا۔ راستبازوں کے لئے بھی دن مقرر ہیں اور جھوٹے مفتریوں کے لئے بھی وقت مقرر کئے گئے ہیں۔ جب وہ وقت آئیں گے تو خدا تعالیٰ دکھادے گا کہ کس نے شوخی سے باتیں کیں اور کس نے رُوح القدس کی آواز کی پیروی کی۔ خدا کی باتوں کو خدائی نشانوں سے تم شناخت کرو گے سچائی پوشیدہ نہیں رہے گی اور نہ باطل مخفی رہے گا۔ وہ خدا جو ہمیشہ اپنے تئیں ظاہر کرتا رہا ہے وہ اب بھی دکھلائے گا کہ وہ اُن کے ساتھ ہے جو واقعی طور پر اس سے ڈرتے اور نیکی اور پرہیزگاری کی راہوں کو اختیار کرتے ہیں۔

اے لوگو! خدا سے ڈرو۔ اور درحقیقت اس سے صلح کرلو۔ اور سچ مچ صلاحیت کا جامہ پہن لو اور چاہیئے کہ ہر ایک شرارت تم سے دُور ہو جائے۔ خدا میں بے انتہا عجیب قدرتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا طاقتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا رحم اور فضل ہے۔ وہی ہے جو ایک ہولناک سیلاب کو ایک دم میں خشک کرسکتا ہے۔ وہی ہے جو مہلک بلاؤں کو ایک ہی ارادے سے اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر دُور پھینک دیتا ہے۔ مگر اس کی یہ عجیب قدرتیں اُن ہی پر کھلتی ہیں جو اس کے ہی ہو جاتے ہیں۔ اور وہی یہ خوارق دیکھتے ہیں جو اس کے لئے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اُس کے آستانے پر گرتے ہیں اور اُس قطرے کی طرح جس سے موتی بنتا ہے صاف ہو جاتے ہیں۔ اور محبت اور صدق اور صفا کی سوزش سے پگھل کر اس کی طرف بہنے لگتے ہیں۔ تب وہ مصیبتوں میں

اُن کی خبر لیتا ہے اور عجیب طور پر دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے انہیں بچا لیتا ہے اور ذلّت کے مقاموں سے انہیں محفوظ رکھتا ہے۔ وہ اُن کا متولّی اور متعہد ہو جاتا ہے۔ وہ اُن مشکلات میں جبکہ کوئی انسان کام نہیں آ سکتا اُن کی مدد کرتا ہے۔ اور اُس کی فوجیں اس کی حمایت کے لئے آتی ہیں۔ کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا کریم اور قادر خدا ہے۔ پس کیا تم ایسے عزیز کو چھوڑ دو گے؟ کیا اپنے نفسِ ناپاک کے لئے اُس کی حدود کو توڑ دو گے۔ ہمارے لئے اُس کی رضا مندی میں مرنا ناپاک زندگی سے بہتر ہے۔

قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حصنِ حصین ہے۔ ایک متقی انسان بہت سے ایسے فضول اور خطرناک جھگڑوں سے بچ سکتا ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہو کر بسا اوقات ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنی جلد بازیوں اور بدگمانیوں سے قوم میں تفرقہ ڈالتے اور مخالفین کو اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں۔ مثلاً سوچ کر دیکھو کہ اس زمانہ کے معاند مولویوں نے ہماری تکفیر اور تکذیب کے خیال کو بغیر کسی تحقیق اور ثبوت کے کس حد تک پہنچا دیا ہے کہ اب ہم ان کی نظر میں اپنے کفر کے لحاظ سے عیسائیوں اور ہندوؤں سے بھی بدتر ہیں۔ کیا ایک متقی جو واقعی طور پر شکوک کی پیروی سے اپنے دل کو روکتا ہے وہ اِن بلاؤں میں پھنس سکتا ہے؟ اگر ان لوگوں کے دلوں میں ایک ذرّہ بھی تقویٰ ہوتی تو میرے مقابل پر وہ طریق اختیار کرتے جو قدیم سے حق کے طالبوں کا طریق ہے۔ کیونکہ قدیم سے اِس اُصول کو ہر ایک قوم مانتی آئی ہے اور اسلام نے بھی اس کو مانا ہے کہ جو لوگ انبیاء اور رسولوں اور مامور من اللہ کے منصب سے اپنے تئیں دنیا پر ظاہر کرتے ہیں اُن سے اگر علماء وقت کا کسی حدیث یا کتاب اللہ کے معنے بیان کرنے میں اختلاف ہو جائے تو اُن کے ساتھ طریق تصفیہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ ایک فریق اپنے طور کے معنے میں زیادہ قوت اور ترجیح دے کر دوسرے فریق کی تکذیب پر جلد آمادہ ہو جاتا ہے بلکہ باوجود اختلاف تفسیر اور تاویل کے جو مابین واقع ہو

﴿۱۰۵﴾

اور باوجود اس بات کے جو بظاہر کسی قول کے وہ معنے قریب قیاس ہوں جو برخلاف بیان کردہ مامورین ہوں پھر بھی مامورین اور الہام پانے والوں کے مقابل پر سعید لوگ اپنے قرار دادہ معنوں پر ضد اور ہٹ نہیں کرتے بلکہ جب خدا تعالیٰ کی متواتر تائیدات اور طرح طرح کے نشانوں سے ظاہر ہو جائے کہ وہ لوگ مؤید من اللہ ہیں تو اپنے معنے چھوڑ دیتے ہیں اور وہی معنے قبول کرتے ہیں جو انہوں نے ﴿۱۰۶﴾ کئے ہوں گو بظاہر اُس میں کسی قسم کا ضعف بھی معلوم ہو۔ کیونکہ معانی کے بیان کرنے میں بہت توسع ہے اور بسا اوقات ایک شخص جو مجاز کا پہلو اختیار کرتا ہے اور ایک عبارت کے معنے مجازی رنگ میں بتلاتا ہے وہ اس دوسرے کے مقابل پر حق پر ہوتا ہے جو ظاہر معانی کو لیتا ہے اور مجاز کی طرف نہیں جاتا بلکہ ملہمین اور مرسلین کے ساتھ یہ ادب رکھنا لازمی ہے کہ اگر وہ بغیر کسی قرینہ کے بھی صَرف عَنِ الظَّاھِر کریں تو اُن سے قرائن کا مطالبہ نہ کیا جائے جیسا کہ دوسرے علماء سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ہاں اس بات کو دیکھنا ضروری ہوگا کہ وہ درحقیقت مؤید من اللہ اور مقبولِ الٰہی ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مؤید من اللہ ہیں تو پھر اختلاف کے وقت یعنی جب کہ علماء میں اور اُن میں کسی کتاب الٰہی کے معنے بیان کرنے میں اختلاف واقع ہو وہی معنے قبول کئے جائیں گے جو مامورین نے کئے ہیں۔ اِسی اصول پر ہمیشہ عمل درآمد رہا ہے☆۔ مثلاً جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہود میں

☆ اگر کوئی کہے کہ اگر اختلاف کے وقت ملہم کے معنوں کو ماننا ضروری ہے تو ممکن ہے کہ ایسا مدعی الہام اور ماموریت کا جس کا ہنوز منجانب اللہ ہونا ثابت نہیں ہوا۔ ایسے معنے خدا کی کتاب کے کرے جن میں صاف الحاد ہو تو وہ معنے کیونکر مان لئے جائیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بموجب وعدہ قرآن شریف کے سچے ملہم کی یہ نشانی مقرر شدہ ہے کہ اس کی خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید ہوتی ہے اور بجز اس کے دوسرا شخص سچی پیشگوئی دکھلا نہیں سکتا پھر جب ان علامتوں سے وہ سچا ثابت ہوا تو پھر وہ ملحد کیونکر ہوگا؟ خدا کا یہ بھی وعدہ ہے کہ مفتری ہلاک کیا جاتا ہے۔ غرض یہ ایک تصدیق شدہ مسئلہ ہے جس پر ہزاروں راستبازوں نے اپنے خون کے ساتھ مہر لگا دی ہے کہ اگر مدعی الہام اور وحی اور اس کے غیر میں کسی عبارت کے معنوں میں اختلاف واقع ہو تو بعد اس کے کہ اس مدعی کا سچا ہونا خدا کی تائید اور اس کے نشانوں سے ثابت ہوتا ہو متنازع فیہ معنوں میں سے وہی معنے قبول کئے جائیں گے جو اس مدعی کے مُنہ سے نکلے ہیں۔ یہی وہ طریق ہے جس پر راستبازوں نے قدم مارا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص وحی اور الہام کا دعویٰ کرے اس کی بات صرف اسی حالت میں ردّ کرنے کے لائق ہوتی ہے کہ جب وہ صاحبِ آیات نہ ہو۔ **منہ**

ملاکی نبی کی اس پیشگوئی کے متعلق اختلاف واقع ہوا کہ جو ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے متعلق
تھی تو باوجود اس کے کہ وہ معنے جو یہود کرتے تھے وہی آیت کے ظاہر معنے تھے اور حضرت عیسیٰ کا ﴿۱۰۷﴾
یہ کہنا کہ ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے مراد اُس کے کسی مثیل کا آنا ہے۔ یہ ایک تاویل رکیک بلکہ
الحاد کے رنگ میں معلوم ہوتی تھی اور یہودیوں کی نظر میں ہنسی کے لائق تھی۔ اور ایسا صرف
عن الظاہر تھا جس پر کوئی قرینہ قائم نہ تھا مگر پھر بھی نیک بخت انسانوں نے جب دیکھا کہ یہ شخص
مؤید من اللہ ہے اور اس پر وحی کے ذریعہ سے اصل حقیقت کھلی ہے تو انہوں نے ان ہی معنوں کو
قبول کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے تھے اور یہود کے معنوں کو ردّ کیا۔ اگرچہ ظاہر طور پر وہی
صحیح معنے معلوم ہوتے تھے۔ پھر اسی قسم کا جھگڑا یہود کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اور وہ
یہ کہ یہود لوگ مثیلِ موسیٰ کی پیشگوئی کی نسبت جو توریت باب استثنا میں موجود ہے یہ معنے کرتے
تھے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے آئے گا۔ اور کہتے تھے کہ خدا نے داؤد سے قسم کھائی ہے کہ اُسی کے
خاندان سے نبی بھیجتا رہے گا۔ مگر ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ معنے صحیح
نہیں ہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ مثیلِ موسیٰ کا ظاہر ہونا بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے یعنی
بنی اسماعیل سے ضروری تھا۔ سو اگرچہ یہود کے وہ معنے دو ہزار برس سے اُن کے علماء میں متفق علیہ
چلے آئے تھے اور ایک جاہل آدمی کے لئے ایک قوی حجت تھی کہ جو معنے دو ہزار برس تک
ایک گروہِ کثیر علماء میں مسلّم الصحت اور ایک اجماعی عقیدہ کی طرح تھے اُن کے برخلاف کیونکر
ایک نئے معنے مان لئے جائیں مگر پھر بھی جب عقلمندوں نے دیکھا کہ مؤخر الذکر معنے اُس شخص
نے کئے ہیں جو مؤید من اللہ ہے یعنی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ نے۔ اور یہ بھی خیال کیا کہ انسانی
عقل کے اجتہادی معنوں میں غلطی کا احتمال ممکن ہے مگر جن معنوں کی وحی نے تعلیم کی ہے اُن میں
غلطی ممکن نہیں تو جناب نبی علیہ السلام کے معنوں کو قبول کیا۔ اور مخالفوں کے معنے گو وہ اپنے
مذہب کے مولوی اور فاضل کہلاتے تھے ردّی کی طرح پھینک دیئے کیونکہ اُن کو یقین ہو گیا کہ
یہ شخص مؤید من اللہ اور صاحب خوارق ہے اور آسمانی تائیدیں اس کے شاملِ حال ہیں

لہٰذا اُن کو ماننا پڑا کہ یہود اور نصاریٰ کے معنے صحیح نہیں ہیں۔ اِسی جہت سے صد ہا یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے اور جو معنے دو ہزار برس سے متفق علیہ چلے آتے تھے وہ چھوڑ دیئے۔ اب اِن دونوں نظیروں سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جب ایک قوم اور مامور من اللہ میں کسی الٰہی کتاب کے معنے کرنے میں اختلاف پیدا ہو تو وہی معنے قبول کے لائق ہوں گے جو اس مامور من اللہ نے کئے ہیں گو بظاہر وہ ضعیف اور دور از قیاس ہی معلوم ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ انجیل اور توریت کے اکثر مقامات کے وہ معنے نہیں کرتے جو نصاریٰ اور یہود نے کئے ہیں اور ہم بہرحال اُن معنوں کو قبول کریں گے جو قرآن نے کئے ہیں اور جبکہ یہ اصول متحقق ہو گیا تو اب دیکھنا چاہیئے کہ اگر ہمارے مخالف علماء میں دیانت اور انصاف کا مادہ ہوتا تو اِس صورت میں کہ میں **مسیح موعود** ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور اپنے دعوے کی تائید میں بعض احادیث یا قرآنی آیتوں کے وہ معنی کرتا تھا جو میرے مخالف نہیں کرتے۔ خدا ترس لوگوں کو لازم تھا کہ وہ اس اختلاف کے وقت بفرض محال اگر میرے معنی اُن کی نظروں میں کمزور تھے تو وہ مجھ سے اسی طریق معہود سے تصفیہ کرتے جیسا کہ پہلے راستباز آدمی ایسے وقتوں میں تصفیہ کرتے رہے ہیں۔ یعنی صرف یہ تحقیق کرتے کہ آیا یہ شخص مؤید من اللہ ہے یا نہیں۔ لیکن افسوس کہ انہوں نے یہ طریق میرے ساتھ مسلوک نہیں رکھا۔ حالانکہ اگر اُن میں انصاف ہوتا تو ایمانداری کے رُو سے اس طریق کا اختیار کرنا اُن پر لازم تھا۔ اور عجب تر یہ کہ جس پہلو کو عبارات کے معنوں میں ہم نے اختیار کیا ہے وہ نہایت صحیح اور معقولی طور پر بھی قرین قیاس ہے۔ مگر پھر بھی ہمارے مخالفوں نے اِن معنوں سے مُنہ پھیر لیا۔ حالانکہ اُن کا یہ فرض تھا کہ اگر ہمارے معنے اُن کے معنوں کے مقابل ضعیف بھی ہوتے تب بھی تائید الٰہی کے ثبوت کے بعد اُن ہی معنوں کو قبول کر لیتے۔ اب بتلاؤ کہ کیا یہ طریق تقویٰ ہے جو انہوں نے اختیار کیا۔ سوچ کر دیکھو کہ جب ایسے اختلافات نبیوں اور دوسری قوموں میں ہوئے ہیں تو سعید لوگوں نے کس طریق کو اختیار کیا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ انہوں نے بہرحال وہ معنے قبول کئے جو نبیوں کے مُنہ سے نکلے۔ ﴿۱۰۸﴾

اب پھر ہم کلام سابق کی طرف عود کر کے ظاہر کرتے ہیں کہ ہم نے ہمدردیٔ خلائق کے لئے دو مرکّب دوائیں طاعون کے علاج کی طیار کی ہیں۔ ایک وہ دوا ہے جس پر دو ہزار۲۵ پانچسو روپیہ خرچ آیا ہے جس میں سے دو ہزار روپیہ کے یاقوت رمّانی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے عنایت فرمائے ہیں اور چار سو روپیہ شیخ رحمت اللہ صاحب نے دیا ہے اور سو روپیہ اور متفرق دوستوں کی طرف سے ہے۔ ﴿۱۰۹﴾

اس دوا کا نام **تریاقِ الٰہی** رکھا گیا ہے۔ یہ اس وقت کام آسکتی ہے کہ جب خدانخواستہ پھر جاڑے کی موسم میں طاعون پھیلے۔ ابھی ہم بیان نہیں کر سکتے کہ یہ گراں قیمت دوا جس پر اڑھائی ہزار روپیہ خرچ آیا ہے کن لوگوں کو دی جائے گی اور کیا یہ فروخت بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ دوا قلیل ہے اور جماعت بہت ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ عام لوگ اس تریاق الٰہی سے نئی زندگی حاصل کریں مگر گنجائش نہیں ہے۔ مجھے ایک الہام میں یہ فقرات القا ہوئے تھے کہ **یَا مَسِیْحَ الْخَلْقِ عَدْوَانَا**۔ میرے خیال میں ہے کہ عدویٰ سے مراد یہی طاعون ہے۔ اگر میں اُس الہام کے معنے کرنے میں غلطی نہیں کرتا جس میں یہ لکھا ہے کہ **اَنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ** تو کیا تعجب ہے کہ کسی عام زور طاعون کے وقت میں قادیان دارالامن رہے۔ میں ہمیشہ اور پنج وقتہ نماز میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا اس بلا کو دنیا سے اُٹھادے اور اپنے بندوں کی تقصیریں معاف کرے مگر پھر بھی مجھے اِن الہامات کے لحاظ سے جو ظاہر کر چکا ہوں اس حالت میں کہ لوگ توبہ نہ کریں سخت اندیشہ ہے کہ یہ آگ جاڑے کے موسم میں یا اس کے ابتدا میں ہی یا برسات کے موسم میں ہی بھڑک نہ اُٹھے۔

یاد رہے کہ کفر اور ایمان کا فیصلہ تو مرنے کے بعد ہوگا اس کے لئے دنیا میں کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا اور جو پہلی اُمتیں ہلاک کی گئیں وہ کفر کے لئے نہیں بلکہ اپنی شوخیوں اور شرارتوں اور ظلموں کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ فرعون بھی اپنے کفر کے باعث سے ہلاک نہیں ہوا بلکہ اپنے ظلم اور زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوا۔ محض کفر کے سبب سے اِس دنیا میں کسی پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کافر ہو مگر غریب مزاج اور آہستہ رَو ہو اور ظالم نہ ہو تو اس کے کفر کا حساب قیامت کے دن ہوگا۔ اس دنیا میں ہر ایک عذاب ظلم اور بدکاری اور شوخیوں اور شرارتوں

کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایسا ہی ہمیشہ ہوگا۔ اگر خدا تعالیٰ کی نظر میں لوگ شوخ طبع اور متکبّر اور ظالم اور بے خوف اور مردم آزار ہوں گے خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ ہندو خواہ عیسائی عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔ کاش لوگ اس بات کو سمجھیں اور غریب مزاج اور بے شر انسان بن جائیں۔ خدا تعالیٰ کسی کو عذاب دے کر کیا کرے گا اگر وہ اُس سے ڈرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ کے تمام نبی رحمت کے لئے آئے ﴿۱۱۰﴾
اور جس نے رحمت کو قبول نہ کیا اُس نے عذاب مانگا۔ ہر پاک نبی جو دنیا میں آیا وہ رحمت کا پیغام لے کر آیا اور عذاب خدا سے نہیں بلکہ لوگوں نے اپنی کرتوتوں سے آپ پیدا کیا۔ ہاں وہ سچوں کے لئے ایک علامت بھی ٹھہر گئے کہ اُن کے آنے کے ساتھ ایک عذاب بھی آتا رہا۔☆

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ میں نے طاعون کے علاج کے لئے ایک مرہم بھی طیار کی ہے یہ ایک پُرانا نسخہ ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت سے چلا آتا ہے اور اِس کا نام مرہم عیسیٰ ہے اگرچہ امتداد زمانہ کے سبب سے بعض دواؤں میں تبدیلی ہوگئی ہے یعنی طبّ کی بہت سی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طبیب نے کوئی دوا اس نسخہ میں داخل کی ہے اور دوسرے نے بجائے اس کے کوئی اور داخل کر دی ہے۔ لیکن یہ تغیّر صرف ایک دو دواؤں میں ہوا ہے اِس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک دوا ہر ایک ملک میں پائی نہیں جاتی یا کم پائی جاتی ہے یا بعض موسموں میں پائی نہیں جاتی۔ سو جس جگہ یہ اتفاق ہوا کہ ایک دَوا مِل نہیں سکی تو کسی طبیب نے اُس کا بدل کوئی اور دوا ڈال دی اور درحقیقت قرابادینوں کے تمام مرکبات میں جو بعض جگہ اختلاف نسخوں کا پایا جاتا ہے اس کا یہی سبب ہے مگر ہم نے بڑی کوشش سے اصل نسخہ طیار کیا ہے۔ اس مرکب کا نام مرہم عیسیٰ ہے اور مرہم حواریین بھی اسے کہتے ہیں اور مرہم الرسل بھی اس کا نام ہے کیونکہ عیسائی لوگ حواریوں کو مسیح کے رسول یعنی ایلچی کہتے تھے کیونکہ اُن کو جس جگہ جانے کے لئے حکم دیا جاتا تھا وہ ایلچی کی طرح جاتے تھے۔ یہ نہایت عجیب بات ہے کہ جیسا کہ یہ نسخہ طبّ کے تمام نسخوں سے قدیم اور پُرانا ثابت ہوا ہے ایسا ہی

☆ اِسی وجہ سے حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت میں ملک میں طاعون بھی پُھوٹے گی۔ منه

یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ دنیا کی اکثر قوموں کے طبیبوں نے اس نسخہ کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ چنانچہ جس طرح عیسائی طبیب اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھتے آئے ہیں ایسا ہی رومی طبابت کی قدیم کتابوں میں بھی یہ نسخہ پایا جاتا ہے۔ اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ یہودی طبیبوں نے بھی اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور وہ بھی اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے بنایا گیا تھا اور نصرانی طبیبوں کی کتابوں اور مجوسیوں اور مسلمان طبیبوں اور دوسرے تمام طبیبوں نے جو مختلف قوموں میں گذرے ہیں اس بات کو بالاتفاق تسلیم کرلیا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنایا گیا تھا۔ چنانچہ ان مختلف فرقوں کی کتابوں میں سے ہزار کتاب ایسی پائی گئی ہے جن میں یہ نسخہ مع وجہ تسمیّہ درج ہے اور وہ کتابیں اب تک موجود ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر وہ کتابیں ہمارے کتب خانہ میں ہیں اور شیخ الرئیس بوعلی سینا نے بھی اس نسخہ کو اپنے قانون میں لکھا ہے۔ چنانچہ میرے کتب خانہ میں شیخ بوعلی سینا کے قانون کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو پانسو برس ۵۰۰ کا لکھا ہوا ہے اس میں بھی یہ نسخہ مع وجہ تسمیہ موجود ہے۔ ان تمام کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرہم عیسیٰ اس وقت تیار کی گئی تھی کہ جب نالائق یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے صلیب پر چڑھا دیا تھا اور اُن کے پَیروں اور ہاتھوں میں لوہے کے کیل ٹھونک دیئے تھے لیکن خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ ان کو صلیبی موت سے بچاوے۔ اس لئے خدائے عزّ و جلّ نے اپنے فضل وکرم سے ایسے اسباب جمع کر دیئے جن کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بچ گئی۔ منجملہ ان کے ایک یہ سبب تھا کہ آنجناب جمعہ کو قریب عصر کے صلیب پر چڑھائے گئے اور صلیب پر چڑھانے سے پہلے اُسی رات پیلاطوس کی بیوی نے جو اس ملک کا بادشاہ تھا ایک ہولناک خواب دیکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر یہ شخص جو یسوع کہلاتا ہے قتل کیا گیا تو تم پر تباہی آئے گی۔ اُس نے یہ خواب اپنے خاوند یعنی پیلاطوس کو بتلایا اور چونکہ دنیا دار لوگ اکثر وہمی اور بُزدل ہوتے ہیں۔ اس لئے پیلاطوس خاوند اُس کا اس خواب کو سُن کر بہت ہی

﴿۱۱۱﴾

گھبرایا اور اندر ہی اندر اس فکر میں لگ گیا کہ کسی طرح یسوع کو قتل سے بچالیا جائے۔ سو اِس دلی منصوبہ کے انجام کے لئے پہلا داؤ جو اُس نے یہودیوں کے ساتھ کھیلا وہ یہی تھا کہ یہ تدبیر کی کہ یسوع کو جمعہ کے روز عصر کے وقت صلیب دی جائے۔ اور اُسے معلوم تھا کہ یہودی صرف اسے صلیب دینا چاہتے ہیں کسی اور طریق سے قتل کرنا نہیں چاہتے کیونکہ یہودیوں کے مذہب کے رُو سے جس شخص کو صلیب کے ذریعہ قتل کیا جائے خدا کی لعنت اُس پر پڑ جاتی ہے اور پھر خدا کی طرف اُس کا رفع نہیں ہوتا۔ اور بعد اس کے یہ امر ممکن ہی نہیں ہوتا کہ خدا اس سے محبت کرے اور یا وہ خدا کی نظر میں ایمانداروں اور راستبازوں میں شمار کیا جائے۔ لہٰذا یہودیوں کی یہ خواہش تھی کہ یسوع کو صلیب دے کر پھر توریت کے رُو سے اس بات کا اعلان دے دیں کہ اگر یہ سچا نبی ہوتا تو ہرگز مصلوب نہ ہوسکتا اور اس طرح پر مسیح کی جماعت کو متفرق کر دیں یا جو لوگ اندر ہی اندر کچھ نیک ظن رکھتے تھے اُن کی طبیعتوں کو خراب کر دیں۔ اور خدانخواستہ اگر واقعہ صلیب وقوع میں آجاتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ ایک ایسا داغ ہوتا کہ کسی طرح اُن کی نبوت درست نہ ٹھہر سکتی اور نہ وہ راستباز ٹھہر سکتے اس لئے خدا تعالیٰ کی حمایت نے وہ تمام اسباب جمع کر دیئے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے سے بچ گئے۔ ان اسباب میں سے پہلا سبب یہی تھا کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب آیا اور اُس سے ڈر کر پیلاطوس نے یہ تدبیر سوچی کہ یسوع جمعہ کے دن عصر کے وقت صلیب دیا جائے۔ اس تدبیر میں پیلاطوس نے یہ سوچا تھا کہ غالباً اس قلیل مدت کی وجہ سے جو صرف جمعہ کے ایک دو گھنٹے ہیں یسوع کی جان بچ جائے گی کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ جمعہ ختم ہونے کے بعد مسیح صلیب پر رہ سکتا۔ وجہ یہ کہ یہودیوں کی شریعت کے رُو سے یہ حرام تھا کہ کوئی شخص سبت میں یا سبت سے پہلی رات میں صلیب پر رہے اور صلیب دینے کا یہ طریق تھا کہ صرف مجرم کو صلیب کے ساتھ جوڑ کر اُس کے پَیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور تین دن تک وہ اسی حالت میں دھوپ میں ﴿۱۱۲﴾

پڑا رہتا تھا۔ اور آخر کئی اسباب جمع ہو کر یعنی درد اور دھوپ اور تین دن کا فاقہ اور پیاس، مجرم مرجاتا تھا مگر جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے جو شخص جمعہ میں صلیب پر کھینچا جاتا تھا وہ اُسی دن اُتار لیا جاتا تھا کیونکہ سبت کے دن صلیب پر رکھنا سخت گناہ اور موجب تاوان اور سزا تھا۔ سو یہ داؤ پیلاطوس کا چل گیا کہ یسوع جمعہ کی آخری گھڑی میں صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل نے چند اور اسباب بھی ایسے پیدا کر دیئے جو پیلاطوس کے اختیار میں نہ تھے اور وہ یہ کہ عصر کے تنگ وقت میں تو یہودیوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا اور ساتھ ہی ایک سخت آندھی آئی جس نے دن کو رات کے مشابہ کر دیا۔ اب یہودی ڈرے کہ شاید شام ہوگئی کیونکہ یہودیوں کو سبت کے دن یا سبت کی رات کسی کو صلیب پر رکھنے کی سخت ممانعت تھی اور یہودیوں کے مذہب کے رُو سے دن سے پہلے جو رات آتی ہے وہ آنے والے دن میں ﴿۱۱۳﴾ شمار کی جاتی ہے۔ اِس لئے جمعہ کے بعد جو رات تھی وہ سبت کی رات تھی۔ لہٰذا یہودی آندھی کے پھیلنے کے وقت میں اس بات سے بہت گھبرائے کہ ایسا نہ ہو کہ سبت کی رات میں یہ شخص صلیب پر ہو۔ اس لئے جلدی سے انہوں نے اتار لیا اور دو چور جو ساتھ صلیب دیئے گئے تھے اُن کی ہڈیاں توڑی گئیں لیکن مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑیں کیونکہ پیلاطوس کے سپاہیوں نے جن کو پوشیدہ طور پر سمجھایا گیا تھا کہہ دیا کہ اب نبض نہیں ہے اور ’’یسوع مَر چکا ہے۔‘‘ مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ راستباز کا قتل کرنا کچھ سہل امر نہیں اس لئے اس وقت نہ صرف پیلاطوس کے سپاہی یسوع کے بچانے کے لئے تدبیریں کر رہے تھے بلکہ یہود بھی حواس باختہ تھے اور آثارِ قہر دیکھ کر یہودیوں کے دل بھی کانپ گئے تھے اور اُس وقت وہ پہلے زمانہ کے آسمانی عذاب جو اُن پر آتے رہے اُن کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ اس لئے کسی یہودی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ کہے کہ ہم تو ضرور ہڈیاں توڑیں گے اور ہم باز نہیں آئیں گے کیونکہ اُس وقت ربّ السّماوات والارض نہایت غضب میں تھا اور جلالِ الٰہی یہودیوں کے دلوں پر ایک رُعب ناک کام کر رہا تھا۔

لہٰذا انہوں نے جن کے باپ دادے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے غضب کا تجربہ کرتے آئے تھے جب سخت اور سیاہ آندھی اور عذاب کے آثار دیکھے اور آسمان پر سے خوفناک آثار نظر آئے تو وہ سراسیمہ ہو کر گھروں کی طرف بھاگے۔

اِس بات پر یقین کرنے کے لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے **پہلی دلیل** یہ ہے کہ وہ انجیل میں یونس نبی سے اپنی مشابہت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یونس کی طرح میں بھی قبر میں تین دن رہوں گا جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں رہا تھا۔ اب یہ مشابہت جو نبی کے منہ سے نکلی ہے قابل غور ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں رکھے گئے تھے تو پھر مُردہ اور زندہ کی کس طرح مشابہت ہو سکتی ہے؟ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا رہا تھا؟ سو یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ ہرگز مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ وہ مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوئے۔ پھر **دوسری دلیل** یہ ہے کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب میں دکھلایا گیا کہ اگر یہ شخص مارا گیا تو اس میں تمہاری تباہی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر حقیقت میں عیسےٰ علیہ السلام صلیب دیئے جاتے یعنی صلیبی موت سے مر جاتے تو ضرور تھا کہ جو فرشتہ نے پیلاطوس کی بیوی کو کہا تھا وہ وعید پورا ہوتا۔ حالانکہ تاریخ سے ظاہر ہے کہ پیلاطوس پر کوئی تباہی نہیں آئی۔ **تیسری دلیل** یہ ہے کہ حضرت مسیح نے خود اپنے بچنے کے لئے تمام رات دعا مانگی تھی اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ ایسا مقبول درگاہِ الٰہی تمام رات رو رو کر دعا مانگے اور وہ دعا قبول نہ ہو۔ **چوتھی دلیل** یہ ہے کہ صلیب پر پھر مسیح نے اپنے بچنے کے لئے یہ دُعا کی۔ ’’ایلی ایلی لماسبقتانی‘‘ اے میرے خدا! اے میرے خدا! ’’تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔‘‘ اب کیونکر ممکن ہے کہ جب کہ اس حد تک اُن کی گدازش اور سوزش پہنچ گئی تھی پھر خدا اُن پر رحم نہ کرتا۔ **پانچویں دلیل** یہ ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر صرف گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ رکھے گئے اور شاید اس سے بھی کم اور پھر اتارے گئے اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ اس تھوڑے عرصہ اور تھوڑی تکلیف میں اُن کی جان نکل گئی ہو اور یہود کو ﴿۱۱۴﴾

بھی پختہ ظن سے اس بات کا دھڑ کا تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ بھی قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا[1] یعنی یہود قتل مسیح کے بارے میں ظن میں رہے اور یقینی طور پر انہوں نے نہیں سمجھا کہ درحقیقت ہم نے قتل کر دیا۔ **چھٹی دلیل** یہ ہے کہ جب یسوع کے پہلو میں ایک خفیف سا چھید دیا گیا تو اُس میں سے خون نکلا اور خون بہتا ہوا نظر آیا اور ممکن نہیں کہ مُردہ میں خون بہتا ہوا نظر آئے۔ **ساتویں دلیل** یہ ہے کہ یسوع کی ہڈیاں توڑی نہ گئیں جو مصلوبوں کے مارنے کے لئے ایک ضروری فعل تھا۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ تین دن صلیب پر رکھ کر پھر بھی بعض آدمی زندہ رہ جاتے تھے پھر کیونکر ایسا شخص جو صرف چند منٹ صلیب پر رہا اور ہڈیاں نہ توڑی گئیں وہ مر گیا؟ **آٹھویں دلیل** یہ ہے کہ انجیل سے ثابت ہے کہ یسوع صلیب سے نجات پا کر پھر اپنے حواریوں کو ملا اور اُن کو اپنے زخم دکھلائے اور ممکن نہیں کہ یہ زخم اُس حالت میں موجود رہ سکتے کہ جب کہ یسوع مرنے کے بعد ﴿۱۱۵﴾
ایک تازہ اور نیا جلالی جسم پاتا۔ **نویں دلیل** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر یہی نسخہ مرہم عیسیٰ ہے۔ کیونکہ ہرگز خیال نہیں ہوسکتا کہ مسلمان طبیبوں اور عیسائی ڈاکٹروں اور رُومی مجوسی اور یہودی طبیبوں نے باہم سازش کرکے یہ بے بنیاد قصّہ بنا لیا ہو۔ بلکہ یہ نسخہ طبابت کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا اب تک موجود ہے۔ ایک ادنیٰ استعداد کا آدمی بھی قرابا دین قادری میں اس نسخہ کو امراض الجلد میں لکھا ہوا پائے گا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مذہبی رنگ کی تحریروں میں کئی قسم کی کمی زیادتی ممکن ہے کیونکہ تعصّبات کی اکثر آمیزش ہو جاتی ہے لیکن جو کتابیں علمی رنگ میں لکھی گئیں ان میں نہایت تحقیق اور تدقیق سے کام لیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ نسخہ مرہم عیسیٰ اصل حقیقت کے دریافت کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کا ذریعہ ہے اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ خیالات کہ گویا حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے تھے کیسے اور کس پایہ کے ہیں۔ اور خود ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے جسم کو آسمان پر اُٹھانے کے لئے کوئی بھی ضرورت نہیں تھی۔ خدا تعالیٰ حکیم ہے عبث کام کبھی نہیں کرتا۔ جبکہ اُس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غار ثور میں

[1] النساء : ۱۵۸

صرف دو تین میل کے فاصلے پر مکہ سے چھپا دیا اور سب ڈھونڈنے والے ناکام اور نامراد واپس کئے تو کیا وہ حضرت مسیح کو کسی پہاڑ کی غار میں چھپا نہیں سکتا تھا اور بجز دوسرے آسمان پر پہنچانے کے یہودیوں کی ہمّت اور تلاش پر اس کو دل میں کھڑکا تھا؟

ماسوا اس کے کسی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن شریف یا حدیث میں کہیں اور کسی مقام میں حضرت عیسیٰ کی نسبت صَعُوْد کا لفظ بھی لکھا ہے۔☆ ہاں رفع کا لفظ ہے جو توفّی کے لفظ کے بعد آیا ہے اور ہمیں قرآن اور حدیث کے بہت سے مقامات سے معلوم ہوا ہے کہ توفّی کے بعد مومنوں کا رفع ہوتا ہے۔ یعنی مومن کی رُوح جسم کی مفارقت کے بعد رُوحانی طور پر خدا تعالیٰ کی طرف بُلائی جاتی ہے جیسا کہ آیت اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ [1] سے ظاہر ہے۔ اور اگرچہ تمام انبیاء اور رسول اور صدّیق اور اولیاء اور تمام مومنین مرنے کے بعد رُوحانی طور پر خدا تعالیٰ کی طرف ہی اُٹھائے جاتے اور رفع کے مرتبہ سے عزت دیئے جاتے ہیں مگر قرآن شریف میں حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے رفع کا خصوصیت کے ساتھ ﴿۱۱۶﴾ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہودی لوگ آپ کے رفع روحانی سے سخت منکر تھے اور اب تک منکر ہیں۔ اور اُن کی حجت یہ ہے کہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیئے گئے ہیں اور توریت میں لکھا ہے کہ جو شخص صلیب دیا جائے اُس کا رفع روحانی نہیں ہوتا۔ یعنی اس کی روح خدا تعالیٰ کی طرف جو مقام راحت ہے اٹھائی نہیں جاتی بلکہ ملعون ٹھہرا کر نیچے کی طرف پھینکی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ یہودیوں کے اِس اعتراض کو دور کرے اور حضرت مسیح کے رفع روحانی پر گواہی دے۔ سو اِسی گواہی کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے

☆ حدیث صحیح میں حضرت عیسیٰ کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس مقرر کر دی گئی ہے۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اس عالم کو چھوڑ کر عالمِ اموات میں گئے اور اب تک ان لوگوں میں رہتے ہیں جو فوت ہو چکے ہیں۔ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ سوتے ہیں اور نہ کوئی اور خاصہ اس دنیا کی زندگی کا اُن میں موجود ہے۔ یحییٰ نبی جو فوت ہو کر دوسرے عالم میں گیا ہے وہ بھی ان کے ساتھ ہی ہے۔ **منه**

[1] الفجر:۲۹

فرمایا یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا [1] ☆ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور وفات کے بعد تجھے اپنی طرف اُٹھاؤں گا اور تجھے اُن الزاموں سے پاک کروں گا جو تیرے پر اُن لوگوں نے لگائے جنہوں نے تیری راستبازی کو قبول نہ کیا۔ اب ظاہر ہے کہ اس جگہ رفع جسمانی کی کوئی بحث نہ تھی۔ اور یہودیوں کے عقیدہ میں یہ ہرگز داخل نہیں کہ جس کا رفع جسمانی نہ ہو وہ نبی یا مومن نہیں ہوتا۔ پس اس بےہودہ قصّے کے چھیڑنے کی کیا حاجت تھی۔ خدا تعالیٰ کا کلام لغو سے پاک ہے۔ وہ تو اُن مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے جن کا فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ یہود نالائق نعوذ باللہ حضرت مسیح کو کافر اور کاذب اور مفتری ٹھہراتے تھے اور کہتے تھے کہ موسیٰ اور تمام راستبازوں کی طرح اُن کو رُوحانی رفع نصیب نہیں ہوا اور کسی حد تک نصاریٰ بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملانے لگے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ دونوں فریق جھوٹے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام بےشک مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے ہیں جیسا کہ اور راستباز اٹھائے گئے۔ یہ بعینہٖ ایسا ہی فیصلہ ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ عیسیٰ اور اُس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں۔ جاہل مولویوں نے اِس کے یہ معنے

☆ مخالفین کی حالت پر رونا آتا ہے وہ نہیں سوچتے کہ اگر اس آیت اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ سے ایک پاک موت کا بیان کرنا غرض نہیں تھا اور بجائے ملعون ہونے کے روحانی رفع کا بیان کرنا مقصود نہیں تھا تو اس قصّے کو بیان کرنے کی کونسی ضرورت تھی۔ اور جسمانی رفع کے لئے کونسی دینی ضرورت پیش آئی تھی۔ افسوس صاف اور سیدھی بات کو ناحق بگاڑتے ہیں۔ بات تو صرف اتنی تھی کہ یہودی حضرت عیسیٰ کو ملعون ٹھہرا کر اُن کے رفع روحانی سے منکر ہو گئے تھے۔ اب رَافِعُکَ اِلَیَّ سے اس بات کا ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت عیسیٰ ملعون نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف اُن کا رفع ہو گیا۔ اور توفّی کے لفظ سے جس کے معنے صحیح بخاری میں مارنا کیا گیا حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہو گئی۔ علاوہ اس کے خَلَتْ کا لفظ جہاں جہاں قرآن شریف میں انسانوں کے لئے استعمال ہوا ہے موت کے معنوں پر استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا آیت قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ [2] سے بھی حضرت عیسےٰ کی موت ہی ثابت ہوئی۔ اِس قدر دلائل موت اور پھر انکار۔ ہائے افسوس یہ کیا ہیں اطوار۔ **منہ**

[1] اٰل عمران: ۵۶ [2] اٰل عمران: ۱۴۵

کر لئے کہ بجز حضرت عیسیٰ اور اُن کی ماں کے اَور کوئی نبی ہو یا رسول ہو مسِّ شیطان سے پاک نہیں یعنی معصوم نہیں اور آیت اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ[1] کو بھول گئے اور نیز آیت سَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ[2] کو پس پُشت ڈال دیا۔ اور بات صرف اتنی تھی کہ اس حدیث میں بھی یہودیوں کا ذبّ اور دفع اعتراض منظور تھا۔ چونکہ وہ لوگ طرح طرح کے ناگفتنی بہتان حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ پر لگاتے تھے اس لئے خدا کے پاک رسول نے گواہی دی کہ یہودیوں میں سے مسِّ شیطان سے کوئی پاک نہ تھا اگر پاک تھے تو صرف حضرت عیسیٰ اور اُن کی والدہ تھی۔ نعوذ باللہ اس حدیث کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ایک حضرت عیسیٰ اور اُن کی والدہ ہی معصوم ہیں اور اُن کے سوا کوئی نبی ہو یا رسول ہو مسِّ شیطان سے معصوم نہیں ہے۔ ﴿۱۱۷﴾

ہمارے بعض نادان علماء کی جیسی یہ غلطی ہے ویسی ہی یہ غلطی بھی ہے کہ وہ رفع سے مراد جسمانی رفع سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ جسمانی رفع کے بارے میں کوئی بحث نہ تھی اور نہ یہ مسئلہ مُہتمّ بالشان ہوسکتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے کسی مذہب کے نزدیک جسمانی رفع شرطِ نجات نہیں ہے مگر رُوحانی رفع شرطِ نجات ہے اور یہودیوں کی یہ کوشش تھی کہ جو امر توریت کے رُو سے شرط نجات ہے وہ حضرت عیسیٰ کی ذات سے مسلوب ثابت کر دیا جائے یعنی یہ ثابت کیا جائے کہ وہ امر اُن میں نہیں پایا جاتا۔ اِسی غرض سے انہوں نے اپنی دانست میں صلیب دی تھی۔ اور صلیب کا نتیجہ جو توریت میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ جو شخص مصلوب ہو وہ مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جاتا بلکہ یہ ہے کہ راستبازوں کی طرح اُس کی رُوح خدا کی طرف اُٹھائی نہیں جاتی۔ یہودی اب تک زندہ موجود ہیں اگر کسی کو تحقیقِ حق منظور ہوتی تو اُن سے پوچھتا کہ تم نے صلیب دینے سے کیا نتیجہ نکالا؟ کیا یہ کہ حضرت عیسیٰ بوجہ صلیب جسمانی طور پر آسمان پر جانے سے روکے گئے اور یا یہ کہ وہ صلیب پانے سے روحانی رفع الی اللہ سے ناکام رہے؟ کیا اس بات کا تصفیہ کچھ مشکل تھا؟ مگر اِس پُر آشوب زمانے میں لاکھوں میں سے کوئی ایسا انسان ہوگا جس کے دل کو یہ بے قراری ہوگی کہ وہ حق کی تلاش کرے۔ خدا تعالیٰ کا یہ ہم بندوں پر احسان ہے کہ وہ سچائی کو

[1] بنی اسرائیل : ٦٦ [2] مریم : ١٦

ہر ایک پہلو سے ظاہر کر دیتا ہے اور بعض دلائل کو بعض کے گواہ بنا دیتا ہے۔ اور نہیں چھوڑتا جب تک کہ خبیث کو طیّب سے اور طیّب کو خبیث سے الگ کر کے نہ دکھلاوے۔ سو اسی کی حمایت سے یہ ایک کرشمۂ قدرت ہے کہ مرہم عیسیٰ کا نسخہ تمام کتابوں میں نکل آیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ ﴿۱۱۸﴾
دنیا کے قریباً تمام طبیب مرہم عیسیٰ کا نسخہ اپنی کتابوں میں لکھتے آئے ہیں اور یہ بھی تحریر کرتے آئے ہیں کہ یہ مرہم جو چوٹوں اور زخموں کے لئے نہایت درجہ فائدہ مند ہے یہ حضرت عیسیٰ کے لئے بنائی گئی تھی۔ طبیبوں کی یہ تحقیقات ایک ایسے درجہ کی تحقیقات ہے جس سے تمام اسرارِ الٰہی منکشف ہو جاتے ہیں اور اصل حقیقت کھلتی ہے اور صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے سوانح میں اصل بات صرف اس قدر تھی کہ وہ موافق وعدہ خدا تعالیٰ کے صلیبی قتل سے نجات دیئے گئے اور پھر اس مرہم کے ساتھ چالیس دن تک اُن کے زخموں کا علاج ہوتا رہا جیسا کہ انجیلوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مقام میں جہاں صلیب پر چڑھائے گئے تھے واقعہ صلیب کے بعد چالیس دن تک پوشیدہ طور پر رہے۔ پھر جیسا کہ اُن کو حکم تھا ان ملکوں کی طرف تشریف لے گئے جہاں جہاں یہودی اپنے وطن سے متفرق ہو کر آباد تھے۔ چنانچہ اِسی نیّت سے وہ کشمیر میں پہنچے اور کشمیر میں ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی اور شہر سری نگر محلّہ خانیار میں اُن کا مزار ہے اور اس جگہ شہزادہ یُوز آسف نبی کر کے مشہور ہیں۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ انیس سو ۱۹۰۰ برس اس نبی کے فوت ہونے پر گذر گئے ہیں۔☆

☆ حال میں جو تبّت سے ایک انجیل کسی غار سے برآمد ہوئی ہے جس کو ایک روسی فاضل نے کمال جدّ و جہد سے چھپوا کر شائع کر دیا ہے جس کے شائع کرنے سے پادری صاحبان بہت ناراض پائے جاتے ہیں۔ یہ واقعہ بھی کشمیر کی قبر کے واقعہ پر ایک گواہ ہے۔ یہ انجیل پادریوں کی انجیلوں سے مضامین میں بہت مختلف اور موجودہ عقیدہ کے بہت برخلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں اس کو شائع ہونے سے روکا گیا ہے مگر ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ترجمہ کر کے اس کو شائع کر دیں۔ **منه**

غرض یہ مرہم عیسیٰ حضرت عیسیٰ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اور اس میں اب تک وہ تاثیر زخموں اور چوٹوں کے اچھا کرنے کی باقی ہے۔ اور یہ مرہم طاعون کو بہت فائدہ کرتی ہے اور طریق استعمال یہ ہے کہ ان مقامات پر اس کی مالش کی جائے جہاں اکثر طاعون کا دانہ نکلتا ہے۔ جیسا کہ کانوں کے آگے اور گردن کے نیچے اور بغلوں کے اندر اور کُنج ران۔ اور ماسوا اس کے جدوار کی سرکہ کے ساتھ گولیاں بنا کر چھ رتّی کے قریب ہر روز وہ گولیاں چھاچھ کے ساتھ کھایا کریں۔ اور سپرٹ کیمفر اور کلورا فارم اور وائنم اپیکاک باہم ملا کر جو بیس بیس قطرہ سے زیادہ نہ ہو۔ سات تولہ اس میں پانی ڈال دیں اور یاقوت رمّانی کی اس دوا کے ساتھ جس کا نام ہم نے تریاق الٰہی رکھا ہے تین وقت صبح دوپہر شام استعمال کریں۔ اور اگر تریاق الٰہی مل نہ سکے تو صرف ان عرقیات کو طریق مذکورہ بالا کے ساتھ پی لینا اور جدوار کی گولیاں بھی کھاتے رہنا انشاء اللہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اور بچّے جن کی عمر دس بارہ سال تک ہے اُن کے لئے تین تین قطرے کافی ہے۔ ﴿۱۱۹﴾

ہم ذیل میں ناظرین کی عام واقفیت کے لئے اپنا پہلا اشتہار جو ۶ رفروری ۱۸۹۸ء کو طاعون کے بارے میں شائع کیا گیا تھا دوبارہ درج کرتے ہیں تا معلوم ہو کہ کیونکر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے پیش از وقت بعض اسرار ربوبیت ہم پر ظاہر فرمائے ہیں اور تا کسی آئندہ وقت میں یہ اشتہار موجبِ تقویّتِ ایمان اور حق کے طالبوں کے لئے یقینِ کامل کا موجب ٹھہرے۔ اور وہ یہ ہے:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَآؤُکُمۡ[1]

طاعون

اس مرض نے جس قدر بمبئی اور دوسرے شہروں اور دیہات پر حملے کئے اور کر رہی ہے ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ دو سال کے عرصے میں ہزاروں بچے اس مرض سے یتیم ہو گئے اور ہزارہا گھر ویران ہو گئے۔ دوست اپنے دوستوں سے اور عزیز اپنے عزیزوں سے ہمیشہ کے لئے جُدا کئے گئے اور ابھی انتہا نہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے کمال ہمدردی سے تدبیریں کیں اور اپنی رعایا پر نظر شفقت کر کے لکھوکھا روپیہ کا خرچ اپنے ذمہ ڈال لیا اور قواعد طبّیہ کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا ہدایتیں شائع کیں۔ مگر اس مرض مہلک سے اب تک بکلی امن حاصل نہیں ہوا بلکہ بمبئی میں ترقی پر ہے اور کچھ شک نہیں کہ ملک پنجاب بھی خطرہ میں ہے۔ ہر ایک کو چاہیے کہ اس وقت اپنی اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو۔ کیونکہ وہ شخص انسان نہیں جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ اور یہ امر بھی نہایت ضروری ہے کہ گورنمنٹ کی تدبیروں اور ہدایتوں کو بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ غور سے معلوم ہوگا کہ اس بارے میں گورنمنٹ کی تمام ہدایتیں نہایت احسن تدبیر پر مبنی ہیں گو ممکن ہے کہ آئندہ اس سے بھی بہتر تدابیر پیدا ہوں۔ مگر ابھی نہ ہمارے ہاتھ میں نہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ڈاکٹری اصول کے لحاظ سے کوئی ایسی تدبیر ہے کہ جو شائع کردہ تدابیر سے عمدہ اور بہتر ہو۔ بعض اخبار والوں نے گورنمنٹ کی تدابیر پر بہت کچھ جرح کیا مگر سوال تو یہ ہے کہ اِن تدابیر سے بہتر کونسی تدبیر پیش کی۔ بیشک

[1] الفرقان: ۷۸

اِس ملک کے شرفاء اور پردہ داروں پر یہ امر بہت کچھ گراں ہوگا کہ جس گھر میں بلاء طاعون نازل ہوتو گو ایسا مریض کوئی پردہ دار جوان عورت ہی ہو تب بھی فی الفور وہ گھر والوں سے الگ کر کے ایک علیحدہ ہوادار مکان میں رکھا جائے جو اس شہر یا گاؤں کے بیماروں کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہو۔ اور اگر کوئی بچہ بھی ہو تو اُس سے بھی یہی معاملہ کیا جائے اور باقی گھر والے بھی کسی ہوادار میدان میں چھپّروں میں رکھے جائیں۔ لیکن گورنمنٹ نے یہ ہدایت بھی تو شائع ﴿۱۲۰﴾ کی ہے کہ اگر اس بیمار کے تعہد کے لئے ایک دو قریبی اس کے اُسی مکان میں رہنا چاہیں تو وہ رہ سکتے ہیں۔ پس اِس سے زیادہ گورنمنٹ اور کیا تدبیر کر سکتی تھی کہ چند آدمیوں کو ساتھ رہنے کی اجازت بھی دے دے اور اگر یہ شکایت ہو کہ کیوں اُس گھر سے نکالا جاتا ہے اور باہر جنگل میں رکھا جاتا ہے تو یہ ایک احمقانہ شکوہ ہے۔ میں یقیناً اس بات کو سمجھتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ ایسے خطرناک امراض میں مداخلت بھی نہ کرے تو خود ہر ایک انسان کا اپنا وہم وہی کام اس سے کرائے گا جس کام کو گورنمنٹ نے اپنے ذمّہ لیا ہے۔ مثلاً ایک گھر میں جب طاعون سے مرنا شروع ہو تو دو تین موتوں کے بعد گھر والوں کو ضرور فکر پڑے گا کہ اس منحوس گھر سے جلد نکلنا چاہیئے۔ اور پھر فرض کرو کہ وہ اُس گھر سے نکل کر محلّہ کے کسی اور گھر میں آباد ہوں گے اور پھر اس میں بھی یہی آفت دیکھیں گے تب ناچار اُن کو اُس شہر سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ مگر یہ تو شرعًا بھی منع ہے کہ وباء کے شہر کا آدمی کسی دوسرے شہر میں جا کر آباد ہو۔

یا بہ تبدیل الفاظ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا قانون بھی کسی دوسرے شہر میں جانے سے روکتا ہے۔ تو اس صورت میں بجز اس تدبیر کے جو گورنمنٹ نے پیش کی ہے کہ اُسی شہر کے کسی میدان میں وہ لوگ رکھے جائیں اور کونسی نئی اور عمدہ تدبیر ہے جو ہم نعوذ باللہ اس خوفناک وقت میں اپنی آزادگی کی حالت میں اختیار کر سکتے ہیں۔ پس نہایت افسوس ہے کہ نیکی کے عوض بدی کی جاتی ہے اور ناحق گورنمنٹ کی ہدایتوں کو بدگمانی سے دیکھا جاتا ہے۔

ہاں یہ ہم کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں ڈاکٹروں اور دوسرے افسروں کو جو اِن خدمات پر مقرر ہوں نہایت درجہ کے اخلاق سے کام لینا چاہیے اور ایسی حکمتِ عملی ہو کہ پردہ داری وغیرہ امور کے بارے میں کوئی شکایت بھی نہ ہو اور ہدایتوں پر عمل بھی ہو جائے۔ اور مناسب ہوگا کہ بجائے اس کے کہ حکومت اور رُعب سے کام لیا جائے ہدایتوں کے فوائد دلوں میں جمائے جائیں تا بدگمانیاں پیدا نہ ہوں اور مناسب ہے کہ بعض خوش اخلاق ڈاکٹر واعظوں کی طرح مرض پھیلنے سے پہلے دیہات اور شہروں کا دورہ کر کے گورنمنٹ کے مشفقانہ منشاء کو دلوں میں جما دیں تا اس نازک امر میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

واضح رہے کہ اِس مرض کی اصل حقیقت ابھی تک کامل طور پر معلوم نہیں ہوئی اس لئے اس کی تدابیر اور معالجات میں بھی اب تک کوئی کامیابی معلوم نہیں ہوئی۔ مجھے ایک روحانی طریق سے معلوم ہوا ہے کہ اِس مرض اور مرض خارش کا مادہ ایک ہی ہے۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ غالباً یہ بات صحیح ہوگی کیونکہ مرض جَرب یعنی خارش میں ایسی دوائیں مفید پڑتی ہیں جن میں کچھ پارہ کا جزو ہو یا گندھک کی آمیزش ہو۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی دوائیں اس مرض کے لئے بھی مفید ہوسکیں۔ اور جبکہ دونوں مرضوں کا مادہ ایک ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ خارش کے پیدا ہونے سے اِس مرض میں کمی پیدا ہو جائے۔ یہ رُوحانی قواعد کا ایک راز ہے جس سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اگر تجربہ کرنے والے اِس امر کی طرف توجہ کریں اور ٹیکا لگانے والوں کی طرح بطور حفظِ ماتقدم ایسے ملک کے لوگوں میں جو خطرۂ طاعون میں ہوں خارش کی مرض پھیلاویں تو میرے گمان میں ہے کہ وہ مادہ اس راہ سے تحلیل پا جائے اور طاعون سے امن رہے۔ مگر حکومت اور ڈاکٹروں کی توجہ بھی خدا تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے۔ مَیں نے محض ہمدردی کی راہ سے اس امر کو لکھ دیا ہے کیونکہ ﴿۱۲۱﴾
میرے دل میں یہ خیال ایسے زور کے ساتھ پیدا ہوا جس کو میں روک نہیں سکا۔

اور ایک ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے۔ اور

میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ رُوحانیت سے بے بہرہ ہیں اُس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے۔ مگر میرا فرض ہے کہ میں اس کو نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج جو چھ ۶ فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ’’یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔‘‘ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اُس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے۔ **انّ اللہ لایغیّر مابقومٍ حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم. انّہ اوی القریۃ**☆۔ یعنی جب تک دلوں کی وباء معصیت دُور نہ ہو تب تک ظاہری وبا بھی دُور نہیں ہوگی اور درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے۔ اکثر دلوں سے اللہ جلّ شانہٗ کا خوف اُٹھ گیا ہے اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے جو انسانی تدبیروں سے دُور ہو سکتی ہے۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں۔ اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں ان میں سے جو غریب اور مفلس ہیں اکثر اُن میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں۔ جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کے خسیس اور مکروہ حرکات اُن سے سرزد ہوتے ہیں اور وحشیوں کی طرح

☆ یہ فقرہ کہ انّہ اوی القریۃ۔ اب تک اس کے معنے میرے پر نہیں کھلے اور رؤیا عام وباء پر دلالت کرتی ہے مگر بطور تقدیر معلّق۔ منہ

زندگی بسر کرتے ہیں۔ نماز کا تو ذکر کیا کئی کئی دنوں تک مُنہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے۔ اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمیندار اور ٹھیکہ دار اور دولت مند ہیں وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زناکاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپرواہ پائے جاتے ہیں۔

اب چونکہ اس الہام سے جو ابھی میں نے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلّق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترکِ معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دور ہوسکتی ہے لہٰذا تمام بندگانِ خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کے احکام بجالاویں۔ نماز کے پابند ہوں۔ ہر فسق و فجور سے پرہیز کریں۔ توبہ کریں اور نیک بختی اور خدا ترسی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ غریبوں اور ہمسایوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ اور خیرات دیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور نماز میں اس بلا سے محفوظ رہنے کے لئے رو رو کر دعا کریں۔ پچھلی رات اُٹھیں اور نماز میں دعائیں کریں۔ غرض ہر ایک قسم کے نیک کام بجالائیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں اور اُس خدا سے ڈریں کہ جو اپنے غضب سے ایک دَم میں ہی دنیا کو ہلاک کرسکتا ہے۔ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدیر ایسی ہے کہ جو دُعا اور صدقات اور خیرات اور اعمالِ صالحہ اور توبہ نصوح سے ٹل سکتی ہے۔ اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں۔ یہ بھی مناسب ہے کہ جو کچھ اس بارے میں گورنمنٹ کی طرف سے ہدایتیں شائع ہوئی ہیں خواہ نخواہ اُن کو بدظنّی سے نہ دیکھیں بلکہ گورنمنٹ کو اس کاروبار میں مدد دیں اور اس کے شکر گذار ہوں کیونکہ ﴿۱۲۲﴾

سچ یہی ہے کہ یہ تمام ہدایتیں محض رعایا کے فائدے کے لئے تجویز ہوئی ہیں اور ایک قسم کی مدد بھی ہے کہ نیک چلنی اور نیک بختی اختیار کر کے اس بلا کے دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے دُعائیں کریں تا یہ بلا رُک جائے یا اس حد تک نہ پہنچے کہ اس ملک کو فنا کر دیوے۔ یاد رکھو کہ سخت خطرہ کے دن ہیں اور بلا دروازے پر ہے۔ نیکی اختیار کرو۔ اور نیک کام بجالاؤ۔ خدا تعالیٰ بہت حلیم ہے۔ لیکن اس کا غضب بھی کھا جانے والی آگ ہے اور نیک کو خدا تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ۔[1]

بترسید از خدائے بے نیاز و سخت قہارے نہ پندارم کہ بد بیند خدا ترسے نکو کارے
مرا باور نمی آید کہ رُسوا گردد آں مردے کہ می ترسد ازاں یارے کہ غفّارست و ستّارے
گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے ز دنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے
خور تاباں سیہ گشت است از بدکاریٔ مردم زمیں طاعوں ہمی آرد پئے تخویف و انذارے
بہ تشویش قیامت ماند ایں تشویش گر بینی علاجے نیست بہرِ دفع آں جُز حُسن کردارے
نشاید تافتن سرزاں جنابِ عزّت و غیرت کہ گر خواہد کشد در یکدمے چوں کرم بیکارے

مَن از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کن بارے
خرد از بہر ایں روز ست اے دانا و ہشیارے

تاریخ طبع اشتہار ھٰذا ۶ر فروری ۱۸۹۸ء

[1] النسآء: ۱۴۸

﴿۱۲۳﴾

قابلِ توجہ گورنمنٹ

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

یہ بات ظاہر ہے کہ جب ایک شخص دشمنی میں انتہا تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو اچھی بات بھی بُری معلوم ہوتی ہے اور اپنے دشمن کے ہنر کو عیب کے رنگ میں دیکھتا ہے اور اس کی انصاف پسندی کو ظلم سے بدتر جانتا ہے اِسی طرح ہمارے بعض مخالفوں کا حال ہے کہ وہ ہماری دشمنی کے جوش میں جب دیکھتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت کے لئے لوگوں کو رغبت دلاتے ہیں تو وہ خواہ نخواہ مخالفت کر کے گورنمنٹ عالیہ کے حقوق کو بھی جو شرعًا و انصافًا واجب الرعایت ہیں بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ حال میں ایک لاہوری شخص نے جس کی عادت گندے اور ناپاک اشتہار جاری کرنا اور محض جھوٹ کی راہ سے ہم پر افترا کرنا ہے جو اپنے تئیں جعفر زٹلی کے نام سے مشہور کرتا ہے اپنے اشتہار مرقوم یکم جون ۱۸۹۸ء میں علاوہ اور بدزبانی اور بدگوئی اور بہتان کے جس کے جواب دینے کی حاجت نہیں ایک یہ الزام بھی لگایا ہے کہ گویا ہم نے محض دروغگوئی کے طور پر گورنمنٹ انگریزی کی تعریف میں وہ خوشامد کے الفاظ استعمال کئے ہیں جن کے وہ لائق نہیں ہے اور اُس کی موجودگی کو خداتعالیٰ کی ایک بڑی بھاری نعمت مانا ہے اور رومی سلطنت کی توہین کی ہے۔

اِس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ ہم نے گورنمنٹ برطانیہ کی کوئی خوشامد نہیں کی صرف وہ الفاظ استعمال کئے ہیں جن کا استعمال کرنا حق اور واجب تھا۔ ہمارا یہ مذہب نہیں کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ۔ کیونکہ یہ منافقوں کا طریق اور بے ایمانوں کا کام ہے بلکہ واقعی طور پر قدیم سے ہمارا یہ اصول اور عقیدہ ہے کہ اس گورنمنٹ کا وجود فی الحقیقت

ہمارے لئے سراسر رحمتِ الٰہی ہے کیونکہ بہت سے دینی اور دنیوی مشکلات سے اِسی گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم نے نجات پائی اس گورنمنٹ کے آنے سے ہماری مصیبتیں راحتوں کے ساتھ بدل گئیں اور ہمارے دُکھ آرام کے ساتھ متبدل ہوگئے اور ہماری اسیری کی حالت آزادی کی طرف منتقل ہوگئی۔ ہم اس گورنمنٹ مُحسنہ کے زمانہ میں امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے اور ہمیں دینی ترقی کی نسبت بھی اس گورنمنٹ سے وہ فوائد حاصل ہوئے کہ ہم اپنے فرائض آزادی سے ادا کرنے لگے اور جو دینی کتابیں ہمارے باپ دادوں کی نظر سے پوشیدہ رہتی تھیں وہ ہم نے دیکھیں۔ ہمیں اِس گورنمنٹ کے وقت میں کوئی روکتا نہیں کہ ہم پادریوں کا جواب دیں۔ مگر سکّھوں کے وقت میں قطع نظر اس سے کہ سکھ مذہب پر حملہ کرنے کے لئے ہمیں اجازت ہوتی ہم اپنے دین کے شعار ظاہر کرنے سے بھی روکے گئے تھے۔ نماز جو سب سے پہلا مسلمان کے لئے حکم ہے اُس میں بھی ہمیں یہ مصیبتیں پیش آتی تھیں کہ ہمارے اس ملک کے مسلمانوں کی مجال نہ تھی کہ اپنی مساجد میں پوری آزادی سے بانگ نماز دیں حالانکہ بانگ دینے میں سکھوں کا کچھ بھی حرج نہ تھا مضمون بانگ تو یہی تھا کہ خدا واحد لاشریک ہے اُس کی عبادت کی طرف دوڑو تا نجات حاصل کرو۔ مگر سکھوں پر اس قدر اسلامی اعلان بھی گراں تھا۔ اور اب ہم انگریزی عہد میں یہاں تک دینی امور میں آزادی دیئے گئے ہیں کہ جس طرح پادری صاحبان اپنے مذہب کے لئے دعوت کرتے اور رسائل شائع کرتے ہیں یہی حق ہمیں حاصل ہے کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ جیسا کہ اب ہم عیسائی مذہب کا کمال آزادگی سے ردّ لکھتے اور شائع کرتے ہیں ایسا اختیار کبھی سکھوں کے وقت میں بھی ہمیں ہوا تھا کہ ہم اُن کے مذہب پر کچھ لکھ سکتے؟ بلکہ اپنے فرائض ادا کرنے بھی محال ہوگئے تھے۔ ﴿۱۲۴﴾

اب انصافاً کہو کہ سلطنت انگریزی ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی بزرگ نعمت ہے یا نہیں جس کے آنے سے ہم اپنی دعوت پر ایسے قادر ہوگئے کہ سلطان روم کے ملک میں بھی ایسے قادر نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[۱] یعنی ہر ایک نعمت جو

۱ الضحٰی: ۱۲

خدا سے تجھے پہنچے اُس کا ذکر لوگوں کے پاس کر۔ سو ہمیں اس گورنمنٹ کا شکر کرنا واجب ہے کیونکہ ہم اس گورنمنٹ سے پہلے ایک لوہے کے تنور میں تھے۔ اگر یہ گورنمنٹ ہمارے ملک میں قدم نہ رکھتی تو شاید اب تک تمام مسلمان سکھوں کی طرح ہو جاتے۔ جو شخص ان تمام اُمور پر غور کرے گا کہ ﴿۱۲۵﴾ سکھوں کے عہد میں اسلام اور اسلامی شعار کے کہاں تک حالات پہنچ گئے تھے اور کس طرح دن بدن جہالت کا کیڑا کھاتا جاتا تھا وہ بے شک گواہی دے گا کہ انگریزوں کا اس ملک میں آنا مسلمانوں کے لئے درحقیقت ایک نہایت بزرگ نعمتِ الٰہی ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک نعمت ہے تو پھر جو شخص خدا تعالیٰ کی نعمت کو بے عزتی کی نظر سے دیکھے وہ بلاشبہ بدذات اور بدکردار ہوگا۔ کیا حدیث صحیح میں نہیں ہے کہ جو شخص انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کرتا؟ افسوس کہ اس اشتہار کے لکھنے والے نے نہایت جلے ہوئے دل سے بیان کیا ہے کہ کیوں انگریزوں کی سلطنت کی تعریف کی گئی اور کیوں رومی سلطنت کی شکر گذاری نہیں کی گئی۔ اس کا یہی جواب ہے کہ اگرچہ رومی سلطنت بباعث اسلامی سلطنت ہونے کے تعظیم کے لائق ہے لیکن جس قدر اس سلطنت انگریزی کے ہم پر احسان ہیں رومی سلطنت کے ہرگز نہیں ہیں۔ یہ نیکی اسی سلطنت کے ہاتھ سے ہماری نسبت مقدر تھی کہ ہمیں اُس نے ایسی حالت میں پاکر کہ ہمارے مذہب کی آزادی بالکل چھن گئی تھی اور جو واجب الادا شعارِ اسلام تھے اُن سے ہم روکے گئے تھے اور قریب قریب وحشیوں کے ہماری حالت پہنچ گئی تھی اور علم اُٹھ گیا تھا اور جہالت بڑھ گئی تھی۔ ایسے وقت میں خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو دُور سے لایا اور اس کا آنا ہمارے لئے ایسا ہوا کہ ہم یکدفعہ تاریکی سے روشنی میں آ گئے اور قید سے آزادی میں داخل ہوئے اور نبوت کے زمانہ کی طرح اس ملک میں دعوتِ اسلام ہونے لگی اور ہمارے خدا نے بھی جس کی نظر کے سامنے ہر ایک سلطنت ہے اپنے قدیم وعدے کے پورا کرنے کے لئے اسی سلطنت کو موزوں دیکھا اور درحقیقت اس گورنمنٹ سے اِس قدر ہمیں فوائد پہنچے جن کو ہم گن نہیں سکتے

تو پھر بڑی بدذاتی ہوگی کہ ہم دل میں یہ چُھپا ہوا عقیدہ رکھیں کہ گورنمنٹ کے ہم دشمن ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ[۱] یعنی نیکی کرنے کی پاداش نیکی ہے۔ اگر ہم صرف مسلمان نیکی کرنے والے سے نیکی کریں اور غیر مذہب والوں سے نیکی نہ کریں تو ہم خدا تعالیٰ کی تعلیم کو چھوڑتے ہیں کیونکہ اُس نے نیکی کی پاداش میں کسی مذہب کی قید نہیں لگائی بلکہ صاف فرمایا ہے کہ اُس شریر پر خدا راضی نہیں کہ جو نیکی کرنے والوں سے بدی کرتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ میں نے سلطانِ روم کی ذاتیات پر کوئی حملہ نہیں کیا اور نہ میں سلطان کے اندرونی حالات سے کچھ واقف ہوں۔ ہاں میں صرف اتنا کہتا ہوں اور کہوں گا کہ دعوتِ دین کے متعلق جس قدر ہم آزادی سے انگریزی سلطنت میں کام کر سکتے ہیں وہ مکّہ اور مدینہ میں بیٹھ کر بھی نہیں کر سکتے نہ وہاں کر سکتے ہیں جہاں سلطان کا پایہ تخت ہے۔ اور ماسوا اِس کے سلطان کی نسبت میں نے کچھ ذکر نہیں کیا میں نے تو صرف اُس سفیرِ روم کے بارے میں لکھا تھا جو قادیاں میں میرے پاس آیا تھا۔ اُس کے حالات کی تصریح سے مجھے خود شرم آتی ہے کہ وہ قسطنطنیہ دارالاسلام کا نمونہ تھا۔ افسوس میں نے اس کو نماز کا پابند بھی نہ پایا اور وہ مجھے ایسا بدنمونہ دکھا گیا جس سے مجھے اس کے دوسرے امثال کی نسبت بھی شُبہ پیدا ہوا۔ غرض سلطان کا اسلامی ممالک کا بادشاہ ہونا یہ امر دیگر ہے اور انگریزوں کے احسان کا شکر ہم پر واجب ہونا یہ اور بات ہے۔ خدا نے انگریزوں کے ہاتھ سے بہت سے غموں سے ہمیں نجات دی اور ہمیں انگریزوں کی سلطنت میں دعوتِ اسلام کا موقعہ دیا۔ سو یہ احسان جو انگریزوں کی ذات سے ہم پر ہوا اس کا سلطان ہرگز مستحق نہیں ہے۔ احسان فراموش خدا کے نزدیک گناہ گار ہوتا ہے۔ سلطان روم اُس وقت کہاں تھا جبکہ ہم سکھوں کے عہد میں ذرہ ذرہ سی بات میں کچلے جاتے تھے اور بلند آواز سے بانگ نماز دینا سخت جرم سمجھا جاتا تھا اور ایسے شخص کو کم سے کم ڈکیتی یا ارتکابِ سرقہ کی سزا ملتی تھی جو اپنی بدقسمتی سے بلند آواز سے اذان دیتا تھا۔ اور

۱۲۶

[۱] الرّحمٰن : ۶۱

اگر اتفاقاً کسی مسلمان سے کوئی زخم گائے کو پہنچ جاتا تھا تو اُس کی وہی سزا تھی جو ایک مجرم قتل عمد کی سزا ہوتی تھی۔ مسلمانوں میں اس قدر جہالت پھیل گئی تھی کہ بہتوں کو صحیح طور پر کلمہ بھی یاد نہ تھا اور دینی کتب کی واقفیت کا یہ حال تھا کہ میں نے سُنا ہے کہ ان دنوں میں ایک بزرگ تھے جو نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا الٰہی مجھ پر یہ فضل کر کہ ایک مرتبہ میں صحیح بخاری دیکھ لوں اور پھر عین دعا کے وقت دل پر کچھ نومیدی غالب ہو کر چیخیں مار کر روتے تھے غالباً یہ خیال آتا تھا کہ ﴿۱۲۷﴾
میری قسمت ایسی کہاں کہ مَیں اپنی عمر میں اس متبرک کتاب کو دیکھ سکوں۔ اب عہدِ سلطنتِ انگریزی میں وہی کتاب ہے جو تھوڑی سی قیمت پر ہر ایک کتب فروش سے مل سکتی ہے بلکہ حدیث اور تفسیر کی نایاب کتابیں جن کے ہم لوگوں نے کبھی نام بھی نہیں سُنے تھے انگریزوں کے احسن انتظام سے مصر اور قسطنطنیہ اور بلادِ شام اور دور دراز ملکوں اور بعض یورپ کے کتب خانوں اور مطبعوں سے ہمارے ملک میں چلی آتی ہیں۔ اور پنجاب جو مُردہ بلکہ مُردار کی طرح ہو گیا تھا اب علم سے سمندر کی طرح بھرتا جاتا ہے اور یقین ہے کہ وہ جلد تر ہر ایک بات میں ہندوستان سے سبقت لے جائے گا۔ پھر اب انصافاً کہو کہ کس سلطنت کے آنے سے یہ باتیں ہم لوگوں کو نصیب ہوئیں اور کس مبارک گورنمنٹ کے قدم سے ہم وحشیانہ حالت سے باہر ہوئے؟ کیا یہ خوشامد کی باتیں ہیں یا بیانِ واقعہ ہے؟ انصاف اور کلمۃ الحق کو چھوڑنا ایمان نہیں ہے بلکہ بے ایمانی ہے۔ لہٰذا اصل بات یہی ہے کہ ہمیں ان تمام احسانات کو یاد کر کے سچے دل سے اس سلطنت سے اخلاص رکھنا چاہیئے اور منافقانہ خیالات کو دل سے اُٹھا دینا چاہیئے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اطاعت اور صدق اور وفاداری کے ساتھ اس احسان کا بدلہ اتاریں جو انگریزوں نے ہم پر اور ہمارے بزرگوں پر کیا ہے۔ ورنہ خوب یاد رکھو کہ ہم خدا تعالیٰ کے گنہگار ٹھہریں گے۔ میں بعض احمق اور متعصب ملّاؤں کے خیالات سے ناواقف نہیں ہوں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ کِس قدر اُن کے دل غبار آلودہ ہیں۔ اِنہی بیجا تعصّبوں کی وجہ سے

نادان زٹلی نے جو اپنے تئیں ایک مُلّا سمجھتا ہے یہ اشتہار یکم جون ۱۸۹۸ء کو نکالا ہے اور گورنمنٹ انگریزی کی شکر گذاری کی وجہ سے میرے پر اعتراض کیا ہے۔ ایسے ہی اس کے بھائی اور بھی ہیں۔ مگر میں ایسے عقیدے سے ہرگز اتفاق نہیں رکھتا جس کو وہ دل میں رکھتے ہیں اور مجھے سچائی کے بیان کرنے میں اس بات کا کچھ خوف نہیں کہ یہ لوگ مجھے کافر کہیں یا دجّال نام رکھیں میرا حساب خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

اور اسی اشتہار میں یہ شخص میرے پر یہ بھی اعتراض کرتا ہے کہ باوجودیکہ انگریزوں کی اِس قدر خوشامد کی گئی ہے پھر بھی اُن کے مذہب پر حملہ کیا ہے مگر یہ کوتاہ اندیش نہیں جانتا کہ میں نے دونوں موقعوں پر پاک کانشنس سے کام لیا ہے نہ وہ خوشامد ہے اور نہ یہ بیجا حملہ ہے۔ میرا کام اصلاح ہے کسی شرارت کو پیدا کرنا میرا کام نہیں ہے اور نہ بیجا خوشامد کرنا میرا طریق ہے۔ پس جیسا کہ میں نے ایک پہلو میں اس بات میں لوگوں کی اصلاح دیکھی کہ وہ سلطنت انگریزی کے ماتحت وفاداری اور اطاعت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور دل کو تمام بغاوت کے خیالات سے پاک رکھیں اور واقعی طور پر سرکار انگریزی کے مخلص اور خیر خواہ بنے رہیں اِسی طرح میں نے دوسرے پہلو سے انسانوں کی خیر خواہی اسی میں دیکھی کہ وہ اُس کامل خدا پر ایمان لاویں جس کی عظمت اور قدرت اور لازوال صفات زمین و آسمان پر غور کرنے سے نظر آرہی ہے۔ انسانوں کو خدا بنانا غلطی ہے ہمیں چاہیئے کہ غلطی کی پیروی نہ کریں اور مخلوق کو خدا بنانے سے پرہیز کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے مقدس، بڑے راستباز، بڑے برگزیدہ تھے مگر اُن کو خدا کہنا اس سچے خدا کی توہین ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے سچ یہی ہے کہ وہ انسان تھے خدا نہیں تھے اور انسانی کمالات سے بڑھ کر اُن میں کچھ نہ تھا۔ خدا اب بھی ہمیں وہ کمالات دے سکتا ہے جو انہیں دیئے تھے اور دیتا ہے جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے۔ پس خدا وہی ہے جو ہمارا مددگار رہے جیسا کہ پہلوں کا تھا۔ اُسی کی طرف قرآن رہبری کرتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو خدا نے میرے پر ﴿۱۲۸﴾

ظاہر کی ہے۔ پس میں بداندیشی کی راہ سے نہیں بلکہ سراسر ہمدردی اور پُوری نیک نیتی سے سچے خدا کی طرف لوگوں کو بُلاتا ہوں اور اس تفرقہ کو دُور کرنا چاہتا ہوں جو غلط فہمی سے پادریوں نے مسلمانوں کے ساتھ ڈال رکھا ہے۔

اور چونکہ اس وقت گورنمنٹ عالیہ انگریزی کا ذکر ہے اِس لئے مَیں قرینِ مصلحت سمجھ کر وہ چٹھی جو جلسۂ طاعون کی خوشنودی میں جناب نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر بالقابہ سے پہنچی ہے مع چند سطر اخبار سول ملٹری گزٹ ناظرین کی اطلاع کے لئے ذیل میں لکھتا ہوں۔ اِس غرض سے کہ جس بات میں ہماری گورنمنٹ عالیہ کی رضا مندی ثابت ہوئی ہے چاہیئے کہ ہر ایک شخص اس کی پیروی کرے۔ میں نے قادیان میں طاعون کے بارے میں اس مراد سے جلسہ کیا تھا کہ تا لوگوں کو اس بات کی طرف رغبت دوں کہ وہ گورنمنٹ کی شائع کردہ ہدایات کو بدل و جان منظور کریں اور میں نے اپنی تمام جماعت کو یہی تعلیم دی تھی اس کے بارے میں یہ چٹھی ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس چٹھی کو پڑھ کر دوسرے معزز مسلمان بھی یہی کارروائی کریں گے۔ اور وہ یہ ہے:

No. 213. S. ﴿۱۲۹﴾

From

H. J. Maynard Esquire

Junior Secretary to the Government of the Punjab.

To,

Sheik Rahmatullah Merchant,

Bombay House Lahore

Date Simla, the 11th of June 1898.

Sir

I am directed by His Honour the Lieutenant Governor

to say that he has read with much pleasure the account of the proceedings of a meeting held at Kadian on the 2nd of May 1898. and the address delivered by Mirza Ghulam Ahmad Rais of Kadian, in connection with the measures taken by Government for the suppression of bubonic plague.

2. His Honour desires me to convey his acknowledgement of the supports rendered to the Government by the members Composing the meeting.

I Have the Honour to be

Sir

Your most obedient servant

( )

For Junior Secretary to the Government Punjab.

ترجمہ:۔

﴿۱۳۰﴾

چٹھی نمبر۲۱۳۔ایس

منجانب: ایچ جے۔ے نارڈ صاحب بہادر جونیئر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

بطرف: شیخ رحمت اللہ سوداگر بمبئی ہاؤس لاہور

شملہ مؤرخہ ۱۱؍جون ۱۸۹۸ء

جناب

حسب الارشاد جناب نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر میں اطلاع دیتا ہوں کہ

جناب ممدوح نے اس جلسہ کے تمام روئداد کو جو ۲؍مئی ۱۸۹۸ء کو قادیان میں متعلقہ اُن قواعد کے جو گورنمنٹ نے انسداد بیماری طاعون کے لئے جاری کئے منعقد ہوا اور نیز اس تقریر کو جو مرزا غلام احمد رئیس قادیان نے اُس وقت کی بڑی خوشی کے ساتھ پڑھا۔

حضور ممدوح کا منشا ہے کہ میں اس مدد کے شکریہ کا اظہار کروں جو کہ اس جلسہ کے ممبروں نے گورنمنٹ کو دی۔ (دستخط)

نقل نوٹ از سول ملٹری گزٹ مورخہ ۱۰؍جون ۱۸۹۸ء

At an influential meeting of the Muhammadans held recently at Qadian under the auspices of Sheikh Rahmatullah Khan of Lahore, prayers were offered for the cessation of the plague and an address was delivered by Hakim Noor - ud - Din in support of the Government measures of segregation etc, for the suppression of the disease. An acknowledgement of this loyal support has been communicated to the promoters of the meeting. The gist of the address was to the effect that Government was actuated solely by dictates of humanity in its measures for the suppresstion of the disease, that those measures are necessary, that stories that Government desires to poison the people are both lies and foolish and should not be believed for a moment by any body with pretensions of being sensible, and that for females to put aside the ﴾۱۳۱﴿

Purdah in so far as to come out of the house into the open for segregation purposes with the face properly veiled is no violation of the principles of (Islam) Muhammadanism in times of imminent danger such as a visitation by the hand of God.

ترجمہ

مسلمانوں کی ایک بڑی باوقار جماعت کے جلسہ میں جو زیرنگرانی شیخ رحمت اللہ خان لاہوری بمقام قادیان منعقد ہوا بیماری طاعون کے رُک جانے کے لئے دُعائیں مانگی گئیں اور حکیم نورالدین نے قواعد سگریگیشن وغیرہ کی تائید میں جو گورنمنٹ نے بیماری کے انسداد کے لئے نافذ کئے ایک تقریر کی☆۔ اس وفادارانہ مدد کے شکریہ کی اطلاع جلسہ منعقد کرنے والوں کو دی گئی ہے۔ اس تقریر کا لب لباب یہ تھا کہ گورنمنٹ نے محض انسانی ہمدردی سے مجبور ہو کر

☆ اس جگہ سہو کاتب سے مولوی حکیم نورالدین صاحب کا نام لکھا گیا ہے اور بجائے اس کے جیسا کہ واقعی امر ہے اس عاجز کا نام یعنی مرزا غلام احمد لکھنا چاہیے تھا۔ منه

بیماری کے روکنے کے لئے یہ قواعد جاری کئے ہیں اور یہ قواعد بہت ضروری ہیں اور فرضی قصّے کہ گورنمنٹ لوگوں کو زہر دینا چاہتی ہے بالکل جھوٹے اور احمقانہ ہیں اور اس شخص کو جو کہ اپنے اندر عقل رکھتا ہے ایک لحظہ بھر کے لئے بھی انہیں تسلیم نہ کرنا چاہیے۔ اور سخت خطرہ کی حالت میں مثلاً جب کہ خدا کی طرف سے کوئی بیماری نازل ہو عورتوں کا اپنے گھروں سے کھلے میدان میں سگریگیشن کی غرض سے مناسب طور پر چہرہ ڈھانکے ہوئے آنا اسلام کے اصولوں کے برخلاف نہیں۔

چند نئے وساوس کا ازالہ ﴿۱۳۲﴾

شہزادہ والا گوہر اکسٹرا اسسٹنٹ نے جو شہزادہ عبدالمجید صاحب پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ مندرجہ ذیل خط میں جو ہمارے نام ہے صاحب مؤخر الذکر اس الزام کا ردّ لکھتے ہیں یہ دونوں صاحب باہمی قریبی رشتہ داری کا تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ایک کو خدا تعالیٰ نے ہدایت اور حق کی طرف کھینچا اور دوسرے کو باطل پسند آیا۔ **و ذالک فضل اللہ یھدی من یشاء و یضل من یشاء** ۔ وہ خط یہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔حَامِدًا وَ مُصَلِّیًا

اے شہِ والا ہمم سایۂ فضلِ خدا　　جان و دل انبیاء تاجِ سرِ اولیا
جلوۂ حسنِ ازل پرتوِ مہرِ رخت　　مصحفِ رخسارِ تو آیتِ نورِ خدا
قامتِ رعنائے تو نخلِ گلستانِ قدس　　چہرۂ زیبائے تو چوں خورِ تابان صفا
ہر اَلَمے را دوا یک نظرِ لطفِ تو　　نسخۂ دیدارِ تو ہر مرضے را شفا
آن دم جان پرورت از سرِ اعجازِ خویش　　مُردۂ صد سالہ را زندہ کند برملا
تہنیت آمیز گفت ہاتفِ غیبم چنین　　کعبۂ کُوئے ترا قبلۂ حاجت روا
نکہتِ باغِ ارم بیخت غبار رہت　　بُوئے جنان میدہد خاکِ درت جا بجا

مہبطِ رُوح الامین مطلعِ نورِ مُبین | مسکنِ پاکِ ترا ساختہ ربّ الورا
طُورِ جلالِ خدا عرشِ برینِ دلت | نورِ جمالِ خدا صورتت اے رہنما
اُمّتِ احمدؐ کہ بود بستۂ جور و جفا | احمدِ آخر زمان کرد زِ بندش رہا
قاتلِ اعداءِ دین ناصرِ دینِ متین | عالمِ عالَم پناہ ہادیٔ رُشد و تقا
دید خدا بالیقین ہر کہ ترا دیدہ است | دید خدا دیدتست نیست غلط این صدا
غاشیۂ بندگیت ہر کہ فگندش بدوش | دولتِ جاوید یافت عزّت و مجد وعلا
جان ودلے کز رہت داشت فدایش دریغ | از سر فتویٰ عشق بے خبر است از وفا
وہ چہ خوش آن حالتے وہ چہ خوش آں ساعتے | کز رہِ شوق وطرب جاں بکنیمت فدا
مہر تو در خاطرم مضمحل وسُست نیست | تا کندش منعدم بندۂ فشل و دغا
فضلِ عمیمِ خدا حافظِ ما عاجزان | مردِ مزوّر اگر نالہ کُند یا بُکا
ما بہزار التجا ما بہزار التماس | حلقہ بگوشیت را می طلبیم از خدا
مستِ مئے عشقِ تو بے خبر از غیرِ حق | محو شد از خویشتن ہر کہ بدید آں لقا
آتشِ عشقِ ترا خود بدل و جاں زدیم | تا کہ بسوزیم پاک آنچہ بود ماسوا

امابعد بخدمت اقدس حضرت امام الوقت گذارش آنکہ اس ناکارۂ دُور افتادہ کو معلوم ہوا کہ آج کل شہزادہ والا گوہر صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ جہلم نے اخبار سراج الاخبار میں میری نسبت لکھا ہے کہ فلاں نے اپنے اعتقاد سے توبہ کی ہے اور توبہ اس واسطے نصیب ہوئی کہ شہزادہ صاحب نے میرے عقیدہ کی خرابی مجھ پر ثابت کردی۔ سُبْحَانَکَ اِنْ ھٰذَا اِلَّا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ بزرگوارا! دو ماہ تک شہزادہ صاحب سے مسیح موعود کی حیات و مماتؔ اور حضور علیہ السلام کے دعاوی پر زبانی بحث ہوتی رہی۔ چنانچہ مولوی عبدالعزیز، مولوی مشتاق احمد، قاضی فضل احمد، منشی سعد اللہ مدرس وغیرہ نے جو مدت سے کینہؑ نہفتہ کی زہر اُگلنے کی تاک رکھتے تھے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر شہزادہ صاحب سے خوب گت ملائی اور سفہاءِ ﴿۱۳۳﴾

اُمم ماضیہ کی تقلید ہو بہو ادا کی ۔ میں نے نہ کبھی جبانت اور بُزدلی دکھائی اور نہ میں کبھی اُن سے دبا جس سے اُن کو میری توبہ کا یقین یا احتمال پیدا ہوا ہو۔ البتہ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ[1] اور وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ[2] پر عملدرآمد میرا ہوتا رہا۔ اِس کو اگر انہوں نے توبہ سمجھ لیا تو یہ اُن کی فہم رسا کی خوبی ہے۔ لاحول و لا۔ اس قدر جھوٹ۔

بزرگوارا اگرچہ نابکار شرفِ زیارت سے محروم ہے مگر آنحضرت کی محبت اور عظمت اور ادب اور اطاعت اور کثرت یاد میری رُوح اور جان کا جزو ہو گیا ہے۔ میں اپنی جان سے کس طرح علیحدہ ہو سکتا ہوں۔ میرے پیارے میرے دل کا حال اس سے دریافت فرما جو سب بھیدوں سے واقف ہے۔ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيۡرٍ ۔ میرے مولیٰ تو نے تو خدا اور رسول کا پتہ دیا۔ تو نے جنت کا راستہ بتلایا تو نے قرآن سکھلایا ہم غفلت میں پڑے سوتے تھے تُو نے ہی آن جگایا ہم اِسمی اور رَسمی مسلمان تھے تُو نے ہی ہم کو حقیقی اسلام سے آگاہی بخشی ہم نہیں جانتے تھے کہ دُعا کیا چیز ہے اور تقویٰ کس شے کا نام ہے تُو نے ہی تو اُن کا نشان ہم پر ظاہر فرمایا۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ گورنمنٹ عالیہ کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں تُو نے ہی تو وفاداری اور فرمانبرداری کا طریقہ سمجھایا۔ غرض کہاں تک تیرے احسانات کو لکھوں وہ تو بے شمار ہیں تو ہمارا آقا تو ہمارا مولیٰ ہم تیرے خادم ہم تیرے غلام۔ بھلا تجھ کو چھوڑ کر خدا کی لعنت کماویں ۔ میرے ہادی اگر میں ایسا ضعیف الاعتقاد ہوتا تو مخالفوں کی نظروں میں خار کی طرح کیوں چبھتا۔ مخالف سے جب کبھی کسی گذر پر دوچار ہونے کا موقعہ پیش آتا ہے تو وہ مجھ کو دیکھتے ہی غیظ و غضب سے بھر جاتا ہے ۔ میں نے مسجدوں میں نماز پڑھنی ترک کر دی بدیں لحاظ کہ میاں عبداللہ صاحب سنوری سے مجھ کو روایت پہنچی ہے کہ جو لوگ خاموش بیٹھے ہیں گو مخالفت نہیں کرتے اُن کے پیچھے بھی نماز درست نہیں ۔ بزرگوارا قاضی صاحب قاضی خواجہ علی صاحب اور صاحبزادہ افتخار احمد صاحب اور منشی ابراہیم صاحب اور میاں الٰہ دین صاحب وغیرہ وغیرہ احباب لودیانوی سے اپنے غلام کا حال استفسار فرماویں۔ میرے آقا مجھ کو کسی نازک موقعہ

[1] الاعراف : ۲۰۰ [2] الفرقان : ۶۴

اور سخت ابتلا کے وقت بھی لغزش نہیں ہوئی چہ جائیکہ اب اور ان ایّام میں جب کہ آپ کے متواتر کثیر التعداد عظیم القدر وجلیل الشان نشانات علمی و عملی معرضِ ظہور میں آ چکے اور روز روشن کی طرح حق کی صداقت چمک اُٹھی۔ اور مَیں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ استقامت محض حضور ہی کی نیم شبی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ ورنہ ہم تو وہی ہیں جو ہیں۔ مریدوں میں صداقت اور راستی چاہیے پھر انشاء اللہ آپ کی فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ[1] والی تعمیل کے طفیل سے ضائع نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ میں ایک غریب آدمی ہوں لیکن خدا کے فضل سے دل غنی ہے۔ دنیادار دولت مند میری نظروں میں مرے ہوئے کیڑے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ یہ ہیں ہی کیا بلا۔ یہ تو مُردے ہیں جن میں جان نہیں۔ ان کی مکروہ صورتیں نفرت کے لائق ہیں۔ اِن سے دبنے والا اور ان کا دست نگرا نہی جیسا کوئی اندھا ہوگا۔ ﴿۱۳۴﴾

اے میرے ہادی! میں ارسالِ عرائض میں اس واسطے دریغ کرتا ہوں کہ میں اپنے اِس فعل کو اَخف سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں کیا اور میرے عرائض کیا یونہی بے فائدہ بندگانِ عالی کو کیوں تکلیف دوں عریضہ کے کھولنے میں پڑھنے پڑھانے میں چند منٹ اوقاتِ اشرف میں سے ضائع ہوں گے ناحق کی حرج ہوگی۔ صحبتِ اقدس اور شرفِ زیارت مبارک سے بباعث چندر چند موانع غیر مستفیض رہتا ہوں.............. مہربانا حضور کی تصنیفات پُرانوار اور تالیفات حکمت بار جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں میرے ازدیاد ایمان وعرفان کے لئے رہبر کامل کا کام دیتی ہیں۔ جو جو حالات آنجناب پر حضرت کبریا کی طرف سے منکشف ہوتے ہیں اور پھر ان رُوحانیات کو اور ان کشوف وخوارق ورؤیا والہامات کو آپ درج صحفِ مطہّرہ فرماتے ہیں کم وبیش ان رُوحانی کوائف اور تاثیرات کی حلاوت سے میرے مذاقِ جان کو بھی چاشنی نصیب ہوا کرتی ہے اور ایسا احساس ہوتا ہے کہ گویا میں خود ان حالات کا مورد ہوں۔ لیکن میں اس دُوری ومہجوری کو ہرگز ہرگز اپنے واسطے پسند نہیں کرتا کیونکہ مقربین بساط قدسی آیات کو جو جو برکات اور خوبیاں حاصل ہیں اُس کا عشر عشیر بھی دُور دستوں کو نصیب نہیں۔ اصحابِ صُفّہ

[1] الم نشرح: ۸

کی جوتی اور دوسروں کا سر۔اگرچہ خدا کسی مخلص صادق کو بغیر اجر کے نہیں رکھتا مگر اصحاب الصفّہ ما اصحاب الصفّہ ۔کیا ہی صاحب نصیب ہیں وہ لوگ جن کی نظر ہر صبح ومسا اُس منظرِ اطہر پر پڑتی ہے۔دولتِ صحبت کے برکات سے مالا مال ہوتے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا اطوار کا اخلاق کا عادات کا ریاضات کا مجاہدات کا محاربات کا کامل نمونہ آپ کی ذات میں مشاہدہ کرتے ہیں۔خدائے قادر ذوالجلال کی جناب سے ہمیشہ یہی دُعا ہے کہ اے قدیر بے نظیر اپنے برگزیدہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرف ملازمت سے فخر وعزّت دے۔قسم بخدائے لایزال کہ تیرے در کی کنّاسی تخت شاہی سے بہت بہتر ہے۔شہزادہ صاحب نے مجھ پر سخت افترا باندھا ہے اور حضور کو مجھ سے بدگمان کیا۔اگرچہ بندگانِ عالی کو مجھ جیسے اَذَلّ کی پرواہ ہی کیا ہے خدا نے آپ کو وہ رفعت ومنزلت بخشی ہے کہ آپ کی ذات مجمع البرکات کو مرجع قدوسیاں بنا دیا مگر اِخفض جناحک للمؤمنین پر غور کرکے اور بالمؤمنین رؤف الرحیم پر نظر دوڑا کر اس گستاخی کی جرأت ہوئی کہ تھوڑی دیر کے واسطے تضییع اوقات بندگانِ عالی کر کے عفوِ تقصیرات کا ملتجی ہو جاؤں اور دست بستہ عرض پرداز ہوں کہ

ہر چند نیم لائق بخشایش تو　　　　برمن منگر برکرم خویش نگر

شہزادہ صاحب کی کتاب کے مضامین مختصراً و مجملاً جہاں تک کہ مجھ کو یاد ہیں ذیل میں ہیں وہ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ اسی جہان میں خدا نے اُن کو چھپایا ہوا ہے۔اور توفّی کے معنے بھرنے کے کرتے ہیں یعنی خدا نے اُن کو بھر پا کر لوگوں سے کنارہ کر لیا۔مگر زندہ ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ دو حلیوں کا بیان جو احادیث میں ہے سو چونکہ یہ ایک رؤیا اور کشف ہے پس ممکن ہے کہ ایک ہی شخص کو انسان کئی مختلف صورتوں میں دیکھے۔ایک وقت ہم اپنے دوست کو خواب میں کسی صورت میں دیکھتے ہیں اور پھر اُسی ﴿۱۳۵﴾

دوست کو کبھی خواب میں بصورت دیگر۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف لفظ عیسیٰ یا مسیح ہی اگر احادیث میں ہوتا تو مثیل کی گنجائش تھی لیکن ابن مریم سے اصل ہی کا آنا ثابت ہوتا ہے☆۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر ایک نبی کی شہادت نبی ہی دیتا چلا آیا ہے جیسا کہ اخیر میں مسیح علیہ السلام کی شہادت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی ایک شاہد کی ضرورت ہے جو نبی ہو۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس واسطے مسیح نبوت کی حالت میں تو نہیں آئیں گے بلکہ اُمّتی ہوں گے مگر نبوت اُن کی شان میں مضمر ہوگی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کا مثیل نبی ہوتا ہے۔ آدم کا مثیل مسیح۔ موسیٰ کا مثیل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایلیا کا مثیل یحیٰ، پس مسیح کا مثیل بھی نبی ہونا چاہیے نہ کہ اُمّتی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح موعود کی علامت مَیں نے ایک نرالی وضع کی نکالی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسیح دعویٰ کریں گے تو میں اُن کے والدین کو تلاش کروں گا کیونکہ باپ تو اوّل سے ہی ندارد ہے اور ماں مر چکی ہے۔ پس اگر اس کے والدین ثابت نہ ہو سکے تو پھر اُس کے مسیح ہونے میں کیا شک رہے گا۔

مسیح اسرائیلی کے دوبارہ آنے پر یہ دلیل قطعی پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَۃِ۔ اور چونکہ مسیح نے اپنی زندگی عُسرت اور ذلّت میں گذرانی اس واسطے وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ وجاہت دنیوی ان کو بالکل نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن اس آیت کے مصداق بننے کے لئے خدا اُن کو پھر ظاہر کرے گا اور وجاہت

☆ **نوٹ**: ہم بھی کہتے نہیں مثیل آیا۔ اصل آیا مگر بطور بروز۔ دیکھ لو اقتباس نام کتاب جس میں لکھے ہیں یہ تمام رموز۔ ’’روحانیت کمّل گاہے برارباب ریاضت چناں تصرّف میفرماید کہ فاعل افعال شاں میگردد۔ وایں مرتبہ راصوفیہ بروز میگویند۔ وبعض برآنند کہ رُوح عیسیٰ در مہدی بروز کند ونزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث لَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسَی ابْنِ مَرْیَم۔ دیکھو صفحہ ۵۲ کتاب اقتباس الانوار۔ منہ

دنیوی یعنی سلطنت اور حکومت وغیرہ سب لوازمات اُن کو حاصل ہوں گے۔

اور حضور علیہ السلام کی ذاتیات پر یہ نکتہ چینیاں کرتے ہیں کہ باوجود مقدرت کے حج نہیں کرتے۔ ہزاروں روپوں کے انعامات کے اشتہارات دیتے ہیں لیکن حج کو نہیں جاتے۔ براہین کا بقیّہ نہیں چھاپتے۔ آتھم کی پیشگوئی غلط نکلی اس کے رجوع کو ہم یقین نہیں کرتے۔ لیکھرام کی پیشگوئی میں اُس کے قتل ہونے کی تصریح نہیں صرف نَصَبٌ وَّ عَذَابٌ کا جملہ ہے جس میں قتل ہونے کا بیان نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ سچ ہی نکلے تو زہے نصیبِ لیکھرام کہ وہ ایک کم حیثیت آدمی تھا لیکن اس پیشگوئی کے سبب سے وہ برگزیدۂ قوم گِنا گیا شہید کے خطاب سے ممتاز ہوا۔ اُس کے پسماندگان کے واسطے ہزاروں روپوں کا چندہ ہوا۔ یہ ہوا وہ ہوا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی پیشگوئی تو اپنے حق میں مَیں چاہتا ہوں۔ کسوف خسوف کی حدیث موضوع ہے۔ مسیح کی اور مماثلت تو مرزا صاحب میں کچھ بھی نہیں صرف ایک مماثلت ہے یعنی دُشنام دہی۔ گورنمنٹ کی خوشامد۔ عربی تصنیفات کی بے نظیری کا دعویٰ ہی غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کے سوا یہ دعویٰ توریت وانجیل وزبور واحادیث نبوی نے بھی نہیں کیا۔ حالانکہ وہ بھی الہامی ہیں۔ راولپنڈی والے بزرگ کے حالات سے میرزا صاحب واقف تھے اور جانتے تھے کہ یہ شخص وہمی اور بُزدل ہے اس واسطے اُن کے حق میں جھٹ پیشگوئی کردی وغیرہ وغیرہ من الخرافات و الھذیانات۔

خاکسار عبدالمجید از لودیانہ محلّہ اقبال گنج ۶؍جون ۱۸۹۸ء

﴿۱۳۶﴾ اَبْ ہم حق کے طالبوں کے لئے اِن بیہودہ اقوال کا ردّ لکھتے ہیں تا معلوم ہو کہ ہمارے مخالف مولوی اور اُن کے اس قسم کے شاگرد کس قدر سچائی سے دُور جا پڑے ہیں۔

قولہ۔ مسیح آسمان پر نہیں بلکہ اِسی جہان میں خدا نے اُس کو چھپایا ہوا ہے۔

اقول۔ یہ دنیا میں کسی کا مذہب نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بعض مخالف مولوی اب آسمان پر چڑھانے سے نومید ہو کر اپنے فرضی مسیح کو زمین میں چھپانے کی فکر میں لگ گئے ہیں۔

مگر یادر ہے کہ کسی فرقہ متقدمین یا متاخرین نے یہ نہیں لکھا کہ مسیح کو اِسی جہان میں خدا تعالیٰ نے چھپایا ہے۔ ہاں مسلمان صوفیوں کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ مسیح کا آسمان سے فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہونا باطل ہے کیونکہ یہ صورت ایمان بالغیب کے مخالف ہے اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ جب فرشتے زمین پر اُترتے نظر آئیں گے تو اُس وقت دُنیا کا خاتمہ ہوگا اور اس وقت کا ایمان منظور نہ ہوگا۔ اور فرماتا ہے کہ فرشتوں کو زمین پر اُترتے دنیا کے لوگ ہرگز دیکھ نہیں سکتے۔ اور جب دیکھیں گے تو اس وقت یہ دنیا نہیں ہوگی۔ سو جب کہ قرآن شریف کے نصوص صریحہ اور آیات **قطعیة الدلالت** سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ فرشتوں کا نزول اُس وقت ہوگا کہ جب کہ ایمان لانا بے فائدہ ہوگا جیسا کہ جان کندن کے وقت جب فرشتے نظر آتے ہیں تو وہ وقت ایمان لانے کا وقت نہیں ہوتا تو اِس صورت میں یا تو یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کے بعد ایمان نفع نہیں دے گا مگر یہ عقیدہ تو صریح باطل ہے کیونکہ اِس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا پر کثرت سے پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور راستبازی ترقی کرے گی۔ پس جب کہ یہ عقیدہ رکھنا درست نہ ہوا تو بالضرورت برعایت نصوص صریحہ قرآن شریف کے اس دوسرے پہلو کو ماننا پڑا کہ فرشتوں کا اور اُن کے ساتھ مسیح کا نازل ہونا ظاہر طور پر محمول نہیں ہے بلکہ بوجہ قرینہ بیّنہ نص صریح قرآن کے اس نزول کے تاویلی طور پر معنے ہوں گے کیونکہ جسمانی طور پر حضرت عیسیٰ کا آسمان سے فرشتوں کے ساتھ نازل ہونا نص صریح قرآن سے مخالف اور معارض پڑا ہے۔ یہی مشکل تھی جو اکابر اسلام کو پیش آئی اور اسی مشکل کی وجہ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے کھلے کھلے طور پر بیان کر دیا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے امام ابن حزم بھی اُن کی فوت کے قائل ہوئے اور اِسی وجہ سے تمام اکابر علماء معتزلہ کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے۔ غرض آسمان سے نازل ہونے کا بطلان نہ صرف آیت قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ [1] سے ثابت ہوتا ہے ﴿۱۳۷﴾

[1] بنی اسرائیل : ۹۴

بلکہ یہ تمام آیتیں جہاں لکھا ہے کہ جب فرشتے نازل ہوں گے تو ایمان بے فائدہ ہوگا اور وہ فیصلے کا وقت ہوگا نہ بشارت اور ایمان کا وقت بلند آواز سے پکار رہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا آسمان سے فرشتوں کے ساتھ اُترنا سراسر باطل ہے اور اگر یہ باطل نہ ہوتا تو دنیا میں یعنی گزشتہ زمانے میں اس کی کوئی نظیر بھی ہوتی☆۔ مگر کون بیان کرسکتا ہے کہ کبھی کوئی شخص اسی جسم عنصری کے ساتھ عالمِ بیداری میں آسمان پر جا کر پھر واپس آیا۔ اگر خدا تعالیٰ کی یہ سنّت تھی تو گویا دیدہ ودانستہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو ایلیا کے دوبارہ آنے کے مقدمہ میں یہودیوں کے روبروئی شرمندہ کیا اور یہ کہنا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے باہم مل کر اس قصّے کو تحریف کر دیا ہوگا یہ اس درجہ کی ﴿۱۳۸﴾
حماقت ہے جس پر بچے بھی ہنسیں گے۔ غرض مسیح کا آسمان سے اُس طرح پر نازل ہونا جیسا کہ ہمارے مخالف انتظار کررہے ہیں قرآن کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے۔

ایک گروہ اکابر صوفیہ نے نزولِ جسمانی سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ مسیح موعود کا نزول بطور بروز کے ہوگا۔ چنانچہ کتاب **اقتباس انوار** میں جو تصنیف شیخ محمد اکرم صابری ہے

☆ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اعجوبے منسوب کئے گئے ہیں ان کی نظیر ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ ایک قوم نے اُن کو خدا کر کے مان لیا ہے۔ پھر اگر حضرت عیسیٰ کے کاموں اور ذات اور صفات کی نظیر نہ ہو تو یہ خصوصیت جاہلوں کی نظر میں ان کی خدائی پر ایک دلیل ٹھہرتی ہے چنانچہ پادریوں کا آج کل پیشہ ہی یہی ہے کہ وہ خصوصیات اور خوارق پیش کر کے اُن کی خدائی پر ایک دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اِسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی خدائی پر یہ دلیل پیش کی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو فی الفور خدا تعالیٰ نے اس قسم کی پیدائش کی بلکہ اس سے بڑھ کر نظیر پیش کر دی۔ اور فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ[1] اور نظیر ایسی پیش کی جو عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک مسلّم اور بدیہیات اور معتقدات میں سے تھی اور یقیناً اس وقت عیسائیوں نے مسیح کی الوہیت کے لئے یہ حجّت بھی پیش کی ہوگی کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہے لہٰذا اس کے ردّ میں خدا تعالیٰ کو خود مسیح کے اقرار کے حوالہ سے یہ کہنا پڑا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ[2] غرض قرآنی تعلیم یہ ہے کہ مسیح کے خوارق اور ذات اور صفات میں کوئی بھی خصوصیت نہیں ہے۔ **منہ**

[1] اٰل عمران : ۶۰ [2] المآئدۃ: ۱۱۸

جس کو صوفیوں میں بڑی عزّت سے دیکھا جاتا ہے جو حال میں مطبع اسلامیہ لاہور میں ہمارے مخالفوں کے اہتمام سے ہی چھپی ہے یہ عبارت لکھی ہے:۔

’’روحانیت کُمّل گاہے بر ارباب ریاضت چناں تصرف می فرماید کہ فاعل افعال شاں می گردد۔ وایں مرتبہ را صوفیہ بروز می گویند............ و در شرح فصوص الحکم می نویسد یعنی بغرض بیان کردن نظیر بروز می گوید کہ محمد بود کہ بصورت آدم در مبدءِ ظہور نمود یعنی بطور بروز در ابتدائے عالم روحانیت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم در آدم متجلّی شد و ہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گردد یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است نیز روحانیّت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بروز وظہور خواہد کرد و تصرفہا خواہد نمود وایں را بروزات کُمّل گویند نہ تناسخ وبعضے برانند کہ رُوحِ عیسیٰ در مہدی بروز کند۔ و نزول عبارت ازہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ **لا مھدی الّاعیسی ابن مریمؑ**‘‘

اور یہ بروز کا عقیدہ کچھ نیا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں بھی اس عقیدہ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ملاکی نبی کی کتاب میں جو ایلیا کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے جس کو یہود اپنی غلطی سے یہی سمجھتے رہے کہ خود ایلیا نبی ہی آسمان پر سے نازل ہوگا آخر وہ بھی بروز ہی نکلا اور ایلیا کی جگہ آنے والا یحیٰی نبی ثابت ہوا۔ اور یہود کا یہ اجماعی عقیدہ کہ خود ایلیا ہی دوبارہ دنیا میں آجائے گا جھوٹا پایا گیا۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی بروز کا عقیدہ تھا اور پھر غلطیوں کے ملنے سے اُسی عقیدہ کو تناسخ سمجھا گیا۔

قولہ۔ توفّی کے معنے بھرنے کے ہیں۔

اقول۔ یہ بیہودہ خیالات ہیں۔ بخاری میں عبداللہ بن عباس کے قول سے ثابت

ہو چکا ہے کہ یا عیسٰی انّی متوفّیک کے یہ معنے ہیں کہ اے عیسٰی میں تجھے وفات دوں گا۔ ﴿۱۳۹﴾
چنانچہ امام بخاری نے اِسی مقام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث لکھ کر جس میں
کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِح ہے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہی معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کئے ہیں۔ پھر بعد اس کے جو حضرت عیسٰی کی وفات کے بارے میں قرآن نے فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور عبداللہ بن عباس کے قول میں بھی یہی آیا دوسرے
معنے کرنے یہودیوں کی طرح ایک خیانت ہے۔ غور کر کے دیکھ لو کہ تمام قرآن میں بجز رُوح
قبض کرنے کے توفّی کے اور کوئی معنے نہیں۔ تمام حدیثوں میں بجز مارنے کے اور کسی محل میں
توفّی کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ تمام لُغت کی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ جب خدا تعالیٰ
فاعل ہو اور کوئی انسان مفعول بہٖ مثلاً یہ قول ہو کہ تَوَفَّی اللہُ زَیْدًا تو بجز روح قبض کرنے
اور مارنے کے اور کوئی معنے نہیں لئے جاویں گے۔ پس جب اس صراحت اور تحقیق سے
فیصلہ ہو چکا کہ توفّی کے معنے مارنا ہے اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے ثابت ہو چکا ہے کہ
حضرت عیسٰی کی توفّی عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے ہو چکی ہے یعنی وہ خدا بنائے جانے
سے پہلے فوت ہو چکے ہیں تو پھر اب تک اُن کی وفات کو قبول نہ کرنا یہ طریق بحث نہیں
بلکہ بے حیائی کی قسم ہے۔ خدا تعالیٰ نے چونکہ ان لوگوں کو ذلیل کرنا تھا کہ جو خواہ مخواہ
حضرت عیسٰی کی حیات کے قائل ہیں اس لئے اُس نے نہ ایک پہلو سے بلکہ بہت سے پہلوؤں
سے حضرت عیسٰی کی موت کو ثابت کیا۔ توفّی کے لفظ سے موت ثابت ہوئی اور پھر آیت
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[1] سے موت ثابت ہوئی☆۔ اور پھر
آیت مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[2] سے موت ثابت

☆ قرآن کے محاورہ کے رُو سے جہاں کسی اُمّت پر خَلَتْ کا لفظ بولا گیا ہے وہاں اس اُمت کے
لوگ مراد لی ہے تم ایک بھی ایسی آیت پیش نہ کر سکو گے جس میں کسی انسانی گروہ کو خَلَتْ کا مصداق
قرآن نے ٹھہرایا ہو اور پھر اس آیت کے معنے موت نہ ہوں بلکہ کچھ اور ہوں یہی وجہ ہے جو
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے تمام نبیوں پر استدلال کیا۔ منه

[1] اٰل عمران:۱۴۵ [2] المآئدة:۷۶

ہوئی پھر قرآن شریف کی آیت فِيهَا تَحْيَوْنَ[۱] سے موت ثابت ہوئی اور پھر قرآن شریف کی آیت وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ[۲] سے موت ثابت ہوئی کیونکہ ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ آسمان پر جسمانی زندگی اور قرار گاہ کسی انسان کا نہیں ہو سکتا۔ پھر آیت رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ[۳] سے موت ثابت ہوئی۔ کیونکہ تمام قرآن میں یہی محاورہ ہے کہ خدا کی طرف اُٹھائے جانے یا رجوع کرنے سے موت مراد ہوتی ہے جیسا کہ آیت ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً[۴] سے بھی موت ہی مراد ہے اور پھر كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ[۵] سے موت ثابت ہوئی کیونکہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی نسبت نفی لوازمِ حیات کا بیان ہے جو بدلالت التزامی اُن کی موت کو ثابت کرتا ہے اور پھر آیت وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا[۶] سے موت ثابت ہوئی کیونکہ کچھ شک نہیں کہ جیسا کہ کھانے پینے سے اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بروئے نصِ قرآنی معطّل ہیں ایسا ہی دوسرے افعالِ جسمانی زکوٰۃ اور صلوٰۃ سے بھی معطّل ہیں۔ بلکہ زکوٰۃ تو علاوہ جسمانیت کے مال کو بھی چاہتی ہے اور آسمان پر روپیہ پیسہ ہونا معلوم انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک مالدار آدمی تھے کم سے کم ہزار روپیہ ان کے پاس رہتا تھا جس کا خزانچی یہودا اسکریوطی تھا۔ اب کیا وہ روپیہ آسمان پر ساتھ لے گئے تھے؟ اور ایسا ہی آیت وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ[۷] سے حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہوتی ہے کیونکہ قرآن شریف میں باوجود تکرار مضمون اس آیت کے یہ فقرہ کہیں نہیں آیا کہ **منکم من صَعَدَ الی السماء بجسمه العنصری ثم یرجع فی اٰخر الزمان**۔ یعنی تم میں سے ایک وہ بھی ہے جو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور پھر آخری زمانہ میں دنیا میں واپس آئے گا۔ پس اگر یہ سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسمِ عنصری آسمان پر چلے گئے تو قرآن شریف کی یہ حصر نا تمام رہے گی۔ کیونکہ آسمان پر چڑھنے کی نسبت خدا نے اس آیت یا کسی دوسری آیت میں ذکر نہیں کیا اور اگر درحقیقت خدا کی یہ بھی سنّت تھی تو تکمیل بیان کے لئے اس کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ اور جب کہ کئی دفعہ قرآن شریف میں ﴿۱۴۰﴾

[۱] الاعراف :۲۶ [۲] البقرة :۳۷ [۳] النسآء : ۱۵۹ [۴] الفجر :۲۹ [۵] المآئدة :۷۶
[۶] مريم :۳۲ [۷] الحج: ۶

جوان یا بوڑھا کر کے مارنے کا ذکر آ چکا ہے تو اس کے ساتھ اس عادت اللہ کا بیان نہ کرنا کہ کسی کو آسمان پر آباد بھی کیا جاتا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی کو مع جسم آسمان پر آباد کر دینا خدا تعالیٰ کی سنتوں میں سے نہیں ہے۔ اور دین کا اکمال جو آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ [1] سے سمجھا جاتا ہے اس بات کو چاہتا ہے کہ اس قسم کے تمام اسرار جو خدا تعالیٰ کی سنّت میں داخل ہیں قرآن شریف میں بیان کئے جاتے اور جب کہ آسمان پر مع جسم چڑھانا اور وہاں صدہا برس تک آباد رکھنا قرآن شریف میں عادت اللہ کے طور پر بیان نہیں کیا گیا اور صرف جوان کرنا اور پھر بڈھا کرنا اور مارنا بیان کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ دوسرا امر خدا تعالیٰ کی عادت میں داخل نہیں ہے۔ ایسا ہی آیت وَمَنۡ نُّعَمِّرۡہُ نُنَکِّسۡہُ فِی الۡخَلۡقِ [2] سے حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب کہ بموجب تصریح اس آیت کے ایک شخص جو نوّے یا سو برس تک پہنچ گیا ہو اس کی پیدائش اس قدر اُلٹا دی جاتی ہے کہ تمام حواس ظاہریہ و باطنیہ قریب الفقدان یا مفقود ہو جاتے ہیں تو پھر وہ جو دو ہزار برس سے اب تک جیتا ہے اُس کے حواس کا کیا حال ہوگا اور ایسی حالت میں وہ اگر زندہ بھی ہوا تو کونسی خدمت دے گا۔ اس آیت میں کوئی استثنا موجود نہیں ہے اور ہمیں نہیں چاہیے کہ بغیر خدا تعالیٰ کے بیان کے آپ ہی ایک استثناء فرض کر لیں۔ ہاں اگر نص صریح سے ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود جسمانی حیات کے جسمانی تحلیلوں اور تنزّل حالات اور فقدانِ قویٰ سے منزّہ ہیں تو وہ نص پیش کریں۔ اور یونہی کہہ دینا کہ خدا ہر ایک بات پر قادر ہے ایک فضول گوئی ہے اور اگر بغیر سند صریح کے اپنا خیال ہی بطور دلیل مستعمل ہو سکتا ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات پھر زندہ ہو کر مع جسم عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں اور پیرانہ سالی کے لوازم سے مستثنیٰ ہیں اور حضرت عیسیٰ سے بدرجہا بڑھ کر تمام جسمانی قویٰ اور لوازم کاملہ حیات اپنی ذات میں جمع رکھتے ہیں اور آخری زمانہ میں پھر نازل ہوں گے۔ اب بتلاؤ کہ ہمارے اس دعویٰ اور تمہارے دعوے میں کیا فرق ہے۔ اگر ﴿۱۴۱﴾

[1] المآئدة: ۴ [2] یٰسٓ: ۶۹

قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت توفّی کا لفظ آیا ہے جیسا کہ آیت وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ [1] میں ہے تو یہی توفّی کا لفظ حضرت عیسیٰ کی نسبت دومرتبہ آ گیا ہے بلکہ اگر سچی گواہی دی جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پانا تمام نبیوں کی وفات سے زیادہ تر ثابت ہے۔ بہت سے نبیوں کی وفات کا خدا تعالیٰ نے ذکر بھی نہیں کیا۔ لیکن حضرت مسیح کی وفات کا بار بار قرآن شریف میں ذکر کیا ہے جیسا کہ اس آیت میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کی طرف ہی اشارہ ہے اور وہ یہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ [2] یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے معبود بنائے جاتے ہیں اور پکارے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ آپ ہی پیدا شدہ ہیں اور وہ تمام لوگ مر چکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ اب بتلاؤ کہ اگر کوئی عیسائی اس جگہ تم پر اعتراض کرے کہ یہ بیان قرآن کا بموجب معتقدات تمہارے خلاف واقعہ ہے کیونکہ قرآن مسیح ابن مریم کو مِنْ دُوْنِ اللّٰه سمجھتا ہے اور کل مِنْ دُوْنِ اللّٰه معبود کو بغیر کسی استثناء کے مردہ قرار دیتا ہے اور تم مسیح ابن مریم کو زندہ قرار دیتے ہو حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ کوئی مِنْ دُوْنِ اللّٰه معبود زندہ نہیں ہے۔ پس اگر تم سچے ہو تو قرآن حق پر نہیں ہے اور اگر قرآن حق پر ہے تو تم دعویٰ حیاتِ مسیح میں سچے نہیں تو اس اعتراض کا کیا جواب ہے؟ اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف کا یہ فرمانا کہ تمام معبود غیر اللہ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ہیں اس کا اوّل مصداق حضرت عیسیٰ ہی ہیں کیونکہ زمین پر سب انسانوں سے زیادہ وہی پوجے گئے ہیں اور تمام انسانی پرستاروں کی نسبت ان کا گروہ کثرت میں قوّت میں شوکت میں سرگرمی میں دعوتِ شرک میں آگے بڑھا ہوا ہے۔ دیکھو کہ عیسیٰ پرست دنیا میں چالیس کروڑ ہیں اور اس قدر جماعت انسان پرستوں کی کوئی اور نہیں ہے سو اگر قرآن نے اُن کو اس آیت سے مستثنیٰ رکھا ہے تو نعوذ باللہ اس سے پایا جاتا ہے کہ مُنَزِّلِ قرآن کے نزدیک وہ غیر اللہ نہیں ہے اور اگر مستثنیٰ نہیں ہے تو ﴿۱۴۲﴾

[1] یونس: ۴۷ [2] النحل: ۲۱، ۲۲

یہ تمہارے عقیدے کے مخالف ہے کیونکہ تمہارے نزدیک عیسیٰ ابن مریم اموات میں داخل نہیں بلکہ آسمان پر بحیات جسمانی زندہ موجود ہے۔ اب بتلاؤ کہ اگر عیسائیوں کی طرف سے یہ سوال پیش ہو تو تمہارے پاس کیا جواب ہے؟۔

پھر ایک جگہ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ کو داخل بہشت ذکر فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ[۱] یعنی جو لوگ ہمارے وعدہ کے موافق بہشت کے لائق ٹھہر چکے ہیں وہ دوزخ سے دُور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذّات میں ہیں۔ تمام مفسّرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے اور اس سے بصراحت و بداہت ثابت ہے کہ وہ بہشت میں ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ وہ وفات پا چکے ہیں ورنہ قبل از وفات بہشت میں کیونکر پہنچ گئے؟ علاوہ اس کے وہ حدیث جو طبرانی اور کتاب ما ثبت بالسنة میں لکھی ہے اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اُن میں لکھا ﴿۱۴۳﴾ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی تھی۔ محدثین نے اس حدیث کو اوّل درجہ کی صحیح مانا ہے اور کوئی جرح نہیں کیا گیا۔

اب بتلاؤ کہ اب بھی حضرت عیسیٰ کی موت ثابت ہوئی یا نہیں؟ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ بخاری کی معراج کی حدیثوں میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات بزمرۂ اموات دیکھا اور دوسرے عالم میں پایا اگر وہ زندہ ہوتے تو مردوں سے اُن کا کیا تعلق تھا اور یحیٰی نبی فوت شدہ کے پاس کیونکر وہ رہ سکتے تھے۔ مُردوں کے پاس وہی رہتا ہے جو مُردہ ہو۔

کوئی جو مُردوں کے عالم میں جاوے وہ خود ہو مُردہ تب وہ راہ پاوے
کہو زندوں کا مُردوں سے ہے کیا جوڑ یہ کیونکر ہو کوئی ہم کو بتاوے

اور اگر یہ قول ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا تھا کہ پھر میں

[۱] الانبیاء: ۱۰۲، ۱۰۳

دنیا میں آؤں گا تو بروز کے طور پر یہ آنا ہوگا اور اس سے تو یہ ثابت ہوگا کہ وہ دنیا سے خارج اور وفات یافتہ ہیں۔اور جب کہ دنیا سے گئے ہوئے لوگوں کا پھر واپس آنا۔ **بجسمهم العنصری** عادت اللہ ثابت نہیں ہوتی تو پھر کیا وجہ کہ اس قول کے اگر صحیح ہو سنّت اللہ کے مخالف معنے نہ کئے جائیں اور کیا وجہ کہ یہ آنا بروزی طور پر نہ مانا جائے جیسا کہ حضرت یوحنا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا تھا کیا حاجت ہے کہ ایسے مجہول الکیفیت معنے لئے جاویں جن کا نمونہ خدا تعالیٰ کی عادتوں میں موجود نہیں اور جن کی پہلی اُمّتوں میں کوئی نظیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ہمیں حث اور ترغیب دیتا ہے کہ تم ہر ایک واقعہ اور ہر ایک امر کی جو تمہیں بتلایا گیا ہے پہلی اُمتوں میں نظیر تلاش کرو کہ وہاں سے تمہیں نظیر ملے گی۔ اب ہم اس عقیدے کی نظیر کہ انسان دنیا سے جا کر پھر آسمان سے دوبارہ دنیا میں آ سکتا ہے کہاں تلاش کریں اور کس کے پاس جا کر روویں کہ خدا کی گذشتہ عادات میں اس کا کوئی نمونہ بتلاؤ؟ ہمارے مخالف مہربانی کر کے آپ ہی بتلاویں کہ اس قسم کا واقعہ کبھی پہلے بھی ہوا ہے اور کبھی پہلے بھی کوئی انسان ہزار دو ہزار برس تک آسمان پر رہا؟ اور پھر فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے اُترا۔ اگر یہ عادت اللہ ہوتی تو کوئی نظیر اس کی گزشتہ قرون میں ضرور ملتی۔ کیونکہ دُنیا تھوڑی رہ گئی ہے اور بہت گزر گئی اور آئندہ کوئی واقعہ دنیا میں نہیں جس کی پہلے نظیر نہ ہو۔ حالانکہ جو امر سنّت اللہ میں داخل ہے اُس کی کوئی نظیر ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صاف فرماتا ہے۔ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[1] یعنی ہر ایک نئی بات جو تمہیں بتلائی جائے تم اہل کتاب سے پوچھ لو وہ تمہیں اس کی نظیریں بتلائیں گے لیکن اس واقعہ کی یہود اور نصاریٰ کے ہاتھ میں بجز ایلیا کے قصّے کے کوئی اور نظیر نہیں اور ایلیا کا قصہ اس عقیدہ کے برخلاف شہادت دیتا ہے اور دوبارہ آنے کو بروزی رنگ میں بتلاتا ہے۔ اور ایک بڑی خرابی اس عقیدہ میں یہ ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خوارق ذاتی میں ایک خصوصیت پیدا ہو کر نصاریٰ کو اپنے عقائد باطلہ میں اس سے مدد ملتی ہے ﴿۱۴۴﴾

[1] النّحل: ۴۴

حالانکہ قرآن بار بار یہی کہتا ہے کہ عیسیٰ میں اور انسانوں کی نسبت کوئی امر زیادہ نہیں ہے۔
اب بتلاؤ کہ اگر ایک عیسائی تم پر یہ اعتراض کرے کہ اور انسانوں کی نسبت یسوع میں یہ امر
زیادہ ہے کہ تم خود مانتے ہو کہ وہ قریباً دو ہزار برس سے آسمان پر زندہ موجود ہے نہ اُس کی
قوت میں فرق آیا نہ اُس کا جسم لاغر ہوا نہ اُس کی بینائی میں کچھ فتور پڑا بلکہ بڑے جلال اور
پوری قوت کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہے اور پھر آخری زمانہ میں فرشتوں کے ساتھ جو
خدا کا خاص لشکر ہے زمین پر اُترے گا جیسا کہ قرآن کے ایک اور مقام میں بھی ہے کہ خدا
فرشتوں کے ساتھ آئے گا تو اس صورت میں خدائی صفات مسیح میں پائی گئیں اور خصوصیت خود
توجہ دلاتی ہے کہ وہ عام انسانوں سے الگ ہے تو ذرا سوچ کر کہو کہ ان باتوں کا کیا جواب ہے؟
یہی وہ خیالاتِ باطلہ ہیں جن کی شامت سے اب تک ہندوستان میں ایک لاکھ سے زیادہ اسلام
سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا ہے ان سب کا خون ان نادان علماء کی گردن پر ہے۔ خدا تو اپنی آیات
اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ[1] وغیرہ میں مسیح کی خصوصیت کی بیخ کنی کر رہا ہے تا کوئی
جاہل اس کی کسی خصوصیت سے دھوکہ نہ کھائے اور تم لوگ نہ ایک خصوصیت بلکہ بہت سی خارق
عادت خصوصیتیں اُس کی ذات میں قائم کرتے ہو۔ تمہارے نزدیک وہ اب تک حیاتِ جسمانی
سے بڑی قوت اور طاقت کے ساتھ جیتا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ساٹھ برس تک ہی عمر
پا کر فوت ہو گئے مگر مسیح ابن مریم اس وقت تک بھی جو دو ہزار تک عدد پہنچنے لگا زندہ آسمان پر موجود
ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بقول تمہارے ایک مکھی بھی پیدا نہ کی مگر مسیح ابن مریم کے
پیدا کئے ہوئے کروڑ ہا پرندے اب تک موجود ہیں۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ایک
مُردے کو بھی جو صحابہ کرام میں سے سانپ کے کاٹنے سے مر گیا تھا باوجود اصرار اور الحاح صحابہ کے ﴿۱۴۵﴾
زندہ نہ کر سکے مگر بقول تمہارے عیسیٰ ابن مریم نے ہزار ہا مردے زندہ کئے اور جو کام حضرت عیسیٰ
نے طفولیت میں کئے وہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے زمانہ میں بھی نہ دکھلائے۔

[1] اٰل عمران:۶۰

اب بتلاؤ کہ یہ تمام خصوصیتیں جن کے تم خود قائل ہو تمہیں اس بات کے ماننے کے لئے مجبور کرتی ہیں یا نہیں کہ حضرت عیسیٰ کی ذات انسانی صفات سے نرالی تھی یہاں تک کہ بوقت پیدائش کوئی شخص بقول تمہارے مسِّ شیطان سے محفوظ نہ رہ سکا اور یہ اعلیٰ درجہ کی عصمت بھی عیسیٰ ابن مریم کو ہی نصیب ہوئی۔ ذرا سوچو کہ اِن باتوں سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا قرآن اس قسم کی خصوصیتوں کو حضرت عیسیٰ کی نسبت تسلیم کرتا ہے؟ اُس نے تو مسِ شیطان کی نسبت بھی تمام نبیوں اور رسولوں کو عصمت کے بارے میں مساوی حصہ دیا ہے جبکہ کہا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ[1] غرض حضرت عیسیٰ کی نسبت کوئی خصوصیت قرار دینا قرآنی تعلیم کے مخالف اور عیسائیوں کی تائید ہے اور جیسا کہ نصوص قطعیہ کے رُو سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہوتی ہے ایسا ہی تاریخی سِلسلہ کے رُو سے بھی اُن کا مرنا بپایۂ ثبوت پہنچتا ہے۔ دیکھو نسخہ مرہم عیسیٰ جس کا ذکر میں مفصّل لکھ چکا ہوں۔ کیسی صفائی سے ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ واقعہ صلیب کے وقت آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے۔ بلکہ زخمی ہو کر ایک مکان میں پوشیدہ پڑے رہے اور چالیس دن تک اُن کی مرہم پٹی ہوتی رہی کیا یہ تمام دنیا کے طبیب اسلامی اور عیسائی اور مجوسی اور رومی اور یہودی جھوٹے ہیں اور تم سچے ہو؟

اب سوچو تمہارا یہ عقیدہ آسمان پر اٹھائے جانے کا کہاں گیا یہ نہ ایک نہ دو بلکہ ہزار کتاب متفرق فرقوں کی ہے جو واقعاتِ صحیحہ کی گواہی دے کر جھوٹے منصوبوں کی قلعی کھول رہی ہیں۔ یہ کس اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے ذرا خدا سے ڈر کر سوچو۔

پھر یہ بھی آثار میں لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم نبی سیّاح تھا بلکہ وہی ایک نبی تھا جس نے دنیا کی سیاحت کی۔ لیکن اگر یہ عقیدہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کے واقعہ پر جو باتفاق علماء نصاریٰ و یہود و اہلِ اسلام ان کی تینتیس[۳۳] برس کی عمر میں وقوع میں آیا تھا وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تو وہ کونسا زمانہ ہوگا جس میں انہوں نے

[1] بنی اسرائیل : ٦٦

سیاحت کی تھی آپ لوگ اس قدر اپنے علم کی پردہ دری کیوں کراتے ہیں اگر تقویٰ ہے تو
کیوں حق کو قبول نہیں کرتے۔ آپ لوگوں کے پاس بجز ایک لفظ نزول کے ہے کیا۔ لیکن اگر اِس ﴿۱۴۶﴾
جگہ نزول کے لفظ سے یہ مقصود تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دوبارہ آئیں گے تو
بجائے نزول کے **رجوع** کہنا چاہیے تھا کیونکہ جو شخص واپس آتا ہے اُس کو زبانِ عرب میں
رَاجِعْ کہا جاتا ہے نہ نَازِلْ۔ ماسوا اس کے جبکہ قرآن میں نزول کا لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے حق میں بھی آیا ہے اور صحیح مسلم میں دجّال کے حق میں بھی آیا ہے اور عام بول چال اس
لفظ کا مسافروں کے حق میں ہے اور نَـزِيْـل اس مسافر کو کہتے ہیں کہ جو کسی مقام میں فروکش ہو تو
پھر خواہ نخواہ نزول سے آسمان سے نازل ہونا سمجھ لینا کس قدر ناسمجھی ہے۔

پھر میں اصل کلام کی طرف عود کر کے کہتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی
دوسرا نبی آ جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا
ہے۔ اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسیٰ اُمتی ہو کر آئیں گے تو شان نبوت تو اُن سے منقطع
نہیں ہوگی گو اُمتیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں☆۔ مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ
اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہوں گے اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں وہ نبی ہوں گے
تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیا میں آ گیا اور
اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب
لازم آتی ہے۔ قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر

☆ چونکہ حدیثوں میں آنے والے مسیح موعود کو اُمتی لکھا ہے کیونکہ درحقیقت وہ اُمتی ہے اِس لئے
نادان علماء کو دھوکا لگا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی ٹھہرا دیا حالانکہ ہمارے دعوے پر
یہ ایک نشان تھا کہ مسیح موعود امت میں سے ہوگا۔ منہ

نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پُرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لَانَبِیّ بَعْدِیْ میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوصِ صریحہ قرآن کو عمدًا چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شانِ نبوت باقی ہے اُس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔ افسوس یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ مسلم اور بخاری میں فقرہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور اَمَّکُمْ مِنْکُمْ صاف موجود ہے۔ یہ جواب سوال مقدّر کا ہے یعنی جبکہ ۱۴۷ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں مسیح ابن مریم حَکم عدل ہو کر آئے گا تو بعض لوگوں کو یہ وسوسہ دامنگیر ہوسکتا تھا کہ پھر ختم نبوت کیونکر رہے گا۔ اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا کہ وہ تم میں سے ایک امتی ہوگا اور بروز کے طور پر مسیح بھی کہلائے گا۔☆ چنانچہ مسیح کے مقابل پر جو مہدی کا آنا لکھا ہے اس میں بھی یہ اشارات موجود ہیں کہ مہدی بروز کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا مورد ہوگا۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کا خلق میرے خلق کی طرح ہوگا اور یہ حدیث کہ لَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف کرتی ہے کہ وہ آنے والا ذوالبروزین ہوگا اور دونوں شانیں مہدویت اور مسیحیت کی اُس میں جمع ہوں گی یعنی اس وجہ سے کہ اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اثر کرے گی مہدی کہلائے گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہدی تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

☆ نوٹ: اگر حدیث میں یہ مقصود ہوتا کہ عیسٰی باوجود نبی ہونے کے پھر اُمتی بن جائے گا تو حدیث کے لفظ یوں ہونے چاہیے تھے۔ اِمَامُکُمُ الَّذِیْ یَصِیْرُ مِنْ اُمَّتِیْ بَعْدَ نُبُوَّتِہٖ یعنی تمہارا امام جو نبوت کے بعد میری اُمت میں سے ہو جائے گا۔ منہ

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى [1] اِس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی اُستاد سے نہیں پڑھا تھا مگر حضرت عیسےٰ اور حضرت موسیٰ مکتبوں میں بیٹھے تھے اور حضرت عیسیٰ نے ایک یہودی اُستاد سے تمام توریت پڑھی تھی۔ غرض اسی لحاظ سے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اُستاد سے نہیں پڑھا خدا آپ ہی اُستاد ہوا اور پہلے پہل خدا نے ہی آپ کو اِقْرَءْ کہا۔ یعنی پڑھ۔ اور کسی نے نہیں کہا اِس لئے آپ نے خاص خدا کے زیر تربیت تمام دینی ہدایت پائی اور دوسرے نبیوں کے دینی معلومات انسانوں کے ذریعہ سے بھی ہوئے۔ سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا سو اِس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ مَیں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ پس یہی مہدویت ہے جو نبوت محمدیہ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے اور اسرارِ دین بلا واسطہ میرے پر کھولے گئے۔ اور جس طرح مذکورہ بالا وجہ سے آنے والا مہدی کہلائے گا اسی طرح وہ مسیح بھی کہلائے گا کیونکہ اس میں حضرت ﴿۱۴۸﴾ عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت بھی اثر کرے گی۔ لہٰذا وہ عیسیٰ ابن مریم بھی کہلائے گا اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے اپنے خاصۂ مہدویت کو اس کے اندر پھونکا ☆

☆ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذُل ہے اور عبودیت کی حالت کاملہ وہ ہے جس میں کسی قسم کا غلو اور بلندی اور عُجب نہ رہے اور صاحب اس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف سے دیکھے اور کوئی ہاتھ درمیان نہ دیکھے☆۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مَوْرٌ

☆ **نوٹ**:۔ یہ مرتبہ عبودیت کاملہ جو انسان اپنی عملی تکمیل محض خدا تعالیٰ کی طرف سے دیکھے بجز اس مہدیٔ کامل کی جس کی عملی تکمیل تمام و کمال محض خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہوئی ہو دوسرے کو میسر نہیں آ سکتا کیونکہ اپنی جہد اور کوشش کا اثر ضرور ایک ایسا خیال پیدا کرتا ہے کہ جو عبودیت تامہ کے منافی ہے۔ اس لئے مرتبہ عبودیت کاملہ بھی بوجہ اس کے جو مرتبہ مہدویت کاملہ کے تابع ہے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کو بوجہ کمال حاصل نہیں۔
ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء فاشھدوا انّا نشھد انّ محمدًا عبد اللہ و رسولہ۔ منہ

[1] الضحیٰ: ۸

اِسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی رُوحانیت نے اپنا خاصہ رُوح اللہ ہونے کا اس کے اندر ڈالا۔

یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے لطف اور احسان اس کے انبیاء علیہم السلام پر گونا گوں پیرایوں میں نازل ہوتے ہیں۔ کسی نبی کی علمی اور عملی تکمیل بلا واسطہ ہوتی ہے اور کسی کی تکمیل میں بعض وسائط بھی ہوتے ہیں سو یہ خاص فضل کی بات ہے کہ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ کی علمی تکمیل بغیر واسطہ کسی دوسرے اُستاد کے ہو کر اسی لحاظ سے آپ کو مہدی کا لقب ملا ایسا ہی عملی تکمیل بھی بلا واسطہ ہو کر عبد کا لقب ملا کیونکہ نہ آپ کی تعلیم کسی انسان کی معرفت ہوئی اور نہ آپ کی عملی طاقتیں کسی مہذب مجلس کی صحبت سے پیدا ہوئیں۔ اور اِسی خالص مہدویت کے نام کے لحاظ سے آپ کو بہت سے اسرار اور معارف اور کَلِمِ جامِعَہ بخشے گئے یہاں تک کہ قرآن شریف میں اس قدر معارف اور نکات اور علوم حکمیہ الٰہیہ اور دلائلِ عقلیہ فلسفیہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت اور فصاحت کے ساتھ بیان فرمائے گئے کہ وہ ان تمام معارف اور بلاغتِ کاملہ کے لحاظ سے ایک اعلیٰ درجے کا علمی معجزہ ٹھہر گیا جس کی نظیر پیش کرنا تمام جن و انس کی طاقت سے باہر ہے۔ سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اعلیٰ کمال جس سے آپ کی خصوصیت تھی مہدویت اور عبودیت ہے۔ آپ کی مہدویت کا ہی اثر تھا کہ اُس ﴿۱۴۹﴾

بقیہ حاشیہ

مُعَبَّدٌ وَ طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ جہاں راہ نہایت درست اور نرم اور سیدھا کیا جاتا ہے اس راہ کو طریق معبّد کہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے عبد کہلاتے ہیں کہ خدا نے محض اپنے تصرف اور تعلیم سے اُن میں عملی کمال پیدا کیا اور ان کے نفس کو راہ کی طرح اپنی تجلیات کے گذر کے لئے نرم اور سیدھا اور صاف کیا اور اپنے تصرف سے وہ استقامت جو عبودیت کی شرط ہے ان میں پیدا کی۔ پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں اور عملی کیفیت کے لحاظ سے جو خدا کے عمل سے ان میں پیدا ہوئی عبد ہیں کیونکہ خدا نے ان کی روح پر اپنے ہاتھ سے وہ کام کیا ہے جو کوٹنے اور ہموار کرنے کے آلات سے اس سڑک پر کیا جاتا ہے جس کو صاف اور ہموار بنانا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ مہدی موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔ اس لئے مہدئ موعود میں عبد کے لفظ کی کیفیت غلام کے لفظ سے ظاہر کی گئی یعنی اُس کے نام کو غلام احمد کر کے پکارا گیا۔ یہ غلام کا لفظ اس عبودیّت کو ظاہر کرتا ہے جو ظلّی طور پر مہدئ موعود میں بھی ہونی چاہیے۔ فتدبّر۔ منه

زمانہ کو عام خیال ہدایت یابی کا پیدا ہوا اور دلوں کو خود بخود خدا کی طرف توجہ ہوگئی۔ مہدویت سے مراد وہ بے انتہا معارفِ الٰہیہ اور علومِ حکمیہ اور علمی برکات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطہ کسی انسان کے علم دین کے متعلق سکھلائے گئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے اوّل درجہ کا معجزہ ہے☆۔ جن کے ذریعہ سے بے شمار انسان ایمانی اور عملی قویٰ کی تکمیل کر کے معرفت تامہ کے بلند مینار تک پہنچ گئے اور عارف کامل ہوگئے۔ مسلمان اگر اِس بات کا فخر کریں تو بجا ہے کہ جس قدر اُن کو اپنے نبی کریم اور کتاب اللہ قرآن شریف کے ذریعہ سے اسرار اور علوم اور نکات معلوم ہوئے اس کی نظیر کسی نبی کی اُمّت میں نہیں۔ اور عبودیت سے مراد وہ حالتِ انقیاد اور موافقتِ تامہ اور رضا اور وفا اور استقامت ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئی جس سے آپ اس راہ کی طرح ہو گئے جو صاف کیا جاتا اور نرم کیا جاتا اور سیدھا کیا جاتا ہے۔ یہ وہ نمونہ تھا جس کی پیروی سے بے شمار انسان استقامتِ کاملہ تک پہنچ گئے۔ غرض یہ دونوں کامل صفتیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق تھیں جو عام ہدایت اور قوت ایمانی اور استقامت کا موجب ہوئیں۔ اور جس طرح آنجناب کو مہدی اور عبد کا خدا تعالیٰ کی طرف سے لقب ملا تھا جس کی تشریح ابھی ہو چکی ہے اِسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح اللہ کا لقب ملا۔ اور جب یہ لقب اُن کو عطا ہوا تو خدا نے ان کو اُن برکتوں سے بھر دیا ﴿۱۵۰﴾ جن سے دنیا کو جسمانی طور پر اُن کے انفاس سے فائدہ پہنچا اور یہ فوائد اکثر دنیوی تھے۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو والدین سے مادری زبان سیکھنے کا بھی موقعہ نہیں ملا کیونکہ چھ ماہ کی عمر تک دونوں فوت ہو چکے تھے پس اس واقعہ میں بھی شانِ مہدویت کا ایک راز ہے یعنی جس کو زبان سیکھنے کے لئے والدین کی تربیت بھی نصیب نہیں ہوئی اُس کی یہ فصاحت اور یہ بلاغت جس کی نظیر کسی عرب نژاد میں نہیں مل سکی۔ یہ وہ امر ہے جس سے یہ نکتہ صاف سمجھ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں مہدویت کی شان رکھی تھی اس لئے زبان دانی کے مرتبہ میں بھی جو انسانیت کا پہلا مرتبہ ہے کسی دوسرے کا محتاج نہیں کیا۔ **منہ**

مثلاً لوگوں کی بیماریوں کا اُن کی توجہ سے دُور ہونا یا اُن کی تنگیوں اور تکالیف کا حضرت مسیح کی ہمت سے رفع ہو جانا یا اُن کی دعاؤں سے ان کا دشمنوں پر فتح پانا یا کھانے پینے کی چیزوں میں برکت پیدا ہونا۔ مگر وہ برکتیں اُن علمی اور روحانی اور غیر فانی اور ایمانی برکتوں کے مقابل پر کچھ چیز نہیں تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو ملیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اُن رُوحانی اور غیر فانی اور ایمانی برکتوں میں سے حضرت مسیح نے اپنی امت کو کوئی حصہ نہیں دیا اور نہ یہ کہتے ہیں کہ ان جسمانی برکتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو محروم رکھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح میں جسمانی فانی برکتوں کی کثرت تھی اور روحانی اور ایمانی اور دائمی برکتیں دنیا کو اُن سے بہت ہی کم ملیں۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کو بھی کہنا پڑا کہ کیا اپنی اُمت کو تو نے ہی شرک سکھایا ہے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی دائمی برکتیں بکثرت دی گئیں اور جسمانی برکتیں بہ نسبت روحانی کے تھوڑی تھیں کیونکہ روحانی گویا بے شمار تھیں۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں آنے والے مسیح کی نسبت یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ دونوں قسم کی برکتیں جسمانی اور روحانی پائے گا۔ چنانچہ اشارہ کیا گیا تھا کہ روحانی اور غیر فانی برکتیں جو ہدایت کاملہ اور قوتِ ایمانی کے عطا کرنے اور معارف اور لطائف اور اسرارِ الٰہیہ اور علومِ حکمیہ کے سکھانے سے مراد ہے اُن کے پانے کے لحاظ سے وہ مہدی کہلائے گا اور وہ برکتیں چشمۂ فیوضِ محمدیہ سے اُس کو ملیں گی کیونکہ خالص مہدویت بلا آمیزش وسائل ارضیہ صفت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے☆ اس لئے اِس لحاظ سے

☆ نوٹ۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ علمِ دین یا محض علم جو علوم دین کی کنجی ہے دوسرے نبیوں نے انسانوں کے ذریعہ سے بھی حاصل کئے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ زیر تربیت فرعون مصر میں مکتب میں بیٹھے اور علومِ مروّجہ پڑھے اور ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توریت کو بتمام کمال ایک یہودی اُستاد سے پڑھا تھا لیکن یہ خالص مہدویت کہ کسی انسان سے ایک حرف بھی نہ پڑھا اور آخر خدا نے ہی اِقْرَءْ کہا۔ یہ بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی کو نصیب نہ ہوئی اِسی لئے آپ کتب سابقہ اور قرآن میں نبی اُمّی کہلائے۔ منه

خدا کے نزدیک اس مجدّد کا نام احمد اور محمد ہوگا۔ اور یہ بھی اشارہ کیا گیا تھا کہ جو جسمانی اور فانی یعنی دنیوی برکتیں ہیں جو ہمیشہ نہیں رہ سکتیں اور محدود اور قابل زوال ہیں جن سے مُراد یہ ہے کہ دوستوں اور غریبوں اور مسکینوں اور رجوع کرنے والوں کی نسبت اُن کی صحت اور عافیت یا کامیابی اور امن یا فقر وفاقہ سے مَخلصی اور سلامتی کے بارے میں برکات عطا کرنا اور ظالم درندوں کی نسبت اُن کی ہلاکت اور تباہی کے بارے میں جو درحقیقت غریبوں اور نیکوں کی نسبت وہ بھی برکات ہیں قہرِ الٰہی کی بشارت دینا جیسا کہ حضرت مسیح نے یہودیوں کی تباہی کی نسبت بشارت دی تھی ان برکات کے عطا کرنے کے لحاظ سے اور نیز اُن دنیوی برکات کے لحاظ سے بھی کہ اس زمانہ میں انسانوں کو زندگی میں بہت سے وسائل آرام پیدا ہو جائیں گے وہ عیسی ابن مریم کہلائے گا۔ کیونکہ جو برکات اعلیٰ درجہ کی اور بکثرت حضرت مسیح کو دی گئی تھیں وہ یہی ہیں۔ اس لئے آخری امام کے لئے اُن برکات کا سرچشمہ حضرت مسیح ٹھہرائے گئے اور چونکہ حقیقت عیسوی یہی ہے اس لئے اس حقیقت کے پانے والے کا نام عیسیٰ بن مریم قرار پایا جیسا کہ مہدویت کے لحاظ سے جو حقیقت محمدیہ تھی اُس کا نام مہدی رکھا گیا۔ یہی حکمت ہے کہ جہاں براہین احمدیہ میں اسرار اور معارف کے انعام کا اس عاجز کی نسبت ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہاں احمد کے نام سے یاد کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا **یا احمد فاضت الرحمة علٰی شفتیک**۔ اور جہاں دنیا کی برکات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں عیسیٰ کے نام سے پکارا گیا ہے جیسا کہ میرے الہام میں براہین احمدیہ میں فرمایا۔ **یا عیسٰی انی متوفّیک و رافعک الیّ و مطھرّک من الّذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة**۔ ایسا ہی وہ الہام ہے جو فرمایا کہ ’’میں تجھے برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔‘‘ یہ وہ سر ہے جو مہدی اور عیسیٰ کے نام کی نسبت مجھ کو الہام الٰہی سے کُھلا اور وہ پیر کا دن اور تیرھویں [۱۳] صفر ۱۳۱۶ھ تھا اور جولائی ۱۸۹۸ء کی چوتھی تاریخ تھی جبکہ یہ الہام ہوا۔

﴿۱۵۱﴾

اور اِسی کے مطابق میں نے وہ قول پایا جو آثار میں لکھا ہے اور حجج الکرامہ میں بھی اُس کو ذکر کیا ہے کہ مہدی موعود کا بدن دو حصوں پر منقسم ہوگا نصف حصہ عربی ہوگا اور نصف حصہ اسرائیلی یہ اسی امر مشترک کی طرف اشارہ تھا اور اِس سے مقصد یہی تھا کہ وہ شخص کچھ تو عیسیٰ علیہ السلام کی صفات کا وارث ہوگا اور کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا۔ **فتدبّر**

اور جس طرح بعض صفات کے لحاظ سے امام موعود کا نام احمد اور محمد رکھا گیا اسی طرح بعض دوسری صفات کے لحاظ سے عیسیٰ اور مسیح ابن مریم رکھا گیا۔ اب ظاہر ہے کہ احمد کے نام سے کوئی شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آجائیں گے ﴿۱۵۲﴾ اِسی طرح عیسیٰ کے نام سے یہ سمجھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آجائیں گے یہ ایک غلطی ہے کہ اِس پیشگوئی کے سرّ اور مغز کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ دونوں ناموں میں بروزی ظہور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ شخص موعود کا احمد نام رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ہی فرما دیا ہے کہ اس کی صفات میری صفات سے اور اس کی صورت میری صورت سے مشابہ ہوگی۔ یہی تقریر تھی جو بروزی ظہور کی طرف اشارہ تھا یعنی وہ بلحاظ صفاتِ احمد یہ **احمد** کہلائے گا۔ اِسی طرح شخص موعود کا نام عیسیٰ رکھ کر اور پھر اس کی نسبت **اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ** اور **اَمَّکُمْ مِنْکُمْ** کہہ کر جیسا کہ بخاری اور مسلم میں آیا ہے صاف ہدایت کر دی کہ عیسیٰ سے حقیقی طور پر عیسیٰ مراد نہیں ہے بلکہ یہ شخص امت میں سے ہوگا۔ حدیث کے الفاظ میں یہ نہیں ہے کہ پہلے وہ نبی ہوگا اور پھر امتی بن جائے گا۔ اگر یہی مفہوم حدیث میں مراد ہوتا تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ **اِمَامُکُمُ الَّذِی سَیَصِیْرُ مِنْکُمْ وَ مِنْ اُمَّتِیْ بَعْدَ نُبُوَّتِہٖ**۔ یعنی تمہارا امام جو نبوت کے بعد پھر تم میں سے اور میری امت میں سے ہو جائے گا۔ اِسی وجہ سے بخاری کی حدیثوں میں جو دوسری حدیثوں کی نسبت بہت زیادہ صحیح اور نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہیں آنے والے مسیح موعود کے حُلیہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ کے حلیہ میں فرق ڈال دیا گیا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ کا حلیہ کوئی اور لکھا ہے جس میں اُن کو

سفید رنگ بتلایا ہے اور آنے والے مسیح کو گندم گوں اور میرے حلیہ کے مطابق قرار دیا ہے۔

اب اِس سے زیادہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور کیا تفصیل فرماتے۔ آپ نے آنے والے اور گذشتہ مسیح کے دو حلیے ٹھہرا دیئے تا لوگ ٹھوکر نہ کھائیں۔ ایسا ہی آپ نے لانبی بعدی کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا۔ پھر آپ نے **کَمَاقَالَ العبدُ الصّالحُ** فرما کر صاف کہہ دیا کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہوگیا۔ پھر آپ نے **اَلْاٰیاتُ بَعْدَ الْمِأتَیْنِ** کہہ کر مہدی موعود کی پیدائش کو تیرھویں صدی قرار دیا۔ پھر آپ نے مسیح موعود کو صدی کے سر پر آنے والا کہا اور پھر آپ نے **لا مھدیّ الّا عیسٰی** کہہ کر عیسیٰ اور مہدی ایک ہی شخص ٹھہرا دیا۔ پھر آپ نے **امامکم منکم** اور **امّکم منکم** کہہ کر صاف جتلا دیا کہ آنے والے عیسیٰ بن مریم سے صرف ایک امّتی مراد ہے ﴿۱۵۳﴾
ایسا ہی آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس برس عمر بیان فرما کر ان کی موت کی حقیقت کھول دی۔ پھر آپ نے آنے والے مسیح کا وقت یاجوج ماجوج کے ظہور کا زمانہ ٹھہرایا اور یاجوج ماجوج یوروپین عیسائی ہیں۔ کیونکہ یہ نام اَجِیْج کے لفظ سے نکالا گیا ہے جو شعلۂ آگ کو کہتے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ لوگ آگ سے بہت کام لیں گے اور اُن کی لڑائیاں آتشی ہتھیاروں سے ہوں گی اور اُن کے جہاز اور اُن کی ہزاروں کلیں آگ کے ذریعہ سے چلیں گی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات میں عیسیٰ بن مریم کو مُردوں میں پایا یعنی حضرت یحییٰ کے پاس دوسرے آسمان پر دیکھا آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسیح موعود عیسائی مذہب کے زور کے وقت آئے گا اور صلیبی زور کو توڑے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اُن دنوں میں اونٹ بے کار ہو جائیں گے اور یہ ریل کی طرف اشارہ تھا جیسا کہ قرآن شریف میں بھی ہے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ[1] آپ کے جلیل الشان اہل بیت سے یہ بھی روایت ہے کہ اس وقت رمضان میں خسوف وکسوف ہوگا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اُن دنوں میں طاعون بھی پُھوٹے گی اور یہ بھی روایت ہے کہ سورج میں بھی ایک نشان ظاہر ہوگا یعنی ایک ہولناک گرہن لگے گا

[1] التکویر: ۵

اور یہ بھی روایت ہے کہ حج روکا جائے گا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ان دنوں میں ایک آگ نکلے گی اور مدت تک اُس کی سُرخی رہے گی اور یہ جاوا کی آگ تھی جیسا کہ **حجج الکرامہ** میں بھی اِس بات کو مان لیا ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔

اب بتلاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانوں کے بتلانے میں کونسی کسر رکھی اور امام موعود کی ذات میں آپ نے دو نشان بیان فرمائے ایک یہ کہ اس کو اسرار اور معارف عطا کئے جائیں گے اور وہ دنیا میں دوبارہ ایمان کو اور معرفت کو قائم کرے گا۔ یہ وہ نشان ہیں جن کی وجہ سے وہ مہدی کہلائے گا۔ اور دوسرے نشان دنیوی برکات کے ہیں کہ اس کے ہاتھ سے دنیوی برکات کے نشان ظاہر ہوں گے اور نیز زمین میں نہایت تازگی اور طراوت ﴿۱۵۴﴾ پیدا ہو جائے گی اور آبادی میں بڑی ترقی ہوگی اور بے وقت کے پھل لوگوں کو ملیں گے۔ بہت سا حصہ زمین کا زراعت سے آباد ہو جائے گا۔ نہریں جاری ہو جائیں گی درندے کم ہو جائیں گے دنیا پر ایک آرام اور امن کا زمانہ آئے گا۔ یہاں تک کہ زندے آرزو کریں گے کہ اس وقت اُن کے باپ دادے ہوتے۔ اب دیکھو کہ اس زمانہ میں میرے ہاتھ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرز پر بھی نشان ظاہر ہوئے۔ کئی بیماروں بے قراروں کی نسبت دُعائیں قبول ہوئیں اور کئی دنیوی درماندوں کو دوبارہ برکتیں دی گئیں۔ اور جیسا کہ دشمنوں کے لئے بھی مسیح کی دعاؤں نے اثر کیا تھا وہ نشان بھی اس جگہ ظہور میں آئے چنانچہ آتھم نے مقابلہ کے بعد کوئی خوشی نہ دیکھی اور تھوڑی مدت تلخ زندگی میں سرگرداں رہ کر آخر پیشگوئی کے مطابق فوت ہوگیا۔ ایسا ہی لیکھرام کا حال ہوا اور خدا نے پیشگوئی کو پورا کر کے مسلمانوں کو اس کی بدزبانی سے امن بخشا ایسا ہی مسیحی برکات نے زمانہ میں بھی اپنا اثر دکھایا کیونکہ سکھوں کے عہد میں ہر ایک طور سے مسلمانوں کو دُکھ دیا گیا تھا یہاں تک کہ بانگ نماز سے منع کیا جاتا تھا۔ گائے کے الزام سے ناحق صدہا خون ہوتے تھے۔ زمینداروں کو کاشتکاری میں امن نہ تھا کھلے کھلے ڈاکے پڑتے تھے

بہت سی زمین ویران پڑی تھی۔ ہمیشہ کی جلاوطنیوں سے ملک تباہ ہو چکا تھا اور بے امنی کی وجہ سے نہ زراعت کا کچھ معتد بہ فائدہ ہوتا تھا نہ باغات کا۔ اور اگر چوروں سے کچھ بچتا تھا تو حکّام لوٹ لیتے تھے۔ اب انگریزوں کے زمانہ میں وہ دور بدل گیا۔ اور حقیقت میں ایسا امن ہو گیا کہ بھیڑیا اور بھیڑ ایک جگہ بسر کر رہے ہیں۔ اور سانپوں سے بچے کھیل رہے ہیں۔ زمین خوب آباد ہو گئی اور پھلوں کی یہ کثرت ہو گئی کہ بعض پھل بارہ مہینے کے قریب رہنے لگے اور سفر ایسا سہل اور آسان ہو گیا کہ ریل کی سواری نے تمام مشکلات دور کر دیں۔ تار کے ذریعہ سے خارق عادت کے طور پر خبریں آنے لگیں۔ بیماریوں کے لئے نہایت تجربہ کار ڈاکٹر پیدا ہو گئے۔ نہریں جاری ہو گئیں پہاڑوں کا سفر نہایت آسان ہو گیا اور صدہا قسم کی کَلیں جو امورِ معیشت کو سہل اور آسان کرتی ہیں پیدا ہو گئیں اور صدہا قسم کی تکلیفیں دور ہو گئیں۔ اب حقیقت میں ایک عقلمند آدمی اپنے ﴿۱۵۵﴾ ان ایّام کا خیال کر کے باپ دادوں کے ایّام کو افسوس کی نظر سے دیکھے گا جن کو سفر کے لئے پکّی سڑک بھی میسّر نہیں آتی تھی۔ ایک ٹٹو پر پچیس کوس سفر کرنا ہزار کوس کے برابر تھا دھوپ ہوتی تھی پسینے پر پسینہ آتا تھا گرمی کے دنوں میں ٹٹو کی سواری پر یا پیادہ پا ایسا سفر ایک موت ہوتی تھی۔ اب یہ بہار ہے کہ نہایت آرام سے ریل کی گاڑیوں میں سے ایک گاڑی میں بیٹھے ہیں ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے جا بجا پانی اور کھانے پینے کا سامان موجود ہے۔ بیٹھے بیٹھے ہر ایک چیز اور جنگل کے عجائبات کو دیکھ رہے ہیں گویا ایک نظارہ گاہ ہے۔ جس قدر روپیہ خرچ کریں اُسی قدر ریل میں آرام کے سامان موجود ہیں۔ غرض اس وقت اگر دنیا کی حالتِ تمدّن پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ ہزار در ہزار آرام کے سامان میسر آ گئے ہیں اور بے شمار دنیوی برکتیں نازل ہو گئی ہیں۔ اور سب کے علاوہ سلطنت میں نہایت امن ہے۔ قواعد اور قوانین کی پابندی کے نیچے محکوم اور حاکم برابر چل رہے ہیں ایک ذرّہ بھی حکومت نمائی نہیں۔ پس یہ وہی زمانہ تھا جس کی نسبت خبر دی گئی تھی کہ مسیح موعود کے وقت میں ایسا زمانہ ہو گا اور اس قدر دنیوی برکات اور دنیوی امن پیدا ہو جائیں گے۔

اور مسیح موعود کی طرف یہ برکات حدیثوں میں اس لئے منسوب کی گئیں کہ یہ ہمیشہ سے عادۃ اللہ ہے کہ جس مرد خاص کو خدا تعالیٰ دنیا میں برکات ظاہر کرنے کے لئے بھیجتا ہے اس کے زمانہ میں جو کچھ برکات ظاہر ہوتی ہیں خواہ اس کے ہاتھ سے ظہور میں آویں خواہ کسی اور کے ہاتھ سے ظہور میں آئیں سب اُسی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں کیونکہ اُس کے متبرک وجود کی وجہ سے خدا کے فضل ہر ایک طور سے زمین پر وارد ہوتے ہیں لہٰذا وہ تمام برکات اسی کے لئے ہوتی ہیں اگرچہ دنیا اس کو اوائل حال میں نہیں پہچانتی مگر آخر پہچان لیتی ہے۔ مَیں نے بار بار کہا اور اب بھی کہتا ہوں کہ انسانوں کی عافیت اور برکت کے لئے میری دعاؤں اور میری توجہ اور میرے وجود کو اور تمام انسانوں کی نسبت زیادہ دخل ہے کوئی نہیں جو ان امور میں میرا مقابلہ کر سکے اور اگر کرے تو خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ میری نسبت ہی خدا نے فرمایا ﴿۱۵۶﴾ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ یعنی خدا ایسا نہیں کہ اس قوم اور اس سلطنت پر عذاب نازل کرے جس میں تو ہے اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ اِنَّہٗ اَوَی الْقَرْیَۃَ اس الہام میں گو ہنوز اجمال ہے مگر جیسا کہ ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا ہے یہی معنے ہیں کہ جس گاؤں میں تو ہے خدا اُسے طاعون سے یا اُس کی آفات لاحقہ سے بچائے گا۔ بہرحال یہ وہی دنیوی برکات ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دی گئی تھیں۔ یعنی اُن میں بڑا کمال یہی تھا کہ اُن کی ہمت اور توجہ اور دعا مخلوق کی عافیت عامہ کے لئے مؤثر تھی۔ سو یہی صفات اس عاجز کو بخشی گئیں۔ چنانچہ براہین میں بھی یہ الہام ہے کہ امراض الناس و برکاتہ اور ایک یہ بھی الہام ہے یا مسیح الخلق عدوانا یعنی اے مسیح جو خلقت کی بھلائی کے لئے بھیجا گیا ہمارے طاعون کے دفع کے لئے مدد کر۔ سو یاد رکھو کہ وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ لوگ ان برکات کو بکثرت دیکھیں گے۔

اب یہ زمانہ جس میں ہم ہیں ایسا زمانہ ہے کہ دو قسم کے برکات اس میں ترقی کرتے جاتے ہیں اور اس درجہ پر ہیں کہ اگر ان برکات کی نظیر گزشتہ زمانوں میں تلاش کی جائے تو ہرگز

نہیں ملے گی۔(۱) پہلی دنیوی برکات دیکھنا چاہیے کہ بنی آدم کے لئے کس قدر ان کی اقامت اور سفر اور صحت اور بیماری اور خوراک اور پوشاک کے لئے سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں اور کس قدر امن حاصل ہوگیا ہے۔ کیا ہمارے وہ بزرگ جو اس زمانہ سے دو سو برس پہلے فوت ہو گئے انہوں نے اس قسم کے آرام پائے تھے؟ (۲) دوسری برکات رُوحانی امور کے متعلق ہیں۔ سو دیکھنا چاہیے کہ جس قدر اس زمانہ میں ہزارہا کتابیں چھپ کر شائع ہوئیں۔ ہزارہا اسرار علمِ دین کھل گئے۔ قرآنی معارف اور حقائق ظاہر ہوئے۔ کیا اِن باتوں کا پہلے نشان تھا؟ اور یہ دونوں قسم کی برکتیں امام موعود کی نسبت حدیثوں میں منسوب کی گئی ہیں کیونکہ ان تمام برکات کا درحقیقت فاعل خدا ہے۔ اور خدا نے صرف امام کے زمانے کو متبرک ظاہر کرنے کے لئے یہ برکتیں ظاہر کیں۔ یہ برکتیں ایک تو وہ ہیں جو خاص امامِ موعود کے ذریعے سے ظاہر ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور دوسری وہ جو اس کے زمانے میں ظاہر ہوئیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ دونوں قسم کی برکتیں ایک ہی سرچشمہ سے ہیں۔ ﴿۱۵۷﴾

اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ برکتیں جو دنیا میں ظاہر ہو رہی ہیں دو رنگ رکھتی ہیں ایک وہ رنگ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے مشابہ ہے کیونکہ اُن کے اکثر معجزات دنیوی برکات کے رنگ میں تھے☆۔ دوسرا رنگ ان برکتوں کا وہ ہے جو ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزاتِ روحانیہ سے مشابہ ہے کیونکہ آپ کا کام اسرار اور

☆ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہمت اور توجہ دنیوی برکات کی طرف زیادہ مصروف تھی اس لئے اُن کی اُمت میں یہ اثر ہوا کہ رفتہ رفتہ دین سے تو وہ بکلّی بے بہرہ ہو گئے مگر دنیا کی برکتیں جیسا کہ علم طبعی علم ڈاکٹری علم تجارت علم فلاحت علم جہاز رانی اور ریل رانی وغیرہ اس میں بے نظیر ہو گئے۔ برخلاف اس کے دینی عمیق اسرار مسلمانوں کے حصے میں آئے اور دنیا میں پیچھے رہے۔ روحانی برکات کی یادگار کے لئے قرآن شریف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دائمی معجزہ دیا گیا جو بموجب منطوق آیت فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ[۱] تمام دینی معارف کا جامع ہے۔ **منہ**

[۱] البيّنة :۴

معارف اور علوم الٰہیہ کو پھیلانا تھا اور آپ کی دُعا اور توجہ اور ہمت یہی کام کر رہی تھی سو اس زمانہ میں اسرار اور معارف اور علومِ حکمیہ بھی پھیل رہے ہیں اور یہ دونوں قسم کی برکتیں یعنی جسمانی اور رُوحانی عام طور پر بھی دنیا میں ظاہر ہو رہی ہیں یعنی بالواسطہ اور خاص طور پر بھی ظاہر ہو رہی ہیں یعنی بلاواسطہ امام موعود سے صادر ہو رہی ہیں۔ پس چونکہ دنیوی برکتیں عیسیٰ صفت انسان کی تجلّی کو چاہتی تھیں اور رُوحانی برکتیں محمدؐ صفت انسان کے ظہور کا تقاضا کرتی تھیں اور خدا وحدت کو پسند کرتا ہے نہ تفرقہ کو اِس لئے اُس نے یہ دونوں شانیں ایک ہی انسان میں جمع کر دیں تا دو کا بھیجنا موجب تفرقہ نہ ہو۔ سو ایک ہی شخص ہے جو ایک اعتبار سے مظہر عیسیٰ علیہ السلام ہے اور دوسرے اعتبار سے مظہرِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہی سرّ اس حدیث کا ہے کہ لَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی۔ اور یہی سرّ ہے کہ جو احادیث میں امامت کا کام مہدی کے سپرد بیان کیا گیا ہے اور قتلِ دجّال کا کام مسیح کے سپرد ظاہر فرمایا گیا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ امامت امور روحانیہ میں سے ہے جس کا نتیجہ استقامت اور قوتِ ایمان اور معرفت اور اتباع مرضات الٰہی ہے جو اخروی برکات میں سے ہے۔ لہٰذا اس قسم کی برکت برکاتِ محمدیہ میں سے ہے۔ اور دجّال کی شوکت اور شان کو صفحۂ زمین سے معدوم کرنا جس کو قتل کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ دنیوی برکات میں سے ہے کیونکہ دشمن کی ترقی کو گھٹا کر ایسا کالعدم کر دینا گویا اس کو قتل کر دینا یہ دُنیا کے کاموں میں سے ایک قابلِ قدر کام ہے اور اس قسم کی برکت برکاتِ عیسویہ میں سے ہے۔ ﴿۱۵۸﴾

اب اگر یہ سوال پیش ہو کہ ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ یہ دونوں قسم کی برکتیں جو عیسوی برکت اور محمدی برکت کے نام سے موسوم ہو سکتی ہیں تم میں جو مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کرتے ہو جمع ہیں اور کیونکر ہم صرف دعوے کو قبول کر لیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان برکات کو اللہ جلّ شانہٗ نے محض اپنے فضل اور کرم سے مجھ میں ثابت کر دیا ہے اور میں بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ میں ان دونوں قسم کی برکتوں کا جامع ہوں۔ اور آج تک جو

نشان آسمانی مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں وہ ان دونوں قسم کی برکتوں پر مشتمل ہیں۔ یہ تو معلوم ہے کہ محمدی برکتیں معارف اور اسرار اور نکات اور کلمِ جامعہ اور بلاغت اور فصاحت ہے سو میری کتابوں میں اُن برکات کا نمونہ بہت کچھ موجود ہے۔ براہین احمدیہ سے لے کر آج تک جس قدر متفرق کتابوں میں اسرار اور نکات دینی خدا تعالیٰ نے میری زبان پر باوجود نہ ہونے کسی اُستاد کے جاری کئے ہیں اور جس قدر میں نے اپنی عربیّت میں باوجود نہ پڑھنے علم ادب کے بلاغت اور فصاحت کا نمونہ دکھایا ہے اُس کی نظیر اگر موجود ہے تو کوئی صاحب پیش کریں۔ مگر انصاف کی پابندی کے لئے بہتر ہوگا کہ اوّل تمام میری کتابیں براہین احمدیہ سے لے کر فریاد درد یعنی کتاب البلاغ تک دیکھ لیں اور جو کچھ اُن میں معارف اور بلاغت کا نمونہ پیش کیا گیا ہے اس کو ذہن میں رکھ لیں اور پھر دوسرے لوگوں کی کتابوں کو تلاش کریں اور مجھ کو دکھلاویں کہ یہ تمام امور دوسرے لوگوں کی کتابوں میں کہاں اور کس جگہ ہیں۔ اور اگر دکھلا نہ سکیں تو پھر یہ امر ثابت ہے کہ محمدی برکتیں اس زمانہ میں خارق عادت کے طور پر مجھ کو عطا کی گئی ہیں جن کے رو سے مہدی موعود ہونا میرا لازم آتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے بغیر انسانی توسط کے یہ تمام برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائیں جن کی وجہ سے آپ کا نام مہدی ہوا یعنی آپ کو بلا واسطہ کسی ﴿۱۵۹﴾
انسان کے محض خدا کی ہدایت نے یہ کمال بخشا ایسا ہی بغیر انسانی توسط کے یہ رُوحانی برکتیں مجھ کو عطا کی گئیں اور یہی مہدیٔ موعود کی نشانی اور حقیقتِ مہدویّت ہے۔ رہیں عیسوی برکتیں جن سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کو اپنی دُعا اور توجہ سے مشکلات سے رہائی دینا بیماریوں سے صاف کرنا اور دشمنوں سے خلاصی دینا اور فقر وفاقہ سے چھڑانا اور برکات عامہ دنیوی کے پیدا ہونے کا موجب ہونا۔ سو اس میں بھی میں کمال دعوے سے کہتا ہوں کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے میری ہمت اور توجہ اور دُعا سے لوگوں پر برکات ظاہر کی ہیں اس کی نظیر دوسروں میں ہرگز نہیں ملے گی اور عنقریب خدا تعالیٰ اور بھی بہت سے نمونے ظاہر کرے گا یہاں تک کہ دشمن کو بھی سخت ناچار

ہو کر ماننا پڑے گا۔ میں بار بار یہی کہتا ہوں کہ یہ دو قسم کی برکتیں جن کا نام عیسوی برکتیں اور محمدی برکتیں ہیں مجھ کو عطا کی گئی ہیں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر اس بات کو جانتا ہوں کہ جو دنیا کی مشکلات کے لئے میری دُعائیں قبول ہوسکتی ہیں دوسروں کی ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ اور جو دینی اور قرآنی معارف حقائق اور اسرار مع لوازم بلاغت اور فصاحت کے میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ اگر ایک دنیا جمع ہو کر میرے اس امتحان کے لئے آوے تو مجھے غالب پائے گی☆۔ اور اگر تمام لوگ میرے مقابل پر اُٹھیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا ہی پلّہ بھاری ہوگا۔ دیکھو میں صاف صاف کہتا ہوں اور کھول کر کہتا ہوں کہ اس وقت اے مسلمانو تم میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو مفسر اور محدث کہلاتے ہیں اور قرآن کے معارف اور حقائق جاننے کے مدعی ہیں اور بلاغت اور فصاحت کا دم مارتے ہیں اور وہ لوگ بھی موجود ہیں جو فقراء کہلاتے ہیں اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی وغیرہ ناموں سے اپنے تئیں موسوم کرتے ہیں۔ اُٹھو! اور اس وقت اُن کو میرے مقابلہ پر لاؤ۔ پس اگر میں اس دعوے میں جھوٹا ہوں کہ یہ دونوں شانیں یعنی شانِ عیسوی اور شانِ محمدی مجھ میں جمع ہیں۔ اگر میں وہ نہیں ہوں جس میں یہ دونوں شانیں جمع ہوں گی اور ذوالبروزین ہوگا تو میں اس مقابلہ میں مغلوب ہو جاؤں گا ورنہ غالب آ جاؤں گا۔ مجھے خدا کے فضل سے توفیق دی گئی ہے کہ میں شانِ عیسوی کی طرز سے دنیوی برکات کے متعلق کوئی شان دکھلاؤں۞ یا شانِ محمدی کی طرز سے حقائق معارف اور نکات اور اسرارِ شریعت بیان کروں اور میدانِ بلاغت میں قوتِ ناطقہ کا گھوڑا دوڑاؤں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اور محض اُسی کے ﴿۱۶۰﴾

☆ مہوتسو کے جلسہ میں بھی اس کا امتحان ہو چکا ہے۔ میرا مضمون دوسرے مضمونوں کے مقابل پر پڑھو۔ **منہ**

۞ شانِ عیسوی کے متعلق جو نشان ہیں یعنی دنیوی برکات کے نشان وہ بہت سے خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں جن کی میں اپنی بعض کتابوں میں تصریح کر چکا ہوں۔ اور بعض نشان ایسے ہیں جو ابھی نہیں لکھے گئے مگر یہ خدا کے فضل سے وسیع میدان ہے اگر تسلی کے طالب جمع ہوں تو ہزاروں نشان ظاہر ہو سکتے ہیں۔ **منہ**

ارادے سے زمین پر بجز میرے ان دونوں نشانوں کا جامع اور کوئی نہیں ہے۔اور پہلے سے لکھا گیا تھا کہ ان دونوں نشانوں کا جامع ایک ہی شخص ہوگا جو آخر زمانہ میں پیدا ہوگا اور اُس کے وجود کا آدھا حصہ عیسوی شان کا ہوگا اور آدھا حصہ محمدی شان کا **سو وہی مَیں ہوں** جس نے دیکھنا ہو دیکھے جس نے پرکھنا ہو پرکھے مبارک وہ جواب بُخل نہ کرے۔اور نہایت بدبخت وہ جو روشنی پاکر تاریکی کو اختیار کرے۔

میں اس وقت اس شان کو کسی فخر کے لئے پیش نہیں کرتا کیونکہ فخر کرنا میرا کام نہیں ہے۔میں اس دھوپ کی طرح ہوں جو آفتاب سے نیچے گرتی اور پھر آفتاب کی طرف کھینچی جاتی ہے۔ بلکہ اس لئے پیش کرتا ہوں کہ ایک دنیا بدظنی سے تباہ ہوتی جاتی ہے۔لوگ ایک ایسے مسیح کے منتظر ہو رہے ہیں جس کا دنیا میں آنا ختمِ نبوت کے مخالف قرآن کے مخالف سُنن سابقہ کے مخالف عقل کے مخالف اور فرشتوں کے ساتھ مَرئی طور پر اُترنا قرآن کی اُن آیات کے مخالف ہے جن میں یہ لکھا ہے کہ جب فرشتے مرئی طور پر اُتریں گے تو ایمان نفع نہیں دے گا۔عیسائی سلطنت کے وقت میں مسیح کا آنا ضروری تھا جیسا کہ حدیث یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کا مفہوم ہے اور اب پنجاب میں ساٹھ ۶۰ سال سے بھی زیادہ عیسائی سلطنت پر گزر گیا اور مسیح کا آنا اس قوم کے عہد اقبال میں آنا ضروری تھا جس کی لڑائیاں اور اکثر اور کام آگ کے ذریعہ سے ہوں گے اور اسی وجہ سے وہ یاجوج ماجوج کہلائیں گے اب دیکھو کہ مدت سے اس قوم کا غلبہ اور اقبال ظاہر ہو چکا۔سوچنے والے سوچ لیں۔اور مسیح موعود کا صدی کے سر پر آنا ضروری تھا اور صدی میں سے بھی پندرہ برس گزر گئے۔اس صدی مصیبت زدہ پر تعجب کہ بقول مخالفین کوئی مجدّد بھی نہیں آیا جو فتنِ موجودہ کے قلع قمع کے لئے کھڑا ہوتا۔سو محض ہمدردیٔ خلائق کی وجہ ﴿۱۶۱﴾ سے یہ دعویٰ مع دلائل پیش کیا گیا ہے تا کوئی بندۂ خدا اس میں غور کرے اور قبل اس کے جو پیغامِ اجل پہنچے خدا کے ارادے اور مرضی کا تابع ہو جائے کیا یہ انسان کا کام ہے کہ عین اس وقت پر جھوٹا دعویٰ کرے جس میں خدا کا کلام اور رسول کا کلام کہہ رہا ہے کہ کوئی

سچا آنا چاہیئے اور اُس کے مقابل پر کوئی سچا ظاہر نہ ہو۔ حالانکہ خدا کے مقرر کردہ موسم اور وقت نسیم صبا کی طرح گواہی دے رہے ہیں کہ یہ کسی سچے کے مبعوث ہونے کا وقت ہے نہ جھوٹے مفتری کذّاب کا وقت کیونکہ خدا کی غیرت جھوٹے کو ہرگز یہ موقعہ نہیں دیتی کہ سچے کے وقتوں اور علامتوں سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کہاں ہے وہ سچا جس کو صدی کے سر پر آنا چاہیے تھا؟ کہاں ہے وہ سچا جس کو غلبۂ صلیب کے وقت میں آنا چاہیے تھا؟ کہاں ہے وہ سچا جس کے صحتِ دعویٰ پر رمضان کے خسوف کسوف نے گواہی دی؟ کہاں ہے وہ سچا جس کی تصدیق کے لیے جاوا کی آگ نکلی؟ کہاں ہے وہ سچا جس کے ظہور کی علامت ظاہر کرنے کے لیے یاجوج ماجوج کی قوم ظاہر ہوئی یعنی اس قوم کا ظہور ہوا جو اپنی تمام مہمات میں اَجِیْج یعنی آگ سے کام لیتی ہے۔ اس کی لڑائیاں آگ سے ہیں۔ اس کے سفر آگ کے ذریعہ سے ہیں۔ ان کی ہزاروں کلیں آگ کے ذریعہ سے چلتی ہیں اس لئے خدا نے اپنی مقدس کتابوں میں اُن کا نام آتشی قوم یعنی یاجوج ماجوج رکھا جو پانیوں کے قریب رہتے اور آگ سے کام لیتے ہیں۔

اب کہو کہ جب کہ اس سچے مسیح اور سچے مہدی کی تمام علامتیں ظاہر ہوگئیں تو پھر وہ مسیح موعود کہاں ہے؟ کیا خدا کے وعدے نے تخلّف کیا حاشا و کلّا بلکہ وہ **تم میں موجود ہے** جس کو تم نے شناخت نہیں کیا۔ وہ آگ والوں کے ساتھ آگ سے نہیں بلکہ پانی سے لڑے گا جو اوپر سے آتا اور دلوں میں سچائی کا سبزہ اُگاتا اور پیاسوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

قولہ۔ دوحلیوں کا بیان جو احادیث میں ہے یہ ایک رؤیا اور کشف ہے اس لئے جیسا کہ خوابوں کے حالات ہوتے ہیں ایک حلیہ دو حلیوں کے رنگ میں نظر آسکتا ہے۔ ﴿۱۶۲﴾

اقول۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کشفِ اکمل اور اتم پر بدگمانی ہے اس پر تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کشف اور خواب وحی ہے اور اگر وحی میں اختلاف ہو تو اس سے تمام شریعت درہم برہم ہو جائے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا کی شان میں ایسا گمان کرنا سخت بے ادبی ہے اس سے توبہ کرنی چاہیے اگر وحی نبوت میں کبھی کچھ بیان ہو اور کبھی کچھ تو اس سے امان اٹھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا[1] فتأمّل

[1] النسآء: ۸۳

قولہ۔ ہر ایک نبی کی شہادت نبی ہی دیتا چلا آیا ہے۔

اقول ۔ یہ ایک گھر کا بنایا ہوا قاعدہ ہے جس پر کوئی نصّ قرآنی یا حدیثی دلالت نہیں کرتی ۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان پر سے نازل ہوں تو پھر اُن کے بعد اُن کی تصدیق کے لئے کوئی اور نبی آوے کیونکہ کیا معلوم کہ وہ درحقیقت عیسیٰ ہے یا نہیں۔☆ دنیا ایمان بالغیب کی جگہ ہے کوئی مبعوث ہو کچھ نہ کچھ پردہ ضرور رہتا ہے۔ پھر اُس نبی کی تصدیق کے لئے کوئی اور نبی آنا چاہیئے ۔ پس اس سے تسلسل پیدا ہوگا اور وہ باطل ہے اور جو امر مستلزم باطل ہو وہ بھی باطل ہے۔ ماسوا اس کے نصوص حدیثیہ قرآنیہ کے رو سے اہل کرامت کی تصدیق اہل معجزہ کی تصدیق کے قائم مقام ہے کیونکہ کرامت بھی رسول متبوع کا معجزہ ہے اور بموجب حدیث صحیح کے محدّث کا الہام بھی وحی کے نام سے موسوم اور مثل وحی انبیاء علیہم السلام کے دخل شیطان سے پاک اور خدا کی وحی ہے اور جب وہ بھی خدا کی وحی ہے تو جو خدا کے مُنہ سے نکلا ہے اُس کی شہادت اِسی رنگ کی ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی شہادت پھر یہ بھی سوچو کہ کیا دنیا میں کسی مسلمان کا اعتقاد ہو سکتا ہے کہ جب تک مسیح موعود نہیں آئے گا اُس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت معرضِ شک میں ہے اور مسیح کی گواہی کی محتاج ہے؟ اور اگر فرض کریں کہ مسیح نہ آوے اور گواہی نہ دے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت شکّی اور مشتبہ رہے۔ **نعوذ باللہ من ھٰذہ الخرافات و الکفریات** ۔ یہ کس قدر بیہودہ خیال ہے اور قریب ہے کہ کفر ہو جائے۔ مسیح موعود کا آنا اس لئے نہیں کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ابھی ثابت نہیں اس کی گواہی سے ثابت ہوگی بلکہ اس لئے ہے کہ تا وہ مجدّدوں کے رنگ میں ظاہر ہو اور فتنۂ صلیبیہ کو دور کر کے دنیا میں توحید اور توحیدی ایمان کا جلال ظاہر کرے۔ ﴿۱۶۳﴾

قولہ۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لئے ایک نبی شاہد کی ضرورت ہے۔

☆ بالخصوص جب کہ یہ بھی آثار میں ہے کہ مہدی اور اُس کی تمام جماعت مسیح موعود وغیرہ کو کافر ٹھہرایا جائے گا تو اس حالت میں حسب اقرار تمہارے کسی اور نبی کے آنے کی نہایت ضرورت ہے تا علماءِ مکفّرین کو کافر اور کاذب ٹھہراوے اور عیسیٰ کو سچا نبی قرار دے۔ **منہ**

اقول ۔ایسا ہی اس نبیٔ شاہد کی نبوت کے لئے کسی اور نبی کی ضرورت ہے۔وَقِسْ عَلٰی ھٰذا ۔ اور ہزار حیف ہے ان لوگوں کے ایمان پر جن کے نزدیک ابھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت نہیں ہوئی بلکہ جب مسیح آئے گا اور گواہی دے گا تب ثابت ہوگی۔

قولہ۔مسیح نبی ہو کر نہیں آئے گا امتی ہو کر آئے گا مگر نبوت اس کی شان میں مضمر ہوگی۔

اقول ۔جب کہ شانِ نبوت اُس کے ساتھ ہوگی اور خدا کے علم میں وہ نبی ہوگا تو بلا شبہ اس کا دنیا میں آنا ختمِ نبوت کے منافی ہوگا کیونکہ درحقیقت وہ نبی ہے اور قرآن کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممنوع ہے۔

قولہ۔نبی کا مثیل نبی ہوتا ہے۔

اقول ۔تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی ہوجاتا ہے یہی معنے اِس حدیث کے ہیں۔عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ یعنی میری اُمت کے علماء مثیل انبیاء ہیں۔دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو مثیل انبیاء قرار دیا اور ایک حدیث میں ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ ہمیشہ میری امّت میں سے چالیس آدمی ابراہیم کے قلب پر ہوں گے۔اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مثیلِ ابراہیم قرار دیا اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1] اس جگہ تمام مفسّر قائل ہیں کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی ہدایت سے غرض تشبہ بالانبیاء ہے جو اصل حقیقت اتباع ہے۔اور صوفیوں کا مذہب ہے کہ جب تک انسان ایمان اور اعمال اور اخلاق میں انبیاء علیہم السلام سے ایسی مشابہت پیدا نہ کرے کہ خود وہی ہو جائے تب تک اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا اور نہ مرد صالح ہو سکتا ہے پس نہایت ظلم اور خیانت ہے کہ قبل اس کے کہ دین کی کتابوں کو دیکھا جائے دنیا داروں کی مقدمہ بازی کی طرح ایک خود تراشیدہ بات پیش کی جائے۔خدا نے انبیاء علیہم السلام کو اِسی لئے اس دنیا میں بھیجا ہے کہ تا دنیا میں اُن کے مثیل قائم کرے اگر یہ بات نہیں تو پھر نبوّت لغو ٹھہرتی ہے۔نبی اس لئے ﴿۱۶۴﴾

[1] الفاتحۃ: ۶،۷

نہیں آتے کہ اُن کی پرستش کی جائے بلکہ اس لئے آتے ہیں کہ لوگ اُن کے نمونے پر چلیں اور اُن سے تشبّہ حاصل کریں اور اُن میں فنا ہو کر گویا وہی بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1] پس خدا جس سے محبت کرے گا کونسی نعمت ہے جو اُس سے اٹھا رکھے گا اور اتباع سے مراد بھی مرتبۂ فنا ہے جو مثیل کے درجے تک پہنچاتا ہے۔ اور یہ مسئلہ سب کا مانا ہوا ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا مگر وہی جو جاہل سفیہ یا ملحد بے دین ہوگا۔

قولہ۔ مسیح کے دوبارہ آنے پر ایک یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ[2] اور حضرت مسیح نے اس زمانہ میں جب کہ وہ یہودیوں کے لئے معبوث ہوئے عزت نہیں پائی اس لئے ماننا پڑا کہ پھر وہ آویں گے تب دنیا کی وجاہت اُن کو نصیب ہوگی۔

اقول۔ یہ خیال بالکل بیہودہ ہے۔ قرآن شریف میں یہ لفظ نہیں کہ وَجِيْهًا عِنْدَ اَهْلِ الدُّنْيَا۔ دنیاداروں اور دنیا کے کتوں کی نظر میں تو کوئی نبی بھی اپنے زمانے میں وجیہ نہیں ہوا کیونکہ انہوں نے کسی نبی کو تسلیم نہیں کیا بلکہ قبول کرنے والے اکثر ضعفاء اور غرباء ہوئے ہیں جو دنیا سے بہت کم حصہ رکھتے تھے سو آیت کے یہ معنے نہیں کہ پہلے زمانے میں عیسیٰ کو دنیا کے رئیسوں اور امیروں اور کُرسی نشینوں نے قبول نہ کیا لیکن دوسری مرتبہ قبول کریں گے۔ بلکہ قرآن کے عام محاورہ کے رُو سے آیت کے یہ معنے ہیں کہ دُنیا میں بھی راستبازوں میں مسیح کی عزت ہوئی اور وجاہت مانی گئی جیسا کہ یحییٰ نبی نے اُن کو مع اپنی تمام جماعت کے قبول کیا اور ان کی تصدیق کی اور بہتوں نے تصدیق کی اور قیامت میں بھی وجاہت ظاہر ہوگی۔ پھر میں کہتا ہوں کہ کیا اب تک حضرت عیسیٰ کو دنیا کی وجاہت نصیب نہ ہوئی حالانکہ چالیس کروڑ انسان اُن کو خدا کر کے مانتا ہے۔ کیا وجاہت کے لئے زندہ موجود ہونا بھی ضروری ہے اور مرنے کے بعد وجاہت جاتی رہتی ہے۔ ماسوا اس کے مسیح علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنا کسی طرح موجبِ وجاہت نہیں بلکہ آپ لوگوں کے عقیدے کے موافق اپنی حالت اور مرتبہ سے متنزّل ہو کر آئیں گے اُمّتی بن کے امام مہدی کی بیعت کریں گے۔ مقتدی بن کر اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ﴿۱۶۵﴾

[1] ال عمران: ۳۲ [2] ال عمران: ۴۶

پس یہ کیا وجاہت ہوئی بلکہ یہ تو قضیۂ معکوسہ اور نبی اولوالعزم کی ایک ہتک ہے۔ اور یہ کہنا کہ ان سب باتوں کو وہ اپنا فخر سمجھیں گے بالکل بے ہودہ خیال ہے۔ لیکن اگر آسمان سے نازل نہ ہوں تو یہ اُن کی وجاہت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ [1] غرض واپس آنے میں کوئی وجاہت نہیں بلکہ بقول شیخ سعدی۔ سخت است پس از جاہ تحکم بُردن۔ دوسرے کے حکم کے نیچے اسلام کی خدمت کریں گے۔ اور مجدّد صاحب اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ ’’علماءِ اسلام ان کے منکر ہو جائیں گے اور قریب ہے کہ اُن پر حملہ کریں۔‘‘ دیکھو یہ خوب وجاہت ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ ملاّ مقابلہ کے لئے اُٹھیں گے اور آثار سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ **حجج الکرامہ** میں ہے کہ اُن کی تکفیر بھی ہوگی کیونکہ مہدی اور اُس کی جماعت پر کفر کا فتویٰ لکھا جائے گا اور علماء امّت اس کو کافر اور کذّاب اور دجّال کہیں گے۔ پس جب کہ مہدی موعود مع اپنی جماعت کے کافر اور دجّال ٹھہرائے جائیں گے تو اس سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ مسیح موعود پر بھی کفر کا فتویٰ لگے گا کیونکہ وہ مہدی اور اس کی جماعت سے الگ نہیں ہوں گے۔ اب دیکھو کہ آثار صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ مسیح موعود کو نالائق بدبخت پلید طبع مولوی کافر ٹھہرائیں گے اور دجّال کہیں گے اور کفر کا فتویٰ اُن کی نسبت لکھا جائے گا۔ اب انصافاً سوچو کہ کیا یہی وجاہت ہے جس کے لئے مسیح کو دوبارہ دنیا میں آنا ضروری ہے؟ کیا ناچیز اور ذلیل ملاؤں سے گالیاں کھانا اور کافر اور دجال کہلانا یہی وجاہت ہے؟ آثارِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح موعود کی جس قدر پلید ملاّؤں کے ہاتھ سے بے عزتی ہوگی اور جس قدر وہ ناپاک طبع مولویوں کے مُنہ سے کافر اور فاسق اور دجّال کے الفاظ سنیں گے وہ نہایت درجہ کی ہتک ہوگی جو پلید طبع مولوی فتوے لکھنے والے کریں گے اور خدا کا اُن مولویوں پر غضب ہو گا۔ آثارِ صحیحہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت کے مولوی تمام رُوئے زمین کے انسانوں سے بدتر اور پلید تر ہوں گے کیونکہ وہ مسیح جیسے راستباز کو کافر اور دجّال ٹھہرائیں گے۔ غرض مسیح موعود کو ﴿۱۶۶﴾

[1] القمر:۵۶

جو مولویوں سے عزت اور وجاہت ملے گی وہ یہ ہے۔ لیکن جو شخص خدا کے نزدیک خدا کے فرشتوں کے نزدیک خدا کے نیک بندوں کے نزدیک عزت اور وجاہت رکھتا ہے اگر پلید جاہلوں کے نزدیک وہ کافر اور دجّال ہو تو اس سے اس کا کیا نقصان ہوا۔ ؎

مَہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند سگِ را بپُرس خشم تو باماہتاب چیست

اور یہ بھی سوچو کہ اگر وجاہت کے لئے دُنیا داروں کی اطاعت اور تعظیم شرط ہے تو کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے کفار کے ہاتھ سے نکالے گئے اور دُکھ دیئے گئے تو کیا اُس وقت آپ وجیہ نہ تھے؟ اور مکہ کی فتح کے بعد وجیہ ہوئے؟ غرض آپ کا یہ اعتراض دینی اور رُوحانی دُور اندیشی کی بنا پر نہیں بلکہ دنیا داری اور رسم اور عادت کے گندے تصورات سے پیدا ہوا ہے۔ بہتیرے نبی دنیا میں ایسے آئے کہ دو آدمیوں نے بھی اُن کو قبول نہیں کیا تو کیا وہ وجیہ نہیں تھے؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کب قبولیت سے بکلی خالی رہے تھے؟ صدہا لوگوں نے اُن کو قبول کر لیا۔ یحیٰی علیہ السلام نے مع اپنی تمام جماعت کے قبول کیا۔ حواریوں نے قبول کیا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک بادشاہ نے بھی قبول کیا تھا۔ اس بات کے عیسائی بھی قائل ہیں۔ اب اس سے زیادہ اور کیا وجاہت ہوگی۔ یہ وجاہت تو ان کو اپنے زمانے میں حاصل ہوئی یہاں تک کہ انجیل میں لکھا ہے کہ صدہا آدمی اہل حاجت نیاز مندی کے ساتھ اُن کے گرد رہتے تھے اور ہجوم کی وجہ سے بعض دفعہ ان کو ملنا مشکل ہو جاتا تھا اور اگرچہ بعض مولوی یہودیوں نے ان کو کافر کہا مگر جس زور شور سے مسیح موعود کی تکفیر ہوئی ایسی تکفیر حضرت عیسیٰ کی نہیں ہوئی بلکہ انجیل سے ثابت ہے کہ اکثر کفار کے دلوں میں بھی حضرت عیسیٰ کی وجاہت تھی اور پھر موت کے بعد تو وہ وجاہت ہوئی کہ خدا بنائے گئے اور ہمارے مخالف مولویوں کو تو یہ اقرار کرنا چاہیئے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ہی خدا بننے کی وجاہت بھی دیکھ لی اور دیکھ رہے ہیں کیونکہ اُن کے عقیدہ کے رُو سے وہ اب تک زندہ موجود ہیں اور یورپ کے تمام طاقتور بادشاہ مع اپنے ارکانِ دولت کے اُن کو خدائے ذوالجلال مانتے ہیں کیا ایسی وجاہت کسی دوسرے انسان کی ہوئی؟۔ ﴿۱۶۷﴾

قولہ۔ ’’باوجود مقدرت حج نہیں کیا۔‘‘ (یہ میری ذات پر حملہ ہے)

اقــــول ۔اس اعتراض سے آپ کی شریعت دانی معلوم ہوگئی۔گویا آپ کے نزدیک مانع حج صرف ایک ہی امر ہے کہ زَادِ راہ نہ ہو۔آپ کو بوجہ اس کے کہ دنیا کی کشمکش میں عمر کو ضائع کیا اس قدر سہل اور آسان مسئلہ بھی جو قرآن اور احادیث اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے معلوم نہ ہوا کہ حج کا مانع صرف زادراہ نہیں اور بہت سے امور ہیں جو عنداللہ حج نہ کرنے کے لئے عذرِ صحیح ہیں۔چنانچہ ان میں سے صحت کی حالت میں کچھ نقصان ہونا ہے۔اور نیز اُن میں سے وہ صورت ہے کہ جب راہ میں یا خود مکّہ میں امن کی صورت نہ ہو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا[1] عجیب حالت ہے کہ ایک طرف بداندیش علماء مکہ سے فتویٰ لاتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے اور پھر کہتے ہیں کہ حج کے لئے جاؤ اور خود جانتے ہیں کہ جب کہ مکہ والوں نے کفر کا فتویٰ دے دیا تو اب مکہ فتنہ سے خالی نہیں اور خدا فرماتا ہے کہ جہاں فتنہ ہو اُس جگہ جانے سے پرہیز کرو۔سو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسا اعتراض ہے۔ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ فتنہ کے دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی حج نہیں کیا اور حدیث اور قرآن سے ثابت ہے کہ فتنہ کے مقامات میں جانے سے پرہیز کرو۔یہ کس قسم کی شرارت ہے کہ مکہ والوں میں ہمارا کفر مشہور کرنا اور پھر بار بار حج کے بارے میں اعتراض کرنا۔نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ ذرہ سوچنا چاہیے کہ ہمارے حج کی ان لوگوں کو کیوں فکر پڑ گئی۔کیا اس میں بجز اس بات کے کوئی اور بھید بھی ہے کہ میری نسبت ان کے دل میں یہ منصوبہ ہے کہ یہ مکہ کو جائیں اور پھر چند اشرار الناس پیچھے سے مکہ میں پہنچ جائیں اور شورِ قیامت ڈال دیں کہ یہ کافر ہے اسے قتل کرنا چاہیے۔سو بروقت ورودِ حکم الٰہی اِن احتیاطوں کی پروا نہیں کی جائے گی۔مگر قبل اس کے شریعت کی پابندی لازم ہے اور مواضع فتن سے اپنے تئیں بچانا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔مکہ میں عنانِ حکومت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو ان مکفرین کے ہم مذہب ہیں۔جب یہ لوگ ہمیں واجب القتل ٹھہراتے ہیں تو کیا وہ لوگ ایذا سے کچھ فرق کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿۱۶۸﴾

[1] ال عمران: ۹۸

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ[1] پس ہم گناہ گار ہوں گے اگر دیدہ ودانستہ تہلکہ کی طرف قدم اٹھائیں گے اور حج کو جائیں گے۔ اور خدا کے حکم کے برخلاف قدم اٹھانا معصیت ہے حج کرنا مشروط بشرائط ہے مگر فتنہ اور تہلکہ سے بچنے کے لئے قطعی حکم ہے جس کے ساتھ کوئی شرط نہیں۔ اب خود سوچ لو کہ کیا ہم قرآن کے قطعی حکم کی پیروی کریں یا اس حکم کی جس کی شرط موجود ہے۔ باوجود تحقق شرط کے پیروی اختیار کریں۔

ماسوا اس کے میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ اس سوال کا جواب دیں کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو کیا اول اس کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کو دجال کے خطرناک فتنوں سے نجات دے یا یہ کہ ظاہر ہوتے ہی پہلے حج کو چلا جائے۔ اگر بموجب نصوص قرآنیہ وحدیثیہ پہلا فرض مسیح موعود کا حج کرنا ہے نہ دجّال کی سرکوبی، تو وہ آیات اور احادیث دکھلانی چاہئیں تا ان پر عمل کیا جائے۔ اور اگر پہلا فرض مسیح موعود کا جس کے لیے وہ باعتقاد آپ کے مامور ہو کر آئے گا قتل دجال ہے جس کی تاویل ہمارے نزدیک اہلاک ملل باطلہ بذریعہ حجج وآیات ہے تو پھر وہی کام پہلے کرنا چاہیے۔ اگر کچھ دیانت اور تقویٰ ہے تو ضرور اس بات کا جواب دو کہ مسیح موعود دنیا میں آکر پہلے کس فرض کو ادا کرے گا کیا پہلے حج کرنا اس پر فرض ہوگا یا یہ کہ پہلے دجّالی فتنوں کا قصہ تمام کرے گا؟ یہ مسئلہ کچھ باریک نہیں ہے صحیح بخاری یا مسلم کے دیکھنے سے اس کا جواب مل سکتا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گواہی ثابت ہو کہ پہلا کام مسیح موعود کا حج ہے تو لو ہم بہرحال حج کو جائیں گے۔ ہرچہ بادا باد لیکن پہلا کام مسیح موعود کا استیصال فتن دجّالیہ ہے تو جب تک اس کام سے ہم فراغت نہ کرلیں حج کی طرف رخ کرنا خلاف پیشگوئی نبوی ہے۔ ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجّال بھی کفر اور دجل سے باز آکر طواف بیت اللہ کرے گا☆۔ کیونکہ بموجب حدیث صحیح کے ﴿۱۶۹﴾

☆ اس جگہ کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ ازالۂ اوہام میں یہ لکھا ہے کہ دجّال کا طواف بدنیتی سے ہوگا جس طرح چور گھروں کا طواف بدنیتی سے کرتا ہے۔ اب یہ بیان اس کے مخالف ہے کیونکہ دجّال درحقیقت ایک گروہ مفسدین

[1] البقرة: ۱۹۶

وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہوگا۔ دیکھو وہ حدیث جو مسلم میں لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود اور دجال کو قریب قریب وقت میں حج کرتے دیکھا۔ یہ مت کہو کہ دجّال قتل ہوگا کیونکہ آسمانی حربہ جو مسیح موعود کے ہاتھ میں ہے کسی کے جسم کو قتل نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے کفر اور اس کے باطل عذرات کو قتل کرے گا اور آخر ایک گروہ دجّال کا ایمان لا کر حج کرے گا۔ سو جب دجّال کو ایمان اور حج کے خیال پیدا ہوں گے وہی دن ہمارے حج کے بھی ہوں گے۔ اب تو پہلا کام ہمارا جس پر خدا نے ہمیں لگا دیا ہے دجّالی فتنہ کو ہلاک کرنا ہے۔ کیا کوئی شخص اپنے آقا کی مرضی کے برخلاف کام کرسکتا ہے؟

قولہ۔ آتھم کی پیشگوئی غلط نکلی۔

اقول۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ آتھم کی پیشگوئی شرطی تھی اور شرط سے مصلحت الٰہی یہی تھی کہ تا آتھم اس سے فائدہ اٹھاوے اور نیز کچے لوگوں کا امتحان ہو جائے سو آتھم نے دلی رجوع کر کے اور رجوع کے نشان دکھلا کر شرط سے فائدہ اُٹھالیا قسم اور نالش سے اُس نے انکار کیا پھر الہام کے مطابق ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ بعد مر گیا۔ اگر پیشگوئی جھوٹی نکلی تھی تو اب آتھم کہاں ہے؟ اے ناانصاف لوگو! میں کہاں تک بار بار تمہیں سمجھاؤں۔ اُن رسالوں کو دیکھو کہ جو آتھم کے بارے میں مَیں نے شائع کئے ہیں۔ خدا نے آتھم کو اپنے الہام کے مطابق مار دیا۔ خدا نے آتھم کو خاک میں ملا دیا اور تم کہتے ہو کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ میں

بقیہ حاشیہ

کا نام ہے جو زمین پر شرک اور ناپاکی پھیلانا چاہتے ہیں۔ پس قرآن اور احادیث پر نظر عمیق کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ایک گروہ دجّالین قیامت تک اسی فکر میں رہیں گے کہ حق کو نقصان پہنچاویں اور اُن کا ﴿۱۶۹﴾
طواف چوروں کے طواف کے مشابہ ہے جو رات کو گھروں کا طواف کرتے ہیں لیکن وہ گروہ جن کو خدا بصیرت اور ہدایت بخش دے گا ان کا طواف ایمان اور ہدایت پانے سے ہوگا۔ سو اصل معنے حدیث کے یہی ہیں کہ حدیث طوافِ دجّال کے دونوں پہلو پر پوری ہوگی چنانچہ واقعات خارجیہ بھی اسی کی گواہی دے رہے ہیں۔ بعض عیسائی اسلام کے لئے تیار معلوم ہوتے ہیں اور دلوں میں وہ عیسائی مذہب سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اور بعض چوروں کی طرح خانہ خدا کی ویرانی کے فکر میں ہیں اور طرح طرح کے مکر کر رہے ہیں۔ **منہ**

حیران ہوں کہ یہ کیسی سمجھ ہے؟ ان دلوں کو کیا ہو گیا اور کیسے پردے پڑ گئے؟ اس پیشگوئی کی نسبت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خبر دی تھی اور مکذّبین پر نفرین کی تھی اور براہین احمدیہ میں بھی ایک مدّت پہلے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کیا ضرور نہ تھا کہ آتھم شرط کے موافق زندہ رہتا؟ ہاں قطعی الہام دوسرا تھا جس کے بعد وہ جلد فوت ہو گیا۔ بہرحال خدا کا کام دیکھو کہ اُس نے اپنی پیشگوئی کی عزّت کے لئے آتھم کو نہ چھوڑا۔ افسوس اُن لوگوں پر کہ جو ایسے صریح نشان سے مُنہ پھیرتے ہیں۔ ﴿۱۷۰﴾

قولہ۔ لیکھرام کی پیشگوئی میں اس کے قتل ہونے کی تصریح نہیں۔

اقول ۔ **لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ** ۔ آؤ ہمارے رُوبرو ہماری کتابیں دیکھو جن میں متفرق مقامات میں یہ پیشگوئی درج ہے۔ پھر اگر تصریح ثابت نہ ہو تو اُسی جلسہ میں آپ کو دو سَو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

قولہ۔ پیشگوئی سے لیکھرام کی بے عزتی نہیں ہوئی بلکہ شہید قوم اُس کو خطاب ملا اُس کے متعلقین کے لئے ہزارہا روپیہ چندہ جمع کیا گیا۔

اقول ۔ اس سے ہماری پیشگوئی کی اور بھی شان بڑھی ہے کیونکہ یہ بھی ایک جنگ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ فریق مخالف کے جس سپاہی کو قتل کیا جائے اور اس سپاہی کو مخالف فریق کے لوگ بڑا بہادر اور بڑا شجاع قرار دیں اور ایک بڑا آدمی اُس کو سمجھا جائے تو وہ تمام تعریف قاتل کی ہوتی ہے جس نے ایسے بہادر کو مارا۔ سو اگر لیکھرام کو مارے جانے کے بعد ایک ذلیل اور کس مپرسد سمجھا جاتا تو بلاشبہ اس سے ہماری پیشگوئی کی وقعت کم ہوتی کیونکہ یہ سمجھا جاتا کہ جس پر پیشگوئی پوری ہوئی وہ کوئی بڑا آدمی نہیں ہے اور صَیدِ رکیک ہے جو قابلِ تعریف نہیں مگر اب تو لیکھرام کو اُس کی قوم نے بڑی عظمت دے دی اور اب یہ واقعہ مقتول کی حیثیت کے رو سے بھی قابل عظمت ہو گیا۔ خود سوچ کر دیکھو کہ اگر ایک پیشگوئی ایک بادشاہ کی نسبت پوری ہو اور دوسری ایک بھنگن عورت کی نسبت تو کونسی پیشگوئی جلد شہرت پاتی اور عظمت اور تعجب کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ سو چونکہ لیکھرام کو بڑا آدمی بنایا گیا ہے اس لئے بخیال وجوہاتِ بالا مَیں اس قدر خوش ہوں کہ اندازہ نہیں ہو سکتا اور مَیں جانتا ہوں کہ

یہ کام خدا تعالیٰ نے کیا ہے اور ہندوؤں کے دلوں میں اُس کی عظمت ڈال دی تا ایک نامی آدمی کی نسبت پیشگوئی متصوّر ہو کر اُس کا اثر بڑھ جائے اور صفحۂ روزگار سے مٹ نہ سکے۔ اب جب تک عزت کے ساتھ لیکھرام کو یاد کیا جائے گا تب تک یہ پیشگوئی بھی ہندوؤں کو یاد رہے گی۔ ﴿۱۷۱﴾
غرض لیکھرام کو عزت کے ساتھ یاد کرنا پیشگوئی کی قدر و منزلت کو بڑھاتا ہے۔ اگر پیشگوئی کسی چوہڑے چمار اور نہایت ذلیل انسان کی نسبت ہوتی تو کیا قدر ہوتی؟ میں پہلے اس خیال سے غمگین تھا کہ پیشگوئی تو پوری ہوئی مگر ایک ایسے معمولی شخص کی نسبت کہ جو پشاور میں سات آٹھ روپیہ کا پولیس کے محکمہ میں نوکر تھا۔ لیکن جب میں نے سنا کہ مرنے کے بعد اُس کی بہت عزت کی گئی تو وہ میرا غم خوشی کے ساتھ بدل گیا اور مَیں نے سمجھا کہ اب لوگ خیال کریں گے کہ ایسے معمولی آدمی پر میری دُعاؤں کا حملہ نہیں ہوا بلکہ اُس پر ہوا جس پر تمام قوم مِل کر روئی جس کے مرنے پر بڑا ماتم ہوا۔ جس کے مرثیے بنائے گئے جس کی یادگار کے لئے بہت سا روپیہ اکٹھا کیا گیا۔ سو یہ خدا کا احسان ہے کہ اس طرح پر اُس نے پیشگوئی کو عظمت دے دی۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔**

قولہ۔ کسوف خسوف کی حدیث موضوع ہے۔

اقول ۔ کسی شیطان نے آپ کو دھوکا دیا ہے وہ حدیث نہایت صحیح ہے اور صرف دار قطنی میں نہیں بلکہ حدیث کی اور کتابوں میں بھی ہے۔ اور شیعہ میں بھی ہے اور اہل سنّت میں بھی۔ ماسوا اس کے یہ اصول محدثین کا مانا ہوا ہے کہ اگر کسی حدیث کی پیشگوئی پوری ہو جائے اور بالفرض اگر اس حدیث کو موضوع ہی سمجھا گیا تھا تو پوری ہونے کے بعد وہ صحیح حدیث سمجھی جائے گی کیونکہ خدا نے اُس کی سچائی پر گواہی دی۔ کیونکہ خدا کے سوا غیب کی کسی کو طاقت نہیں☆۔ حدیث کا علم ایک ظنّی علم ہے بسا اوقات ایک حدیث صحیح ہوتی ہے اور ممکن ہے

☆ قرآن شریف میں ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ[۱] یعنی کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا۔ رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہوں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدّث اور مجدّد ہوں۔ **منہ**

[۱] الجنّ: ۲۷، ۲۸

کہ دراصل صحیح نہ ہو۔ اور بسا اوقات ایک حدیث موضوع سمجھی جاتی ہے اور آخر وہ سچی نکلتی ہے اور یہ حدیث تو کئی طریقوں سے ثابت ہے۔ پس اب اس کو موضوع کہنا صریح ایمان سے ہاتھ دھونا ہے اگر شک ہو تو ہمارے سامنے آؤ اور کتابیں دیکھ لو۔ علاوہ اس کے یہ کیسی حماقت ہے کہ جب حدیث میں ایسی پیشگوئی تھی جس پر سوا خدا کے اور کوئی قادر نہیں ہوسکتا اور وہ پیشگوئی پوری ہوگئی تو کیا اب بھی اس حدیث کی صحت میں شک رہا؟

قولہ ۔عربی تصنیفات کی بےنظیری کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ قرآن کے سوا یہ دعویٰ انجیل، زبور اور احادیث نبوی نے بھی نہیں کیا۔ ﴿۱۷۲﴾

اقول ۔میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ امام آخر الزمان کے لئے ضروری تھا کہ وہ ذوالبروزین ہو اور عیسوی برکات اور محمدی برکات اُس میں پائی جائیں اور یہ دونوں برکات اُس کے سچا ہونے کی علامتیں تھیں سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہ معجزہ بھی دیا گیا تھا کہ قرآن شریف جو **اَفْصَحُ الکَلِم** ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا سو ضرور تھا کہ مہدی جس کا نام بروز کے طور پر احمد اور محمد رکھا گیا اِس معجزہ کا بھی وارث ہو۔ پس اسی وجہ سے یہ عاجز ظلّی طور پر اس معجزہ کا وارث کیا گیا اور اس بات میں کونسا حرج اور دینی نقص ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ امور جو کسی زمانہ میں معجزہ کے رنگ میں ظاہر ہوئے تھے اب کرامت کے رنگ میں ظاہر فرمائے۔ اور کرامت دراصل نبی متبوع کا معجزہ ہی ہوتا ہے ہمیں اس سے کیا غرض ہے کہ انجیل کا کلام بطور معجزہ کے نہیں یا توریت کا کلام بطور معجزہ کے نہیں☆۔ ہمیں اپنے نبی علیہ السلام سے غرض ہے۔ اب خلاصہ جواب یہ ہے کہ جب کہ یہ ایک ضروری امر تھا کہ تمام برکاتِ محمدیہ سے مہدیٔ آخر الزمان کو حصّہ ملے۔ لہٰذا یہ امر بھی واجب تھا

☆ انجیل توریت دونوں محرف ہیں اب ان کتابوں کی بلاغت فصاحت کی نسبت کوئی رائے ظاہر کرنا ممتنعات میں سے ہے۔ **منہ**

کہ جیسا کہ آنحضرت جامع الکلم اور فصیح اور بلیغ تھے اور آپ کا کلام تمام کلاموں پر فائق تھا خصوصاً قرآن شریف تو ایک بے مثل معجزہ تھا ایسا ہی مہدی آخر الزمان بھی فصاحت بلاغت سے حصہ پاوے سو اس ضرورت کے لئے اس عاجز کو بلاغت محمدیہ میں سے حصہ دیا گیا۔ اور یہ امر تو ایسا ضروری تھا کہ اگر یہ نہ دیا جاتا تو اس حالت میں اعتراض ہوسکتا تھا کہ باوجود دعویٰ مہدویت کے جو نبوتِ محمدیہ کا ظل ہے کیوں بلاغت محمدیہ میں سے حصہ نہیں دیا گیا نہ اس صورت میں اعتراض کرنا کہ جبکہ خدا تعالیٰ کے فضل نے اس بلاغتِ کاملہ اور فصاحت تامہ سے حصہ دے دیا۔ اور یہ خیال بھی سخت غلطی اور گستاخی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام معمولی انسانوں کی طرح تھا کیونکہ اگرچہ قرآن شریف اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی دوسرے انسانوں پر صدہا طرح فوقیّت رکھتا اور ایک قسم کا معجزہ تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ ﴿۱۷۳﴾ علیہ وسلم کو بلاغت اور کلم جامعہ عطا کئے گئے تھے اور بلاشبہ نسبتی طور پر آنجناب کا معمولی کلام بھی معجزہ کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔

قولہ۔ براہین احمدیہ کا بقیہ نہیں چھاپتے۔

اقول۔ اِس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قرآن شریف بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کے ۲۳ تیئیس برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی تو اس میں کونسا حرج ہوا۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ بطورِ پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا گیا تھا تو ایسا خیال کرنا بھی حمق اور ناواقفی کے باعث ہوگا کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم کیا گیا ہے اور بعض سے پانچ روپیہ ۵؎ اور بعض سے آٹھ آنہ ۸؎ تک قیمت لی گئی ہے۔ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جن سے دس ۱۰؎ روپے لئے گئے ہوں۔ اور جن سے پچیس روپے لئے گئے وہ صرف چند آدمی ہیں۔ پھر باوجود اس قیمت کے جو اِن حصص براہین احمدیہ کے مقابل پر جو منطبع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے ہیں کچھ بہت نہیں ہے بلکہ عین موزوں ہے اعتراض کرنا سراسر کمینگی اور سفاہت ہے لیکن پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق کے شور وغوغا کا

خیال کر کے دو مرتبہ اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے حوالے کرے اور اپنی قیمت لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں بھیج دیں اور قیمت واپس لے لی اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا مگر پھر بھی ہم نے قیمت دے دی۔ اور کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی ناز برداری کرنا نہیں چاہتے اور ہر ایک وقت قیمت واپس دینے پر طیّار ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسے **دنیّ الطبع** لوگوں سے خدا تعالیٰ نے ہم کو فراغت بخشی۔ مگر پھر بھی اب مجدّدًا ہم یہ چند سطور بطور **اشتہار** لکھتے ہیں کہ اگر اب بھی کوئی ایسا خریدار چھپا ہوا موجود ہے کہ جو غائبانہ براہین کی توقف کی شکایت رکھتا ہے تو وہ فی الفور ہماری کتابیں بھیج دے اور ہم اس کی قیمت جو کچھ اس کی تحریر سے ثابت ہوگی اس کی طرف روانہ کر دیں گے۔ اور اگر کوئی باوجود ہمارے اِن اشتہارات کے اب بھی اعتراض کرنے سے باز نہ آوے تو ﴿۱۵۴﴾ اُس کا حساب خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور شہزادہ صاحب یہ تو جواب دیں کہ انہوں نے کونسی کتاب ہم سے خریدی اور ہم نے اب تک وہ کتاب پوری نہ دی اور نہ قیمت واپس کی؟ یہ کس قدر ناخدا ترسی ہے کہ بعض پُرکینہ ملانوں کی زبانی بے تحقیق اس بات کو سننا اور پھر اس کو بطور اعتراض پیش کر دینا۔

قولہ۔ گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں۔

اقول۔ یہ خوشامد نہیں ہے۔ یہ وہ حق ہے جو ہر ایک نمک حلال رعیّت کو ادا کرنا چاہئیے۔ بے شک گورنمنٹ برطانیہ کا ہم پر ایک حق عظیم ہے کہ ہم نے اُن کے زیر سایہ آ کر ہزاروں آفتوں سے امن پایا۔ صدہا طرح کے ہمیں اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے فوائد حاصل ہوئے۔ پھر یہ بدذاتی ہوگی کہ اس قدر احسانات دیکھ کر سرکشی کے مادہ کو اپنے دل میں رکھیں۔

قولہ۔ راولپنڈی والا بزرگ وہمی اور بُزدل ہے اس لئے اس کے حق میں پیشگوئی کر دی۔

اقول۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن ۔ اگر وہ بزرگ بُزدل ہوتا تو مردِ میدان بن کر ہزاروں کے مخالف ہو کر ہماری تصدیق کیوں کرتا؟ آج کل ہماری طرف اخلاص کے ساتھ آنا گویا آگ پر قدم

رکھنا ہے۔ پس یہ ہمّت کسی بُزدل کا کام نہیں ہے بلکہ بہادروں اور پہلوانوں کا کام ہے۔ ماسوا اس کے خود بزرگ موصوف کو الہام ہوا اور اُس نے خدا کا نشان دیکھا۔ اِس لئے اُس نے راستبازوں کی طرح حق کو قبول کیا۔ افسوس یہ زمانہ کیسا نابکار زمانہ ہے کہ جو لوگ **خدا سے ڈرتے** اور حق کو قبول کرتے اور خدا کے نشانوں کو دیکھ کر سچائی کی طرف دوڑتے ہیں اُن کا نام بُزدل رکھا جاتا ہے اور ان کو بدی سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جو لوگ درحقیقت بُزدل ہیں اور مُردار دنیا کے لئے حق کی طرف نہیں آتے تا دنیاداروں کی زبان سے آزار نہ اٹھاویں وہ اپنے تئیں بہادر سمجھتے ہیں۔

یہ تمام جوابات اُن اعتراضات کا جواب ہیں جو شہزادہ عبدالمجید خان صاحب نے شہزادہ والا گوہر صاحب کی کتاب سے انتخاب کرکے اس خط میں لکھے ہیں جو ہماری طرف بھیجا ہے جس کو ہم نے ان اعتراضات سے پہلے چھاپ دیا ہے۔ وہ اصل خط ہمارے پاس موجود ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ﴿۱۷۵﴾
شہزادہ عبدالمجید خان صاحب نے وہی لکھا ہے جو شہزادہ والا گوہر صاحب کی کتاب میں دیکھا یا اُن کے مُنہ سے سنا ہے۔ گو شہزادہ والا گوہر صاحب کی کتاب اب تک ہمارے پاس نہیں پہنچی مگر وہ انہی خرافات سے پُر ہے کیونکہ شہزادہ عبدالمجید خانصاحب اُن کے قریبی رشتہ دار اور اوّل درجہ کے خیر خواہ اور دوست ہیں اور بذاتِ خود نیک چلن اور راست گو اور متقی آدمی ہیں۔ ممکن نہیں کہ انہوں نے ایک حرف بھی بطور مبالغہ لکھا ہو۔ میری دانست میں ہرگز مناسب نہ تھا کہ شہزادہ والا گوہر صاحب ایسی بیہودہ کتاب تالیف کرکے ناحق اپنی پردہ دری کراتے۔ شہزادگی امر دیگر ہے مگر شہزادہ والا گوہر صاحب علمِ حدیث اور قرآن اور دوسرے علوم سے بےنصیب اور بےبہرہ ہیں ان کو خواہ نخواہ دخل در معقول مناسب نہ تھا۔ چاہیے کہ اوّل وہ قرآن شریف اور احادیث کو کسی اُستاد سے غور سے پڑھیں اور تاریخ اسلام سے حصّہ وافر حاصل کریں اور عیسائیوں کی کتابوں کو بھی غور سے دیکھیں اور پھر اگر فرائض نوکری سے فرصت ہو تو ہمارا ردّ لکھیں۔ ایسی قابلِ شرم اور بےہودہ کتاب جلا دینے اور تلف کر دینے کے لائق ہے۔ بہتر ہو کہ وہ اب بھی اس نصیحت پر کاربند ہو جائیں اور ہرگز اس کو شائع نہ کریں اور اندر ہی اندر ضائع کر دیں آئندہ وہ اپنے

مصالح کو آپ خوب سمجھتے ہیں۔
بالآخر میں ناظرین کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس کتاب کو سرسری نظر سے نہ دیکھیں میں نے اُن کو وہ پیغام پہنچایا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ملا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ میں نے سب پر حجت پوری کر دی ہے۔ نیک نہاد اور زیرک انسان اس بات کو جانتے ہیں کہ ابتدا سے نبیوں اور رسولوں اور تمام مامورین کا یہی طریق رہا ہے کہ وہ تین طور سے خلق اللہ پر حجت پوری کرتے رہے ہیں۔ ایک نصوص سے۔ دوسرے عقل سے۔ تیسرے تائیدات آسمانی سے۔ سو میں نے بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اِن ہی تینوں طریقوں سے حجت کو پورا کر دیا ہے۔ چنانچہ نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے مَیں نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور جس آخر الزمان کے امام کی خبر دی گئی ہے وہ اسی اُمت میں سے ہے۔ میں نے حدیثوں ﴿۱۷۶﴾ کے رُو سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ مسیح اور مہدی جو آنے والا ہے عیسائی سلطنت کے وقت میں اُس کا آنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر کسی اور وقت میں آوے تو پھر پیشگوئی یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کیونکر پوری ہوگی۔ میں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ مسیح موعود کا یاجوج ماجوج کے وقت میں آنا ضروری ہے۔ اور چونکہ اَجِیْج آگ کو کہتے ہیں جس سے یاجوج ماجوج کا لفظ مشتق ہے اِس لئے جیسا کہ خدا نے مجھے سمجھایا ہے یاجوج ماجوج وہ قوم ہے جو تمام قوموں سے زیادہ دنیا میں آگ سے کام لینے میں استاد بلکہ اس کام کی موجد ہے۔ اور ان ناموں میں یہ اشارہ ہے کہ اُن کے جہاز، اُن کی ریلیں، اُن کی کلیں آگ کے ذریعہ سے چلیں گی اور اُن کی لڑائیاں آگ کے ساتھ ہوں گی اور وہ آگ سے خدمت لینے کے فن میں تمام دنیا کی قوموں سے فائق ہوں گے اور اِسی وجہ سے وہ یاجوج ماجوج کہلائیں گے۔ سو وہ یورپ کی قومیں ہیں جو آگ کے فنون میں ایسے ماہر اور چابک اور یکتائے روزگار ہیں کہ کچھ بھی ضرور نہیں کہ اس میں زیادہ بیان کیا جائے۔ پہلی کتابوں میں بھی جو بنی اسرائیل کے نبیوں کو دی گئیں یورپ کے لوگوں کو ہی یاجوج ماجوج ٹھہرایا ہے بلکہ ماسکو کا نام بھی لکھا ہے جو قدیم پایۂ تخت روس تھا۔ سو مقرر ہو چکا تھا

کہ مسیح موعود یاجوج ماجوج کے وقت میں ظاہر ہوگا۔ اور نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح کے زمانہ میں اونٹوں کی سواری اور باربرداری ترک کی جائے گی۔ اس قول میں یہ اشارہ تھا کہ کوئی ایسی سواری ظاہر ہوگی جس سے اونٹوں کی حاجت نہیں رہے گی۔ میں نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کے رُو سے ایک ایسے انسان کا آخری زمانہ میں آنا ضروری تھا جو برکاتِ عیسویہ اور برکاتِ محمدیہ کا جامع ہو اور اسی کے یہ دو نام **احمد مہدی** اور **عیسیٰ مسیح** ہیں۔ غرض میں نے نصوص کے رُو سے خدا تعالیٰ کی حجت اس زمانہ کے لوگوں پر پوری کر دی ہے۔ ایسا ہی عقل کے رُو سے بھی میں نے حجت کو پُورا کیا ہے۔ اس بات کے لکھنے کی چنداں حاجت نہیں کہ جس پہلو پر خدا تعالیٰ نے ہمیں قائم کیا ہے اُسی پہلو کی عقل بھی مصدق ہے اور عقل کے پاس اس بات کا کوئی نمونہ نہیں کہ انسان فرشتوں کے ﴿۱۷۷﴾
کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آسمان سے اُترے۔ ایسا ہی میں نے آسمانی تائیدوں اور غیبی نشانوں سے اپنا سچا ہونا ثابت کیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا اَمر ہے جو انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ جس طرح کوئی آمنے سامنے کھڑے ہو کر دشمن کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ نے میری تائید میں کیا ہے۔ جس قطعی اور یقینی طور پر اب لوگوں نے نشان دیکھے یہ نمونہ نبوت کے زمانہ کے بعد کبھی کسی کی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ خُدا نے کھلے کھلے طور پر اپنا زورِ بازو دکھلایا اور بہت سے نشان غیب گوئی اور قدرت نمائی کے دکھلائے۔ شریر اور مفسد اور ناپاک طبع چاہتے ہیں کہ خدا کے ان نشانوں کو خاک میں ملا دیں۔ مگر خدا اِن نشانوں کو قوموں میں پھیلائے گا اور اُن کے ساتھ اور نشان ملائے گا۔ وہ وقت آتا ہے بلکہ آچکا کہ جو لوگ آسمانی نشانوں سے جو خدا تعالیٰ اپنے بندے کی معرفت ظاہر کر رہا ہے منکر ہیں بہت شرمندہ ہوں گے اور تمام تاویلیں اُن کی ختم ہو جائیں گی اُن کو کوئی گریز کی جگہ نہیں رہے گی۔ تب وہ جو سعادت سے کوئی مخفی حصہ رکھتے ہیں وہ حصہ جوش میں آئے گا۔ وہ سوچیں گے کہ یہ

کیا سبب ہے کہ ہر ایک بات میں ہم مغلوب ہیں۔ نصوص کے ساتھ ہم مقابلہ نہیں کر سکے عقل ہماری کچھ مدد نہیں کرتی۔ آسمانی تائید ہمارے شامل حال نہیں۔ تب وہ پوشیدہ طور پر دُعا کریں گے اور خدا تعالیٰ کی رحمت اُن کو ضائع ہونے سے بچالے گی قبل اس کے جو وہ زمانہ آوے خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دے دی ہے کہ بہت سے اس جماعت میں سے ہیں جو ابھی اس جماعت سے باہر اور خدا کے علم میں اس جماعت میں داخل ہیں۔ بار باران لوگوں کی نسبت یہ الہام ہوا ہے۔ یَخِرُّوْنَ سُجَّدًا . رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ۔ یعنی سجدہ میں گریں گے کہ اے ہمارے خدا! ہمیں بخش کیونکہ ہم خطا پر تھے۔

اب میں اس کتاب کو اِس دعا پر ختم کرتا ہوں۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ۔ آمین

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیاں

یکم جنوری ۱۸۹۹ء

ٹائیٹل بار اول

As the Muslims of India entertain different beliefs with regard to "The coming Mehdi" and especially the nature of his appearance among the Muslims: according to some Muslim he will be a reformer and engenderer of new-life, like a true lover of peace and tranquility and a person poor in heart; — the Muslims of this party considering his appearance as mearly spiritual: while other Muslims, such as Maulvi Muhammad Husain of Batala, editor of Isha-at-Ussunnah and leader and advoca of Ahl-i-Hadis or Wahabis of his class, believe that the "coming Mehdi" will be Ghazi, general slaughte and upsetter of the empires of the nations other than Muslims, especially the bitter opponent of the British Empire, and speak of the terrible consequences result-ing from the bloody deeds of this Mehdi; I have written this pamphlet to show which of thes two Muslim parties is right in its beliefs with regard to "The coming Mehdi"

It will be better that our benign Government will get this pamphlet translated into English, & hence make itself acquainted with these differences concerning "The coming Mehdi."

Haqiqat-ul-Mehdi

حقیقت المہدی

The true nature of Al-mehdi

بتاریخ ۲۱ فروری مطبع ضیاء الاسلام قادیاں میں باہتمام حکیم فضل الدین صاحب بھیروی مطبوع ہوا۔ تعداد جلد ۲۸۰۰

(۱)

مہدی کے متعلق عقیدے

یہ ضروری ہے کہ میں گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ پر ظاہر کروں کہ مہدی معہود کے بارے میں فرقہ وہابیہ کا جو اپنے تئیں اہل حدیث کے نام سے موسوم کرتے ہیں جن کا سرگروہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اپنے تئیں خیال کرتا ہے کیا عقیدہ ہے اور اس بارے میں میرا اور میری جماعت کا کیا عقیدہ ہے۔ کیونکہ اس تمام اختلاف اور باہمی عداوت کی جڑ یہی ہے کہ میں ایسے مہدی کو نہیں مانتا اس لئے میں ان لوگوں کی نظر میں کافر ہوں اور میری نظر میں یہ لوگ غلطی پر ہیں۔ سو میں ذیل میں بمقابل اپنے عقیدہ کے ان لوگوں کا عقیدہ لکھتا ہوں جو مہدی کے بارے میں رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ عقیدہ جو مہدی کی نسبت اہل حدیث کا ہے جن کا اصلی نام وہابی ہے ان کے صدہا رسالوں اور کتابوں میں پایا جاتا ہے لیکن میں مناسب دیکھتا ہوں کہ نواب صدیق حسن خان کی کتابوں میں سے اس عقیدہ کا کچھ حال بیان کروں کیونکہ مولوی محمد حسین جو ان کا سرگروہ ہے صدیق حسن خان کو اس صدی کا مجدد مان چکا ہے (دیکھو اشاعۃ السنہ) اور اس کی کتابوں کو ایک مجدّد کی ہدایات کی حیثیت سے ہر ایک اہل حدیث کے لئے واجب العمل سمجھتا ہے اور وہ یہ ہے۔

ہمارے مخالف مولویوں کا عقیدہ مہدی کی نسبت

نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۶۷ میں اور نیز اس کا بیٹا سید نور الحسن خان اپنی کتاب اقتراب الساعۃ کے صفحہ ۶۴ میں مہدی کی نسبت اہلحدیث کے عقیدہ کو اس طرح پر بیان

میرا اور میری جماعت کا عقیدہ مہدی کی نسبت

مہدی اور مسیح موعود کے بارے میں جو میرا عقیدہ اور میری جماعت کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے بارے میں ہیں ہرگز قابل وثوق اور قابل اعتبار

کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’مہدی ظاہر ہوتے ہی اس قدر عیسائیوں کو قتل کرے گا کہ جو ان میں سے باقی رہ جائیں گے ان کو حکومت اور بادشاہت کا حوصلہ نہیں رہے گا اور ریاست کی بُو ان کے دماغ میں سے نکل جائے گی اور ذلیل ہو کر بھاگ جائیں گے‘‘ پھر اسی **حجج الکرامہ** کے صفحہ ۳۷۴ سطر ۸ میں لکھتا ہے کہ ’’اس فتح کے بعد مہدی ہندوستان پر چڑھائی کرے گا اور ہندوستان کو فتح کر لے گا اور ہندوستان کے بادشاہ کو گردن میں طوق ڈال کر اس کے سامنے حاضر کیا جائے گا اور تمام خزانے اور بنک گورنمنٹ کے لوٹ لیں گے‘‘ اور پھر اسی
کی زیادہ تشریح کتاب **اقتراب الساعہ** کے ﴿ب﴾
صفحہ ۶۴ میں اس طرح پر کی ہے جو صفحہ مذکور یعنی ﴿ب﴾
صفحہ ۶۴ کی تیرھویں سطر سے اٹھارویں سطر تک یہ عبارت ہے۔ ’’ہندوستان کے بادشاہوں کو گردن میں طوق ڈال کر ان کے یعنی مہدی کے سامنے لائیں گے ان کے خزائن بیت المقدس کا زیور کئے جاویں گے۔‘‘ (پھر اس کے بعد اپنی رائے بیان کرتا ہے اور اس رائے کی تائید میں اس کے اپنے منہ کے لفظ یہ ہیں۔ ’’میں کہتا ہوں ہند میں اب تو کوئی بادشاہ بھی نہیں ہے یہی چند رئیس ہنود یا مسلمان ہیں سو وہ کچھ حاکم مستقل نہیں ہیں بلکہ برائے نام ہیں اس ولایت کے بادشاہ یورپین ہیں غالباً اس وقت تک یعنی

نہیں ہیں۔ میرے نزدیک ان پر تین قسم کا جرح ہوتا ہے یا یوں کہو کہ وہ تین قسم سے باہر نہیں۔

(۱) اوّل وہ حدیثیں کہ موضوع اور غیر صحیح اور غلط ہیں اور ان کے راوی خیانت اور کذب سے متّہم ہیں اور کوئی دیندار مسلمان ان پر اعتماد نہیں کر سکتا۔

(۲) دوسری وہ حدیثیں ہیں جو ضعیف اور مجروح ہیں اور باہم تناقض اور اختلاف کی وجہ سے پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور حدیث کے نامی اماموں نے یا تو ان کا قطعاً ذکر ہی نہیں کیا اور یا جرح اور بے اعتباری کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور توثیق رواۃ نہیں کی یعنی راویوں کے صدق اور دیانت پر شہادت نہیں دی۔ (۳) تیسری وہ حدیثیں ہیں جو درحقیقت صحیح تو ہیں اور طرق متعددہ سے ان کی صحت کا پتہ ملتا ہے لیکن یا تو وہ کسی پہلے زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں اور مدت ہوئی کہ ان لڑائیوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں اور یا یہ بات ہے کہ ان میں ظاہری خلافت اور ظاہری لڑائیوں کا کچھ بھی ذکر نہیں صرف ایک مہدی یعنی ہدایت یافتہ انسان کے آنے کی خوشخبری دی گئی ہے اور اشارات سے بلکہ صاف لفظوں میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کی ظاہری بادشاہت اور خلافت نہیں ہوگی اور نہ وہ لڑے گا اور نہ خون ریزی

مہدی کے زمانہ تک یہی حاکم یہاں کے رہیں گے ان ہی کو ان کے روبرو یعنی مہدی کے روبرو گرفتار کر کے لے جائیں گے۔'' اور اوپر یہی شخص لکھ چکا ہے کہ ''گردن میں طوق ڈال کر مہدی کے روبرو حاضر کریں گے۔'' اور **حجج الکرامہ** میں لکھا ہے کہ وہ زمانہ قریب ہے اور غالباً چودھویں صدی ہجری میں یہ سب کچھ ہو جائے گا اور پھر صفحہ ۱۶۵ **اقتراب الساعہ** میں لکھا ہے کہ '' مہدی عیسائیوں کی صلیب کو توڑے گا یعنی ان کے مذہب کا نام ونشان نہیں چھوڑے گا'' اور پھر **حجج الکرامہ** کے صفحہ ۳۸۱ میں لکھا ہے کہ عیسیٰ آسمان سے اتر کر مہدی کا وزیر بن جائے گا اور بادشاہ مہدی ہوگا۔ پھر **حجج الکرامہ** کے صفحہ ۳۸۳ میں خوشخبری دیتا ہے کہ اب مہدی کا زمانہ نزدیک آ گیا ہے۔ پھر صفحہ ۳۸۴ میں لکھتا ہے کہ ایک فرقہ مسلمانوں کا جو اس بات کو نہیں مانتا کہ مہدی اس شان اور امر یعنی غازی اور مجاہد ہونے کے طور پر آئے گا وہ فرقہ غلطی پر ہے کیونکہ اس نشان کے ساتھ مہدی کا ظاہر ہونا صحاح سِتہ سے یعنی حدیث کی چھ معتبر کتابوں سے ثابت ہوتا ہے۔ پھر صفحہ ۳۹۵ **حجج الکرامہ** میں نواب صدیق حسن خان لکھتا ہے کہ زمانہ ظہور مہدی کا اب

کرے گا اور نہ اس کی کوئی فوج ہوگی اور روحانیت اور دلی توجہ کے زور سے دلوں میں دوبارہ ایمان قائم کر دے گا جیسا کہ حدیث **لَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی** جو ابن ماجہ کی کتاب میں جو اسی نام سے مشہور ہے اور حاکم کی کتاب مستدرک میں انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے اور یہ روایت **محمد** بن خالد جُندی نے اَبَان بن صالح سے اور ابان بن صالح نے حسن بصری سے اور حسن بصری نے انس بن مالک سے اور انس بن مالک نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے اور اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بجز اس شخص کے جو عیسیٰ کی خو اور طبیعت پر آئے گا اور کوئی بھی مہدی نہیں آئے گا۔ یعنی وہی مسیح موعود ہوگا اور وہی مہدی ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خو اور طبیعت اور طریق تعلیم پر آئے گا یعنی بدی کا مقابلہ نہ کرے گا اور نہ لڑے گا اور پاک نمونہ اور آسمانی نشانوں سے ہدایت کو پھیلائے گا اور اسی حدیث کی تائید میں وہ حدیث ہے جو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں لکھی ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ **یَضَعُ الْحَرْب** ﴿ج﴾ یعنی وہ مہدی جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے دینی لڑائیوں کو قطعاً موقوف کر دے گا اور اس کی یہ ہدایت ہوگی کہ دین کے لئے لڑائی مت

بہت قریب ہے تمام علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں اور اسلام بہت کمزور ہو گیا ہے اور پھر **حجج الکرامہ** کے صفحہ ۴۲۴ میں لکھتا ہے کہ عیسیٰ بھی مہدی کی طرح تلوار کے ساتھ اسلام پھیلائے گا دو ہی باتیں ہوں گی یا قتل اور یا اسلام۔ اور کتاب احوال الآخرہ کے صفحہ ۱۳۱ میں بھی لکھا ہے کہ جو عیسائی ایمان نہیں لائیں گے وہ سب قتل کر دیئے جاویں گے۔

غرض یہ عقائد محمد حسین اور اس کے اس گروہ کے ہیں جن کو اب اہل حدیث کے نام سے پکارتے ہیں۔ عوام مسلمان ان کو وہابی کہتے ہیں اور محمد حسین ان کا سرگروہ اور ایڈووکیٹ اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے۔ اور ان عقیدوں کا ماخذ یہ لوگ اپنی غلطی سے وہ حدیثیں سمجھتے ہیں جو احادیث کی ایک مشہور کتاب میں جس کا نام مشکوٰۃ ہے **باب الملاحم** میں ذکر کی گئی ہیں۔ عربی میں **ملاحم** بڑی لڑائیوں کو کہتے ہیں اور یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ وہ لڑائیاں ہیں جو مہدی عیسائیوں وغیرہ کے ساتھ کرے گا۔ یہ باب کتاب مظاہر حق جو کتاب مشکوٰۃ کی شرح ہے اس کی جلد چہارم صفحہ ۳۳۱ سے شروع ہوتا ہے مگر افسوس کہ ان حدیثوں کے سمجھنے میں

کرو۔ بلکہ دین کو بذریعہ سچائی[1] کے نوروں اور اخلاقی[2] معجزات اور خدا[3] کے قرب کے نشانوں کے پھیلاؤ۔ سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص اس وقت دین کے لئے لڑائی کرتا ہے یا کسی لڑنے والے کی تائید کرتا ہے یا ظاہر یا پوشیدہ طور پر ایسا مشورہ دیتا ہے یا دل میں ایسی آرزوئیں رکھتا ہے وہ خدا اور رسول کا نافرمان ہے ان کی وصیتوں اور حدود اور فرائض سے باہر چلا گیا ہے۔

اور میں اس وقت اپنی محسن گورنمنٹ کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ مسیح موعود خدا سے ہدایت یافتہ اور مسیح علیہ السلام کے اخلاق پر چلنے والا **میں ہی ہوں**۔ ہر ایک کو چاہیے کہ ان اخلاق میں مجھے آزماوے اور خراب ظن اپنے دل سے دور کرے میری **بیس برس کی تعلیم** جو براہین احمدیہ سے شروع ہو کر رازِ حقیقت تک پہنچ چکی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو اس سے بڑھ کر میری باطنی صفائی کا اور کوئی گواہ نہیں میں اپنے پاس ثبوت رکھتا ہوں کہ میں نے ان کتابوں کو عرب اور روم اور شام اور کابل وغیرہ ممالک میں پھیلا دیا ہے اور اس امر سے قطعاً منکر ہوں کہ آسمان سے اسلامی لڑائیوں کے لئے مسیح نازل ہوگا۔ اور کوئی شخص مہدی کے نام سے جو بنی فاطمہ سے ہوگا بادشاہ وقت ہوگا اور

ان لوگوں نے بڑی غلطی کھائی ہے۔ غرض
محمد حسین اور اس کے اہل حدیث گروہ آنے
والے مہدی کی نسبت یہی عقیدے رکھتے ہیں
اور جیسا کہ یہ لوگ خطرناک اور نقضِ امن
کا بھڑکنے والا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں اس
کے لکھنے کی ضرورت نہیں اوران کے مقابل پر
دوسرے کالم میں میرے عقیدے ہیں اور نیز
میری جماعت کے۔ فقط

دونوں مل کر خونریزیاں شروع کردیں گے خدا نے
میرے پر ظاہر کیا ہے کہ یہ باتیں ہرگز صحیح نہیں ہیں
مدت ہوئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے
کشمیر میں محلّہ خان یار میں آپ کا مزار موجود
ہے۔ سو جیسا کہ مسیح کا آسمان سے اترنا باطل ثابت
ہوا ایسا ہی کسی مہدی غازی کا آنا باطل ہے۔ اب
جو شخص سچائی کا بھوکا ہے وہ اس کو قبول کرے۔ فقط

راقم خاکسار **مرزا غلام احمد** ؐ از قادیاں

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی

رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ[1]

اے قدیر و خالق ارض وسما — اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہانظر — اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر توے بینی مرا پُر فسق و شر — گر تو دید استی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کن منِ بدکار را — شاد کن، ایں زمرۂ اغیار را
بر دل شاں ابرِ رحمت ہا ببار — ہر مراد شان بفضل خود برآر
آتش افشاں، بر در و دیوارِ من — دشمنم باش و تبہ کن کارِ من
ور مرا از بندگانت یافتی — قبلۂ من آستانت یافتی
در دل مَن آں محبت دیدۂ — کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
بامن از روئے محبت کارکن — اندکے افشاء آں اسرار کن
اے کہ آئی سوئے ہر جویندۂ — واقفی از سوزِ ہر سوزندۂ
زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم — زاں محبت ہا کہ در دل کاشتم
خود بروں آ ازپئے ابراءِ من — اے تو کہف و ملجاء و ماوائے من
آتشے کاندر دلم افروختی — و زِ دمِ آں غیر خود را سوختی
ہم ازاں آتش رُخِ من برفروز — وِیں شبِ تارم مبدّل کن بروز

[1] الاعراف: ۹۰

چشم بکشا ایں جہانِ کور را اے شدید البطش بنما زور را ﴿۲﴾
زِ آسماں نور نشانِ خود نما یک گُلے از بوستانِ خود نما
ایں جہان بینم پُر از فسق و فساد غافلاں رانیست وقت موت یاد
از حقائق غافل و بیگانہ اند ہمچو طفلاں مائلِ افسانہ اند
سرد شد دلہا ز مہرِ روئے دوست روئے دلہا تافتہ از کوئے دوست
سیل در جوش است و شب تاریک و تار
از کرمہا آفتابے را بر آر

چونکہ قدیم سے یہی زمانہ کی عادت ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی ایسا فرقہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قوم کی نظر میں اس فرقہ کے اصول اور عقائد ان کے اپنے اصول اور عقیدوں کے برخلاف ہوتے ہیں تو اس قوم کے سرگروہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس فرقہ کو کسی طرح نابود کر دیں اور ہمیشہ یہی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ قوم کے سامنے اور نیز گورنمنٹ کے سامنے ان کو بدنام کریں۔ سو یہی معاملہ اس ملک کے بعض مولویوں نے مجھ سے کیا ہے۔ جن میں سے پکا دشمن اور مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعة السنہ ہے۔ اس بے چارے نے میری بدخواہی کے لئے اپنا آرام حرام کر دیا۔ بٹالہ سے بنارس تک اپنا قابل شرم استفتاء لے کر میرے کفر کی نسبت مہریں لگواتا پھرا اور پھر جب فقط ایسی کارروائی پر اس کی طبیعت خوش نہ ہوئی تو گورنمنٹ تک خلاف واقعہ یہ باتیں میری نسبت پہنچاتا رہا کہ یہ شخص درپردہ باغی ہے اور مہدی سوڈانی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ حالانکہ آپ ہی اپنے اشاعة السنة میں میرے بارے میں یہ مضمون شائع کر چکا تھا کہ اس شخص کی نسبت بغاوت کا خیال دل میں لانا کمال درجہ کی بے ایمانی ہے اور بار بار لکھ چکا تھا کہ میں اپنی ذاتی واقفیت سے گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص اور اس کا والد مرزا غلام مرتضٰی صاحب گورنمنٹ انگریزی کے خیر خواہ جاں نثار ہیں۔ غرض جب اس **دانا گورنمنٹ** نے اس حاسد کی باتوں کی طرف

﴿۳﴾ کچھ توجہ نہ کی تو پھر اپنی قوم کو اکسانا شروع کیا اور میری نسبت یہ فتویٰ شائع کیا کہ اس شخص کا قتل کرنا موجب ثواب ہے۔ چنانچہ اس کے فتویٰ کو دیکھ کر اور کئی مولویوں نے بھی قتل کا فتویٰ دے دیا۔ پس بلاشبہ یہ سچ ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ اپنے فضل سے یہ سامان پیدا نہ کرتا کہ اس گورنمنٹ عالیہ کے زیر سایہ مجھے پناہ دیتا تو معلوم نہیں کہ ایسے غازی مجاہد اب تک کیا کچھ نہ دکھاتے۔ یہ شخص بار بار مجھے امیر کابل کی دھمکی دیتا رہا ہے کہ وہاں چلو تو پھر زندہ نہ آؤ گے۔ یہ تو ہمیں معلوم تھا کہ یہ شخص امیر کابل کے پاس ضرور گیا تھا۔ مگر یہ بھید اب تک نہیں کھلا کہ امیر نے اس شخص کو میرے قتل کی نسبت کیوں اور کس وجہ سے وعدہ دیا۔ مگر یاد رہے کہ میرے منافقانہ اصول نہیں ہیں۔ اگر اس شخص نے امیر کو میری نسبت یہ کہہ کر برگشتہ کیا ہے کہ یہ شخص اس مہدی اور مسیح کے آنے سے منکر ہے جس کا انتظار جسمانی خیالات کے لوگ کر رہے ہیں تو مجھے حق بات کے بیان کرنے میں امیر کابل کا کیا خوف ہے میں برملا کہتا ہوں کہ اس غازی مہدی اور غازی مسیح کے آنے کا میں منکر ہوں گو یہ کلمات کسی بے ادبی پر حمل کئے جائیں۔ مگر جو کچھ خدا نے میرے پر ظاہر کیا میں اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ روحانی طور پر اسلام کو ترقی ہوگی اور امن اور صلح کاری سے سچائی پھیلے گی۔ مگر اس شخص کی حالت پر سخت افسوس ہے کہ کئی رنگ بدلاتا ہے مولویوں کو در پردہ کچھ کہتا ہے اور گورنمنٹ انگریزی کو کچھ اور۔ پھر امیر کابل کے پاس اس کے خوش کرنے کے لئے اس کی مرضی کے موافق عقائد ظاہر کرتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس شخص نے کابل میں جا کر اپنے وجود کو عقیدہ کے رو سے امیر کے اغراض کے موافق ظاہر کیا ہے کیونکہ اگر امیر کابل ایسا ہی شخص ہے جو اپنے مخالف عقیدہ کو پا کر فی الفور قتل کر دیتا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے امیر سے یہ کیونکر بچ کر آ گیا۔ کیا یہ شخص اقرار کر سکتا ہے کہ یہ امیر کابل کا ہم عقیدہ ہے۔

رہے میرے عقائد، سو جیسا کہ وہ واقعی سچے ہیں ایسا ہی وہ ہر ایک فتنہ سے پاک اور مبارک ہیں۔ ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ ہمارے یہ عقائد کہ کوئی مہدی یا مسیح

ایسا آنے والا نہیں ہے جو زمین کو خون سے سرخ کردے گا اور بڑا کمال اس کا یہ ہوگا کہ جبر سے لوگوں کو مسلمان کرے۔ یہ کیسے عمدہ اور نیک عقائد ہیں جو سراسر امن اور حلم کے اصولوں پر مبنی ہیں۔ جن کی وجہ سے نہ کسی مخالف کو یہ موقعہ ملتا ہے کہ اسلام پر کسی قسم کے جبر کا الزام قائم کرے اور نہ بنی نوع سے خواہ نخواہ کی درندگی کا برتاؤ کرنا پڑتا ہے اور نہ اخلاقی حالت پر کوئی دھبہ لگتا ہے اور نہ ایسے پاک عقیدہ کے لوگ کسی مخالف المذہب گورنمنٹ کے نیچے منافقانہ زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ لیکن وہ عقیدے جو ہمارے عقائد کے مخالف ہیں جن کے لئے یہ لوگ امیدیں کئے بیٹھے ہیں ان کی تصریح کی ضرورت نہیں۔ ہماری دانا گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کے متفرق فرقوں میں سے خطرناک وہ گروہ ہے جن کے عقائد خطرناک ہیں۔ محمد حسین بٹالوی کا مجھے مہدی سوڈانی سے مشابہت دینا کس قدر گورنمنٹ کو دھوکا دینا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ میں جہاد کا قائل اور نہ ایسے مہدی کو ماننے والا اور نہ ایسے کسی مسیح کے آنے کا انتظار رکھتا ہوں جس کا کام جہاد اور خون ریزی ہو تو پھر سوڈانی کو مجھ سے کیا مشابہت اور مجھے اس سے کیا مناسبت۔ جہاں تک میرا خیال ہے میں جانتا ہوں کہ مہدی سوڈانی کے عقیدہ سے ان لوگوں کے عقیدے بہت مشابہ ہیں۔ اگر محمد حسین اور اس کے دس بیس دوست مولویوں کے ایک دوسرے کے روبرو حلفاً اظہار لئے جائیں تو فی الفور پتہ لگ جائے گا کہ مہدی سوڈانی کے عقائد سے میرے عقائد ملتے ہیں یا ان لوگوں کے۔ ﴿۴﴾

مجھے کچھ ضرور نہ تھا کہ میں ان باتوں کا ذکر کروں۔ گورنمنٹ عالیہ خوب دانا ہے وہ کسی کا دھوکا کھا نہیں سکتی۔ لیکن چونکہ محمد حسین نے بارہا میرے پر یہ الزام لگایا ہے کہ گویا مہدی سوڈانی سے میرے حالات مشابہ بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اس لئے ضرور تھا کہ اس افترا کا میں جواب دیتا۔ خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ منافقانہ کارروائیوں سے اس نے مجھے محفوظ رکھا ہے۔ یہ نہیں کہ محمد حسین کی طرح گورنمنٹ انگریزی کو کچھ بتلاؤں اور اپنے ہم جنس مولویوں پر کوئی اور عقائد ظاہر کروں۔ یہ کس قدر قابل شرم اور کمینہ خصلت ہے کہ محمد حسین بٹالوی نے

﴿۵﴾ دوسرے مولویوں سے ان کے مہدی کے متعلق عقائد سے اتفاق رائے ظاہر کیا اور اسی طرح امیر کابل کو بھی خوش کیا اور اس سے بہت سا روپیہ انعام پایا۔ اور گورنمنٹ کے پاس یہ بیان کیا کہ گویا وہ ایسے عقائد سے بیزار اور ایسی حدیثوں کو سراسر غلط اور موضوع سمجھتا ہے۔ کیا یہ قابل تعریف خصلت ہے؟ ہرگز نہیں۔ منافقوں سے نہ خدا تعالیٰ راضی ہوسکتا ہے اور نہ کوئی دانا گورنمنٹ راضی ہوسکتی ہے۔ ظاہر و باطن ایک ہونا نہایت عمدہ خصلت ہے۔ گورنمنٹ سوچ سکتی ہے کہ یہ لوگ مجھ سے کیوں ناراض ہیں اور اصل جڑ ناراضگی کی کیا ہے۔ گورنمنٹ کے لئے سر سید احمد خاں کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کی شہادت کافی ہے جس کو وہ آخری وقت میں میری نسبت شائع کر گئے بلکہ تمام مسلمانوں کو نصیحت دی کہ اس شخص کے اس طریقِ عمل پر چلنا چاہیے جو گورنمنٹ انگریزی کی نسبت اس کے خیالات ہیں۔ کون نیک دل انسان ہے جو اس بات پر اطلاع پا کر افسوس نہیں کرے گا کہ محمد حسین نے نہایت کمینہ پن سے مسلمانوں کو میرے دکھ دینے کے لئے آمادہ کر دیا۔ میں اپنے طور پر روحانی امور کی دعوت کرتا تھا اور کبھی میں نے محمد حسین کو مخاطب نہیں کیا تھا کہ یک دفعہ اس نے خود بخود میرے لئے استفتاء طیار کیا اور یہ کوشش کرنا چاہا کہ لوگ مجھے کافر اور دجال قرار دیں۔ پہلے وہ فتویٰ اپنے استاد نذیر حسین دہلوی کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ نذیر حسین مذکور اُسی کا ہم مشرب اور ہم مادہ ہے اور حواس بھی پیرانہ سالی کے ہیں اور فطرتاً کوتہ اندیش ملاؤں کی طرح بغض اور بخل بھی بہت ہے اسی لئے فی الفور بلا توقف میرے کفر پر گواہی دی۔ پھر کیا تھا تمام اس کے فضلہ خوار شاگردوں نے تکفیر کا فتویٰ دے دیا۔ خیر یہ تو وہ امر ہے کہ مرنے کے بعد ہر ایک شخص معلوم کر لے گا کہ کون کافر اور کون مومن ہے لیکن اس جگہ صرف یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ محمد حسین نے خواہ نخواہ سراسر عناد کی وجہ سے فتویٰ طیار کیا اور ہندوستان میں جا بجا سیر کر کے صدہا مہریں اُس پر لگوائیں کہ یہ شخص کافر اور دجال ہے اور پھر اُس وقت سے آج تک توہین اور تحقیر اور گالیاں دینے سے باز نہ آیا اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے

ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفرزٹلی لاہوری اور ابوالحسن تبتی کے نام پر چھپوا دیئے۔ اور پھر اکثر مضمونوں کو نقل کے طور پر اپنے رسالوں میں لکھتا رہا۔ یہ تمام ثابت شدہ امور ہیں صرف ظنی باتیں نہیں ہیں۔ اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کی اور میرے قتل کا فتویٰ دیا۔ بارہا مباہلہ کی درخواست کی اور پھر اعراض کیا اور مجھے بدنام کیا کہ مباہلہ نہیں کرتے۔ یہی موجبات تھے جن کی وجہ سے میں نے اشتہار مباہلہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا۔ جس کے بعد محمد حسین نے ایک چھری خریدی جس سے مجھے اس طور سے بدنام کرنا منظور تھا کہ گویا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جس شخص نے پہلے اس سے میرے قتل کا فتویٰ دیا اس کا چھری خریدنا کس بات پر دلالت کرتا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ میں نے اپنی پیشگوئی کے معنی صاف طور پر اشتہار میں درج کئے تھے کہ اس سے مراد کسی کی موت وغیرہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص جھوٹا ہے وہ علماء اور اہلِ انصاف کی نظر میں ذلیل ہوگا۔ اور اس ذلت کو قانون سے کچھ تعلق نہ تھا مگر تاہم بعض اہل غرض نے مجھے قانون کا نشانہ بنانا مدعا رکھ کر حکام تک اس بات کو پہنچایا۔ اگر دو چار عربی جاننے والوں سے اس الہام کے حلفاً معنے پوچھے جاتے اور سب سے پہلے چند عربی دان لوگوں کا میرے روبروئے اظہار لیا جاتا تو یہ مقدمہ ایک قدم بھی نہ چل سکتا کیونکہ ایسی ذلت کو جو علماء کے فتوے پر موقوف ہے قانون سے کچھ بھی تعلق نہ تھا مگر ایسا نہ ہوا اور اسی وجہ سے بڑا حرج پیش آیا۔ حالانکہ اشتہار ۲۱؍نومبر اور ۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء میں اس کی تشریح بھی موجود تھی۔ محمد حسین نے اپنی پرانی عادت کے موافق آتھم اور لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی اس سے اس طور سے فائدہ اٹھانا چاہا کہ گویا وہ تمام شور اور خونریزی میرے مشورہ اور ایما سے ہوئی تھی۔ اور ایسی پیشگوئیاں میرا قدیم شیوہ ہے۔ مگر افسوس کہ کسی کو اب تک یہ خیال نہیں آیا کہ وہ دونوں پیشگوئیاں ان دونوں شخصوں کے سخت اصرار کے بعد ہوئی تھیں اور انہوں نے خود اپنی رضامندی سے ان پیشگوئیوں کو میرے شائع کرنے سے پہلے شائع کیا تھا جس کے ثبوت کافی طور پر موجود ہیں تو پھر میرے پر کون سا الزام تھا۔ ہاں ﴿۶﴾

پیشگوئیوں کے مضمون کے موافق ان دونوں نے وفات پا کر پیشگوئیوں کو سچا کر دیا۔ ایک اپنی موت سے مرا اور دوسرا کسی کے مارنے سے۔ عبداللہ آتھم جو اپنی موت سے مرا تھا اس نے زمانہ پیشگوئی میں کبھی ظاہر نہ کیا کہ اس کے مارنے کے لئے کبھی کوئی حملہ ہوا۔ چونکہ پیشگوئی شرطی تھی اس لئے اس نے اسلامی عظمت کا خوف دل میں پیدا کر کے اس قدر فائدہ اٹھالیا کہ جب تک وہ خاموش رہا زندہ رہا اور جب اس نے عیسائیوں کی تعلیم سے یہ کہنا شروع کیا کہ میں نے اسلامی عظمت سے کچھ خوف نہیں کیا۔ تو اس جھوٹ بولنے کی وجہ سے خدا نے اس کو جلد تر اٹھا لیا تا پیشگوئی کا پورا ہونا لوگوں پر ظاہر کرے۔ جیسا کہ میرے الہام میں پہلے سے یہی درج تھا۔ سو عبداللہ آتھم کی نسبت دو طور سے پیشگوئی پوری ہوئی۔ اول الہامی شرط کے موافق اسلامی عظمت سے خوف کرنے اور پندرہ مہینے تک تحقیرِ اسلام سے زبان بند رکھنے کی وجہ سے خدائے رحیم نے اس کو مہلت دی جیسا کہ وعید کی پیشگوئیوں میں سنت اللہ ہے اور پھر پندرہ مہینے یعنی میعاد پیشگوئی گزرنے کے بعد اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس نے اس خوف کی وجہ سے فائدہ مہلت اور تاخیر کا نہیں اٹھایا بلکہ اتفاقاً ایسا ہی ہو گیا۔ سو اس خیال پر جب اس نے اصرار کیا اور چند افترا بھی کئے اور سمجھا کہ اب میں بچ گیا تو خدائے تعالیٰ نے اس سے اپنی امان کو واپس لے لیا اور میرے آخری اشتہار سے چھ مہینے کے اندر وہ فوت ہو گیا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ صرف شرط سے اس نے فائدہ اٹھایا تھا شرط کو توڑا اور فوراً پکڑا گیا۔ پس آتھم میں دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں (۱) شرط سے فائدہ اٹھانے کی (۲) اور شرط توڑنے کے بعد فوراً پکڑے جانے کی۔ اور لیکھرام کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اس لئے وہ ایک ہی پہلو پر پوری ہوئی۔ کیسے نادان اور ظالم اور خائن وہ شخص ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی ہم ان کو بجز اس کے کیا کہیں کہ **لعنة اللّٰہ علی الکاذبین**۔ ﴿۷﴾

یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بعض بخیل طبع دل کے اندھے ایک دو اور پیشگوئیوں پر

بھی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔ مگر یہ سراسران کا افترا ہے اور سچ اور واقعی یہی بات ہے کہ میری کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کہ جو پوری نہیں ہوگئی۔ اگر کسی کے دل میں شک ہوتو وہ سیدھی نیت سے ہمارے پاس آجائے اور بالمواجہ کوئی اعتراض کرکے اگر شافی کافی جواب نہ سنے تو ہم ہر ایک تاوان کے سزاوار ٹھہر سکتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ ایسے لوگ بخل سے اعتراض کرتے ہیں نہ انصاف سے۔ اگر یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے وقتوں میں ہوتے تو ان پر بھی ایسے ہی اعتراض کرتے جو مجھ پر کرتے ہیں۔ جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اس کو ہم راہ دکھلا سکتے ہیں۔ مگر جو بخل اور خود غرضی اور تکبر سے اندھا ہو گیا ہو اس کو کیا دکھا سکتے ہیں۔ تین ہزار یا اس سے بھی زیادہ اس عاجز کے الہامات کی مبارک پیشگوئیاں جو امنِ عامہ کے مخالف نہیں پوری ہو چکی ہیں۔ صدہا نیک دل انسان گواہ ہیں بہت سی تحریریں پیش از وقت شائع ہو چکی ہیں پھر بھی اگر کوئی بخل کی راہ سے خواہ نخواہ شکوک اور اعتراضات پیش کرتا ہے اور سیدھے طور پر صحبت میں رہ کر تجربہ نہیں کرتا اور نہ اہل تجربہ سے دریافت کرتا ہے اور دجل اور خیانت کی راہ سے دھوکہ دینے والے اعتراضات مشہور کرتا ہے اور خیانت اور دروغ گوئی سے باز نہیں آتا وہ ان منکرین کا وارث ہے جو اس سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کے مقابل پر گذر چکے ہیں۔ خدا اپنے بندوں کو ایسے منصوبہ باز لوگوں کے بہتانوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اس بات کا کیا سبب ہے کہ یہ لوگ چوروں کی طرح دور دور سے اعتراض کرتے ہیں اور صاف باطن لوگوں کی طرح بالمقابل آکر اعتراض نہیں کرتے اور نہ جواب سننا چاہتے ہیں۔ اس کا یہی سبب ہے کہ یہ لوگ اپنے دجل اور بددیانتی سے واقف ہیں اور ان کا دل ان کو ہر وقت جتلاتا ہے کہ اگر تم نے ایسے بیہودہ اور جہالت اور خیانت سے بھرے ہوئے اعتراض روبروئے پیش کئے تو اس صورت میں تمہاری سخت پردہ دری ہوگی اور تمہاری دھوکا دینے والی باتیں یکدفعہ کالعدم ہو جائیں گی تب اس وقت ندامت اور خجالت اور رسوائی رہ جائے گی ﴿۸﴾

اوراعتراض کا نام ونشان نہ رہے گا۔

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ میری پیشگوئیوں میں کوئی بھی امر ایسا نہیں ہے جس کی نظیر پہلے انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں میں نہیں ہے۔ یہ جاہل اور بے تمیز لوگ چونکہ دین کے باریک علوم اور معارف سے بے بہرہ ہیں اس لئے قبل اس کے جو عادۃ اللہ سے واقف ہوں بخل کے جوش سے اعتراض کرنے کے لئے دوڑتے ہیں اور ہمیشہ بموجب آیت کریمہ یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ[1] میری کسی گردش کے منتظر ہیں اور عَلَیۡہِمۡ دَآئِرَۃُ السَّوۡءِ[2] کے مضمون سے بے خبر۔ ان میں سے ایک نے علم جفر کا دعویٰ کر کے میری نسبت لکھا ہے کہ ''بذریعہ جفر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص کاذب ہے۔'' مگر یہ نادان نہیں سمجھتے کہ جفر وہی جھوٹا اور مردود علم ہے جس کے ذریعہ سے شیعہ یہ باتیں نکالا کرتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر نعوذ باللہ ظالم اور دائرہ ایمان سے خارج ہیں۔ پس ایسے جھوٹے طریق کا وہی لوگ اعتبار کریں گے جن کے دل سچائی سے مناسبت نہیں رکھتے۔ اگر اس قسم کے حساب سے کوئی ہندو یہ جواب نکالے کہ فقط ہندو مذہب ہی سچا ہے اور باقی تمام نبیوں کے مذاہب جھوٹے ہیں تو کیا وہ مذہب جھوٹے ہو جائیں گے؟ افسوس یہ لوگ مسلمان کہلا کر کن کمینہ خیالات میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ کشف اور خواب بھی ہر ایک کے یکساں نہیں ہوتے۔ وہ کامل کشف جس کو قرآن شریف میں اظہار علی الغیب سے تعبیر کیا گیا ہے جو دائرہ کی طرح پورے علم پر مشتمل ہوتا ہے وہ ہر ایک کو عطا نہیں کیا جاتا صرف برگزیدوں کو دیا جاتا ہے۔ اور ناقصوں کا کشف اور الہام ناقص ہوتا ہے جو بالآخر ان کو بہت شرمندہ کرتا ہے۔ اظہار علی الغیب کی حقیقت یہ ہے کہ جیسے کوئی اونچے مکان پر چڑھ کر ارد گرد کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ تو بلا شبہ آسانی سے ہر ایک چیز اس کو نظر آسکتی ہے۔ لیکن جو شخص نشیب کے مکان سے ایسی چیزوں کو دیکھنا چاہتا ہے تو بہت سی چیزیں دیکھنے سے رہ جاتی ہیں۔ اور برگزیدوں سے خدا کی یہ عادت ہے کہ ان کی نظر کو اونچے مکان تک لے جاتا ہے۔ تب وہ آسانی سے ہر ایک چیز کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور انجام کی خبر دیتے ہیں۔ اور ﴿۹﴾

[1] و [2] التوبة : ۹۸

نشیب کا آدمی انجام کی خبر نہیں دے سکتا۔ اسی لئے بلعم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پہچاننے میں دھوکا کھایا اور اس کو ان کا وہ عالی مرتبہ برگزیدگی کا معلوم نہ ہو سکا جس سے ڈر کر وہ ادب اختیار کرتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی یہودیوں میں کئی ملہم اور خواب بین تھے مگر چونکہ وہ نشیب میں تھے اور اظہار علی الغیب کا ان کو مرتبہ نہیں دیا گیا تھا اس لئے وہ حضرت عیسیٰ کو شناخت نہ کر سکے اور اپنے جیسا بلکہ اپنے سے بھی کم تر ایک انسان سمجھ لیا۔ اور خواب بینوں اور الہام یابوں کے لئے یہ ایک ایسا ابتلاء ہے کہ اگر خدا کا فضل نہ ہو تو اکثر اس میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور نیم ملا خطرۂ ایمان کی مثل ان پر صادق آجاتی ہے۔ اس لئے قیام نشیب اور اظہار علی الغیب کا فرق یاد رکھنے کے لائق ہے۔ بہت سے ایسے نابینا ملہم جن کے پیر گڑھے میں سے نہیں نکلے ہماری نسبت ایسی پیشگوئیاں کرتے ہیں کہ گویا اب ہمارے سلسلہ کا خاتمہ ہے۔ وہ اگر توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ زندگی کے درمیانی حصوں میں انبیاء علیہم السلام بھی بلاؤں سے محفوظ نہیں رہے مگر انجام بخیر ہوا۔ اسی طرح اگر ہمیں بھی اس درمیانی مراحل میں کوئی غم پہنچے یا کوئی مصیبت پیش آوے تو اس کو خدا تعالیٰ کا اخیری حکم سمجھنا غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کا حتمی وعدہ ہے کہ وہ ہمارے سلسلہ میں برکت ڈالے گا۔ اور اپنے اس بندہ کو بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ اس بندہ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ وہ ہر ایک ابتلا اور پیش آمدہ ابتلا کا بھی انجام بخیر کرے گا اور دشمنوں کے ہر ایک بہتان سے انجام کار بریّت ظاہر کر دے گا۔ اس بارہ میں اس کے پاک الہام اس قدر ہوئے ہیں کہ اگر سب لکھے جائیں تو یہ اشتہار ایک رسالہ ہو جائے گا۔ لہٰذا چند الہام اور ایک خواب بطور نمونہ ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔ ﴿۱۰﴾

مجھے ۲۱؍ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ جمعہ کی رات میں جس میں انتشار روحانیت مجھے محسوس ہوتا تھا اور میرے خیال میں تھا کہ یہ لیلۃ القدر ہے اور آسمان سے نہایت آرام اور آہستگی

سے مینہہ برس رہا تھا ایک رؤیا ہوا۔ یہ رؤیا ان کے لئے ہے جو ہماری گورنمنٹ عالیہ کو ہمیشہ میری نسبت شک میں ڈالنے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ کسی نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ اگر تیرا خدا قادر خدا ہے تو تُو اس سے درخواست کر کہ یہ پتھر جو تیرے سر پر ہے بھینس بن جائے۔ تب میں نے دیکھا کہ ایک وزنی پتھر میرے سر پر ہے جس کو کبھی میں پتھر اور کبھی لکڑی خیال کرتا ہوں۔ تب میں نے یہ معلوم کرتے ہی اس پتھر کو زمین پر پھینک دیا۔ پھر بعد اس کے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ اس پتھر کو بھینس بنا دیا جائے۔ اور میں اس دعا میں محو ہو گیا۔ جب بعد اس کے میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پتھر بھینس بن گیا۔ سب سے پہلے میری نظر اس کی آنکھوں پر پڑی۔ اس کی بڑی روشن اور لمبی آنکھیں تھیں۔ تب میں یہ دیکھ کر کہ خدا نے پتھر کو جس کی آنکھیں نہیں تھیں ایسی خوبصورت بھینس بنا دیا جس کی ایسی لمبی اور روشن آنکھیں ہیں اور صورت۔ اور مفید جاندار ہے۔ خدا کی قدرت کو یاد کر کے وجد میں آ گیا اور بلا توقف سجدہ میں گرا اور میں سجدہ میں بلند آواز سے خدا تعالیٰ کی بزرگی کا ان الفاظ سے ﴿۱۱﴾
اقرار کرتا تھا کہ ربّی الاعلٰی. ربّی الاعلٰی اور اس قدر اونچی آواز تھی کہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ آواز دور دور جاتی تھی۔ تب میں نے ایک عورت سے جو میرے پاس کھڑی تھی جس کا نام بھانو تھا اور غالباً اس دعا کی اس نے درخواست کی تھی یہ کہا کہ دیکھ ہمارا خدا کیسا قادر خدا ہے جس نے پتھر کو بھینس بنا کر آنکھیں عطا کیں۔ اور میں یہ اس کو کہہ رہا تھا کہ پھر یکدفعہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصور سے میرے دل نے جوش مارا اور میرا دل اس کی تعریف سے پھر دوبارہ بھر گیا اور پھر میں پہلی طرح وجد میں آکر سجدہ میں گر پڑا۔ اور ہر وقت یہ تصور میرے دل کو خدا تعالیٰ کے آستانہ پر یہ کہتے ہوئے گراتا تھا کہ یا الٰہی تیری کیسی بلند شان ہے تیرے کیسے عجیب کام ہیں کہ تو نے ایک بے جان پتھر کو بھینس بنا دیا۔ اس کو لمبی اور روشن آنکھیں عطا کیں جن سے وہ سب کچھ دیکھتا ہے اور نہ صرف یہی بلکہ اس کے دودھ کی بھی امید ہے

قدرت کی باتیں ہیں کہ کیا تھا اور کیا ہوگیا۔ میں سجدہ میں ہی تھا کہ آنکھ کھل گئی۔قریباً اس وقت رات کے چار بج چکے تھے۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک**۔میں نے اس کی یہ تعبیر کی ہے کہ وہ ظالم طبع مخالف جو میرے پرخلاف واقعہ اور سراسر جھوٹ باتیں بنا کر گورنمنٹ تک پہنچاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خواب میں ایک پتھر کو بھینس بنا دیا اور اس کو لمبی اور روشن آنکھیں عطا کیں اسی طرح انجام کار وہ میری نسبت حکام کو بصیرت اور بینائی عطا کرے گا اور وہ اصل حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔

یہ خدا کے کام ہیں اور لوگوں کی نظر میں عجیب۔

یہ شکر کی بات ہے کہ جن حکام کے ہم ماتحت کئے گئے ہیں وہ سچائی کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔اگر وہ غلطی کریں تو نیک نیتی سے غلطی کرتے ہیں۔اور اصل بات کی کھوج میں لگے رہتے ہیں۔اس کے بعد جو مجھے الہام ہوئے وہ اسی رؤیا کے مؤید ہیں وہ بھی ذیل میں لکھتا ہوں تا کہ اس آخری وقت میں جب یہ باتیں پوری ہوں لوگوں کے ایمان قوی ہوں۔مگر میں نہیں جانتا کہ یہ کب پورا ہوگا اور کس کے ہاتھ پر پورا ہوگا اور اس کا وقت کون سا ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ دھوکا جو ہمیشہ گورنمنٹ کو دیا جاتا ہے برقرار نہیں رہے گا اور آخر کار یہ ہوگا کہ حکّام انصاف پسند خدا داد رؤیت اور بصیرت اور روشن ضمیری سے میرے اصل حالات پر مطلع ہو جائیں گے۔تب اسی کے موافق جو میں نے دیکھا جو بغیر وسیلہ انسانی ہاتھوں کے خدا کی قدرت نے ایک پتھر کو ایک خوبصورت سفید رنگ بھینس بنا دیا اور اس کو نہایت روشن آنکھیں عطا فرمائیں۔میری اصل حقیقت حکام پر کھل جائے گی۔وہ گھڑی اور وہ دن خدا کو معلوم ہے۔مگر جلد ہو یا دیر سے ہو گورنمنٹ عالیہ پر میری صفائی اور نیک چلنی اور گورنمنٹ کی نسبت کمال وفاداری ہر ایک شخص پر کھل جائے گی۔اور وہ خیالات جو میری نسبت مشہور کئے جاتے ہیں غلط ثابت ہوں گے۔اور الہامات جو اس خواب کے مؤید ہیں یہ ہیں:۔ ﴿۱۲﴾

انّ اللّٰہ مع الذین اتقوا و الذین ھم محسنون. انت مع الذین اتقوا. وانت معی یا ابراھیم. یاتیک نصرتی انّی انا الرحمٰن. یاارض ابلعی ماءک غیض الماء وقضی الامر. سلام قولًا من ربّ رحیم. وامتازوا الیوم ایھا المجرمون. اناتجالدنافانقطع العدو واسبابہ. ویل لھم انّی یؤفکون. یعض الظالم علٰی یدیہ ویوثَقُ. وان اللّٰہ مع الابرار. وانہ علٰی نصرھم لقدیر. شاھت الوجوہ. انہ من اٰیۃ اللّٰہ وانہ فتح عظیم. انت اسمی الاعلٰی. وانت منّی بمنزلۃ محبوبین. اخترتک لنفسی. قل انّی اُمِرْتُ وانا اوّل المؤمنین. یعنی خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے اور تو پرہیزگاروں کے ساتھ ہے اور تو میرے ساتھ ہے اے ابراہیم۔ میری مدد تجھے پہنچے گی۔ میں رحمان ہوں۔ اے زمین! اپنے پانی کو یعنی خلاف واقعہ فتنہ انگیز شکایتوں کو جو زمین پر پھیلائی گئی ہیں نگل جا۔ پانی خشک ہوگیا اور بات کا فیصلہ ہوا۔ تجھے سلامتی ہے یہ ربِ رحیم نے فرمایا۔ اور اے ظالمو! آج تم الگ ہوجاؤ۔ ہم نے دشمن کو مغلوب کیا اور اس کے تمام اسباب کاٹ دیئے ان پر واویلا ہے۔ کیسے افترا کرتے ہیں۔ ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا۔ اور خدا نیکوں کے ساتھ ہوگا۔ وہ ان کی ﴿۱۳﴾
مدد پر قادر ہے۔ منہ بگڑیں گے۔ خدا کا یہ نشان ہے اور یہ فتح عظیم ہے۔ تو میرا وہ اسم ہے جو سب سے بڑا ہے۔ اور تو محبوبین کے مقام پر ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔ کہہ میں مامور ہوں اور تمام مومنوں میں سے پہلا ہوں۔

گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیر خواہ کے پہچاننے کے لئے ایک کھلا کھلا طریق آزمایش

(گورنمنٹ عالیہ سے بادب التماس ہے کہ اس مضمون کو غور سے دیکھا جائے اور حسب منشائے درخواست ہر دو فریق کا امتحان لیا جائے)

چونکہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعة السنه ہمیشہ پوشیدہ طور پر کوشش کرتا رہا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو میرے پر بدظن کرے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ کئی سال سے اس کا یہی شیوہ ہے اس لئے میں نے مناسب دیکھا ہے کہ محمد حسین اور میری نسبت ایک ایسا طریق آزمایش قائم ہو جس سے گورنمنٹ عالیہ کو سچا خیر خواہ اور چھپا ہوا بدخواہ معلوم ہو جائے۔ اور آئندہ ہماری دانا گورنمنٹ اسی پیمانہ کے رو سے دونوں میں سے مخلص اور منافق میں امتیاز کر سکے۔ سو وہ طریق میری دانست میں یہ ہے کہ چند ایسے عقائد جو غلط فہمی سے اسلامی عقائد سمجھے گئے ہیں اور ایسے ہیں کہ ان کو جو شخص اپنا عقیدہ بناوے وہ گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے۔ ان عقائد کو اس طرح پر آلۂ شناخت مخلص و منافق بنایا جائے کہ عرب یعنی مکہ اور مدینہ وغیرہ عربی بلاد اور کابل اور ایران وغیرہ میں شائع کرنے کے لئے عربی اور فارسی میں وہ عقائد ہم دونوں فریق لکھ کر اور چھاپ کر سرکار انگریزی کے حوالہ کریں تا کہ وہ اپنے اطمینان کے موافق شائع کر دے۔ اس طریق سے جو شخص منافقانہ طور پر برتاؤ رکھتا ہے اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ کیونکہ وہ ہرگز ان عقائد کو صفائی سے نہیں لکھے گا اور ان کا اظہار کرنا اس کو موت معلوم ہوگی۔ اور ان عقائد کا شائع کرنا اس کے لئے محال ہوگا۔ اور مکہ اور مدینہ میں ایسے اشتہار بھیجنا تو اس کو موت سے بدتر ہوگا۔ سو اگرچہ میں عرصہ بیس برس سے ایسی کتابیں عربی اور فارسی میں تالیف کر کے ممالک عرب اور فارس میں شائع کر رہا ہوں لیکن اس امتحان کی غرض سے اب بھی اس اشتہار کے ذیل میں ایک تقریر عربی اور فارسی میں اپنے پُر امن عقائد کی نسبت اور مہدی اور مسیح کی غلط روایات کی نسبت اور گورنمنٹ برطانیہ کی نسبت شائع کرتا ہوں میرے نزدیک یہ ضروری ہے کہ اگر محمد حسین جو اہل حدیث کا سرگروہ کہلاتا ہے میرے عقائد کی طرح امن ۱۴

اور صلح کاری کے عقائد کا پابند ہے تو وہ اپنا اشتہار عربی اور فارسی میں چھاپ کر دوسو کاپی اس کی میری طرف روانہ کرے تا میں اپنے ذریعہ سے مکہ اور مدینہ اور بلاد شام اور روم اور کابل وغیرہ میں شائع کروں۔ایسا ہی مجھ سے دوسو کاپی میرے اشتہار عربی اور فارسی کی لے لے تا بطور خود ان کو شائع کرے۔

ہماری دانا گورنمنٹ کو بخوبی یاد رہے کہ یونہی گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے صرف بگفتن کوئی رسالہ ذو معنیین لکھنا اور پھر اچھی طرح اس کو شائع نہ کرنا یہ طریق اخلاص نہیں ہے یہ اور بات ہے۔اور سچے دل سے اور پورے جوش سے کسی ایسے رسالہ کو جو عام خیالات مسلمانوں کے برخلاف ہو درحقیقت غیر ممالک تک بخوبی شائع کر دینا یہ اور بات ہے۔اور اس بہادر کا کام ہے جس کا دل اور زبان ایک ہی ہوں۔اور جس کو خدا نے درحقیقت یہی تعلیم دی ہے۔ بھلا اگر یہ شخص نیک نیت ہے تو بلاتوقف اس کو یہ کارروائی کرنی چاہیے۔ ورنہ گورنمنٹ یاد رکھے اور خوب یاد رکھے کہ اگر اس نے میرے مقابل پر ایسا رسالہ عربی اور فارسی میں شائع نہ کیا تو پھر اس کا نفاق ثابت ہو جائے گا۔ یہ کام صرف چند گھنٹہ کا ہے اور بجز بدنیتی کے اس کا کوئی مانع نہیں۔ ہماری عالی گورنمنٹ یاد رکھے کہ یہ شخص سخت درجہ کے نفاق کا برتاؤ رکھتا ہے اور جن کا یہ سرگروہ کہلاتا ہے وہ بھی اسی عقیدے اور خیال کے لوگ ہیں۔

اب میں اپنے وعدہ کے موافق اشتہار عربی اور فارسی ذیل میں لکھتا ہوں اور سچائی کے اختیار کرنے میں بجز خدا تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور میں نے حسن ترتیب اور دونوں اشتہاروں کی موافقت تامہ کے لحاظ سے قرین مصلحت سمجھا ہے کہ عربی میں اصل اشتہار لکھوں اور فارسی میں اسی کا ترجمہ کر دوں تا دونوں اشتہار اپنے اپنے طور پر لکھے جائیں اور نیز عربی اشتہار جس کو ہر ایک غیر زبان کا آدمی بآسانی پڑھ نہیں سکتا اس کا ترجمہ بھی ہو جائے۔ چنانچہ اب وہ دونوں اشتہار لکھ کر اس رسالہ کے ساتھ شامل کرتا ہوں۔ وباللّٰہ التوفیق

الراقم خاکسار **میرزا غلام احمد از قادیان**

۲۱؍فروری ۱۸۹۹ء

﴿۱۵﴾ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدهٗ و نصلّی علی رسوله الکریم

السلام علیکم یا إخوتی ورحمة اللّٰہ وبرکاته. أمّا بعد فاسمعوا منی یا عباد اللّٰہ

برشما سلام اے برادران من ورحمت خداو برکات او باد بشنوید از من اے بندگان نیکوکار

الصالحین، ویا إخواننا من بلاد الروم والشام والأرض المقدّسة مکة ومدینة

واے برادران ما از دیار روم وشام و خاک پاک مکہ وشہر سیّدنا خاتم النّبیین

التی هي دار هجرة سیدنا ونبیّنا خاتم النبیین، وفارس ومصر وکابل وغیرها من الأرضین.

وفارس ومصر وکابل ودیگر زمین ہا

رحمکم اللّٰہ وأیّدکم، وکان معکم فی الدنیا ویوم الدین، وهدانا وهداکم

خداتعالیٰ برشمارحم کندو در دنیا و روز آخرت باشما باشد وماراوشمارا سوئے راہ راست

إلی حقٍّ مبین. إنی أدعوکم إلی مراضی اللّٰہ الرحیم، وأدعو إلی وصایا نبی اللّٰہ

ہدایت فرماید۔ من شمارا سوئے رضامندی ہائے اوتعالیٰ مے خوانم وسوئے وصیتہائے نبی کریم

الکریم، علیه ألف ألف صلاة من اللّٰہ الکبیر العظیم، وأُبشّرکم بما ظهر

صلی اللہ علیہ وسلم دعوت می کنم و شمارا ازاں واقعہ بشارت

فی هٰذه الدیار بفضل اللّٰہ الودود الغفّار، وأُبشّرکم بأیّام اللّٰہ وتنفُّس

می دہم کہ دریں ملک بفضل ایزد مہربان ظہور گرفتہ است وشمارا بروز ہائے خداوند عزوعلا و

صبح الصادقین، وأُبشّرکم برحمةٍ نزلت من ربنا وهُو أرحم الراحمین.

صبح صادقان و رحمت نازلہ مژدہ می رسانم

یا عباد اللّٰہ. إنه عزّوجلّ نظر إلی الأرض فرأی أن الفتن فیها کثرت، والدیانة

اے بندگان خدااوتعالیٰ سوئے زمین نگہ کرد و دید کہ فتنہ ہا درو بسیار شدہ اند

قلّت، والقلوب قست، والصدور ضاقت، وما من یوم یمضی ولا شهر ینقضی،
و دیانت کم گردید و دلہا سخت گشتہ و سینہ ہا تنگ شدہ و ہیچ روزے نمی گزرد و ہیچ ماہے سپری نمی شود
إلّا تزید الفتن وتشتدّ المحن، ومُلئت الأرض بأنواع البدعات، وتُركت ﴿۱۶﴾
مگر آں فتنہ ہا روز افزوں ہستند ومحنت ہا سخت شدہ اند۔ وزمین باقسام بدعات پُر شدہ۔ ومردم سنّت
السُنّة والقرآن وظهر الفساد فی النیّات، وغلبت علی القلوب حبّ الشهوات،
و قرآن را ترک کردہ واز نیتہا فساد ظاہر شدہ و بردلہا محبت شہوات استیلاء یافتہ
وزالت من الجباه أنوارُ الحسنات، بل علی الوجوه مِن فساد القلوب سوادٌ
واز پیشانی ہا نورہائے نیکی دور شدہ بلکہ بر روہا از فساد دلہا سیاہی و
وقُحول، وضُمّر وذبول، وجبن وإحجام، ووساوس وأوهام، وجهلوا
زشتی است۔ ولاغری وذوبان ونامردی وپس پاشدن است ووساوس واوہام پیدا اند۔ وآنچہ سیّدنا
کلما أُوتوا من النبی المصطفی، ونسوا وصایا القرآن وما قال خیر الوریٰ .
ومولانا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت ہا دادہ بود ہمہ را یک لخت فراموش کردہ اند۔ و وصیت ہائے قرآن راز
وبقی فی أیدیهم قشرٌ وأضاعوا لُبّ الإیمان، وأقبلوا علی الدنیا
یاددادہ و در دست شاں پوستے ماندہ است ومغز ایمان را برباد دادہ۔ و بردنیا و
وشهواتها وآثروا سُبُل الشیطان، وما تجدون أکثرهم إلّا فاسقین،
شہوات آن سرفرو افگندہ وراہ ہائے شیطان را اختیار کردہ۔ واکثر ایشاں را فاسق و بیباک و ناترسندہ
مجترئین غیر خائفین .وترون أکثر العلماء یقولون ولا یفعلون، و
خواہید یافت واکثر علماء را خواہید دید کہ بگویند ونمی کنند و
الزهداء یُراؤون ولا یُخلصون، ولا یتبتّلون إلی اللّٰه ولا یتّقون .وترون
زاہداں را خواہید دید کہ ریامی کنند و اخلاص نمی ورزند۔ وسوئے خدا منقطع نمی شوند وتقویٰ نمی ورزند و
عامة الناس تمایلوا علی الدنیا وإلی الآخرة لا یلتفتون، ویتعامون
عامہ مردم را مشاہدہ خواہید کرد کہ بردنیا نگوں سارشدہ اندوبسوئے آخرت التفاتے نمی کنند۔ ودانستہ چشم خود را

ولا يُبصرون، وينومون مستريحين ولا يستيقظون .وأهل الملل الأخرى
کورمی کنند ونمی بینند۔ ودرخواب خوش ہستند و بیدار نمی شوند۔ و قومہائے دیگر

يبذلون أموالهم وجهدهم لإشاعة الضلالات، وكذالك فسدت الأرض
مالہائے خودرا و کوشش خود را برائے اشاعت ناراستی خرچ می کنند و ہم چنین زمین از بد اعتقادیہا

من سوء الاعتقادات، وأخرجتْ أثقالَها من أنواع المكائد والخزعبيلات.
فاسد گردید۔ وانواع واقسام باطل منتشر شد

فاقتضت العناية الإلهية أن يبعث عبدًا من عباده لتنوير القلوب
پس عنایت الٰہیہ تقاضا فرمود تابندہ را از بندگان خود برائے روشن کردن دلہائے تاریک

المظلمة، ويُصلح علَى يديه موادَّ المفاسد الموجودة، فاختارني فضلًا ﴿۱۷﴾
مبعوث کند وبردست اواصلاح مواد فسادہائے موجودہ فرماید۔ پس از فضل محض

ورحمةً من عنده لهذه الخطّة العظيمة، وأعطاني حظًّا كثيرًا من
ورحمت خاص مرابرائے این کار بزرگ برگزید و مرا از معارف رُوحانیہ و علوم

المعارف الروحانية، وخفايا العلوم النبويّة، والدقائق الفرقانيّة، وسمّاني مسيحًا موعودًا
پوشیدہ نبوت و باریکی ہائے کلام اللہ بہرہ وافر بخشید و نام من مسیح موعود

لِأُحيِ القلوب المائتة بقدرته الكاملة، وأجدّد أمر التوحيد
نہاد تا من دلہائے مردہ را بقدرت کاملہ او زندہ گردانم و کاروبار توحید را تازگی بخشم

وأشيّد مباني الملّة .وإني أنا آية الله التي جلّاها لوقتها رُحمًا على
و بنیاد ہائے ملت را بلند ومحکم گردانم۔ ومن نشان خدا تعالیٰ ہستم کہ بروقت خود از رحمت وفضل ظاہر

الخليقة، فهل أنتم تقبلونني أو تردّون من أتاكم من الحضرة؟ وقد
کردہ شد، پس آیا شما مرا قبول می کنید یا آں کسے رارد خواہید کرد کہ از حضرت عزت پیش شما آمدہ است و

بلّغتُ ما أُمِرتُ فكونوا من الشاهدين .والذين كذّبوني فما كان
من ہرچہ مراحکم بود بشمار سانیدم پس گواہ باشید و آنانکہ تکذیب من کردہ اند پس

تـكـذيبـهـم إلّا مـن الـعـمِيَّة، فـإنهـم مـا تـدبّـروا دقـائـق أخبار خير البريّة، عليه

تکذیب شان بجزایں سببے نداشت کہ ایشاں را چشم کشادہ نبود چراکہ اوشاں در باریکی ہائے احادیثِ آنحضرت

الـصـلاة والسلام من حضرة العزّة، وكانوا بادى الرأى مستعجلين. فأخذهم بخلٌ

صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ فکرے وغورے نکردہ اند۔ وایشان مردم سطحی خیال بودند و نیز شتاب کار۔ پس ایشان را بخلے

وعـنـادٌ نشـأ مـن أهـوائهم، واستولٰى عليهم سيل شحنائهم فما كانوا مهتدين.

وعنادے کہ از ہوائے نفسِ شان پیدا شد فروگرفت و سیلاب کینہ برایشاں غالب گردید۔ پس راہ راست را ندیدند

وقـالـوا إن الـمسيح ينـزل من السماء ، وإنّ المهدى يخرج من بنى الزهراء ،

وگفتند کہ مسیح از آسمان خواہد آمد۔ ومہدی از بنی فاطمہ خروج خواہد کرد

وأنّهـمـا يتـقـلّـدان الأسـلـحة ويـحـاربـان الـكَـفَـرة ويسفكـان الدمـاء، ولا

وایشاں اسلحہ خواہند پوشید۔ و با کافراں جنگہا خواہند کرد و خونریزی ہا خواہند نمود و نہ

يـرحـمـان الـرجـال ولا النساء ، ولا يتركان ولا يُدخلان السيوف فى أجفانها

برمرداں و نہ برزناں رحم خواہند کرد۔ ونخواہند گذاشت و نہ شمشیر ہا را درنیام ہا خواہند کرد

حتى يكون الناس كلهم مسلمين .وقالوا إن المهدى يُفحِم الكَفَرة بالتعزيرات

تاوقتیکہ ہمہ مردم مسلمان نخواہند شد۔ وگفتند کہ مہدی با سزاہائے سیاسیہ دہان مردم بند خواہد کرد

السياسية لا بالآيات السماوية، ولا يترك فى الأرض بيتَ كافرٍ، ويضرب عنق ﴿۱۸﴾

نہ بانشان ہا۔ و برروئے زمین ہیچ خانہ کافرے نخواہد گذاشت و گردن ہر

كـل مـقيم ومسافر، إلا أن يـكـونوا مؤمنين .ويُـحـارب الـنصارىٰ وكلَّ مَن

مقیم ومسافر خواہد زد مگر اینکہ ایماں آرند و با نصاریٰ جنگ ہا خواہد کرد

قبل الـمـلّة الـنـصـرانية، ويـؤمّ بـلادَ الهـنـد وغيـرهـا وينال الفتوح العظيمة،

وقصد بلادشاں یعنی ہندوستان وغیرہ خواہد نمود وفتوحات عظیمہ او را حاصل خواہند شد

ويـقـتـل ويـنـهـب ويـغـنـم ويسبى الرجـال والـنسوة. والـمسيح يـنـزل

وقتل وغارت گری وبردہ ساختن وکفار را در حلقہ غلاماں آوردن کار او خواہد بود و مسیح

من السماء ليعاونه كالخدماء ، ولا يقبل الجزية ولا الفدية، ويُحبّ أن يقتل مَن
از آسمان نازل خواہد شد تا ہمچو خادمان مدد مہدی کند۔ و جزیہ و فدیہ را قبول نخواہد کرد و دوست خواہد داشت کہ
فی الأرض من الكفار أجمعين .وكذالك يطأ أفواجهما أرض اللّٰه
تمام کفار را کہ برروئے زمین باشند بکشد وہم چنیں فوجہائے ایشاں برزمین
سفّاكين غير راحمين .وقالوا هذه عقائد اتفق عليها أمم من العلماء
خون کنندگان سیر خواہند کرد و بر ہیچ کس رحم نخواہند فرمود۔ ومی گویند کہ ایں آں عقائد ہستند کہ برآنہا اولین وآخرین
ونقلها خلفُها من سلفِها، وحاضرُها من غابرِها، وكثيرٌ من الكبراء وأما نحن يا
اتفاق کردہ اند و خلف و سلف برآں متفق اند۔ مگر ما اے
عباد اللّٰه الرحيم، فما وجدنا هٰذه العقائد صحيحة صادقة، بل وجدناها
بندگانِ خدا ایں عقائد را صحیح نیافتیم بلکہ ردّی
سقطًا ورَدِيًّا لا من الرسول الكريم. وعلّمنى ربى أنه خطأٌ وما آتى رسولنا شيئا من
وخلاف واقعہ یافتیم نہ از رسول کریم۔ و مرا ربّ من بیاموخت کہ آں خطاست ورسول کریم
مثل هذا التعليم وإنهم من الخاطئين .
ایں تعلیم نہ دادہ است۔ و ایشاں خطا کردہ اند۔
فالمذهب الذى أقامنا اللّٰه عليه هو مذهب حلم ورفق وتؤدة،
پس مذہبے کہ خدا تعالیٰ ما را برآن قائم کردہ است آں مذہب حلم ورفق وآہستگی است
لا قتلٍ وسبيٍ وأخذ غنيمة، وهذا هو الحق الواجب فى زماننا و
نہ قتل وغلام گرفتن و تاراج مالِ دشمناں وہمیں حق واجب در زمانہ ماست و
إنّا من المصيبين .فإن أمر الجهاد كان فى بدو أيام الإسلام، وكان ﴿۱۹﴾
ما برصواب ہستیم چراکہ حکم جہاد در زمانہ ابتدائی اسلام بود ونگہبانی
حفظ نفوس المسلمين موقوفًا على قتل القاتلين والانتقام، بما كانوا
جان مسلمانان موقوف بریں بود کہ کشندگان را بکشند و ظالماں را سزائے کردار دہند چرا کہ

قـلـيـلـيـن و كـان الـكفار غالبين كثيرين سفّاكين .ومـا أُمِـر الـمؤمنون للحرب

مسلمانان درآن وقت جماعتے اندک بودند وکفار بوجہ غلبہ وکثرت خودخونریز یہا می کردند۔ ومسلماناں راحکم جنگ و

والقتال إلّا بعد ما لبثوا عمرًا مظلومين مضروبين وذُبحوا كالمعز والجمال.

قتال صرف درآں وقت شد کہ چوں تا عمرے دراز جورکشیدند و سختیہا چشیدندوہمچو گوسپندان و شتران کشتہ شدند

وطـال عـليهم الجور والجفاء، وتوالى الظلم والإيذاء، حتى إذا اشتدّ الاعتداء.

وبرایشاں جورو جفا از حدواندازہ بیرون شدوستم و ایذا متواتر گردید پس چوں آں تجاوز ہارا حدّ ے ونہایتے

وسُمع عويل المستضعَفين والبكاء، فأُذِن للذين قتَل الكَفَرةُ إخوانهم والبنين،

نماندو فریاد کمزوران و گریہ شان بدرگاہ خداوند عزّوجلّ رسید پس خدائے عادل آنا نرا اجازت مقاتلہ و محاربہ داد

وقـيـل اقـتـلـوا الـقـاتـلـيـن والـمـعـاونـيـن، ولا تـعـتـدوا فإن الـلّـه لا يُـحـبّ

چرا کہ عزیزان و برادران وپسرانِ شاں از دست ظالمان کشتہ شدہ بودندوگفتہ شد کہ قاتلان و مددگاران ایشان را بکشید واز حدتجاوز نکنید کہ

المعتدين .هُـنَـالک جـاء أمـر الجهاد، وما كان إكراهٌ فى الدين وما جَبرٌ على

خداتجاوز کنندگان رادوست نمی دارد۔ پس درآں وقت امر جہادو جنگ آمدہ بودو ہرگز ایں ارادہ نبود کہ باکراہ و جبر مردم را

الـعـبـاد، ومـا بُـعِـث نبىٌّ سـفّـاكًـا بل جـاؤوا كـالـعِـهـاد، ومـا قـاتلوا إلّا بعد

دردین اسلام داخل کنند۔ وہیچ نبی بہ ناحق کشندہ در دنیا مدہ است بلکہ ہمہ انبیا چون بارانِ رحمت آمدہ اند وہرگز جنگ نکردہ اند

الأذى الـكـثيـر والـقـتـل والـنـهـب والسبـى مـن أيـدى الـعـدا وغـلـوّهـم فـى

مگر درآں صورت کہ مدّتے دراز ایذا کشیدند وقتل و غارت و غلام گرفتن از دشمنان دیدند و درفساد جوش اوشاں را مشاہدہ

الـفـسـاد، فـرُفـعـت هـذه الـسُـنّة بـرفـع أسبـابـهـا فى هٰذه الأيام، و أُمِـرنـا أن

کردند پس ایں طریق درایں زمانہ ازیں وجہ متروک شد کہ اسباب آں معدوم شدند و مارا حکم شد کہ

نُـعـدّ لـلـكـافـريـن كـمـا يُـعدّون لنا، ولا نرفع الحُسام قبل أن نُقتل بالحسام .

بمقابل کافراں ہماں طرز اختیار کنیم کہ اوشاں اختیار کردہ باشند و بمقابل آناں کہ مارا بہ شمشیر نہ می کشند بشمشیر نپردازیم۔

وتـرون أن الـنـصـارى لا يـقـتـلـونـنـا فـى أمـر الـدين، ولا قوم آخـرون من

وشما می بینید کہ عیسائیاں درامردین مارانمی کشند ونہ قومے دیگر از

البعيد والقرين. فهٰذه السيرة عارٌ للإسلام. أن نترك الرفق لقوم رفقوا.

نزدیکان و دوران برائے مذہب جنگ می کنند۔ پس ایں سیرت برائے اسلام جائے عار است کہ بانرمی کنندگان نرمی نکردہ آید

فأمعِنوا يا معشر الكرام.وقد جاء فى صحيح البخارى أن المسيح الموعود يضع الحرب، ﴿۲۰﴾

ودر صحیح بخاری آمدہ است کہ مسیح موعود جنگ نخواہد کرد

يعنى لا يستعمل الطعن ولا الضرب، فما كان لى أن أُخالف أمر النبى الكريم،

و شمشیر و نیزہ را نخواہد گرفت پس مرا کہ مسیح موعودم نمی سزد کہ حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم

عليه سلام الله الرؤوف الرحيم .وقد جرت عليه سُنّة نبينا خاتم النبيين،

را بگذارم و وصیت اورا کہ سلام خدا برو باد ترک کنم۔ چرا کہ با نرمی کنندگاں نرمی کردن امرے است کہ برآں سنت پیغمبر ما

فأىّ أمرٍ أفضل منه يا معشر العاقلين؟ ويكفى لكم ما قال سيدنا خاتم النبيين،

صلی اللہ علیہ وسلم رفتہ است۔ پس ازیں بزرگتر کدام امر خواہد بود کہ پیروی آں کنم۔ و شمارا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عليه صلوات الله والملائكة والصالحين من الناس أجمعين. ثم مع ذالك

برائے پیروی کافی است برو درودِ خدا و فرشتگان و تمام نکوکاراں باد بازبا ایں ہمہ ایں امر نیز

قد ثبت أن الأحاديث التى جاء ت فى المهدى الغازى المحارب من

بپایۂ ثبوت رسیدہ است کہ ہمہ آں حدیثہا کہ دربارۂ مہدی غازی آمدہ اند کہ بزعمِ علماء از اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا

نسل الفاطمة الزهراء، كلها ضعيفة مجروحة،بل أكثرهَا موضوعة، ومِن قسم

خواہد بود ضعیف و مجروح ہستند بلکہ اکثر آں حدیثہا موضوع و از قسم افترا

الافتراء .وما وُثّق رُواتُها، وأُشكِلَ على المحدّثين إثباتُها، ولأجل ذالك

ثابت شدہ اند۔ و راویاں آں حدیثہا در نظر محدثاں معتبر نیستند و بر علماء فنِ حدیث اثبات صحت آں حدیثہا بسیار مشکل

تركها الإمام البخارى والمسلم والإمام الهمام صاحب المؤطّا وجرحها كثير من المحدّثين.

گردیدہ۔ و ازہمیں سبب امام بخاری و امام مسلم و امام مالک رضی اللہ عنہم آں احادیث را در کتب خود ذکر نفرمودہ اند و بسیارے از

فمن زعم أن المهدى المعهود والمسيح الموعود رجلان يخرجان كالمجاهدين،

محدثاں برآں حدیث ہا جرح کردہ۔ پس آنانکہ ایں اعتقاد می دارند کہ مہدی و مسیح دو کساں ہستند کہ ہمچو جہاد کنندگاں خروج

ویسلّان السیف علی النصاری والمشرکین، فقد افتری علی اللّٰہ ورسولہ

خواہند کرد وبرعیسائیاں ومشرکان شمشیر خواہند کشید۔ ایشاں برخدا و رسول او افترا کردہ اند

خاتم النبیین، وقال قولًا لا أصل لہ فی القرآن ولا فی الحدیث ولا فی أقوال المحققین.

و قولے گفتہ اند کہ اصل آں از قرآن و احادیث صحیحہ و بیان محققین بپایۂ ثبوت نمی رسد ۔

بل الحق الثابت أنہ: ”لا مھدی إلا عیسٰی“، ولا حرب ولا یؤخذ السیف ولا القنا.

بلکہ حق ثابت ہمیں امر است کہ بجز مسیح موعود ہیچ کس مہدی نیست واو ہیچ شمشیر و نیزہ نخواہد گرفت

ھذا ما ثبت من نبیّنا المصطفٰی. وما کان حدیث یفتری، وشھد علیہ ﴿۲۱﴾

ہمیں قول است کہ از پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ثابت گردیدہ۔ وایں حدیثے نیست کہ افترا کردہ شود و صحیح بخاری و صحیح مسلم

الصحیحان فی القرون الأولی، بما ترکا تلک الأحادیث وإنّ فی ھٰذا ثبوت لأولی النھی،

بریں امر بدیں طور گواہی دادہ اند کہ ایں احادیث را ذکر نہ کردہ و دریں عقلمنداں را بر دعویٰ ما ثبوتے واضح است

وتلک شھادۃ عظمٰی، فانظر إن کنتَ من أھل التقیٰ.واعلم أن عیسی المسیح

پس اگر متقی ہستی دریں تامل کن وبداں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نبی اللّٰہ قد مات ولحق برسُلٍ خلوا وترکوا ھذہٖ الدنیا، وقد شھد علیہ ربنا فی کتابہ

وفات یافتہ اند وبانبیاء وفات یافتگان پیوستہ وخدائے ما درقرآن برآں گواہی

الأجلی، وإن شئتَ فاقرأْ :فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی، ولا تتبعْ قول الذین ترکوا القرآن

دادہ واگر بخواہی ایں آیت بخواں یعنی فلمّا توفّیتنی و پیروی قول آنکساں مکن کہ قرآں را بہوائے نفس

بالھویٰ .وما أتوا علیہ ببرھان أقویٰ، وقالوا وجدنا علیہ آباء نا ولو کان

خودترک کردہ اند۔ وبراں دلیلے نیاوردہ اند ومی گویند کہ ماپدران خودرا بریں یافتہ ایم اگرچہ

آباؤھم بعُدوا من الھدیٰ .وإنّا نریکم آیات اللّٰہ فکیف تکفرون .ھٰذا

پدران ایشاں ازحق دُور افتادہ باشند وما آیتہائے قرآن بشمائے نمائیم پس چگونہ انکار آیتہائے کنید

ما قال اللّٰہ، فبأی حدیث بعد کلام اللّٰہ تؤمنون؟ أتترکون القرآن بأقوالٍ

وبعد کلام الٰہی کدام سخن راباور خواہید کرد آیا قرآن را باقوال ناشناختہ

لا تعرفون؟ أتجعلون رزقكم أنكم تُكذّبون. وتؤثرون الشك على اليقين.
ترک خواہید نمود۔ آیا نصیبۂ شما ہمیں است کہ تکذیب کلام الٰہی کنید وشک را بر یقین بگزینید
ولا قول كقول رب العالمين .وإنّا أثبتنا أن عيسٰى عليه السّلام هاجر
وہیچ قولے چوں قول خداوند عالمیاں نیست و ما ثابت کردہ ایم کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بعد از واقعہ
من وطنه بعد واقعة الصليب، والهجرة من سُنن المرسلين بإذن الله المجيب
صلیب از وطن خود ہجرت کردہ بود و ہجرت سنتِ انبیاء علیہم السلام است
القريب .ثم سافر إلى هذه الديار، ديارِ الهند كما جاء فى الآثار، وكمّل اللّٰه
باز سوئے ایں ملک کہ ملک ہندوستان است سفر کرد چنانچہ در آثار آمدہ است۔ و خدا تعالیٰ
عمره إلى مائة وعشرين كما جاء فى الحديث من النبى المختار، ثم مات ودُفن
اورا تا یکصد و بست سال عمر عنایت فرمود چنانکہ در حدیث جناب نبی علیہ السلام آمدہ است۔ و از ملک ما
فى أرض قريبة من هذهِ الأقطار، وقبره موجود فى سِرِينَكَرُ الكشمير إلى هٰذا الزمان، ﴿۲۲﴾
در قریب تر زمین دفن شد و قبر او در سری نگر کشمیر تا ایں زمان موجود است
ومشهور بين العوام والخواص والأعيان، ويُزار ويُتبرّك به، فاسأل أهلها
ودر خاص وعام مشہور است و مردم زیارت آں قبر مے کنند پس اگر شک باشد از
العارفين إن كنتَ من المرتابين .وانظر كيف مُزّقت تلك الخيالات، ولم يبق
اہل کشمیر باید پرسید وغور باید کرد کہ چگونہ آں خیالات پارہ پارہ شدند و از انہا
لها أثر وبطلت تلك الروايات، فانكشف أن المراد من المسيح النازل
اثرے نماند وروایت ہا باطل شدند۔ پس متحقق شد کہ مراد ازیں لفظ کہ مسیح نازل خواہد شد
رجلٌ أُعطِيَ له خُلُقَ المسيح، وهو الذى يُكلّمكم يا أولى النهى والفهم الصحيح.
ظہور مردے است کہ بر خلق مسیح باشد واو ہماں مرد است کہ باشما کلام می کند اے ارباب فہم صحیح
واعلموا أن وقت الجهاد السيفى قد مضٰى، ولم يبق إلا جهاد القلم والدعاء و
بدانید کہ وقتِ جہاد سیفی درگزشت وبجز جہاد قلم و دعا و نشانہائے عظمیٰ ہیچ چیزے

آیات عظمی .والذین یعتقدون أن الجهاد السیفی سیجب عند ظهور الإمام،
باقی نماندہ وآنانکہ ایں اعتقادے دارند کہ جہاد سیفی عنقریب بروقت ظہور امام مہدی واجب خواہد شد
فقد أخطأوا. وإنّا للّٰه علی زلّة الأقدام .وما هٰذا إلا خطأ نشأ من قلة التدبّر
پس ایشاں خطا کردہ اند وبر لغزش قدم شاں جائے انّا للّٰہ گفتن است وایں خطا بوجہ قلّت تدبّر در احادیث
فی أحادیث خیر الأنام، ومن عدم التفریق بین الموضوعات والصحاح واتّباع
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بظہور آمدہ است ونیز ازیں جہت کہ در موضوعات واحادیثِ صحیحہ فرقے نکردہ اند
الأوهام. والأسف کل الأسف علی رجالٍ یعلمون أنّ أحادیث المهدی الغازی مجروحة
و افسوس برآن مردم است کہ میدانند کہ احادیث آمدن مہدی غازی ضعیف و مجروح اند
غیر صحیحة، ثم یعتقدون بمجیئه من غیر بصیرة، ولا یقولون قولا علی وجه
باز اعتقاد آمدن او می دارند وہیچ سخنے بروجہ بصیرت نمی گویند
البصیرة، ولا یبتغون نورًا من النصوص النقلیة والدلائل العقلیة، و
و از نصوص نقلیہ و دلائل عقلیہ نورے نمی خواہند و
کانوا عاهدوا أن یُموّنوا خطط الإسلام، ولا یتّبعوا قولًا یُخالف قول
پیش ازیں عہد کردہ بودند کہ غمخواری مہمات اسلام خواہند کرد و ہیچ قولے را کہ مخالف قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سیدنا خیر الأنام .فلا شک أن وجود هٰؤلآء من إحدی مصائب التی
باشد پیروی نخواہند کرد۔ پس ہیچ شک نیست کہ وجود ایں مردم یکے ازاں مصیبتہاست کہ
صُبّت عَلی الدین المتین، فإنهم لا یتّبعون نورًا بل یمشون کالعمین .و ﴿۲۳﴾
بر اسلام نازل شدہ اند۔ زیرا کہ اوشاں پیروی نور نمی کنند بلکہ ہمچو نابینایان می روند و
ما کان علمهم مُطهَّرًا من الشک والریب، وما رُشحتْ علی قلوبهم
علم شاں از شک وریب پاک نیست و بر دلہائے شاں فیضہائے غیب
فیوضٌ من الغیب، بل إنّهم یقفُون ما لیس لهم به من علمٍ ولا بصیرة،
نازل نمی شوند بلکہ ایشان چیزے را پیروی میکنند کہ برحقیقت آں مطلع نیستند و ہیچ بصیرتے

ویتّبع بعضهم بعضًا من غیر درایة ومعرفة .وکذالک جعلوا دین اللّٰه

ندارند و بعض بعض را پیروانند بغیر اینکہ علم ومعرفت داشتہ باشند۔ وہمچنیں از نادانی ہائے خود دین الٰہی را

بحُمقهم عرضةَ المعترضین المتعصّبین، ولعبةَ اللاعبین الغافلین .

نشانہ معترضان متعصب کردہ اند و بازی گاہ بازی کنندگان غفلت شعار نمودہ اند

إنهم قوم جهلوا معرفة الأمور الدینیة والدقائق الشرعیة، وصاروا أئمة

ایشان قومے ہستند کہ معارف دینیہ ودقائق شرعیہ را فراموش کردہ اند و چند نادانان را

قوم جاهلین .یُفتون ولا یعلمون، ویؤُمّون ولا یتفقّهون، ویقولون

پیروخود ساختہ فتویٰ ہامی دہند و جواب صحیح را نمی دانند و پیشرو می شوندو دردین تفقّہ نمی دارند و می گویند

ولا یفعلون .لا یمسّون شیئًا من معارف الفرقان، ولا یتّبعون رجال هذا

ونمی کنند از معارفِ قرآن چیزے رامس نمی کنند و نہ مردان این میدان را

المیدان، ویَعِظون ولا یفهمون ما یخرج من أفواههم، وما کانوا

پیرو می گردند ومردم را وعظ می کنند ونمی دانند کہ چہ چیزے از دہان شان بیروں می آید و چشم

مبصرین ولا مفکرین، ولا علی اللّٰه مُقبِلین .وإن بِضاعة علمهم مُزْجاةٌ

بینندہ نمی دارند و نہ فکرے می کنند و نہ از خدا ہدایت مے خواہند و اندازۂ علم شاں بسیار کم و ناقص

ناقصة، وإن قلوبهم علی الدنیا مائلة ساقطة، فکیف یفهمون معضلات

افتادہ و دل شاں بر دنیا نگوں گردیدہ پس چگونہ مشکلات دین را بفهمند

الدین، وکیف یطّلعون علی معارف الشرع المتین؟ فإن معارف اللّٰه

وچگونہ بر معارف شرع متین اطلاع دادہ شوند چرا کہ معارف الٰہیہ فقط

لا تنکشف إلا علی قلوب صافیة، وأبواب الدین لا تُفتح إلا علی هممٍ

برآں دلہا منکشف می شوند کہ صافی باشند و درہائے دین فقط برآن ہمت ہامی کشایند کہ

علی اللّٰه مُقبِلةٍ، ولا تتجلّی الحقائق إلا علی أفکارٍ إلی الرحمن حافدةٍ .ثم

بخدا رو آرند وحقائق برآن فکرہا پرتو می اندازند کہ سوئے رحمٰن دوندہ باشند باز

﴿۲۴﴾ مع ذالک وجب علی رجالٍ یتصدّون لمواطن المباحثات ویقتحمون سیول المباحثات،

باایں ہمہ بر مردانے کہ میدان ہائے مناظرات را پیش مے آیند ودر سیلا بہائے مباحثات داخل مے شوند واجب است کہ

أن یکونوا متوغّلین فی العلوم العربیة، ومُرتوین من العیون الأدبیة، و

درعلوم عربیہ مہارتے تام داشتہ باشند واز چشمہ ہائے ادب سیرابی بانصیب شاں باشد۔ و

مطّلعین علی فنون الکلام والأسالیب الغریبة المعجبة، وقادرین علی محاسن

برفنون کلام وطرز ہائے عجیبہ غریبہ آں مطلع باشند۔ و بر محاسن کنایات

الکنایات، ومقتدرین علی طرق التفهیمات، وعارفین لمحاورات اللسان، و

وطریقہ ہائے تفہیم قدرتے حاصل دارند وبہ محاوراتِ زبان عرب معرفت حاصل کردہ باشند

ضابطین لقوانین العاصمة من الخطأ فی الفهم والغلط فی البیان وأنّٰی لهؤلاء

وآں قواعد در ضبط شاں بودہ باشد کہ بداں ہا از خطا درفہم وغلطی کردن در بیان محفوظ ومعصوم بمانند۔ وایں مردم

هذه الکمالات؟ فلیس فی أیدیهم إلّا الخرافات، فلیبکِ علیهم من کان من

را ایں کمالات کجا حاصل اند و در دست شان بجز خرافات چیزے نیست۔ پس ہر کہ گریستن می خواہد برایشاں بگرید

الباکین .أینتظرون المهدی الغازی لیسفک الدماء، ویقتل الأعداء، و

آیا انتظار آں مہدی جنگ کنندہ می کنند کہ تا خونہا بریزد ودشمنان راقتل کند و

یقطع الهامَ، وبالسیف یشیع الإسلام؟ مع أنه لیس بثابت من الأحادیث

سرہا ببرد وبہ زور شمشیر اشاعت اسلام کند باوجود اینکہ ایں امر از احادیث صحیحہ ثابت

الصحیحة، ولا النصوص الفرقانیة، بل ثبت علی خلافه عند المحققین .

نیست ونہ از نصوص فرقانیہ ثابت است بلکہ نزدیک محققین بر خلاف آن ثابت شدہ است

ثم مع ذالک هذا أمر یُنکره العقل السلیم، ویأبی الفهم المستقیم،

باز باوجود ایں امر کہ ہچو ایں خونریزیہا از قرآن وحدیث ثابت نیستند ایں طریق خود نزد عقل سلیم قابل پذیرائی نیست واز قبول

فاسأل المتدبّرین .وأنت تعلم أن زماننا هذا زمان لا یسطو أحدٌ

آں فہم مستقیم انکار می کند پس از تدبّر کنندگان بپرس۔ وتو میدانی کہ ایں زمانہ چناں زماں نیست کہ ہیچ کس برائے

علینا للمذهب بالسیف والسنان، ولا یُجبِر أحدٌ لنتّبع دینه ونترک

مذہب بہ تیغ ونیزہ بر ما حملہ نمی کند ونہ کسے بر ما جبر می کند تا با کراہ در دین او داخل شویم و دین اسلام

دین اللّٰہ خیر الأدیان، فلا نحتاج فی هذه الأیام إلی الحرب والانتقام،

راکہ خیر الادیان است ترک کنیم پس ما دریں روزہا بسوئے حرب و انتقام محتاج نیستیم

ولا إلی تثقیف العوالی وتشهیر الحسّام، بل صارت هذه الأمور کشریعةٍ ﴿۲۵﴾

ونہ سوئے ایں امر محتاجیم کہ نیزہ ہا را تیز وراست بکنیم و شمشیر ہا را از نیام بیروں آریم بلکہ ایں امر بمشابہ شریعتے شدہ اند

نُسختْ، وطُرقٍ بُدّلت. فلمّا مابقی حاجة إلی الغَزاة والمحاربة،

کہ منسوخ شدہ باشد و بمشابہ راہ ہائے کہ تبدیل یافتہ باشند، پس ہرگاہ ہیچ حاجت سوئے جنگ و محاربہ نماند۔

أُقیم مقامَ هذا إتمامُ الحجّة بالدلائل الواضحة القطعیة وإثبات

قائم مقام آں دلائل واضحہ قطعیہ شدند و براہین صادقہ

الدعاوی بالبراهین الصادقة الصحیحة، وکذالک وُضعت موضعها الآیات المنیرة

صحیحہ برائے اثبات دعویٰ کافی شمردہ شدند وہمچنیں بجائے جنگہا نشانہا و خوارق ہا قرار یافتند

والخوارق الکبیرة، فإن الحاجة قد اشتدّت فی وقتنا هذا إلی تقویة الإیمان،

چرا کہ در زمانہ ما برائے تقویت ایمان ضرورتے شدید است

ونزول الآیات الجلیّة من الرحمٰن، ولا یُفیدهم سفک الدماء وضرب

وخلق اللہ سوئے ایں محتاج است کہ نشانہائے روشن را بہ بیند۔ وایشان را خون ریختن و گردن زدن ہیچ فائدہ

الأعناق، بل یزید هذا أنواع الشکوک والشقاق. فالمهدی الصدوق

نمی بخشد بلکہ ایں طریق از دست شکوک و مخالفت را می افزائد پس مہدی راستباز

الذی اشتدّت ضرورته لهذا الزمان، لیس رجل☆ یتقلّد الأسلحة و

کہ ضرورت او دریں زمان است چناں مردے نیست کہ سلاح بہ بندد و

یعلم فنون الحرب واستعمال السیف والسنان، بل الحق أن هذه العادات

فنون حرب را بداند و تیغ و نیزہ را استعمال کند بلکہ ہمچو ایں عادات

☆ سهو، والصحیح ”برجلٍ“ او ”رجلاً“ (الناشر)

يضر☆ الدين في هذه الأوقات، ويختلج في صدور الناس من أنواع الشكوك
دریں زمانہ دین راضرر می رسانند و انواع اقسام وساوس در دل ہائے مردم

والوسواس، ويزعمون أن المسلمين قوم ليس عندهم إلا السيف والتخويف
مے گذرند وگمان می کنند کہ مسلمانان قومے ہستند کہ نزد شاں بجز بہ شمشیر تر سانیدن ونیزہ ہا چیزے دیگر نیست

بالسنان، ولا يعلمون إلّا قتل الإنسان .فالإمام الذى تطلبه فى هذا الزمان
وبجز کشتن مردم چیزے دیگر نمی دانند پس آں امام کہ دریں زمانہ دلہائے طالبانِ اورا

قلوبُ الطالبين، وتستقريه النفوس كالجائعين، رجلٌ صالح مهذّب
می جویند وجانہا ہمچو گرسنہ ہا تلاش اومی کنند آن مردے نیکو کار است کہ

بالأخلاق الفاضلة، ومُتّصفٌ بالصفات الجليلة المرضية، ثم مع ذالك ﴿۲۶﴾
باخلاق فاضلہ آراستہ وبصفات بزرگ پسندیدہ متصف باشد بازباایں ہمہ

كان من الذين أُوتوا الحكمة والمعرفة، ورُزقوا البراهين والأدلّة القاطعة،
ایں ہم شرط است کہ او ازاں مردم باشد کہ از حضرت فیاض مطلق حکمت ومعرفت نصیب شان گردیدہ و براہین

وفاق الكلَّ في العلوم الإلهية، وسبق الأقران في دقائق
وادلہ قاطعہ دادہ شدہ واز ہمہ مردم درعلوم الٰہیہ فوقیت ہا حاصل کردہ واز ہم جنسان خود در کتب الٰہیہ و

النواميس ومعضلات الشرعية، وكان يقدِر على كلام يؤثّر في قلوب الجُلّاس،
غوامض شریعت سبقت بردہ واورا قدرتے برہمچو سخنے باشد کہ در دل حاضران فرود آید

ويتفوّه بكلم يستملحها الخواص وعامة الناس، وكان مقتضبا
وکلماتے از دہن او بیروں آیند کہ خواص مردم را ملیح نمایند وعامۃ الناس را نیز ہم۔ و بر بدیہہ گفتن سخنانے

بملفوظات تحكي لآليَ منضّدة، ومُرتجلًا بنِكاتٍ تُضاهي قطوفًا مذلّلة،
قادر باشد کہ در ہائے باہم ترتیب دادہ رامشابہ باشند وبطور حاضر جواب نکتہ ہا بگوید کہ بخوشہ ہائے انگور تشبیہہ دارند

مارنًا على حسن الجواب، وفصل الخطاب، مستمكنًا من قولٍ هو
برحسن جواب ملکہ کاملہ دارد و قوت فیصلہ درو موجود باشد وچناں سخنے تواند گفت کہ

☆ سہو، والصحیح "تضرّ" (الناشر)

أقرب بالأذهان، وأدخلُ فی الجنان، مُبكّتًا للمخالفين فی كل مَوردٍ تورَّدَه،

قریب تر باذہان وفرود آیندہ بدلہا باشد۔ وچناں باشد کہ در ہر موردے کہ وارد شود و نزد ہر کلامے کہ بگوید

ومُسكّتًا للمنكرين فی كل كلام أوردَه. فلا سيفَ فی هذا الزمان إلّا سيف

خصم را ساکت تواند کرد پس دریں زمانہ بجز شمشیر قوت بیان ہیچ شمشیر نیست

قوة البيان، ولا أجد فی هذا العصر تأثير القناة، إلّا فی البراهين والأدلّة

ومن دریں روزہا تاثیر نیزہ در ہیچ چیز بجز دلائل ونشانہا نمی بینم

والآيات. فإمام هذا العصر امرؤ كان فارس مضمار العرفان، والمؤيَّد

پس امام ایں زمانہ مردے است کہ فارس میدان معرفت باشد و بہ نشانہا

من اللّٰه بآيٍ وغيرها من طرق إتمام الحجّة وأنواع البرهان. وكان أعرفَ

ودیگر طریق ہائے اتمام حجت وانواع برہان مؤید الٰہی باشد ودر علم فرقان

مِن غيره بكتاب اللّٰه الفرقان، ليُرهِب به أعداءَ اللّٰه ويشفی صدور

از غیر خود زیادتہا داشتہ باشد تا کہ بر دشمنان خدا رُعب او طاری شود و دلہائے

الطالبين. وكان قادرًا علی إصلاح نفسه التی هی أعدی أعدائه

طالبان را شفا بخشد وبر اصلاح نفس خود کہ بدترین دشمنان است قادر باشد

لتذوب بالكلّية ولا تنازع اللّٰه فی كبريائه. وكان متوكّلا متواضعا ﴿۲۷﴾

تا کہ نفس او بکلی بگدازد ودر عزت وکبریائی حضرت جلّشانہٗ دم مشارکت نزند ونیز متوکل ومتواضع

مُبتهلا لإعلاء الشريعة الغراء صابرًا، مُشفقًا علی عباد اللّٰه ومجتهدًا

وبرائے اعلاء کلمہ اسلام تضرع کنندہ باشد وصبر کنندہ وبر بندگانِ خدا شفقت دارندہ و بعقد ہمت

لهم بعَقْد الهمّة والإلحاح فی الدعاء. ولا ينسی أحدًا من المخلصين

وزور دادن بردعاہا کامیابی شاں خواہندہ باشد و ہماں باشد کہ کسے را از مخلصان خود فراموش نکند

ولو كانوا فی أبعد أقاليم، ويُجادل اللّٰه فی أشقياء جماعته كإبراهيم،

اگرچہ اوشاں در دور ترین ولایت ہا باشند وہمچو ابراہیم از بہر بدبختان جماعت خود بہ خدا تعالیٰ مجادلہ کند

وكان وجيهًا فى حضرة رب العالمين. فإن مَثل الإمام مثلُ رجلٍ
ودر حضرت رب العالمین وجیہ باشد چراکہ مثل امام مثل آں شخصے است
قويٍ تعلّق بأهدابه ضعيفٌ أو شيخٌ كبيرٌ يتخاذلان رجلاه، و
کہ قوی باشد و بدامان اوچناں کمزورے یا پیرے سالخوردہ پنجہ زدہ باشد کہ ہردو پائے او سست و
ضعفتْ عيناه، فيأخذ هذا الفتى الضعيف. والشيخ الفانى الخرف
بے محل مے افتد وہردو چشمان او کمزور اند۔ پس ایں جوان آں ضعیف و شیخ فانی مسلوب الحواس را می گیرد
النحيف، ويعصمه من أن يظلم نفسه ويحيف، وكذالك يأخذ
واز ینکہ بر جان خود ظلم کند نگہ می دارد وہم چنیں آں جواں آں پیرے
كلَّ من خِيفَ عليه العثار لضعفٍ من المريرة، ويُعطى غضّاطريًّا
را می گیرد کہ از ضعف قوت خود خطرہ لغزش دارد و ہر یکے را کہ محتاج قوت
كلَّ من احتاج إلى امتراء الميرة، ويُبلّغ المستضعَفين اللاغبين
لایموت است میوہ ہائے تر و تازہ می دہد و کمزوران و درماندگان را ہمچو جواں مرداں
إلى ديارهم كفتيان ناصرين. فالذى ما أُوتيَ قلبُه صفةَ الشفقة
تا وطن شاں می رساند پس شخصے کہ دل او را صفت شفقت و غمخواری
والمواساة، وما له قوة وشجاعة كالأبطال والكُماة، ولا يُقبل
نداده اند و نہ درو ہمچو دلیران و بہادران قوت شجاعت است و نہ از خدا
على اللّه لخَلْقه بالبكاء والتضرّعات، ولا يوجد فيه رُحمٌ أكثر من
بہ تضرع بہتری مخلوق او می خواہد و درو رحمے زیادہ تراز
رحم الوالدات، فلا يُؤتى له هذا المنصب ولا يوجد فيه شيء
رحم مادران یافتہ نمی شود۔ پس چنیں کسے را ایں منصب نہ می دہند و ازیں نشان ہا چیزے درو یافتہ
من هذه الآيات، وليس هو وارث إمام الكونين وسيد الكائنات . ﴿۲۸﴾
نمی شود و او وارث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نیست

وأمّا الذی أُعطِیَ له هذا التحنّن والشفقة، ومُلأ قلبُه بهذه الصفات،

مگر آں کسے کہ او را ایں مہر و شفقت دادہ شد و او را ازیں صفت پُر کردہ شد

مع انسلاخه من أهواء النفس والشهوات، واستهلاكه

و با ایں ہمہ از ہوائے نفس وشہوات آں بیروں آمدہ

فی حب اللّٰه ومَحْوِيّتِه فی ابتغاء وجه اللّٰه والمرضاة، فهو كبريت

و در محبت الٰہی فنا گشتہ او کبریت احمر

أحمرُ وبدرٌ تام ودوحةٌ مباركةٌ للكائنات، ليتفيّأ الناس ظلاله

و بدر تام است و برائے مردم درختے مبارک است تا مردم زیر سایہ او بیایند

ويأتوه لجلب البركات. وهو دار أمنٍ ليجوس المضطرّون

و برائے حصول برکات پیش او حاضر شوند۔ و او خانہ امن و سلامتی است تا بے قراران درو

خلالها. وليأخذوه كهفًا عند الآفات. وهو مُباركٌ وبوركَ مَن حوله

داخل شوند و بوقت آفات او را پناہ خود بگیرند و او مبارک است و نیز آن کسے مبارک است

وبُشرى لمن لاقاه ورآه، أو سمع منه بعض الكلمات. إنه رجلٌ

کہ گرد او می گردد۔ وبشارت باد کسے را کہ با او ملاقات کرد و او را دید و بعض کلمات او شنید۔ او

يوالی اللّٰهُ من والاه، ويُعادی من عاداه. ويأتيه السعداء

مردے است کہ خدا دوست دارندگان او را دوست می دارد و دشمن دارندگان او را دشمن می دارد۔ و نیک مرداں

مِن كل فَجٍّ عميق وديارٍ بعيدة، وهو كهفٌ للمِلّة وأمانٌ من اللّٰه

از ہمہ راہ ہائے دور و دراز پیش او می آیند و او پناہ ملّت و امان خدا

لكل مسلم ومسلمة. ومن علامات صدقه أنه يؤذى فی أوّل أمره

برائے ہر مسلم و مسلمہ می گردد و از علامات صدق اُو این است کہ او را در اول امر خود ایذا دادہ

ويُسلَّطُ عليه الأشرار، ويسطو الفُجّارُ، مستهزئين مُكذّبين، ويقولون

می شود ۔ و در حق او چیزہا مے گویند و چوں جور و جفا بکمال مے رسد

فيه أشياء ويسبّون مجترئين .وهو يدِجّ على الأرض دَجَّ الصِّوار، و

يمشي هونًا كالأخيار، ولا يجزى السيئةَ بالسيئة، ويدفع بالتي هي

أحسن وأنسب لعباد الحضرة حتّى اذا تمّ أيّام الابتلاء، وما قُدّر

عليه مِن جور السفهاء، فيُنفَخ في روعه أن يُقبِل على الله كل الإقبال،

پس در دل او می دمند کہ سوئے خدا عزّ و جلّ متوجہ شود

ويسئل نصرته بالتضرّع والابتهال، فتتحرك في باطنه هذه الإرادات، ﴿۲۹﴾

و مدد او نخواہد

فيخرّ ساجدًا لله فتُستجاب الدعواتُ، وتكون له النصرة والفتح في

پس دُعائے او قبول کردہ می شود وانجام کار

آخر الأمر وفي المآل .ويخلق الله له أسبابًا من السماء باللطف

فتح او را می باشد

والنوال، ويفعل له أفعالًا يتحيّر الخَلْق من تلك الأفعال، و

يقلّب الأمرَ كل التقليب ويؤمنه من الخوف والاهتيال .و

كذالك جرت عادتُه بأوليائه، فإنه يجعل أعداء هم غالبين فى أوّل
وخدارا ہمیں عادت با اولیائے خود است کہ اوشاں بادل حال مغلوب و مقہور و نشانۂ
الأمر، ثم يجعل الخواتيم لهم، وقد كتب أن العاقبة للمتقين .
ایذاء دشمناں می باشند وانجام کار فتح وظفر نصیب ایشاں می گردد
ولا يُبعَث كمثل هذه الرجال إلّا بعد مرورٍ من القرون بإذن اللّٰه الفعّال،
وایں چنیں مردم بعد از مرور سالہائے دراز مبعوث می شوند
وبعد فسادٍ فى الأرض وصَول الأعداء وسيل الضلال .فإذا ظهر
وچون فساد در زمین ظاہر شود و موجہا زند و مردم حدود خداوند عزّ وجلّ را فراموش کنند
الفساد فى الأرض وزاد العدوان، وكثر الفسق والعصيان، وقلَّ

المعرفة وصار الناس كالعمين، وجهلوا حدود اللّٰه رب العالمين، و

تطرّقَ الفساد إلى الأعمال والأفعال والأقوال، وصار أمر الدين مُتشتّتًا

ومُشرِفًا على الزوال، والأعداء مدّوا أيديهم إلى بيضة الإسلام،

وانتهى شعار الدين إلى الانعدام، وما بقى فى وُسع العلماء. أن
وعلماء را برائے اصلاح مردم قوت و
يردّوا الناس إلى الصلاح والاتّقاء ، بل العلماء وهنوا ونسوا خدمة
قدرت نماند بلکہ خودست وغافل ومغلوب نفسہائے خود

﴿۳۰﴾ الـديـن، وتـمـايـلوا على الدنيا الدنيّة، وما بقى لهم حظ من الإيمان والیقين .و

شوند۔

بـلـغ أمـر الـفساد والفسق والضلالة. إلى منتهى الغيّ كعلّةٍ كانت فى الدرجة

الثالثة، ومـا بـقـى رجـاء أن يبـرأ الـنـاس بـمـجـرّ القال والقيل، فعند ذالک

پس دریں ہنگام

يُـرسَـلُ مـصـلـحٌ ويُـعطَـى لـه مِـن لـدن ربه علمٌ ومعرفة وصدق وطرقُ إقامة

ازنزد او تعالیٰ مردے مصلح پیدا می شود و او را علم ومعرفت می بخشند

الـدليل، وطهارةٌ واستـقـامةٌ، و عـليـه جرت عادة الرب الجليل . فـالحاصل

أن الـعـنـاية الإلهية تـقـتـضـى بـالـفضل والإحسـان، أن يبعث نبيًّا أو مُحدَّثًـا

وعنایتِ الٰہیہ تقاضا می فرماید کہ نبی یا محدث را مبعوث کند

فـى ذالک الـزمـان، ويفوّض إليه هذه الخطة ويجتبيه لإصلاح نوع الإنسان،

وخدمت دین سپرد فرماید

فيجىء فى وقت تشهد فيه القلوب السليمة لضرورة داعٍ من حضرة الكبرياء.

و اوبوقتے مے آید کہ دلہائے سلیم درآں وقت ضرورت ایں امر محسوس می کنند

وتـحـسّ كلُّ نفس متيقّظة حاجةً إلى تائيد رب السماء ، ويجدون ريـحه، ونفحاتُه

و ہرنفس بیداری دریابد کہ دریں وقت حاجت تائیدالٰہی است و قوت شامہ ارواح شاں

تـقـرَع شـامّة أرواحهـم، فـعـنـد ذالک يظهر مأمور الله، ويغيض سيل الفتن،

خوشبوئے او را محسوس مے کند۔پس مے آید وسیل فتنہ ہاخشک مے شوند

ويتم الحجة على الكافرين. ولا يأتی الّا عند الضرورات، ولا يسلّ السيف

وبر منکران حجت تمام می گردد و محدث یا نبی بجز وقت ضرورت نمی آید۔ و شمشیر نمی کشد مگر بر آناں

إلّا على الذين سلوها من الظالمين و العصاة .

کہ شمشیر کشیدہ باشند

ثم اعلم أيها السعيد أن أكثر الناس قد أخطوا وغلطوا فی أمر المهدی المعهود

بداں کہ اکثر مردم در امر مہدی معہود خطا کردہ اند

ونسبوا إليه سفک الدماء وقتلَ كثيرٍ من النصارٰی و اليهود، وقالوا إن ملوک

و اورا بخونریزی و قتل نصاریٰ و یہود منسوب کردہ اند۔ بلکہ علماء ایں دیار می گویند کہ در وقت مہدی

النصارى الذين هم ملوک الهند من أهل المغرب أعنی اليوروفين، يؤخَذون و يُطوَّقون

شاہان ہندوستان را کہ یورپین باشند ماخوذ کردہ وطوق در گردن

ثم يُحضَرون فی حضرة المهدی صاغرين. وما لهم به من علم أن يقولوا إلّا

انداختہ پیش مہدی حاضر خواہند ساخت۔ لیکن باید دانست کہ ایں سخنہا محض افترا ہستند

كالمفترين .وما عندهم إلّا أحاديث ضعيفة ووضع من الواضعين، ولا

وبدست شاں ہیچ حدیثے صحیح نیست

تجد فی أيديهم حديثًا صحيحًا من خاتم النبيين .فاتّقوا اللّٰه و لا تعتقدوا كمثل ﴿۳۱﴾

هذه العقائد، ولا تستروا شريعة اللّٰه تحت الزوائد متعمّدين .والذين

لايتركون هذه الأقاويل، ولا يستقرون البرهان و الدليل، ولا يطلبون

وایشان

نـورا يشـفـى الـنفس وينفى اللبس، ويكشف عن حقيقة الغُمّى، ويُوَضّح المعمَّى،

نور ثبوت رانمی جویند کہ موجب اطمینان نفس گردد و حقیقت منکشف شود

ولا يُـمعِنون النظر كالمحققين، بل يتّبع بعضهم بعضًا كالعمين، ولا يسرحون

وہمچو محققان نظر رانمی دوانند

الـطرف كالمفتّشين، فأولئک قوم يشابهون جَهامًا وخُلّبًا، ويُضاهون متصلّفًا

قُـلَّبًـا، أو هـم كبيوت عورة، أو كأشجارٍ غير مثمرة، ليس عند هم مِن غير لحى طُوّلتْ،

ہمچو خانہ ہائے خالی اند یا ہمچو درختان بے بر و نزد شاں اگر چیزے ہست ہمیں ریشہاہستند

وآنُفٍ شمَختْ، ووجوه عبست، وألسُنٍ سلطت، وقلوب زاغت . ولهم أمانى

کہ دراز گذاشتہ اند و بنی ہا کہ بہ تکبّر بلند کردہ۔ و روہا کہ ترش اندوز بانہا کہ بہ بدگوئی دراز اند۔ ودلہا کہ کج اند

لا يتـر كـونهـا، وأهـواء يـخـفونها، فلا يرِدون مناهل التحقيق، ولا يستقرؤون

وایشان را آرزوہاہستند کہ ترک آنہا نمی کنند۔ وخواہشہا ہستند کہ پوشیدہ می دارند۔ و در چشمہ ہائے تحقیق دارد

مجاهل التدقيق، ولا يبذلون جهدهم لرؤية الحق المبين، ولا يجاهدون لإيصال

نمی شوند وراہ ہائے باریک بینی رانمی جویند وکوششہائے خود را برائے دیدن حق خرچ نمی کنند۔ وہیچ سعی بجا

الناس إلى ذُرَى اليقين.

نمی آرند تا مردم را بہ یقین برسانند

وآخـر الكلام فى هذا الباب، أنى أنا المسيح المهدىّ من رب الأرباب، وما جئت للمحاربات

وآخر کلام دریں باب ایں است کہ من مسیح موعود و مہدی ام وبرائے جنگ ہا نیامدم

وما أمرنى ربّى للغَزاة. إنّى جئتُ على قدم ابن مريم، لأدعو الناس إلى مكارم الأخلاق وإلى

بلکہ بر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام آمدہ ام تا کہ مردم را سوئے مکارم اخلاق وسوئے رب رحیم و

ربّ اکرم وأرحم، ولا أری حاجة إلی سلّ السیوف من أجفانها، بل هي عارٌ لِمِلّةٍ

وکریم بخوانم ۔ و من ہیچ حاجت سوئے کشیدن شمشیر نہ می بینم بلکہ این کاربرائے آن مذہب عار است

أحاطت البلاد بلمعانها .نعم!حاجةٌ إلی بَرْیِ الأقلام لجولانها، لننجّی الناس من

کہ در ذات خود روشنی می دارد۔ آرے حاجت ما سوئے قلمہا ست تا مردم را ازگمراہی رہا و طوفان آں

الضلالات وطوفانها .وإذا جئتُ علماء هذه الدیار، فکفّرونی و کذّبونی بالإصرار،

گمراہی ہا نجات دہیم ومن چون سوئے علماء این دیار آمدم برکفرمن فتویٰ دادند وتکذیب من کردند و

و أعرضوا عن الحق بالاستکبار، وقالوا دجّال افتری .فأراهم الله الآیة الکبری، و

گفتندکہ دجّال است و خدائے تعالیٰ ایشان رانشانہا نمود و

ظهرت انباء الغیب وبرکات عظمٰی، وخُسف القمر والشمس فی رمضان، فما تقلّب

پیشگوئی ہا بظہور آمدند وَ برکتہا ظاہر شدند۔ و ماہ و مہر در رمضان منکسف شدند لیکن ہیچ دلے

قلبٌ إلی الحق وما لان، وعرضتُ علیهم سُبلَ الهدایة، فما امتنعوا من العمایة والغوایة،

نرم نشد و از گمراہی باز نیامدند

وألّفتُ لهم مجلدات ضخیمة و کتبًا مطوّلة مبسوطة. فما قبلوا الحق بل سبوا کالسفهاء، ﴿۳۲﴾

وبرائے ایشان کتابہائے ضخیم تالیف کردم پس قبول نہ کردند بلکہ ہمچوسفہا دشنام دادند

وزادوا فی الغیّ والاعتداء .وقد وضح لهم بصدق العلامات انّنی من الله رب السماوات،

و در گمراہی و افراط درظلم قدم پیش نہادند۔ و او شان را بصدق علامات واضح شد کہ من از طرف خدا تعالیٰ ہستم

فما کان أمرهم إلا الفحش والإیذاء والشتم والازدراء ، وقد رأوا من ربی آیات و

مگر بجزفحش گفتن وایذادادن ہیچ کارایشان نبود و از خداوندمن نشانہا دیدند

أنواع تأییدات، فما قبلوا ظُلمًا وعُلُوًّا وما کانوا منتهین. وما جئتُهم فی غیر وقت بل

مگر قبول نکردند و باز نیامدند و من در غیر وقت نزد شان نیامدم بلکہ

جئتُ عند غُربة الإسلام، وفی زمان فسادٍ أشار إلیه سیدنا خیر الأنام، وعلی رأس المائة،

دروقت غربت اسلام ظاہر شدم و در ہنگام فسادے ظہور کردم کہ سوئے آں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارت کردہ بود

وکانوا من قبل ینتظرون وقت هذ☆ المائة، ویحسبونها مبارکة للملّة، فلما جئتموهم ❁

و برسر صدی آمدہ ام۔ و این مردم ایں صدی را انتظار ے کردند و ایں را مبارک می دانستند۔ و چوں نزد شاں آمدم

نبذوا علومهم وراء ظهورهم، وصاروا أوّل المعادین .ولولا خوف سیف الدولة

ہمہ علوم خود را پس پشت انداختند و اوّل دشمناں شدند۔ و اگر خوف شمشیر دولت برطانیہ نبودے

☆ سهو ، والصحیح ''هذهِ''۔(الناشر) ❁ سهو ، والصحیح ''جئتهم''۔ (الناشر)

البرطانية، لقتلونی بالسيوف والأسنّة، ولكن الله منعهم بتوسّط هذه الدولة

مرا قتل کردندے

المحسنة فنشكر الله ونشكر هذه الدولة التی جعلها الله سببًا لنجاتنا من أيدى الظالمين.

پس خدا را واین دولت برطانیہ را شکر ے کنیم کہ موجب نجات ما گردید و مالہائے ما و جانہائے ما

إنها حفظت أعراضنا ونفوسنا وأموالنا من الناهبين .وكيف لا تُشكر وإنّا نعيش

و آبروہائے ما از ظلم ظالمان محفوظ مانند وزیر سایہ این دولت بامن بسر

تحت هذه السلطنة بالأمن وفراغ البال، ونُجّينا من أنواع النكال، وصار نزولها

می بریم و از انواع عذابہا برستیم و نزول ایشان

لنا نزول العزّ والبركة. ونلنا غاية رجائنا من امن الدنيا والعافية فوجبت إطاعتها

برائے ما مہمانی عزت و برکت گردید وہمہ امید ہائے دنیوی را یافتیم پس برما واجب گردید

و دعاء إقبالها وسلامتها بصدق النيّة. إنها ما أسَرَّتْنا بأيدى السطوة،

کہ اطاعت او کنیم و دعاء سلامت و اقبال او بصدق نیت کردہ باشیم ۔ این دولت بدستہائے شوکت خود

بل جعل☆ قلوبنا أسارى بأيادى المنّة والنعمة، فوجب شكرها

مارا اسیر نکردہ است بلکہ بہ ایادی منت و احسان خود دلہائے ما را اسیر گردانیدہ است۔ پس

وشكر مَبرّتِها، ووجب طاعتها وطاعة حفدتها .اللّهم اجزِ منّا هذه الملكة

واجب است کہ شکر او وشکر احسان او کنیم و طاعت او و طاعت حکام او بجا آریم ۔ اے خدا ایں ملکہ

المعظّمة، واحفظها بدولتها وعزّتها، يا أرحم الراحمين .آمين.

معظّمہ را از ما جزائے خیر بدہ ۔ آمین

الراقم المرزا غلام احمد القادیانی

۲۱؍فروری ۱۸۹۹ء

☆ سهو ، والصحيح ’’جعلت‘‘۔(الناشر)